

قیام حضرت مختار

ابن ابی عبید ثقفیؓ

مؤلف

سید ابوالفضل رضوی اردکانی

مترجم

حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ الجامعہ اختر عباس نجفی داماد



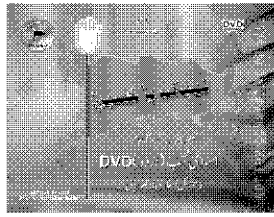
حیدر بک ڈپو

امام بارگاہِ بلاک نمبر 7 خوشاب روڈ سرگودھا

ناشر

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی



لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad

Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.Com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قیام مختار حضرت ابن ابی عیسیٰ شقی

مولفہ

سید ابوالفضل رضوی اردکانی

مترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ اختر عباس نجفی مدظلہ العالی

ملنے کا پتہ

آپسٹریٹ، سید علی شاہ، لاہور

تلفون: (0300) 705050

حیدر بک ڈپو

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں



قیام حضرت عی راہن ابی عبید ثقی	:	نام کتاب
سید ابوالفضل رضوی اردکانی	:	مؤلف
حجۃ الاسلام علامہ اختر عباس نجفی	:	مترجم
حیدر بک ڈپو بلاک ۷ سرگودھا	:	ناشر
محمد رضا نجفی	:	کمپوزنگ
225/- روپے	:	قیمت



ملنے کا پتہ

حیدر بک ڈپو
اماں ہنگامہ بلاک نمبر ۷ خوشاب روڈ سرگودھا
فون نمبر: 0300-6050591

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۸
۲	پیش لفظ	۹
۳	مقدمہ	۱۶
۴	اقتلاب اور قیام عتاری حقیقت اور واقعیت	۱۹
۵	ہماری غرض و نیت	۲۳
۶	خواہش و تقاضا	۲۴
	فصل اول ﴿عتاری شخصیت کی خصوصیات﴾	
۷	پہلا حصہ: عتاری شخصیت کی خصوصیات	۲۶
۸	دوسرا حصہ: عتاری شخصیت	۳۲
	فصل دوم ﴿آئمۃ علیہم السلام اور علماء کی نظر میں عتاری شخصیت﴾	
۹	پہلا حصہ: آئمۃ علیہم السلام کی نگاہ میں عتاری شخصیت	۴۲
۱۰	دوسرا حصہ: بزرگ علماء کی نظر میں عتاری شخصیت	۵۶
۱۱	تیسرا حصہ: وہ بزرگ علماء کہ جنہوں نے عتاری عظمت میں کتاہیں لکھی ہیں	۷۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	تیسری فصل ﴿بے جا باتوں میں﴾	
۱۲	پہلا حصہ: غار نبوت و نزول وحی کا مدنی نہیں تھا	۷۸
۱۳	دوسرا حصہ: غار کا رعب کیسائی نہیں تھا	۸۴
۱۴	تیسرا حصہ: کیسانہ فرقہ	۹۵
۱۵	چوتھا حصہ: روایات پر تحقیق	۱۰۹
۱۶	کیا غار جنم میں جایا	۱۱۳
	چوتھی فصل ﴿محمد بن حنفیہ کی شخصیت﴾	
۱۷	پہلا حصہ: آپ کے ذاتی کوائف	۱۲۰
۱۸	دوسرا حصہ: محمد بن حنفیہ اور امامت سہاویہ السلام	۱۳۱
۱۹	تیسرا حصہ: غار کے قیام اور انقلاب میں جناب محمد بن حنفیہ کا کردار	۱۴۱
	پانچویں فصل ﴿قیام کے حالات اور فلسفہ میں﴾	
۲۰	پہلا حصہ: امام حسین علیہ السلام کا قیام مسلمانوں کی بیزاری کا موجب ہوا۔	۱۵۰
۲۱	دوسرا حصہ: حجاز میں شورش	۱۶۰
۲۲	تیسرا حصہ: عراق کے دیگر کون حالات	۱۷۱
۲۳	چوتھا حصہ: قیام کا فلسفہ	۱۸۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	چوتھی فصل ﴿قیام اور انقلاب کے مقدمات میں﴾	
۲۳	پہلا حصہ: علی رائل بیت علیہم السلام کا دفاع کرنے والا تھا	۱۹۱
۲۵	دوسرا حصہ: علی رائل بیت علیہم السلام کا دفاع کرنے والا تھا	۱۹۳
۲۶	تیسرا حصہ: حرکت کا آغاز	۲۱۶
	ساتویں فصل ﴿قیام سے پہلے کے واقعات﴾	
۲۷	پہلا حصہ: عمار کوفی	۲۲۳
۲۸	دوسرا حصہ: کوفہ کے سیاسی حالات میں تبدیلی	۲۲۷
۲۹	تیسرا حصہ: انتخاب کیلئے دعوت	۲۳۲
۳۰	چوتھا حصہ: امیر المومنین کا کردار	۲۵۵
	آٹھویں فصل ﴿انقلاب اور قیام﴾	
۳۱	پہلا حصہ: کوفہ میں جنگ	۲۶۷
۳۲	دوسرا حصہ: قیام کی ابتدائی افروض	۲۷۲
	ناہم فصل ﴿قیام اور انقلاب کی کامیابی﴾	
۳۳	پہلا حصہ: کوفہ شہر پر قبضہ	۳۰۲
۳۴	دوسرا حصہ: حکومت اور انقلاب کے ارکان کی تشکیل	۳۱۴
۳۵	تیسرا حصہ: عمار کے سامنے تین غاظ	۳۲۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	دسویں فصل ﴿ کوفہ میں گزیر ﴾	
۳۶	پہلا حصہ: کوفہ میں شورش	۳۳۹
۳۷	دوسرا حصہ: کوفہ میں جنگ	۳۵۵
	بارہویں فصل ﴿ انعام ﴾	
۳۸	پہلا حصہ: عتقر کی اصلی فرض	۳۷۳
۳۹	دوسرا حصہ: عتقر اور عمر سعد	۴۰۹
	بارہویں فصل ﴿ انقلاب اور قیام کا دوسرا مرحلہ ﴾	
۴۰	پہلا حصہ: شام کی حکومت سے جنگ	۴۲۸
	تیراھویں فصل ﴿ عتقر اور عبداللہ بن زبیر کی جنگ ﴾	
۴۱	پہلا حصہ: عتقر کی چال	۴۸۰
۴۲	دوسرا حصہ: محمد بن حنفیہ اور قتیبہ بن زبیر	۴۹۱
	چودھویں فصل ﴿ پایان کار ﴾	
۴۳	پہلا حصہ: معصب ابن زبیر اور عتقر کی جنگ	۵۰۰
۴۴	دوسرا حصہ: ملوک قتل	۵۱۳
۴۵	تیسرا حصہ: عتقر کی شہادت	۵۲۰

الحمد لله

تقدیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانی تاریخ کی اہم اور انتظام گیر ذوات جو اس جہان میں عدالت برپا کرے گی اور پیغمبروں کے وارث ہیں۔ شہیدوں کے خون کا انتقام لینے والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور ولی عصر مہدیؑ اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔ اور مقدس الہی کی روح یعنی جو عالموں پر غالب اور قہر مانوں کے قہر مان۔ ملت ایران کے نور چشم حضرت آیت اللہ العظمیٰ السید روح اللہ خمینی قدس سرہ الشریف اور ان کے بنائے جانے والے جانشین اور فرزند حقیقی امام حسین علیہ السلام حضرت آیت اللہ خامنہ ای دامت برکاتہ اور شہداء قرآن اور اسلام کی ارواح طیبہ اور تمام شہداء کے سردار امام حسین علیہ السلام جو کہ مظلومیت کے بیان گر ہیں اور اللہ کی راہ میں شہداء کے پیروکاروں کی خدمت میں یہ ہدیہ تقدیم کرتا ہوں۔

مہدیؑ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی نبینا وعلیٰ آلہ
المطلوبین المہدیین والشہداء المکرمین

اسلامی انقلابات کے بارے میں تحقیق اور اس کی واقعیت اور غرض اور فلسفہ کو بیان
کرنا اسلامی تاریخ کے موضوعات میں سے ایک اہم موضوع شمار ہوتا ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ایسے انقلابات اور قیام جو اسلامی تاریخ میں ایک عظیم تحول کا نقطہ
آغاز ہیں اور بالخصوص جو شیعہ کے خونیں تاریخ کا حصہ شمار ہوتے ہیں۔ ایسے انقلابات کو انسانی
معاشرہ پر زبردستی ٹھوسے ہوئے قوانین سے آگاہ دشمنوں اور نادان دوستوں نے تبدیل اور
تحریف کر کے غلط اور بے بنیاد بتلایا ہے۔ یا انہیں مورد سوال قرار دیا ہے۔ حکومت وقت کے
کاسرہ لیس مورخین اور محدثین ان کے اصلی عامل کو غلط بتلانے والے ہیں۔ لہذا ان محققین اور
علماء و دانشمندیوں پر کہ جنہیں تاریخی حقائق کی چھان بین کی قدرت اور استعداد موجود ہے وہ ان
تاریخی واقعات اور حقائق پر تحقیق کریں اور جوابہام اور جھوٹ کے پردے اور گردوغبار جو ان پر
ڈالے گئے ہیں انہیں دور کریں اور ایسی ذمہ داری سے جو ان پر عائد ہوتی ہے۔ ان پر لازم اور
واجب ہے کہ وہ اپنے اس اہم فرض پر عمل کریں اور اہم کام کے بجالانے پر اقام کریں۔

ایک اہم علت جو اس کتاب کے لکھنے والے پر ایسی کتاب لکھنے کیلئے سبب بنی ہے اور

اس کیلئے یہ مقام افسوس اور تاسف رہا ہے کہ وہ غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ فیصلے تھے جو شیعہ تاریخ کے ایک اہم اور بزرگ شجاع اور فداکار اہل بیت اطہار کے خون کا بدلا لینے والی شخصیت یعنی مختار بن ابی حمید ثقفی کے بارے میں کئے جاتے رہے ہیں۔

اور اس بات کا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ میری انتہائی کوشش اور سعی اور تلاش اس میں یہ کہ مختار کے انقلاب اور قیام کی واقعیت اور اہل بیت کیلئے جو کارنامہ دوسرا انجام دیا ہے اس کو واضح اور روشن کروں اور اس سے غرض یہ ہے کہ اس انقلاب اور واقعہ کے صحیح ہونے اور اس انقلاب کے قیام کی غرض و دعایت جو ایسے انقلاب کے برپا کرنے کی موجب ہوا ہے کو درست اور صحیح ثابت کیا جائے اور یہ بھی واضح اور روشن ہے کہ ایسی اہم غرض ائمہ معصومین اور پاک پیغمبر کے اہل بیت کے منشاء اور ارادے کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتی تھی۔ ظاہر یا مخفی اجازت اور یا کم از کم رضایت قلبی اس انقلاب کے برپا کرنے کے صحیح اور درست ہونے کی دلیل ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور شہداء اور بالخصوص شہداء کربلا کی ارواح کی مدد سے ایسی متعدد اور معتبر روایات اسلام کے بزرگ علماء کے اقوال اور نظریات اور علم رجال اور تاریخ اور انہیں اصلی مدارک سے نقل کرنے پر اعتماد کرتے ہوئے ان پر تنقید اور تحلیل کر کے اس خونی انقلاب کے فرمان دینے والے کی ہمہ گیر شخصیت اور اس کے تمام پہلوؤں کو روشن اور واضح کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ مختار پاک باز اور فداکار انسان تھا اور ائمہ ہدیٰ اثنا عشر کی امامت کا معتقد اور عقیدہ رکھنے والا تھا۔ اور اس کا یہ اقدام اور انقلاب امام معصوم کی پوری اجازت اور رضایت اور اذن سے تھا اور اہل بیت پیغمبر کی اس میں مداخلت کرنے کی اجازت اور رضایت اور بطون تھا۔ اور اس کتاب میں یہ بات بہت واضح اور روشن کر دی گئی ہے کہ مختار کا مذہب نہ کیسانی تھا اور نہ ہی وہ اس مذہب کی بنیاد رکھنے والا تھا اور نہ ہی اس نے کوئی غلط ادعاء کیا تھا۔ بلکہ اس پر یہ سارے الزامات اور تہمتیں اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں اور ان حکومتی کا سہ لیس محدثین اور مورخین

نے لگائے ہیں۔ اور یہ الزامات اور ہتھتیس اہلسنت کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہیں بعض شیعہ علماء نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کر دیا ہے۔

اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس انقلاب کے تمام پہلوؤں اور عتبار کی تولد سے لیکر شہادت تک کی شخصیت کو پوری شرح اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ گرچہ بزرگ شیعہ علماء اور بالخصوص قدامہ علماء نے بھی اس بارے میں کوتاہی نہیں کی اور اس واقعہ کو حق بجانب قرار دیا ہے اور اس بارے میں کئی کتابیں بھی لکھی ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سی ایسی کتابیں اور مہم ماخذ اور مدارک اسلامی حوادث زمانہ کی وجہ سے ضائع ہو گئے ہیں اور صرف ان کا فہرست میں نام ہی دیکھا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ادعاء کیا جاسکے کہ ابھی تک عتبار کی شخصیت اور انقلاب اور قیام کے بارے جو اس طرح کی تفصیل اور تحقیق پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اور جو کتابیں اس واقعہ کے بارے میں لکھی گئی ہیں بہت مختصر اور محدود ہیں اگرچہ ان میں سے بعض کتابیں موثق اور معتبر ہونے کی وجہ سے قابل توجہ تھیں۔ خداوند عالم ان کے لکھنے والوں کو جزاء خیر عنایت فرمائے۔

اس کے باوجود اس کتاب کے لکھنے والے کو یقین ہے کہ کوئی بھی تحقیق اشتباہ اور غلطی سے خالی نہیں ہو سکتی لہذا اتمام اساتذہ اور محققین اور صاحب نظر بالخصوص اسلام کی تاریخ لکھنے والے ماہرین سے خواہش اور استدعا کرتا ہوں کہ اشتباہ اور غلطی کے موارد سے اس لکھنے والے کو آگاہ فرمائیں تاکہ دوبارہ چھاپے جانے پر ان اشکالات اور کوتاہیوں کی اصلاح کر دی جائے۔

اس کتاب کی تحقیق اور چھپائی اور اشاعت اس پروگرام کے تحت ہوئی ہے جو مرکز مطالعات و تحقیقات اسلامی دفتر تبلیغات اسلامی قم نے علمی موضوعات کے بارے میں بالخصوص قرار دیا ہے اور اسی مرکز کے کتاب خانہ سے مدارک اور ماخذ لئے گئے ہیں۔ خداوند

عالم سے دعا ہے کہ اس مرکز میں کام کرنے والوں اور ذمہ داروں کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے
تاکہ وہ اسلامی حقائق اور محارف کو زیادہ سے زیادہ نشر کر سکیں اور انہیں ان کے اس مقدس غرض
اور ہدف میں زیادہ توفیق عطا کرے۔

مولف

سید ابوفاضل رضوی اردکانی

۶۷-۷۱-۱۰ شمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تاریخ ہمیشہ جنگ و جدل اور مہارزات اور اہم فتح و شکست کو ثبت کرتی رہی ہے۔ ان حوادث اور واقعات کے اسباب کو تاریخ نے ہمیشہ اپنے ذمہ لیا ہے۔ اگرچہ کبھی ایک فرد یا کئی افراد مخصوص وسائل سے استفادہ کرتے ہوئے فردی یا اجتماعی طور سے کسی خاص مقاصد کے حاصل کرنے کیلئے میدان میں اترے ہیں اور شجاع تر یا غم انگیز یا خوش کن واقعات کو تاریخ کا حصہ بنا دیتے ہیں۔ شیعوں نے بھی طول تاریخ میں ایسے قواعد اور اصول سے کہ جن میں اسلامی لحاظ سے کوئی نقص اور خدشہ نہیں کیا جاسکتا ظالم حاکموں کے مظالم کے خلاف رضا الہی کی نیت سے انقلابات اور تحریکیں رونما کیں اور واقعات و حوادث کو مرصع موجود کیا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ تاریخ نگار جو اکثر حکومتوں کے اقدامات کو صحیح ثابت کرنے کیلئے قلم ہاتھ میں لیتے تھے ان واقعات میں تضاد اور تنقید اور تحلیل کر کے انہیں جھوٹا اور دغا باز قرار دے کر حق کو چھپانے کی اس طرح کوشش کی ہے کہ ان کا صحیح پہچانا طولانی زمانے کے گزرنے کی وجہ سے بہت مشکل اور دشوار نظر آتا ہے۔ اس سے زیادہ افسوس تو ان شیعوں پر ہوتا ہے کہ جن کی تعداد کم نہیں ہے۔ جنہوں نے انہیں مورخین سے متاثر ہو کر ان کے فیصلے سے بہت زیادہ اشتباہ میں جا پڑے ہیں۔

اور اس لحاظ سے کہ ایسے اہم تاریخی واقعات جو ہر طرح کی غلط توجیہ سے صاف و پاک ہوں ان سے ایسے لوگوں کے ہاتھ کو کوتاہ کیا جائے جو دولت پرست اور ظالم حکومتوں کے نوکر اور چاکر تھے اور جو اعتراضات اور اشتباہ تاریخ کے قلب پر وارد کئے گئے ہیں انہیں پاک اور صاف کیا جائے ضروری ہے کہ تاریخ نویسی ان ہاتھوں میں دی جائے جو محقق اور آگاہ

ہوں۔ اس طرح کی ان پر مذمہ داری دوہری ہو جاتی ہے۔

اس لئے یہ کتاب حضرت مختار کے انقلاب اور قیام کے واقعی چہرے کے پہچاننے کیلئے لکھی گئی ہے جو ایسا انقلاب تھا کہ جس کا منشاء کربلا کی خونین تاریخ ہے۔ اور یہی اس کا سرچشمہ ہے۔ اس انقلاب اور قیام کا رہبر ایک ایسی شخصیت ہے جو اہل بیت پیغمبر کا پیر و کار اور عاشق اور فریفتہ تھا حضرت مختار نے اس انقلاب کو جمعرات کی رات 14 ربیع الاول سن 66ھ میں یا 11 رات الحسین کے نعرے سے یعنی امام حسین علیہ السلام کے قتل کا بدلا اور انتقام لینا شروع کیا۔ یہ علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے سچا انسان ان لوگوں سے ابھرا کہ جنہوں نے ایک دن امام حسین علیہ السلام کو بلانے کی دعوت دی تھی اور پھر دوسرے دن وہی معاذ اللہ آپ پر سب و شتم کر رہے تھے۔ وہ واقعی امام حسین علیہ السلام کے خون کا صحیح بدلا لینے والا امام حسین علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھا۔ وہ ایک بہادر اور امام حسین علیہ السلام کا معتقد تھا اس نے اپنے ایسے نعرے کو اللہ کے نام سے آغاز کیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے صحیح راستے کو اختیار کیا اور آخر میں اللہ کے لقاء میں شہید بھی ہو گیا اور شیعوں کے خونین تاریخ میں زریں باب کا اضافہ کر گیا۔ وہ اس طرح سے اقدام کرتا ہے کہ تمام وہ لوگ جو کربلا کے واقعہ میں ظالم اور جانی کار تھے اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے کہ وہ فرماتا ہے۔ ”وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ يُؤْتِكُمُ اللَّهُ فَتْرَةً مَّا يُرِيدُ فَاغْلَبْ هُوَ عَلَى الْمُكَافِرِينَ الْكَاذِبِينَ“ وہ ان سے کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام پر ظلم اور سب و شتم کیا تھا ان کے ساتھ ویسے ہی معاملہ انجام دیتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اکیلا نہیں دیکھ رہا تھا اور نہ ہی اکیلا سمجھتا تھا بلکہ اس نے اللہ کا وعدہ اور امیر المومنین علیہ السلام کا وعدہ سچا کر دکھایا تھا۔ مختار نے حضرت علی علیہ السلام کی بشارت اور غیبی خبر کو عملی کر دکھایا اور اپنے کردار سے اپنے امام کی خوشنودی حاصل کی۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے سدید کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے

مختار کے بارے میں فرمایا کہ ”لا تسبوا المختار فإنه قد قتل قتلًا و زورًا و اراملنا و قسمنا المال علی العسرة“ یعنی مختار کو سب نہ کیا کہو کیونکہ اس نے ہمارے قتل کرنے والوں کو قتل کیا ہے اور ہماری بیوہ عورتوں کی شادیاں کرائی ہیں اور ہمارے تنگدست لوگوں پر مال تقسیم کیا ہے۔ ہم روایات میں دیکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے اہل بیتؑ نے جب تک اللہ تعالیٰ کا انتقام کر بلا میں موجود ظالموں پر وارد نہیں ہوا تب تک نہ انہوں نے نئے لباس پہنے اور نہ ہی انہوں نے آنکھوں میں سرمہ لگایا، کیا اس سے بڑی اور سعادت کوئی ہو سکتی ہے جو جناب مختار کے حصہ میں آئی ہے کہ جس سے اہل بیتؑ خوش ہوئے ہوں اور امام باقر علیہ السلام نے مختار کی عزت اور احترام کرنے کی سفارش کی ہو اور مختار نے اسے اپنے لئے آخرت کا توشہ اور زاد راہ قرار دیا۔

اس کتاب کے مولف نے مختار کے خونی انقلاب کے واقعہ کو موجودہ روایات کے تنقید اور مخالفین اور موافقین کے نظریات اور افکار کو بہت تفصیل سے بیان کر کے تحقیق کی ہے۔ یہ کتاب مرکز مطالعات و تحقیقات اسلامی دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم میں جناب سید ابو فاضل رضوی اردکانی نے لکھی ہے۔ اس مرکز نے سرسری نگاہ اس کتاب پر ڈالی ہے اس میں قابل اعتنا کوئی تغیر اور تبدیلی نہیں کی ہے کیونکہ اس کتاب کے مولف کو اس طرح کی تبدیلی پسند نہ تھی۔ بعض مدارک جو اس کتاب میں ذکر کئے گئے ہیں اس نقطہ کی طرف قاعدہ مولف محترم کو اشارہ کرنا چاہیے تھے۔

مرکز مطالعات و تحقیقات اسلامی
دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم

مقدمہ

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مشرکوں اور لحدوں اور ظالموں کی ہلاکت اور نابودی کا ذکر کیا گیا ہے سابقہ امتوں اور پیغمبروں کی ہم عصر قوم میں اس طرح کی ہلاکت ایک الٰہی قطعی قانون کے طور پر ذکر ہوئی ہے۔ حضرت نوح اور ابراہیم، عازل اور موسیٰ، صالح اور یونس اور موسیٰ، عیسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کی قوموں نے کس گناہ کا ارتکاب کیا تھا کہ خداوند عالم نے انہیں اس طرح ہلاک کیا اور انتقام لے کر نابود کر دیا؟ ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا اور ان میں سے بعض پر آسمانی بجلی گرائی؟ اور دوسرے بعض پر طرح طرح کی مصیبتیں اور درد اور آزار نازل کئے۔ اور بعض پر خاص انسان انتقام لینے کیلئے معین کر دیئے انہوں نے کیا کیا تھا؟

تمام آیات سے کہ جو اس بارے میں نازل ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام حجت اور پیغمبروں کو آنے کے بعد انکی دعوت حق کو قبول نہیں کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہوئے تھے اور حق کے مقابلہ میں ڈرٹ گئے تھے اور پیغمبروں کو قتل کیا تھا خداوند عالم نے انکو انکے اعمال کی سزا اسی دنیا اور آخرت میں دی اور انہیں دونوں جہانوں میں عذاب دیئے جانے کا وعدہ دیا تھا۔ اس بارے میں بہت زیادہ قرآنی آیات موجود ہیں۔

ہمارے پیغمبر اسلام کی امت ایسی امت ہے کہ جس پر خداوند عالم کا لطف و کرم ثابت ہے جیسے کہ قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے۔ ”وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فَهْمٌ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ“۔ یعنی خداوند عالم تیری امت کو جب تک تو ان

میں موجود ہے عذاب نہیں کرے گا اور جب وہ اپنی نافرمانی پر پشیمان ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ اور استغفار کر لیں گے پھر بھی ان پر عذاب نازل نہیں کرے گا۔ آیت میں یہ قید کہ جب تک تو ان میں موجود ہے۔ یا توبہ اور استغفار کر لیں۔

اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ تیری امت آسمانی عذاب سے بطور کل اور اجتماعی لحاظ سے عذاب کئے جانے سے معاف کر دی گئی ہے لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ آیات حق کے منکر اور وہ لوگ جو خدا اور پیغمبر اور پیغمبر کی اہل بیت کے جن کی اطاعت اور بیروی اور دوستی کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے ان سے دشمنی کریں اور کفر و الحاد کو اختیار کریں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف عذاب کئے جانے سے معاف کر دیئے گئے ہیں ایسا نہیں ہے؟ بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق وہ دنیا میں ذلیل و خوار اور ناپود ہو جائیں گے۔ اور آخرت میں دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ڈالے جائیں گے۔

چیسے کہ سابقہ استوں میں حق کا انکار اور اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار جرم تھا اور اسی جرم کی وجہ سے وہ ہلاک کئے گئے تھے اسی طرح پیغمبر اسلام کی امت بالخصوص پیغمبر علیہ السلام کی رحلت کے بعد امت کا ایک گروہ اس طرح کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ کیا پیغمبر علیہ السلام کی نافرمانی اور اولوالاخر کی نافرمانی کہ جس کی اطاعت کا حکم خدا اور رسولؐ نے دیا تھا کفر و الحاد کے دائرے میں نہیں آتا؟ کیا آئمہ اطہرا اور حضرت پیغمبر کو قتل کرنا اور ان سے جنگ کرنا کفر و الحاد نہیں ہے؟ جیسے کہ نوح علیہ السلام کی امت میں سے جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اور آپ کی نجات کی کشتی پر سوار ہوئے تھے نجات پا گئے اور جو گروہ اس کشتی سے پیچھے رہ گیا اور حواری نہ ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔ کیا امام حسینؑ پیغمبر علیہ السلام کے نواسے اور مصوم امامؑ تھے اور نجات کی کشتی نہ تھی؟ امت پیغمبر علیہ السلام میں سے بعض نے اس نجات اور ہدایت کے وسیلہ سے کیا سلوک کیا؟ جس طرح نوح علیہ السلام کی قوم سے جو کشتی پر سوار نہیں ہوئے تھے قہار کے تمام

فرق ہو گئے تھے اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کی امت سے جنہوں نے ایسے جرم کے اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے۔

کیا فرعون اور اس کے حواریوں نے لوگوں کو غیر خدا کی عبادت کرنے کی دعوت نہیں دی تھی؟ یہی ان کا کفر اور الحاد ان کے فرق ہو جانے کا سبب نہیں ہوا تھا؟ کیا پیغمبر اسلام کی امت میں سے اکثر عالم اسلام کے بزرگ مورخین کے مطابق یزید نے وہی ادا نہیں کیا تھا جو فرعون نے اپنے زمانے میں کیا تھا؟ کیا یزید نے مسلم بن عقبہ کو حکم نہیں دیا تھا کہ وہ اپنے کے لوگوں کا قتل عام کرے اور ان سے یزید کیلئے غلامی اور ملکیت کی بیعت لے؟ آدم علیہ السلام کی اولاد سے بہترین وارث آدم، امام حسینؑ کو یزید نے ابن زیاد اور عمر سعد اور کوفہ اور شام کے جتایکاروں کے ذریعے شہید نہیں کرایا کیا یہ جنتیت اور آیات خدا کا انکار فرعون اور نود اور دوسری سرکش امتوں سے کمتر جرم ہے۔ جیسے خداوند عالم نے ان سے انتقام لیا تھا پیغمبر علیہ السلام کی امت کے اس گروہ سے بھی انتقام لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جتایکاروں سے انتقام لینگے۔

۱۔ کیا خداوند عالم نے قرآن مجید میں نہیں فرمایا: **فانتقمنا من الذین اجرموا و کان حقاً علینا نصر المومنین**۔ ہم نے جتایکاروں سے انتقام لیا ہے اور مومنین کی نصرت اور یاری کرنا ہم پر حتمی اور حق ہے۔

۲۔ کیا خداوند عالم نے یہ صریح نہیں فرمایا: **انا من المجرمین منتقمون**۔ ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔

۳۔ کیا خداوند عالم نے ظالموں اور جتایکاروں کو خبردار نہیں کیا: **لا تحسبن اللہ غفلاً عما یعمل الظالمون**۔ گمان نہ کرو کہ خدا جتایکاروں اور ظالموں سے غافل ہے۔

۴۔ کیا امام سجاد علیہ السلام اور زینب کبریٰ کہ جس نے عاشورہ کے واقعہ کو جرأت کیساتھ پیش

کرتے ہوئے ان آیات بالا کو کوفہ اور شام کے ظالموں اور جٹائیکاروں کے سامنے کئی بار تلاوت نہیں کیا تھا اور انہیں انکی عاقبت اور انجام کے بارے میں خبردار نہیں کیا تھا۔

۵۔ کیا خداوند عالم نے اعلان خطر کرتے ہوئے یوں نہیں فرمایا ہے۔ وسیع علم السمین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ بہت جلدی وہ لوگ کہ جنہوں نے ظلم کیا ہے معلوم کر لیں گے کہ کس طرح وہ زیر و بر ہو جائیں گے۔

انقلاب اور قیام مختار کی حقیقت اور واقعیت

کیا اللہ تعالیٰ کا قانون اور عدل الہی اس کا معنی نہیں ہے کہ وہ ظالموں کو امان نہ دے اور انہیں ان کے اعمال کی سزا نہ دے ان صریح آیات اور اللہ تعالیٰ کے غیر قابل تردید وعدے کے مطابق جو مختلف ہیں ہوتا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اہل بیٹ کے حقوق کے غصب کرنے والوں اور اسلام کے شاہکار انسانوں کے قتل کرنے والوں آیات حق کے انکار کرنے والوں اور ظلم و ظالم انسانوں سے انتقام لیا جانا چاہیے۔ قرآن مجید نے بھی فرمایا ہے کہ ”لہم عزی فی الدنیا ولہم فی الآخرة عذاب الیم“۔ ان کیلئے دنیا میں ذلت و خواری ہے اور آخرت میں ان کیلئے سخت دردناک عذاب ہے۔

کوئی جنایت کر بلا کی جنایت سے بڑی ہو سکتی ہے؟ کونسا واقعہ کر بلا کے واقعہ سے حیرت انگیز ہو سکتا ہے۔ کونسا قتل کر بلا میں ہونے والا حق ہو سکتا ہے؟ یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غافل نہیں ہے اور مناسب وقت میں ظالموں کی گردنوں کو انتقام کے آہنی نیچے سے مروڑ دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوتا ہے اور بتایہ روایات کثیرہ جن لوگوں نے کر بلا کا واقعہ ایجاد کیا تھا کس بدبختی اور بدعاقبتی میں مبتلا ہوئے ہیں۔ یہ بھی ایک واضح دلیل ہے کہ ظالموں سے انتقام لیا جاتا ہے۔

مختار کا قیام اور انقلاب اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کی تکمیل تھی کہ جنایت کاروں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ ہو کر ہی رہتا ہے۔ ”وكان امر الله مفعولا“ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ کبھی مختلف نہیں ہوا کرتا۔

اس واقعہ اور قانون الہی کے لحاظ سے امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ حدیثی نے مختار کے قیام اور انقلاب کی بشارت دی تھی اور اس کی تائید کی تھی۔ اور خود مختار بھی اس الہی قانون کو ان روایات اور اخبار کے مطابق خوب جانتا تھا اور جانتا تھا کہ یہ اس کیلئے بہت بڑا اعزاز اور افتخار ہوگا کہ وہ قاطلان امام حسین علیہ السلام سے انتقام لے اور یہ اسی کے نصیب اور حصے میں آئے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس پسندیدہ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور آئمہ حدیثی کے ہاں ایک بڑے مقام اور مرتبے کو حاصل کرے۔ یہ مطلب ان روایات میں کہ جنہیں ہم نقل کریں گے بہت واضح اور روشن موجود ہے۔

زہری کا ایک مشہور مقولہ اس بارے میں موجود ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ”لعمد یبق من قتلته الحسين احد الا عوقب فی الدنيا اما بالقتل او العمی او سواد الوجه او زوال الملك فی مدنا یسيرة“

یعنی امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے اس دنیا میں کوئی ایسا نہیں بچا مگر یا تو وہ قتل کر دیا گیا ہے یا اندھا اور سیاہ رو ہو گیا ہے یا اس کی حکومت تھوڑی سی مدت میں ختم ہو گئی اور وہ نابود اور ہلاک ہو گیا۔ اس بارے میں بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں جیسے ابن عساکر نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے قتل کے مقابلے میں ستر ہزار انسان قتل کئے ہیں اور میں تیرے بیٹے کے قتل کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار قتل کروں گا۔

شیخ مفید نے امالی میں امام حسین علیہ السلام کی قاتلوں کو عذاب دیئے جانے کے بارے میں

ایک عجیب روایت نقل کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابان بن عثمان نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن حضرت فاطمہ زہراء، امام حسین کا خون آلودہ پیراہن ہاتھ میں لیکر کہیں گی اے میرے پروردگار یہ میرے فرزند کا پیراہن ہے اور آپ کی ذات جانی ہے کہ اس سے لوگوں نے کیا کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئے گی۔ اے فاطمہ میں میری رضا اور خوشنودی چاہتا ہوں۔ آپ عرض کریں گی اے میرے خدا امام حسین کے قاتل سے انتقام لے خداوند عالم آگ کے ایک ٹکڑے کو حکم دے گا تاکہ وہ دوزخ سے باہر آئے اور تمام ان کو کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا ہے اس پر عرے کی طرح جو داندہ زمین سے اٹھاتا ہے ان کو اٹھالے اور پھر انہیں جہنم کی آگ میں مختلف قسم کے عذاب دیئے جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت زہراء علیہا السلام اپنی سواری پر سوار ہوگی اور فرشتے آپ کا استقبال کریں گے اور آپ کی اولاد آپ کے سامنے اور آپ کے محب آپ کے دائیں اور بائیں جانب چلتے جائیں گے اور تمام اسی حالت میں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

جی ہاں! درست ہے کہ سید الشہداء کے قاتل دنیا اور آخرت میں عذاب دیئے جانے کے مستحق ہیں اور اس طرح کا انہیں عذاب دیا جائیگا۔

بے جا اشکال

کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عتار کے کاموں پر اعتراض کرے اور اس کا دل اس تاریخ کے سیاہ کارنامے پر چلے اور یہ کہے کہ کیوں عتار نے تقریباً اسی ہزار یا اس سے کم دہائیں انسانوں کو بہتر شہداء کے عوض قتل کر دیا ہے؟ جو یہ اشکال کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ انکا دل حضرت نوح اور موسیٰ اور دوسرا انبیاء کی امتوں پر بھی چلے کہ انکے ہزاروں انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک اور غرق کر دیا تھا۔ کیا عتار کا مقصد اور غرض ان لوگوں کو کھڑکھار تک پہنچانا نہیں تھا

کہ جو اللہ کر بلا میں شریک اور سہم تھا؟ کیا ان لوگوں میں ہر ایک اگرچہ دشمن کے لشکر کے خیال میں زیادتی کرنے کی غرض سے امام حسین علیہ السلام کے قتل کرنے میں دخل اور راضی نہیں تھا؟ کیا ہمارے آئمہ علیہم السلام نے توفیٰ اور تہمتی کے بارے میں جو جزو ایمان میں ہیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم ان کے دوست ہیں جو تمہارے ساتھ دوستی رکھیں اور اس کے دشمن ہیں جو تم سے دشمنی کریں۔ اور ہماری ان کے ساتھ قیامت تک جگ ہے جو تمہارے ساتھ جگ کریں گے۔ اور ان کے ساتھ صلح ہے جو آپ سے صلح کریں۔

انی ولی لمن والاہ و عدو لمن علاہ کم مسلمہ لمن سلمکم و حرب لمن حاربکم۔

مجلسی نے بحار الانوار میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ جن لوگوں نے اہل بیت پیغمبر علیہ السلام کے حق کا انکار کیا ہے اور ان پر ظلم کیا انکا جرم ویسے ہی ہے جیسے سابقہ امتوں کا جرم تھا یعنی بنی اسرائیل وغیرہ کا۔

امام حسین علیہ السلام کی معجز روایت میں آیا ہے۔ لعن اللہ امہ السرجت والجمعت و تعہداتہنک۔ یعنی خدا لعنت کرے ان لوگوں پر کہ جو تم سے جگ کیلئے آمادہ ہوئے اور تیرے قتل میں شریک ہوئے۔

کیا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے مختلف عذاب سے بھرا اور ابراہیم اشتر اور فداکار شیعوں کے ذریعے عذاب دیئے گئے ہیں ان آیات اور روایات کا مصداق نہیں ہیں؟

ہم اللہ تعالیٰ کے اس طرح عدالت کرنے پر اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان پر کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا اور حق اور حقیقت کا انکار کیا اور آیات الہی کے منکر بنے لعنت کرتے ہیں۔ اللہم العن اول ظالمہ ظلہ حق محمد و آل محمد و آخر ظالمہ علی فالتک۔

پاکباز اور انتقام لینے والے عمار اور اس کے فداکار مددگاروں اور جنگجوؤں بالخصوص
ابراہیم اشتر کی پاک روح پر ہم درود و سلام بھیجتے ہیں۔
ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور شہداء حق و فضیلت بالخصوص سید الشہداءؑ کی روح پاک سے
الہام لیتے ہوئے اصل مطلب میں وارد ہوتے ہیں۔

ہماری غرض و غایت

اس کتاب کے لکھنے کا مقصد اور غرض یہ ہے کہ شجاع اور قہر مان عمار کہ جس نے امام
حسین علیہ السلام اور اہل بیتؑ پیغمبر کے خون کا انتقام لیا ہے اس کے چہرے پر پڑے ہوئے
ابہام کے پردے اور غبار کو دور کیا جائے اور جسے تاریخ میں مورد اہتمام اور ابہام قرار دیا گیا ہے
اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے۔

اس کتاب میں ہماری کوشش یہ ہے کہ تمام مطالب کو مستند دلائل سے ذکر کیا جائے
اور بعض مقامات میں جو کمزور مطالب غیر معتبر کتابوں سے بطور افسانہ ذکر کئے گئے ہیں عمار نامہ
وغیرہ جو غالباً قصہ گو یوں نے از خود بنائے اور جعل کئے ہیں ان سے پرہیز کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد سے عمار کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں اور ذلویوں پر اور اسلام کے
اس فداکار انسان پر شیعہ مذہب کے اصول اور قواعد کی رو سے تنقید اور تحقیق کریں گے اور عمار
کے واقعی چہرے اور اس کے قیام اور انقلاب کی اصلی حقیقت اور واقعیت کو تمام مسلمانوں کیلئے
اور بالخصوص تاریخ اسلام کی واقعیت کے ساتھ تعلق رکھنے والے عقلمندوں اور جوان نسل اور
تحقیقین تک پہنچائیں گے۔

خواہش اور تقاضا

تاریخ اسلام کے تمام تقاضوں اور بلاؤں کے لئے اور تاہرین ان سے خواہش کرتا ہوں کہ وہ عمار کے انقلاب اور قیام اور اس کی شخصیت کو زیادہ اہمیت دیں اور عمار کے زندگی نامے کو چھوٹی سادہ شکل میں مدون کر کے پائیدار اور نمایاں گاہ اور قلم کے ذریعے بہت زیادہ پکڑ کریں۔ اور شیخہ تاریخ میں عمار کے انقلاب اور قیام کے اثرات کو زیادہ اہمیت دے کر اسلامی اور انقلابی معاشرے میں زیادہ متعارف کرائیں۔

بلاتردید اگر ہمارے فنکار ریڈیو اور ٹیلی ویژن اور تھیٹروں میں اس واقعہ کی فلم بنی کر کے اس شہا جانہ واقعہ کو زندہ جسم شکل میں پیش کریں اور یہ کام ہمارے فنکار کر بھی سکتے ہیں تو یہ ایک بہت بھرپور قلم دنیا میں شمار ہوگی اور یہ ایک بہت بڑی قیمتی انقلاب کی خدمت شمار ہوگی کہ جس سے اس واقعہ کا واقعی چہرہ ساری دنیا کے سامنے آئے گا۔

فصل اول

معارف کی شخصیت کی خصوصیات

درجہ اولیٰ

موسب:

آپ کا نام عیاد فرزند ابن عبیدہ بن مسعود بن عمرو بن عوف بن عتقہ ابن قسی بن منہ
بن مکر بن ہوازن ہے۔

آپ قبیلہ قسی ثقیف ہے لیکن مشہور صرف ثقیف ہے۔

طائف کے عربوں میں سے ثقیف تھے۔ جس کی طرف یہ قبیلہ منسوب ہے عربوں
میں نام کے ساتھ کنیت رکھنے کا بھی رواج تھا بالخصوص بڑے لوگ اپنے نام کے ساتھ ایک کنیت
بھی لگایا کرتے تھے جناب عیاد کی کنیت ابوالحسان تھی۔

عیاد کا لقب

جناب عیاد کا لقب ”کیان“ تھا۔ کیسا یہ فرد آپ کی طرف منسوب ہے۔ کیسا بن

کے معنی چالاک ہوشیار اور حسن کے ہیں۔ جو ہر کسی نے صحابہ میں لکھا ہے کہ کیسا بن عیاد کا لقب
ہے اور یہ کیس بروزن قیس ہے۔ اس کے معنی ظریف اور چالاک کے ہیں۔

عیاد کو جو لقب امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وفد اور معروف صحابی اصغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں

نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے عیاد کو جب وہ بچہ تھا اپنے دامن میں بٹھایا ہوا تھا اور

ان سے پیار اور محبت کر رہے تھے اور اپنا دست مبارک اس کے سر پر پھیرتے تھے اور فرماتے

تھے ”یا کیسا کیسا“ بعض نے کہا کہ یہ ہے عیاد بن مسعود بن عمرو بن عوف بن عتقہ ابن قسی بن منہ بن مکر بن ہوازن

امیر المومنین علیہ السلام نے لفظ کیس کو دو دفعہ استعمال کیا اس کا عربی میں حثیہ کیسا بن گیا اور پھر یہی حثیہ کیسا بن گیا جناب عمار کا لقب بن گیا اور آپ اسی لقب سے مشہور ہو گئے۔ جناب عمار کا اس لقب سے زیادہ مشہور ہو جانے کا سبب بظاہر وہی فرمان ہے جو حضرت علیؑ نے آپ کے بارے لفظ کیس کو استعمال کیا تھا۔ شیعہ عالم علامہ ابن نما اور آیت اللہ الخوئی نے اسی سبب کو اختیار کیا ہے۔

اس کے متعلق ایک اور احتمال اور سبب بھی بتلایا گیا ہے کہ جناب عمار کے مشیروں اور قلمس دوستوں میں سے ایک مشیر اور دوست کا نام کیسا بن گیا اس کا نام جناب عمار کا لقب بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہی شخص عمار کو قیام اور انقلاب اور انتقام لینے کا شوق دلاتا رہتا تھا اور اسے منصوبے بنا کر دیتا تھا۔ لیکن خود ایسے شخص کیسا بن کا لقب، ابو عمار تھا اور عمار کی پولیس کا سب سے بڑا افسر تھا اور اسی نے امام حسینؑ کے قاتلوں کو ہلاک اور نابود کر کے کیفر کردار تک پہنچایا۔ (ہم تیسری فصل میں کیسا بنیہ فرقے کی حقیقت پر بحث کریں گے)۔ کیونکہ عمار کی پاک ذات اس فرقے سے دور ہے اور خود وہ آئمہ معصومین کی امامت کا قائل اور ماننے والا تھا جیسے کہ اس کی تفصیل بیان کی جا چکی۔

عمار کا باپ:

عمار کے والد کا نام ابو عبیدہ ابن مسعود ثقفی تھا۔ آپ جناب عمر کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں طائف سے نقل مکانی کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جناب عمر کی خلافت کی ابتداء جناب ابو بکر کی وفات کے دن ہوئی جو منگل بائیس جمادی الاول سن 13 ھ میں وفات پا گئے۔ نفیثہ حبیبی کے اکثر لوگ سرخس اور خود پسند تھے لیکن ان میں نیک اور صالح لوگ ابو عبیدہ اور عروہ بن مسعود جیسے بھی موجود تھے۔

رضا کارانہ جنگ میں شرکت:

جناب عمر کی خلافت کو چاروں اہل حق نے تسلیم کیا کہ ایران اور عراق کی سرحدوں پر لشکر کو جہاد کرنے کیلئے روانہ کیا جائے اور ایرانیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ پہلے شخص کہ جس نے رضا کارانہ طور سے اس جہم میں شرکت کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا وہ ابو عبیدہ جناب مختار کے والد تھے دوسرے سعد بن عبادہ انصاری اور تیسرے سلیم بن قیس تھے اور پھر دوسرے لوگوں نے عراق اور ایران کی طرف جانے کی آمادگی ظاہر کی۔

ابو عبیدہ کا لشکر پر سردار ہونا:

جب جناب عمر کے حکم سے لشکر ایران اور عراقی جانے کیلئے آمادہ ہو گیا تو جناب عمر اس فکر میں ہوئے کہ لشکر کا سردار اور رئیس کس لائق اور سزاوار انسان کو مقرر کیا جائے آپ نے جب اپنے اطراف میں سے مشورہ کیا تو جناب عمر کو مشیروں نے کہا کہ آپ مہاجرین اور انصار میں سے جو سابق ہیں اسے لشکر کا سردار بنادیں۔ جناب عمر نے کہا کہ ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوگا اگرچہ مہاجر اور انصار اسلام میں سبقت اور پیغمبر علیہ السلام پر پہلے ایمان لانے کی وجہ سے دوسروں پر امتیاز اور خصوصیت رکھتے ہیں لیکن میں صرف اُسے اس لشکر کا سردار بناؤں گا کہ جس نے پہلے اس جنگ میں رضا کارانہ شرکت کی سب سے پہلے کی ہے۔ اس وقت جناب عمر نے ابو عبیدہ اور سعد اور سلیم کو بلایا اور سعد اور سلیم سے کہا کہ اگر تم نے سب سے پہلے اس جہم میں شرکت کیلئے پیشکش کی ہوتی تو تمہیں لشکر کا رئیس اور سردار بنادیتا کیونکہ میں تمہاری سابقہ اچھائی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کے بعد جناب عمر ابو عبیدہ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ تم اس لشکر کے سردار اور رئیس ہو گے اور انہیں سفارش کی کہ رسول اللہؐ کے اصحاب جو اس کیساتھ ہیں ان سے مشورہ کیا کریں اور ان کے مشورے کو قبول کریں اور تمام کاموں میں انہیں اپنے ساتھ رکھیں اس لحاظ

سے سب سے پہلا لشکر جو جناب عمرؓ نے اپنی خلافت میں جہاد کیلئے روانہ کیا اس کا سردار اور رئیس جناب ابو عبیدہؓ تھے۔

جناب ابو عبیدہؓ کی شہادت اور یوم النحر کا واقعہ:

ایران کے اس جنگ میں ابو عبیدہؓ نے بہت ہوشمندی اور بہادری سے ایران کے لشکر سے جنگ کی اور ان مجوسیوں پر بہت زیادہ نقصانات وارد کئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے چار ہزار فوجی مارے گئے اور بالآخر خود ابو عبیدہؓ بھی دجلہ کے ایک پل کے نزدیک شہید ہو گئے اور چونکہ یہ جنگ دجلہ کے پل کے نزدیک واقع ہوئی تھی لہذا اس جنگ کا نام یوم النحر یعنی پل کے میدان کی جنگ ہو گیا۔

عقاری کی ماں:

عقاری کی ماں کا نام ”دومہ“ تھا جو اسلام کی ایک اہم شخصیت تھی۔ اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ نصیر بن بلیدہ صاحب رائے اور حنظلہ عورتوں میں سے ایک تھی۔ ابو عبیدہ شادی کرنے سے پہلے اپنے معیار کی بیوی کے انتخاب اور پسند میں بہت مشکل میں پڑے ہوئے تھے آپ ایک ایسی بیوی چاہتے تھے کہ جو شجاعت خاندانی اور وجاہت دار حسب نسب والی ہو جس عورت کی اسے شکش کی جاتی تھی وہ اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی اسے کہہ رہا ہے کہ جا اور ”دومہ زیا“ کو لے لے یہ وہی عورت ہے کہ جسے تو طلب کر رہا ہے۔

دومہ وہب بن عمر بن معیب کی بیٹی تھی اور اس کے حسن اور خوبصورتی اور دوسری اچھی خوبیوں کی وجہ سے اسے ”دومہ الحساء“ کا لقب دیا جاتا تھا۔

ابو عبیدہؓ نے اپنے خواب کو اپنے خاندان کے لوگوں سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ

اس خواب کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ خواب ایک حکم ہے لہذا تم جلدی کرو اور دومہ سے شادی کر لو۔ اس کے کہنے پر ابو عبیدہ نے اپنے دل کو مطمئن کرتے ہوئے اس دوشیزہ سے کہ جو اس کی پسندیدہ تھی شادی کر لی۔ اس سے پہلے بھی اس کے رشتے داروں کی کئی ایک عورتوں نے اس سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہوا تھا۔ یہ محترمہ اپنے اس شوہر سے حاملہ ہو گئی دومہ کہتی ہیں کہ جب حاملہ تھی تو میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ خواب کے عالم میں کوئی کہنے والا مجھے یہ نعرہ سنا رہا ہے۔

ابشری بالولد

اشبهه فنی بالامته

اذا الرجال فی کبد

تعالو علی بعد

کان لہ حظ الاسد

یعنی ایک بچے کی خوشخبری ہو کہ جنگ کے گرم میدان میں شیر کے مانند ہوگا اور وہ رہبازی میں بہت زیادہ حصہ رکھتا ہے۔

کئی دنوں کے بعد خداوند عالم نے ابو عبیدہ کو ایک لڑکا عنایت فرمایا آپ نے اس کا نام عطاء رکھا۔ خداوند عالم نے ابو عبیدہ کو اسی بیوی سے کئی ایک فرزند عطا کئے کہ جن کے نام یہ ہیں جبر، باجر، ابو حکم، ابو امیہ، اسید، صغیر اور یحییٰ لڑکی جناب عبداللہ بن عمر کی بیوی بنی۔

ابو عثمین کہتے ہیں کہ جب جناب عطاء کے اصحاب اور مددگار قعر کے محاصرے میں قتل کر دیے گئے اور ان لوگوں کو شکست ہو گئی میں نے عطاء کی ماں سے کہا کہ آؤ میں تمہیں اٹھا کر اس معرکہ سے باہر چاؤں تو اس نے پوری شجاعت سے میری اس ہیکش کو رد کر دیا اور کہا کہ بخدا اگر مجھے گرفتار کر لیں اور قیدی بنا لیں یہ اس سے بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے کندھے پر اٹھا کر نجات دے دو۔

عقار کا بچپن اور تولد:

عقار ہجرت کے پہلے سال پیدا ہوئے ان ائمہ کرام ہیں کہ ہجرت کے پہلے سال جو مسلمانوں کے بچے پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک مختارؑ اور زیادہ بن ایبہ تھے۔

حی ہاں! عقار مدینہ منورہ میں پیدا ہوا کیونکہ اس کا باپ اسلام لانے کے بعد مدینہ منورہ ہجرت کر آیا تھا عقار کی ماں کنتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص سے کہہ رہا ہے کہ تیرا یہ بیٹا بالغ ہونے سے پہلے مشکلات سے گزرے گا اور اس کا خوف ختم ہو جائیگا اور اپنے بہت سی دوا کا پیدا کرے گا مورخ فخری کہتے ہیں کہ مختارؑ شرفِ عالی امت اور کریمِ جہان ہوا۔

ثقیف کا قبیلہ:

عرب کے خاندانی اور معروف قبائل سے شمار ہوتا تھا۔ جماعتِ بنی مکنو مفاوت جو امروہی اور مہمان نوازی میں ضرب المثل تھا۔ اگرچہ انکی شہرت سرکشل اور خوددار کے طود پر تھی لیکن اس تاریک اور غلط شہرت والوں میں سے کچھ شجاع ادیب اور شاعر اور بزرگ علماء صحابہ اور تابعین بھی گزرے ہیں کہ ان میں زیادہ مشہور امراہیم ثقفی جو جنابِ مختارؑ کے چچا تھے اور الفاربت کتاب کے لکھنے والے بزرگ شیعہ علماء میں سے اسی قبیلے کے فرد تھے۔ اہل سنت کی کتابوں اور روایات میں ثقیف قبیلے کے بارے میں تعریف اور برائی دونوں مطالب موجود ہیں۔

بہادر شیر بچہ:

ابھی مختارؑ چھوٹی عمر کا جوان تھا اور ابھی اس کے عمر کے حیرہ سال ہی گزرے تھے کہ وہ ایک بہت بڑی جنگ میں شریک ہوا۔ جب مسلمانوں کا لشکر کسریٰ ایران کیا تھا جنگ کرنے کیلئے ایران اور عراق کی سرحدوں کی طرف گیا اور اس لشکر کا سردار جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا ہے مختارؑ کا باپ ابو عبیدہ تھا ابو عبیدہ اپنے اس فرزند مختارؑ کو بھی جہاد کیلئے اس جنگ میں ساتھ لے گئے

اور حیرت سال کی عمر میں لڑائی میں پہلی دفعہ اس عظیم جنگ میں شریک ہوئے۔ یہ جنگ قس عاقل کے نام سے مشہور ہے جو مسلمانوں اور ایرانیوں میں واقع ہوئی۔

یہ وضاحت کر دینا بھی ضروری ہے کہ سعد بن مسعود جو جناب عمار کے چچا تھے اور آپ اسلام کی ایک عظیم شخصیت تھے اور جو امیر المؤمنین آنحضرت علیہم السلام کے قلعہ مدینہ کے رہنے والے تھے وہ بھی اس جنگ میں شریک تھے۔ عمار اس جنگ میں بہت زیادہ فعال تھے اور کبھی اپنے باپ سے آگے نکل کے سب سے آگے لڑنے والوں کے ساتھ جنگ کرنے لگ جاتے تھے لیکن اسے اس کے چچا سعد بن مسعود اس طرح جنگ کرنے سے روک دیتے تھے۔ عمار کا یہ عملی تجربہ جو جوانی کے عالم میں بہادر فیل ثقیف سے وراعت اور پرورش میں لیا تھا اس کی شجاعت و ارد لیری پر اثر انداز ہونے کا سبب ہوا۔ فسطاء مقداد منا حجاجا لا تبغی اشیاء یعنی آپ کی بہ پرواہ جو کسی چیز سے ڈارتے ہوں جنگجو یا نہ پرورش ہوئی۔



دوسرا حصہ

﴿عمار کی شخصیت﴾

عمار کو مدینہ کی ابتدا ہی سے زمانے کے صلح و شیرین واقعات اور سخت و نرم حوادث نے آلیا تھا اسلام کی قدرت کے زمانے میں اس نے نشوونما پائی اور جوان ہوئے۔ بالخصوص اور

کفر کے زمانے کو اس نے نہیں دیکھا تھا خالص اسلام کی تربیت میں پرورش پائی۔ مدینہ منورہ اور آخر میں عراق کی سر زمین میں اسلامی حوادث اور دگر گونی سے تجربہ حاصل کیا۔ پیغمبر کی وفات کے بعد جو کج روی اور برائیاں اسلام کی تاریخ میں وجود میں آئیں وہ ان سب سے اچھی طرح واقف تھے اور حق اور باطل کے درمیان تمیز دیتے تھے اس نے بڑے کارنامے انجام دیے۔ آپ بہت زیادہ چمکند اور حاضر جواب اور دور اندیش تھے اچھی صفات کے مالک اور بہت زیادہ سخی تھے۔ اپنی ذات کے لحاظ باہوش سمجھدار اور بلند ہمت انسان تھے اور شرافت اور عزت کے اعلیٰ درجے پر فائز تھے۔ ان کی سوچ اور فکر خطا نہیں کرتی تھی طاقت ور ہاتھ اور قدرتمند بازو سے میدان جنگ میں اپنے مد مقابل کو جواب دیتے تھے۔ زندگی کی اونچ نیچ اور سختیوں کا تجربہ کیا ہوا تھا اور سخت حوادث اور واقعات سے اچھی طرح عہدہ برآ ہوتے تھے اور ان حوادث کی حقیقت کو خوب سمجھتے تھے اور غلط اور ناپاک اور غیر خالص کو تہذیب کے دائرے میں لاتے تھے۔

جی ہاں! آپ انسانی قدر و قیمت کے اعلیٰ مراتب اور بشری شرافت و کرامت کے بلند مقام پر فائز تھے حق کی پیروی کرتے تھے اور اس کے دفاع میں اپنے خون کے آخری قطرے کے بہا دیے تک حاضر تھے۔

مختار سیاستدان اور مدبرانہ انسان تھے:

علامہ شریف قرشی مختار کی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مختار عرب کی مشہور شخصیت تھے کہ جس کی اسلام نے شناخت کروائی ہے۔ اس نے زمانے میں اہم سیاسی اور دفاعی کارنامے انجام دیئے ہیں۔ ان کا چہرہ تاریخ اسلام کے اہم حوادث اور سیاسی تحریک اور واضح موقف میں بہت ہی زیادہ واضح اور روشن اور نمایاں ہے۔ اس نے مدبرانہ طریقے سے اپنی سیاست اور اپنے آپ کو منوایا کہ وہ شکر اور عملی انسان ہے جیسے کہ بعض لوگوں نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ مختار خوش فہم نفسیات کے جاننے والا اور جامعہ شناس اور اچھی طرح تبلیغ اور

لوگوں کو حرکت میں لانے کو جانتا تھا۔ وہ لوگوں کے احساسات کے مطابق بات کر کے انکو اپنا گرویدہ اور مخاطب قرار دیتا تھا۔ وہ تبلیغ کے مروج طریقے شعر و خطاب وغیرہ پر اتکا نہیں کرتا تھا بلکہ وہ اپنی تبلیغ میں عملی طریقے سے لوگوں سے عملی مظاہرے وغیرہ کر کے ماحول کو سازگار کرنے پر زیادہ توجہ دیتا تھا۔ اس طرح اس نے سیاسی طریقے سے اپنے انقلاب اور قیام کو واضح کیا اور مناسب وقت میں اس طرح کی تبلیغ اور پروپیگنڈہ سے اپنے قیام اور انقلاب کو جنگ کرنے اور ہتھیار اٹھالینے میں تبدیل کر دیا اور کوفہ کو زہیر کے گورنر سے ہتھیار لیا۔

عقار کا زہر اور عبادت:

عقار کے اچھے فضائل میں ایک اس کا روحانی فضیلت اس کا تقویٰ اور عبادت سے لگاؤ تھا۔ عقار بہادر، بخ، عظیم خن در اور عادل ہونے کے علاوہ ایک عبادت گزار اور زاہد اور متقی انسان شمار ہوتا تھا اس کے بہت سے اصحاب نے نقل کیا ہے کہ عقار اپنی حکومت کے زمانے میں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو نیست و نابود کرنے پر اکثر شکرانہ کا روزہ رکھا کرتا تھا۔ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے شیر خوار اصغر کے قاتل حرمہ ملعون کو قتل کرنے کے بعد اپنے گھوڑے سے اترا کر دو رکعت شکرانے کی نماز پڑھی اور ایک طویل سجدہ شکر انجام دیا۔

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ جن دنوں امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو عقار چن چن کر قتل کر رہا تھا اور جس دن اس نے حضرت علی اصغر کے قاتل حرمہ ملعون کو قتل کیا وہ دن بہت زیادہ گرم تھا میں نے محسوس کیا کہ عقار بہت زیادہ پیاسا اور بھوکا ہے اسی وجہ سے میں نے کہا کہ آپ میرے گھر تشریف لے آئیں اور کچھ کھانی لیں عقار نے یہ قول نہ کیا۔ عقار کے ایک ساتھی نے کہا کہ امیر یعنی عقار روزے سے تھا اور خود عقار نے بھی کہا کہ میں نے شکرانے کا روزہ رکھا ہوا ہے۔

جب مصعب بن زبیر نے کوفہ کو فتح کر لیا اور عقار کی دو بیویوں کو گرفتار کیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ عقار پر لعنت کریں تو ان میں سے ایک نے مصعب سے کہا کہ میں کس طرح اس

خص پر لعنت اور تہرا کروں کہ جس کی توکل صرف خدا پر تھی اور دن میں روزہ رکھتا تھا اور رات کو عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی جان کو خدا اور اس کے رسولؐ اور اہل بیتؑ کی محبت اور وفاداری اور اہل بیتؑ غیر کے قاتلوں سے انتقام لینے کی راہ میں قربان کر دیا۔

علامہ مقرر نے کہا ہے کہ مختار زہد و تقویٰ اور علم و ادب کیساتھ ساتھ اس کی تمام زندگی میں ایک ایسی فضیلت تھی جو اس نے آئمہ اطہار علیہم السلام کے نظریے اور درس سے حاصل کی تھی۔ وہ ہمیشہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے راستے کی طرف دعوت دیا کرتا تھا۔

علامہ شریف قرشی کہتے ہیں کہ مختار بہت زیادہ زہد اور تقویٰ کا مالک تھا اور پچاس سال کے اصول و قوانین کا سختی سے پابند تھا۔

ہجرت:

حضرت مختار کا حجاز سے عراق کی طرف اس وقت آنا ہوا جب وہ اپنے باپ کیساتھ رضا کارانہ مجاہد کی حیثیت سے اسلام کے لشکر کیساتھ ملحق ہوا۔ اپنے والد گرامی کی شہادت کے بعد ابھی آپ نو خیز جوان تھے کہ اسی طرح ایک جنگجو کی حیثیت سے لشکر اسلام میں شریک رہے جس طرح اپنے والد کی موجودگی میں شریک تھے۔ آپ یتیم ہو گئے وہ ایک شہید کے فرزند کی حیثیت سے اپنے چچا سعد کے سایہ عطف و سرپرستی میں رہے چونکہ دوسرے خلیفہ کے زمانے میں کوفہ ایک فوجی چھاؤنی اور مسلمانوں کے لشکر کا مستقل مرکز قرار پا چکا تھا تا کہ وہاں سے اسلام کی مشرقی سرحد کی حفاظت کی جاسکے اور اسلام کو وسعت دی جائے لہذا بہت سے مسلمان اپنے اہل و عیال اور قبیلے کیساتھ باقاعدہ طور پر عراق میں آباد ہو گئے اور صحابہ کا ایک گروہ اور صدر اسلام کے بہت زیادہ مسلمانوں نے بھی حجاز کو چھوڑ کر عراق میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انہیں میں سے ایک مختار بھی تھے جو اپنے چچا سعد کی سرپرستی میں وہاں آ کر آباد ہوئے۔ کوفہ ہر دن بڑھتا جا رہا تھا اور اس کی وجہ سے اس کا جغرافیہ اور فوجی مرکز بن جانا تھا اور پہلے ہی

دن سے کوفہ ایک اہم اسلامی مرکز شمار ہونے لگا۔

بعض وجوہات کی بنا پر جب امیر المومنین ؑ حکومت پر فائز ہوئے تو آپ نے خلافت کا باقاعدہ مرکز کوفہ شہر کو قرار دیا اور خلافت کے مرکز کو مدینہ سے کوفہ کی طرف منتقل کر دیا۔ مدائن کا شہر جو عراق کی سرحد کا اہم شہر تھا اس کا امیر المومنین ؑ نے سعد کو جو جناب مختار کا چچا تھا حاکم اور گورنر مقرر کیا اور مختار نے اپنے چچا کیساتھ عراق میں سکونت اختیار کر لی اور مختار نے امیر المومنین ؑ کی خلافت کے زمانے میں آپ کے ساتھ کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ مختار حضرت امیر المومنین کی شہادت کے بعد کوفہ سے بصرہ چلا گیا اور ایک مدت تک وہاں رہتا رہا اور سن 60ھ کے اوائل میں امام حسین ؑ کے اقدام پر جناب مسلم بن عقیل کی مدد کرنے کی پاداش میں ابن زیاد نے اسے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا۔ اس کی تفصیل بعد میں ذکر کی جائیگی۔

زرکلی نے مختار کے حالات میں لکھا ہے کہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی، ابو اسحاق بنی امیہ کے مخالف گروہ کا سردار تھا اور بہت ہی کم نظیر بہادر تھا اور طائف سے تھا۔ خلیفہ ثانی کے زمانے میں باپ کے ساتھ طائف سے مدینہ میں آیا اور اپنے باپ کے ہمراہ ایرانیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی غرض سے عراق آ گیا۔ اس کا باپ یوم الجسر نامی جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس کے بعد مختار مدینہ واپس لوٹ آیا اور اس کا صرف بنی ہاشم سے تعلق تھا اور وہ اہل بیت کے محبوں میں شمار ہوتا تھا۔ دوسرے خلیفہ کے فرزند عبداللہ بن عمر نے مختار کی بہن صفیہ سے نکاح کر لیا جب علی علیہ السلام عراق میں خلیفہ تھے تو مختار بھی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ وہاں آ گیا۔ آپ کی شہادت کے بعد مختار کوفہ سے بصرہ چلا گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا۔ امام حسین ؑ کے قیام کے آغاز میں ہی مختار بنی امیہ کے خلاف مبارزہ میں وارد ہو گیا۔ اور جب مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے تو آپ مختار کے گھر ہی اترے اس کے بعد آپ ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ جناب مسلم کیساتھ مختار ثقفی کے بہت زیادہ تعاون و ہمدردی کی وجہ سے اور ابن زیاد کے ساتھ مخالفت

کی وجہ سے قید کر دیا گیا اور کر بلا کے واقعہ کے رونما ہونے کی وقت مختار کوفہ میں قید خانے میں تھا۔ اس کی تفصیل بعد میں بیان کی جائیگی۔

علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ جب معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دیا اس کے بعد مختار کوفہ سے مدینہ واپس لوٹ آیا اور پیغمبر علیہ السلام کے خاندان بالخصوص محمد بن حنفیہ کے پاس زیادہ آتا جاتا رہتا تھا اور ان سے علوم اور احادیث کا علم حاصل کیا کرتا تھا۔ اس کے بعد پھر عراق کی طرف لوٹ آیا اور ہمیشہ لوگوں سے اہل بیت پیغمبر کے فضائل بیان کیا کرتا تھا اور حضرت امام علیؑ اور حضرت امام حسن اور امام حسینؑ کے مناقب اور فضائل کی لوگوں میں نشر و اشاعت کیا کرتا تھا اور باقاعدہ طور سے ان کی حقانیت کا اعلان کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہی حضرات تمام لوگوں سے پیغمبر علیہ السلام کے بعد خلافت کے حقدار ہیں اور ان پر جو ظلم کیا گیا ہے اس پر اسے دکھ ہوا کرتا تھا۔

مختار کا خاندان:

مختار کا سارا خاندان آل عمر کا خلع شیعہ اور محب تھا مختار کے چچا سعد بن مسعود پیغمبر علیہ السلام کے مایہ ناز صحابہ اور صدر اسلام کے بلند مرتبہ اور نمایاں شخصیت شمار ہوتے تھے۔ استیعاب، اسد الغابہ، الاصابہ والوں نے اس مطلب کی تصریح کی ہے۔ شیعہ اور اہل سنت نے انہیں عالی قدر صحابی شمار کیا ہے۔ آپ تمام حالات میں امیر المومنین کے ساتھ ہوتے تھے اور آپ علیہ السلام سے خلوص اور عقیدت اور بہت زیادہ عقندری رکھتے تھے۔

شیخ طوسی نے سعد کو امیر المومنین کے اصحاب میں سے یاد کیا ہے۔ مختار کے چچا مدائن کے گورنر تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنی حکومت کے زمانے میں سعد کو مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا اور آپ نے صفین کی جنگ میں معاویہ اور اس کی فوج سے جنگ کی تھی۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے صفین کی جنگ میں سعد کو قیس اور عبد القیس قبیلے کے

لوگوں پر سردار اور جرنیل مقرر کیا تھا۔

امام حسن علیہ السلام نے حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد سعد کو اس کے منصب پر باقی رکھا اور آپ اسی طرح جب تک زبردستی صلح اور امام حسن علیہ السلام کی سیاست سے کنارہ کشی کا واقعہ پیش نہیں آیا آپ بدستور مدائن کے گورنر رہے۔

امام حسن علیہ السلام کے مقام پر اچانک حملے سے زخمی ہو گئے تو آپ نے فرمایا مجھے سعد کے مکان پر لے چلو آپ کا اسی کے مکان میں علاج کیا جاتا رہا۔

خطرناک پیشکش:

امام حسن علیہ السلام پر خوارج کے حملے کے واقعہ میں ایک روایت میں یوں نقل کیا گیا ہے کہ مختار نے اپنے چچا سے ایک خطرناک پیشکش کی کہ جس پر اس کے چچا نے بہت زیادہ لعن طعن اور ملامت کی۔ اس وقت مختار جوان تھا اپنے چچا سے کہا کہ یہ کیوں نہ کریں کہ ہم امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے سپرد کر دیں اور اس ذریعہ سے بہت زیادہ مال اور منصب اور مقام حاصل کر لیں۔ سعد نے اس کی طرف متوجہ ہو کر سخت لہجہ میں کہا کہ خدا تیری راہی اور پیشکش کا برا کرے کیا سمجھتے ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم یہ اس ذات کے بارے میں کہہ رہے ہو کہ جس کی برکت سے میں نے شرف اور عزت و احترام حاصل کیا ہے؟ کیا تم نے اس کے باپ کی منزلت کو جو پیغمبر ﷺ کے ہاں تھی بھلا دیا ہے؟ کیا میں پیغمبر علیہ السلام کا حق اس کی بیٹی کے فرزند کے بارے میں ادا نہ کروں؟ سعد نے اس کے بعد طیب کو بلایا تاکہ امام حسن علیہ السلام کا علاج کرے۔ امام حسن علیہ السلام صحت یاب ہونے تک سعد کے گھر ہی میں رہے۔ مختار نے اپنے چچا کو جواب دیا کہ میں اس پیشکش میں صرف آپ کا امتحان کرنا چاہتا تھا اور اس میں میرا ارادہ تھی اور واقعی نہ تھا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ بعض شیعہ مختار کو اس پیشکش میں سزا دینا چاہتے تھے یا

اسے قتل کر دینا چاہتے تھے لیکن اس کے بچا کی معذرت کرنے پر اسے چھوڑ دیا تھا۔

آیت اللہ الخوئی نے اس روایت کے ذیل میں لکھا ہے کہ یہ روایت قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ روایت مرسلہ ہے روایت کی سند میں اس کا راوی حذف کر دیا گیا ہے اور بالفرض اگر یہ روایت درست بھی ہو تو عتار کا ارادہ اپنے بچا کا امتحان کرنا تھا کہ اگر خدا خواستہ اس کا بچا امام حسن علیہ السلام کو معاویہ کے سپرد کرنا چاہتا ہے تو خود عتار امام حسن علیہ السلام کی حفاظت کیلئے کوئی فکر کر سکے۔ بہت بڑے مورخ ابن اثیر نے امام حسن علیہ السلام کی جگہ امام حسین علیہ السلام کا نام لکھا ہے اور یہی اس کے بے اطلاع ہونے کی دلیل ہے یا اس کا یوں لکھا جانا قلم کی غلطی ہے۔

بلاذری نے اس واقعہ میں لکھا ہے کہ عتار اپنے بچا سعد بن مسعود کے ساتھ مدائن میں رہتا تھا جب امام حسن علیہ السلام کو علاج کی غرض سے سعد کے گھر لایا گیا تو عتار نے اپنے بچا سعد کو اشارہ دیا کہ امام کو معاویہ کے سپرد کر دے۔ اس سے شیعہ بہت زیادہ مشتعل ہو گئے اور حارث اعمور اور ظہیان بن عمارہ جو امام حسن علیہ السلام کے شیعوں سے تھے اس پر اثر آئے کہ عتار کو اس غلط اور بے جا اور ناروا بات پر قتل کر دیں لیکن امام حسن علیہ السلام نے انہیں اس سے منع کر دیا اس وقت وہ لوگ آپ کے حکم پر اس کے قتل کرنے سے باز آئے۔

علامہ محقق شیخ محمد باقر محمودی نے انساب الاشراف کے حاشیہ پر اس واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے کہ عتار کا یوں کہنا شیعہ روایات سے ثابت نہیں ہے بلکہ اس واقعہ کو اہل سنت نے نقل کیا ہے۔ اور بالفرض ایسا کوئی واقعہ رونما ہوا بھی ہو تو یہ عتار کے بعد اقدامات اور کردار سے محارض ہے کیونکہ عتار کے بعد کے کاموں اور اقدامات سے کہ جن سے عتار کا آل بغیر علیہ السلام کی نسبت جائز اور ایثار گر ہونا اور عتار کے انتقام لینے سے اہل بیت اور شیعوں کے دل خوش ہونا ہے اور عتار نے ہی امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں اور منافقین سے انتقام لیا ہے۔ اس کے یہ اچھے کام اس پر کواعی دیتے ہیں کہ اگر بالفرض عتار نے کوئی ایسی غلط اور بے جا پیشکش کی بھی تھی تو یک

فصل دوم

آخری طہیم السلام اور علماء کی نظر
میں مختار کی شخصیت

کام انجام دے کے اپنے برے اعمال کا تذکرہ و جبران کر لیا تھا اور حق کے راستے میں ثابت قدم رہ کر اللہ کے راستے میں جان نثاری کرتے ہوئے جہاد میں شریک ہوا اور آخر کار شہادت کے عالی رتبہ پر فائز ہوا۔ خداوند عالم نے انہیں شہداء اور صدیقین سے ملحق کر دیا ہے غلامہ عمل میں عاقبت اور آخر انجام کو دیکھا جاتا ہے اور معیار خاتمہ بالآخر ہے۔ ابتدائی زندگی کے اعمال کو نہیں دیکھا جاتا۔

اس کے بعد علامہ محمودی تحریر فرماتے ہیں کہ عتار کہ خدا اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے اللہ صیغہ کے راستے میں ہی شہید ہوئے ہیں عتار کا اپنا چچا سے ایسی پیشکش سے مقصود شاید اپنے چچا کے عقیدے کو معلوم کرنا ہو اور ان اشخاص کی ارادت کو معلوم کرنا تھا کہ جو امام حسن علیہ السلام کے ارد گرد موجود تھے اگر کسی کا قصد امام حسن علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ہو تو انہیں اس سے روکا جاسکے اور اگر فرض کر لیں کہ عتار نے اس پیشکش سے واقفاً قصد وارادہ کر لیا ہوا تھا تو پھر بھی اس کا یہ برا ارادہ اس زمانے میں تھا اور صرف کسی کام کے ارادے اور قصد پر جب کہ اس کام کو بجا نہ لایا جائے عقاب اور سزا مواخذہ نہیں کیا جاسکتا۔

اور پھر عتار کے وہ اہم کام کو جو اس نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے خون کے ہونے لینے میں اپنی آخری عمر میں انجام دیئے ہیں یہ سب دلالت کرتے ہیں کہ عتار خدا کے دشمنوں کے مقابلے میں کتنا جانفشانی کرنے والا انسان تھا اور آخر کار اس کا انجام اور خاتمہ خدا اور اولیاء خدا کی مدد کرنے اور جان فدا کر دینے پر ہوا ہے۔

لہذا عتار اپنی روشن عاقبت کے لحاظ سے اپنے نامہ اعمال کو تاریخ اسلام میں ثبت کر گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر جلیل اور جزاء کامل کا مستحق ہے جو اس کے کارناموں اور انقلاب سے مناسب ہو گئے اور خداوند عالم اسے اجر جمیل عنایت کرے گا۔



بہلا حصہ

﴿آئمہ اطہار کی نگاہ میں مختار کی شخصیت﴾

حق سے دفاع:

کسی انسان کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمیشہ حق کا دوست اور مددگار ہو اور حق کا طرفدار ہو اہل بیت عظام علیہ السلام اور ان کی مظلومیت اور پیغمبر ﷺ کے حقیقی وارثوں کا دفاع اور مدد کرنے کا اعلیٰ ترین افراد میں سے شمار ہوتا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کہ **عظیم** کے برگزیدہ فداکاروں نے اپنی جان و مال اور صدق و صفا اور اخلاص و ایمان سے کفر اور شرک کے مقابلہ میں آنحضرت کی مدد کی اور اپنے لئے بہت بڑی عظمت اور خاص مقام حاصل کر لیا اسی طرح امیر المومنین اور آئمہ معصومین کے حامیوں اور مددگاروں نے آپ علیہ السلام کی مدد کر کے اپنے لئے ایک خاص مرتبہ اور مقام اور عظمت حاصل کی۔ اس کا ذکر بہت زیادہ روایات میں وارد ہوا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ اہم شخصیت جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکتا ہے وہ تاریخ و روایات سے مسلم ہے وہ مختار بن ابی عبیدہ ثقفی ہیں جنہوں نے اپنی جان مال اور گفتار کے ذریعہ حریم اہل بیت علیہم السلام سے دفاع کیا اور وہ حق کا مخلصانہ دفاع کرنے والے لوگوں میں ممتاز نور کی مانند نمایاں ہیں اور حق کے دفاع اور اہل بیت کی مظلومیت کا دفاع کرنے والا حق سے دفاع اور مدد کرنے کا شاخص اور بارز مصداق شمار ہوتا ہے۔

جب منصب خلافت کے منصب کرنے والے اور ان کے مددگاروں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کو مٹانے اور اسلام کو بے مقصد ثابت کرنے اور حق کے صحیح پیشواؤں کو ہٹانے اور گوشہ نشین کرنے اور اہل بیعت اور عزت پیغمبر کو گوشہ نشین کرنے پر کمر بستہ ہوئے اور انہوں نے اسلام کی تاریخ میں بہت بڑی خیانت اور انحراف کو جنم دے دیا اور حق طلی کی آواز کا گلا گھونٹنا چاہا ان حالات میں جن لوگوں نے پوری قوت سے اہل بیعت عظام کا دفاع کیا ہے ان کا مقام اور مرتبہ بلند ہے۔

خاتم اور جابر اموی حکومت اپنی تمام تر قوت اور قدرت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیعت عظام کے نور ہدایت کو بجھانے میں لگی ہوئی تھی اور امیر المومنین کے خواص اور شیعوں پر بدترین ظلم اور ستم ڈھا رہے تھے اور ان پر اپنا دباؤ ڈال رکھا تھا ان سخت اور خطرناک حالات میں ایک پاکہا ز مجاہد اور دلیر انسان بخار قیام کرتا ہے اور انہیں عبرت کا نشان بنا دیتا ہے اور اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ اہل بیعت عظام کے نظریات کا دفاع کرتا ہے یہ ایک بہت بڑا مقام اور مرتبہ اور ایک بہت بڑا اعزاز اور افتخار ہے جو اس کیلئے شمار ہوتا ہے۔

عجیب روایت:

اس سے پہلے کہ ہم مختار کی شخصیت اور تعریف میں آئمہ علیہم السلام کی روایات نقل کریں اپنے پڑھنے والوں کی توجہ ایک نہایت دلچسپ روایت کی طرف مبذول کرواتے ہیں جسے شیخ مفید نے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے دشمن کے خلاف اپنی زبان سے ہماری مدد کرے خداوند عالم اسے قیامت کے دن اپنے روبرو اس کی حجت اور دلیل کو اس کی زبان پر جاری کرے گا۔ نیز امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص ہمیں اپنے دل سے دوست رکھے اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے تو وہ ہمارے ساتھ اس جگہ ہوگا جہاں ہم ہونگے اور جو شخص ہم سے محبت کرے اور صرف اپنی

زبان سے ہماری مدد کرے تو اس کا درجہ پہلے سے ایک درجہ کم ہوگا اور جو شخص ہم سے دل سے محبت کرے اور اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھے تو وہ بھی بہشت میں ہوگا۔ مختار ان روایاتوں کو واضح مصداق ہے اور ہم اس کو ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ۔

مختار کی مدح میں روایات:

وہ روایات جو خصوصی طور پر جناب مختار کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔

آیت اللہ الخوئی فرماتے ہیں کہ مختار کے بارے میں روایات دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم وہ روایات ہیں جن میں جناب مختار کی مدح اور تعریف کی گئی ہے اور دوسری قسم ان روایات کی ہے کہ جس میں جناب مختار کی مذمت کی گئی ہے لیکن وہ روایات زیادہ قوی اور برتر ہیں کہ جن میں جناب مختار کی تعریف اور مدح کی گئی ہے۔ پہلے آپ ان روایات کو اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ جن میں جناب مختار کی شخصیت اور حیثیت کی تائید کی گئی ہے اور آخر علیہم السلام سے اس کام اور کردار کی مدح اور تعریف وارد ہوئی ہے اور اس کے صحیح اعتقاد اور کردار کو بیان کرتی ہیں ان کو ترجیح دینے اور تائید کرنے کے بعد ان روایات کو نقل کرتے ہیں کہ جن میں جناب مختار کی مذمت وارد ہوئی ہے ہم بھی پہلے ان روایات کو کہ جن میں تعریف اور مدح وارد ہوئی ہے نقل کرتے ہیں اس کے بعد ان روایات میں بحث کریں گے کہ جن میں جناب مختار کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ مطالعہ کرنے والوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ ان روایات کے مضمون اور اسناد میں کافی دقت سے توجہ فرمائیں اور اس سے قبل کہ دونوں قسم کی روایات میں تحقیق کی جائے جناب مختار کی شخصیت کے بارے میں فیصلہ کرنے سے احتراز کریں۔

حضرت علی علیہ السلام کی جناب مختار کے لئے خوشخبری:

ملاحم اور فتن کی کتابوں میں شیعہ اور سنی اسناد کے ساتھ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے بعض واقعات اور حوادث کی پوچھگولیاں دیکھنے میں آئی ہیں۔ جو خبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آنحضرت علیہم السلام سے امام حسین علیہ السلام کے قیام اور شہادت اور اس کے بعد کے واقعات کی کہ جن میں جناب مختار کا قیام ہے کی غیبی خبر نقل ہوئی ہے۔

مقدس اردو بیلی حضرت امیر علیہ السلام سے یہ نقل کرتے ہیں کہ (سمعتہ ولدی

الحسین و يستخرج غلام من ثقیف و یقتل من الذین ظلموا ثلثمائتہ و ثلثہ و ثمانین الف رجل) یعنی بہت جلد میرا فرزند حسین قتل کر دیا جائیگا اور ثقیف قبیلے کا ایک جوان قیام اور خروج کرے گا جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان میں سے تین لاکھ تیرا ہی ہزار آدمی قتل کرے گا۔ ممکن ہے کہ بعض انسان اتنی تعداد کو واقعیت سے دور اور مبالغہ آمیز قرار دیں۔ لیکن مسلم ہے کہ مختار کے قیام اور انقلاب میں اہل بیتؑ کے دشمنوں سے اور ان سے کہ جو اس سانحہ کے رد و فساد ہونے کا سبب تھے بہت زیادہ تعداد قتل کی گئی ہے اور ان کے سردار جو اکثر عراق میں ہی تھے۔ مختار اور اس کے مددگاروں کے ہاتھوں قتل کئے گئے جن کی تعداد کا اندازہ کئی ہزار آدمی لگایا جاسکتا ہے اور چونکہ کوفہ کے انقلاب اور واقعہ میں اہل بیتؑ کے دشمنوں کی بہت زیادہ تعداد قتل کی گئی تھی اور مختار کے انقلاب کے کامیاب ہو جانے کے بعد بھی بہت زیادہ تعداد جنگ میں قتل ہوئی تھی اور جناب ابراہیم کی جنگ جو انہوں نے شام کے لشکر سے کی جس کا سردار ابن زیاد تھا۔ معتبر تواریخ کے مطابق شام کے لشکر اسی ہزار آدمی قتل ہوئے تھے اور شام کی معمولی سی نفری فوج کر نکلی تھی جب ان تمام کو جمع کیا جائے تو پھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی بتلائی ہوئی تعداد کچھ بعید نظر نہیں آئے گی۔

علامہ مجلسی نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جس طرح بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے حق کی اطاعت کی تھی اور عزت پائی لیکن ایک دوسرے گروہ نے حق کی نافرمانی کی جس کے نتیجے میں انہیں عذاب دیا گیا تم محمد ﷺ کی

امت بھی اسی طرح ہوگی۔ امیر المومنینؑ سے سوال کیا گیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی امت کے نافرمانی کرنے والے کون لوگ ہونگے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جنہیں ہماری عزت اور بزرگی کا حکم دیا گیا ہے اور ہم اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے لیکن انہوں نے اس کی مخالفت اور خیانت کی ہے اور ہمارے حقوق کو نظر انداز کیا ہے اور اسے معمولی قرار دیا ہے ہماری اولاد کو جو درحقیقت پیغمبر کی اولاد ہے قتل کیا ہے جب کہ انہیں ان کی محبت اور عزت کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

آپ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! یہ خبر جو میں نے دی ہے حق ہے اور ہو کر رہے گی بہت جلدی میرے یہ دو فرزند حسن اور حسین قتل کئے جائیں گے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بہت جلد ظالم لوگ اس کے ذریعے کہ جسے خداوند عالم انتقام لینے کیلئے ان پر مسلط کرے گا یہ عذاب اور مصیبت میں گرفتار ہونگے اور ایسا دن انکے فتن اور جنایت کی وجہ سے ہوگا جسے وہ انجام دیں گے وہ بھی ایسے عذاب میں گرفتار ہونگے جس میں بنی اسرائیل گرفتار ہوئے تھے آپ سے پوچھا گیا کہ وہ انتقام لینے والا کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ بنی ثقیف کا ایک جوان ہوگا کہ جسے مختار بن ابی عبیدہ کہتے ہیں۔

مختاری مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ روایت ایک اور دلیل ہے کہ مختار شیعہ تھا اور اس کا عقیدہ صحیح تھا کیونکہ مختار کے کام کا انجام امیر المومنینؑ پر دوسرے واقعات کی طرح کہ جنہیں آپ جانتے تھے واضح تھا اور آپ کو اس کا علم تھا۔

یاد رہے کہ اگر مختار کا عقیدہ غلط ہوتا اور امام زین العابدینؑ کی امامت کا عقیدہ نہ رکھتا ہوتا تو حضرت امیر المومنینؑ مختار کو اپنے زانو پر نہ بٹھاتے اور لطف و محبت کا ان سے اظہار نہ کرتے اور اس کے اس جملے یا ”کیس یا کیس“ سے تعریف نہ کرتے۔
یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ مختار کا مستقبل اور انجام نہ جانتے ہوں؟

حالانکہ میثم ہمارا جو حضرت علیؑ کے شاگرد اور آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام تھے وہ جناب عقیار کے انجام اور مستقبل سے باخبر تھے۔

مرحوم عقیاری کا آخری جملہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے کہ جب جناب عقیار اور میثم ابن زیاد کے قید خانے میں تھے تو جناب میثم نے عقیار کو خبر دی تھی کہ ابن زیاد تیرے ہاتھوں قتل ہوگا اور اپنے متعلق خبر دی تھی کہ وہ شہید کر دیئے جائیں گے۔

امام حسین علیہ السلام کی عقیار کے قیام کرنے کی خوشخبری:

علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں عاشورہ کے واقعات میں امام حسینؑ کا خطبہ نقل کیا ہے جو آپ نے شام اور کوفہ والوں کے سامنے پڑھا تھا اس خطبے کے آخر میں آپ کے یہ جملے نقل کئے ہیں کہ امام حسینؑ نے فرمایا خدایا مٹھی جو ان کو ان پر مسلط کرتا کہ انہیں موت اور ذلت کا تلخ جام پلائے اور ہمارے قاتلوں میں سے کسی کو معاف نہ کرے اور ہمارے ہر قتل کے عوض قتل کرے اور ہر ضرب کے عوض ضرب لگائے، میرا اور میرے دوستوں، شیعوں اور ہمارے خاندان کا ان سے انتقام لے۔

دیکھا کہ امام حسینؑ اکی اس بددعا کا مصداق سوائے عقیار کے اور کوئی نہیں ہوا کیونکہ عقیاری تھے کہ جنہوں نے شہداء کو بلا کے خون کا انتقام لیا تھا۔

خداوند عالم عقیار کو جزائے خیر عنایت کرے:

اگر عقیار کا سنہری کارنامہ نہ بھی ہو تو اس کیلئے امام سجادؑ کا یہ مختصر جملہ ہی باعث سعادت اور نجات ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے فرزند گرامی فرماتے ہیں کہ جب عقیار نے ابن زیاد اور عمر بن سعد کا سر کاٹ کر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں بھیجا تو امام زین العابدینؑ نے سجدہ شکر ادا کیا اور سجدہ شکر میں اللہ تعالیٰ کی یوں حمد اور ثناء کی۔

الحمد لله الذی اودک لی ثاری من اعدائی وجزی الله المختار عمیر۔
 اس ذات کی حمد ہے کہ جس نے میرے دشمنوں سے انتقام اور بدلہ لیا اللہ تعالیٰ مختار کو
 جزائے خیر عطا کر فرمائے بہت سی روایات میں یہ آیا ہے کہ کسی مومن کے دل کو خوش کرنا بہت
 زیادہ اجر اور ثواب رکھتا ہے چہ جائیکہ امام کے دل کو خوش کرنا کہ جو عالم کون و مکان کا دل ہے۔
 مختار نے یہ فضیلت اور منقبت اپنے لئے مختص کر لی ہے کیونکہ اس نے امام کے دل کو
 خوش کیا اور اس طرح امام علیہ السلام کے لطف و کرم اور دعا کا مستحق قرار پایا۔ یہ ایک بہت واضح دلیل ہے
 کہ مختار کا عقیدہ صحیح خالص تھا اور خلوص و صفا پائی تھا۔ خدا مختار کو یہ سعادت اور عظمت مبارک کرے
 امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کے تحفے قبول فرمائے:

جب مختار نے اقتدار حاصل کر لیا اور عراق میں اپنی حکومت بنائی تو آپ نے اہل
 بیت عظام کیساتھ مدینہ میں برابر رابطہ برقرار رکھا اور کئی دفعہ بہت زیادہ مال تحفے کے عنوان سے
 یادجوہات شریعہ کے عنوان سے عراق سے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اور جناب
 محمد بن حنفیہ کیلئے روانہ کئے۔ بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

ابوجزہ ثمالی امام زین العابدین علیہ السلام کے وفادار اصحاب میں سے ایک ہیں۔ آپ نے
 معروف دعا ابوجزہ ثمالی امام زین العابدین علیہ السلام سے ہی یاد کی تھی۔ آپ علم حدیث و رجال کے
 ماہر اور بزرگ فقہاء شیعہ میں سے شمار ہوتے ہیں آپ سے امام کو خاص عقیدت و محبت تھی۔ وہ
 فرماتے ہیں کہ میں ہر سال مکہ معظمہ مشرف ہوا کرتا تھا اور حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ جایا
 کرتا تھا اور ہر سال اپنی عادت کے مطابق امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوا کرتا
 تھا۔ امام میرے پاس تشریف لائے اور میری احوال پرسی کی اور ٹھوڑی دیر کے بعد آپ نے
 خلوص دل سے لب کشائی کی اور فرمایا۔ اے ابوجزہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے میرا دل چاہتا
 ہے کہ وہ تمہیں سناؤں۔ میں نے خواب دیکھا کہ گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں اور بہشت

کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہو، اس میں ان نعمتوں میں سے ایک خواہش ہے کہ میرے لئے کیا کیا
 کہ جس کی بات میں نے کئی بھی اس طرح کی خواہش نہیں کی تھی اس میں کہ تو تھوڑی دیر
 رہنے کے بعد چاہے ایک آدمی میرے مکان میں پڑی کہ اس میں میں اس میں جیسے زیادہ بہادری
 میں نے یہ بات کہ تو تھوڑی دیر میں کئی دفعہ تھی۔ اس خواب کے دیکھنے کے ایک دن بعد میرے
 بعد تھوڑی دیر میں الباب کی آواز بلند ہوئی تو ایک شخص خواہش کرتے کرتے آیا اور کہا کہ یہ کچھ
 میرے آقا کا ہر سولی جناب بخاری ابی حمید نے آپ کیلئے بھیجی ہے اور وہاں کے بعد فرماتے
 ہیں کہ میں ایک سال کے بعد امام کی خدمت میں گیا تو میں نے ایک خواہش چاہی کہ آپ کی کو
 میں بیٹھا ہوا دیکھا آپ نے اپنے ہاتھ سے اس بچے کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ میرے اس
 خواب کی تعبیر ہے جو اللہ نے میرے لئے آج کو دیا ہے میرے اس بچے کا نام یہ ہے۔

جناب محمد بن حنفی کا خط

جب بخاری نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر جناب محمد بن حنفی کے پاس بھیجا تو جناب محمد بن
 حنفی نے بخاری کیلئے یہ خط تحریر فرمایا۔ جزاء اللہ عہدہ جزاء اللہ عہدہ اللہ عہدہ اللہ عہدہ اللہ عہدہ
 وحب محمد بن حنفی کل ولد عبدالمطلب۔

خدا بخاری کو جو اے خیر عبادت فرمائے۔ خدا بخاری کو جو اے خیر عبادت فرمائے اس
 نے خدا را ایل لے لیا ہے عبدالمطلب کی تمام اولاد پر اس کا حق اور احسان ثابت ہو گیا ہے۔
 جناب محمد بن حنفی نے جناب ابراہیم اشتر کیلئے جب اس نے ابن زیاد کو قتل کیا تو میں
 دعا خیر کی۔

اللہم احفظ الامم لعموم الاشتر والعصوة علی الاصحاب وقلہ لعمادہ حب و
 ترضی وانقرہ فی الامم والاولی۔

اے خدا ابراہیم اشتر کی حفاظت فرما اور اسے دشمنوں پر رحم نہ کر اور جس میں

حیرتی رضا ہے اس کی توفیق عنایت کر اور اسے دنیا اور آخرت میں اپنی مغفرت عنایت فرما۔
 ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جب آپ کی نگاہ ابن زیاد کے کئے ہوئے سر پر پڑی
 تو آپ سجدہ شکر بجالائے اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور عرض کی۔ اے میرے خدا۔
 مختار کی اس خدمت کو قبول فرما اور پیغمبر اسلام کی طرف سے اسے جزائے خیر عنایت فرما اور فرمایا
 خدا کی قسم اس کے بعد میں مختار کیلئے کوئی عقاب اور گدہ نہیں رکھتا۔
 مختار کو برا بھلا نہ کہو:

سیدہ جو امام محمد باقر علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت امام
 محمد باقر علیہ السلام نے مختار کے بارے میں فرمایا:-

لا تسبوا المختار فإنه قد قتل قتلنا و طلب ثارنا و زوج اراحمنا و قسم
 فینا المال علی العسرة۔

مختار کو برا بھلا نہ کہا کرو کیونکہ اس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا اور ہمارا انتقام اور بدلہ لیا
 اور ہماری پیادوں کی ترویج کرائی ہے اور ہمارے فقراء اور محکمت لوگوں پر مال تقسیم کیا ہے۔
 یہ روایت سند کے لحاظ سے مورد قبول واقع ہوئی ہے اور کثی کی یہ سند امام باقر علیہ
 السلام کی طرف سے بہتر ہے علامہ نے اس سند کے بارے میں فرمایا ہے۔ الطریق حسن۔
 اس کا طریق حسن ہے سید ابن طاووس نے بھی یوں ہی فرمایا ہے۔

خدا مختار پر رحمت فرمائے:

شیخ طوسی نے یہ روایت عبد اللہ بن شریک سے نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں قربانی
 کی عید کے دن منیٰ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں گیا۔ آپ خیمے کے دروازے پر تکیہ لگا کر
 بیٹھے ہوئے تھے آپ نے کسی کو حجام کی طرف روانہ کیا تھا تا کہ آپ کے سر مبارک کی اصلاح

کرے۔ میں آپ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا اسی حالت میں اچانک ایک بوڑھا محترم انسان جو کوفہ کا تھا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ امام علیہ السلام کے دست مبارک کو بوسہ دے آپ نے اسے بوسہ نہیں لینے دیا اور ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا کہ تم کون ہو اس آدمی نے عرض کی کہ میں ابوالحکم بن مختار بن عبیدہ ہوں جب امام علیہ السلام نے اسے پہچانا باوجودیکہ وہ امام علیہ السلام کے نزدیک ہی تھا آپ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنی طرف نزدیک کیا اور اسے اپنے زانو مبارک پر بٹھایا اور اپنے پہلو میں اسے جگہ دی اور بہت ہی گرم جوشی سے اس کی احوال پرسی کی اور گفتگو فرمائی۔ جناب مختار کے فرزند امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی کہ خداوند عالم آپ کے کاموں کی اصلاح فرمائے۔ لوگ میرے باپ کے بارے میں بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں اور انکے بارے میں مختلف چیزیں نقل کرتے ہیں لیکن صحیح وہی ہوگا جو آپ ان کے بارے میں فرمائیں گے۔ امام علیہ السلام نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ کذاب یعنی جھوٹا تھا۔ لیکن آپ جو کچھ ان کے بارے میں فرمائیں گے وہی صحیح اور درست ہوگا اور میں اسے قبول کروں گا۔ امام علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا کہ سبحان اللہ۔ اخبیرنی اہی واللہ ان مہرامی کان معا بعت بہ المختار۔ سبحان اللہ۔ مجھے میرے باپ نے فرمایا کہ میری ماں کا حق مہر و مال تھا جو جناب مختار نے بھیجا تھا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے جناب مختار کی تعریف کی اور انکے کردار کی قدر و ثانی کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا جناب مختار نہ تھے کہ جنہوں نے ہمارے خراب کئے ہوئے مکانوں کو تعمیر کرایا؟ کیا وہ ہمارے قاتلوں کو قتل کرنے والا نہیں تھا؟ کیا اس نے ہمارے خون کا بدلہ نہیں لیا؟ خدا مختار پر رحمت نازل فرمائے۔ میرے والد نے مجھے خبر دی ہے کہ جب بھی جناب مختار امیر المومنین علیہ السلام کی دختر فاطمہ کے گھر آتے تھے تو وہ محترم آپ کا بہت زیادہ احترام کرتی تھیں اور آپ کیلئے فرش بچھا دیتی تھیں اور کیا ان کیلئے رکھتی تھیں اور وہاں بیٹھا کرتے تھے اور

آپ سے دعا کرتے ہیں کہ ان باتوں پر غور فرمائیں کہ ان باتوں کی طرف سے
 اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے بہت سی نعمتیں فرمائی ہیں جن میں سے پہلی
 یہ ہے کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی

۱۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۲۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۳۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی

۴۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۵۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۶۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی

۷۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۸۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۹۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی

۱۰۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۱۱۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی
 ۱۲۔ کہ ان باتوں سے آپ کو بہت سی نعمتیں مل رہی ہیں جن میں سے پہلی

اہل بیت علیہم السلام کی خوشحالی:

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ عاشورہ کے واقعہ کے بعد بنی ہاشم کی کسی عورت نے اس وقت تک زینت نہیں کی اور خضاب نہیں لگایا جب تک کہ عمار نے ابن زیاد اور عمر بن سعد کا سر کاٹ کر ہمارے پاس نہ لے نہیں بھیجا۔ اس روایت میں جتنے رجال نقل ہوئے ہیں اور کئی نے بھی انہیں نقل کیا ہے سب کے سب معتبر اور قائل اہماد ہیں اور یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

کربلا کی مصیبت جہاں اسلام کیلئے سب سے عظیم مصیبت تھی اور بالخصوص رسول خدا ﷺ کے خاندان کیلئے اس سے عظیم اور کوئی مصیبت نہ تھی۔ سانحہ کربلا کا واقعہ جو دل کے کھڑے کھڑے کر دیتا ہے اہل بیتؑ وغیرہ کیلئے اس سے بڑا کوئی اور واقعہ نہ تھا جو انہیں متاثر کر دے۔ بجا اور درست تھا کہ جب تک خیمبر کا خاندان اپنے دشمنوں اور قاتلوں کے کئے ہوئے سر نہ دیکھے وہ چین اور آرام میں نہ رہے اور عزاداری کی حالت سے باہر نہ آئے۔ اتنی بڑی غرض جو اہل بیتؑ کو عزاداری سے باہر لائی ہو وہ عمار کے بابرکت ہاتھ سے انجام پائی۔ خداوند عالم عمار کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ جس نے اپنے لئے اتنی بڑی سعادت اور افتخار حاصل کیا واقعہ بہت بڑی سعادت اور افتخار ہے۔

پانچ سال تک متصل عزاداری اور ماتم:

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ کربلا کے غم اندوہ واقعہ کے بعد بنی ہاشم کی کسی عورت نے آنکھوں میں سرمہ اور سر پر خضاب نہیں لگایا اور پانچ سال تک ہمارے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا اور کسی نے چوہا گرم نہیں کیا۔ ہماری عزاداری اور ماتم تب تک رہا جب تک عبید اللہ بن زیاد قتل نہیں ہوا۔ محدث فی اس روایت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ عمار کی بلندی

ترتیب یہاں سے معلوم ہوتی ہے کہ اس نے کس طرح امام علیہ السلام کے قلب مبارک کو خوشحال کیا بلکہ اہل بیت پیغمبر کے پیسوں اور بیواؤں اور مظلوموں اور مصیبت زدوں کی دلجوئی فرمائی کہ جنہوں نے پانچ سال تک آہ وزاری اور گریہ و بکا اور عزاداری برپا کر رکھی اس کے علاوہ مختار نے انہیں سوگ سے باہر نکالا اور انکے گمروں کو آباد کیا اور ان کی مالی امداد کی۔

یشم تمار کی خبر:

ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں کہ یشم تمار اور مختار دونوں ابن زیاد کے حکم سے کوفہ میں قید تھے اور دونوں کے بارے میں قتل کئے جانے کا حکم دیا ہوا تھا۔ یشم نے مختار سے کہا کہ تم قید سے آزاد ہو جاؤ گے اور امام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے کیلئے قیام اور خروج کرو گے اور یہ ظالم اور جابر کہ جس کی ہم قید میں ہیں تہلکے وسیلے سے قتل کیا جائیگا اور پھر مختار کے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ تم انہیں پاؤں سے اس کے سر اور چہرے کو روند دو گے اور واقعہ ایسا ہوا۔ یشم کی اس غیبی خبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مطلب کو کہ جسے وہ محکم یقین کے ساتھ کہہ رہے ہیں انہوں نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ وہ یہ بشارت اور خوشخبری اس بنا پر دے رہے تھے کہ جو انہیں یہ امیر المومنین علیہ السلام نے دی رکھی تھی اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مختار کا قیام دنیا اور ریاست و حکومت طلبی کیلئے نہیں تھا بلکہ کر بلا کے شہداء کے خون کا بدلہ لینا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام کی دختر فاطمہ فرماتی ہیں کہ امام حسین ؑ کی شہادت کے بعد ہماری کسی عورت نے سر پر خضاب اور آنکھوں میں سرمہ نہیں لگایا اور نہ ہی سر میں کنگھی کی یہاں تک کہ مختار نے ابن زیاد کا سر کاٹ کر مدینہ روانہ کیا۔ اس روایت کا مضمون بھی وہی ہے جو پہلی دو روایتوں کا تھا جنہیں ہم نے نقل کیا ہے۔

ان تمام روایات سے یہ مطلب ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر ؐ کا خاندان کر بلا کے غناک سانحہ کے بعد عزاداری اور ماتم میں مشغول رہا اور بنی ہاشم کی مستورات نے کم سے کم زینت بھی

ابن عباس نے کہا کہ ہاں میں نے عمار کے قتل کے جائزہ سنا ہے۔ مصعب نے کہا کہ میں نے اسے کذاب کہا ہے تم اس سے رنجیدہ خاطر ہوئے ہو؟ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ ایسا مرد تھا کہ جس نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور ہمارے خون کا بدلہ لیا ہے اور ہمارے دلوں کو شفا کیا ہے وہ اس کا مستحق نہیں کہ ہم اسے ناسزا کہیں، عید اللہ بن زبیر جیسے ظالم اور ذلیل شخص کے زمانے میں کہ جو کہ پر حاکم اور مسلط تھا اور عمار اس کے لشکر کے ذریعہ شہید کیا جا چکا تھا کسی کو جرات نہ تھی کہ وہ عمار کا دفاع کرے ابن عباس کا عمار سے دفاع کرنا بہت اہمیت رکھتا ہے اور اس سے ابن عباس کی شجاعت ظاہر ہوتی ہے اور جناب عمار کی جلدی مرتبہ کا اظہار ہوتا ہے۔

ابن نما کا عمار کی عظمت کو ظاہر کرنا:

بزرگ شیعہ فقہاء اور محدثین میں سے ابن نما ایک جلیل القدر فقیہ ہیں۔ انہوں نے جناب عمار کے بارے میں بہت زیادہ تحقیق کی ہے اور ایک رسالہ بنام ”ذوب العصار“ عمار کے شخصیت کے بارے میں لکھا ہے آپ کی گفتگو اور تحقیق بہت ہی عظیم ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بہت سارے دانشمند روایات کے الفاظ کے دقیق معانی کو معلوم کرنے پر موفق نہیں ہو پاتے اور بغیر توجہ کے گزر جاتے ہیں اگر یہ حضرات توجہ اور تحقیق سے آئیں جہاں کے ان فرامین کو جو جناب عمار کی مدح اور ثناء میں انہوں نے فرمائے ہیں اہمیت دیتے تو جناب عمار کو سابقہ مجاہدین میں سے ایک پاتے کہ جن کو قرآن نے عظمت اور بزرگی کے ساتھ یاد کیا ہے۔ امام زین العابدینؑ کا عمار کیلئے دعائے خیر کرنا ایک واضح اور روشن دلیل ہے کہ عمار آپ کے نزدیک پاک اور نیک انسان شمار ہوتے تھے۔

جناب ابن نما اہل بیت کے دشمنوں سے امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اسے عمار کی زندگی کیلئے ایک قابل فخر تاریخی کارنامہ قرار دیتے ہیں اور ایسی عبارت سے اس واقعہ کو تحریر کرتے ہیں کہ جس سے عمار کی جلالت قدر اور عمیق احترام

ظاہر ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: **فعلیہا منقبہ حازھا و مشوبہ لحرزھا قلند سیر النبی**
بفعلہ وادخالہ الفرح علی عترتہ و اہلہ۔

یعنی مبارک ہو بخیر کو یہ فخر جو اس نے حاصل کیا ہے اور اس نے اس طرح کا معنوی
ثواب حاصل کر لیا ہے جی ہاں۔ اس نے اپنے عمل سے خود بخیر اسلام ﷺ کو خوشنود کیا ہے اور
خاندانِ پیغمبر کے چہروں سے غواندہ کا غبار ہٹا دیا ہے اس کے بعد آپ نے جنابِ مختار کی مدح
اور ثناء میں اشعار لکھے ہیں کہ جنہیں ہم نے اس کتاب کے آخر میں نقل کئے ہیں۔

ابنِ نماحز یہ لکھتے ہیں کہ اگر مختار کا کام حق کے خلاف ہوتا اور اس کا عقیدہ غلط ہوتا تو
امام زین العابدین علیہ السلام کبھی بھی اس کیلئے دعائے خیر نہ کرتے اور اسے موردِ ستائش قرار نہ
دیتے۔ کیا امام علیہ السلام کی دعا اس کے حق میں بیہودہ اور بیکار تھی؟ ہمارے نزدیک امام لغو اور
بیہودہ کلام کرنے سے پاک و پاکیزہ ہوا کرتا ہے۔

یہ عالم بزرگوار اپنی کتاب ذوبِ انصار کے مقدمے میں اس عبارت کے بعد ان
علماء اور بزرگوں سے گلہ کرتے ہیں جو جنابِ مختار کی قبر کی زیارت کیلئے نہیں جایا کرتے اور
افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ گویا علماء اور بزرگوں نے یہ بھلا دیا ہے کہ مختار نے امام حسینؑ
کے دشمنوں کیساتھ کیا کیا سلوک کیا ہے حالانکہ مختار نے اللہ کی راہ میں حج جہاد کیا ہے اور جہاد کا
حق ادا کر دیا ہے۔ اور امام زین العابدینؑ کے راضی کر دینے سے معنوی درجات کے اعلیٰ
مرتبہ پر فائز ہوا ہے۔

گویا علماء نے اس کے ان تمام فضائل کا انکار کر دیا ہے کہ جن کا سرچشمہ وہ سعادت
تھی جو اس نے حاصل کی تھی۔ ابنِ حمایہ عالم بزرگوار مزید تحریر کرتے ہیں کہ آنحضرت اطہار کا مختار
کی مدح اور ثناء کرنا اور انکا مختار کی خدمت کرنے کو روکنے کے بارے روایات ہم نے اپنی کتب
میں نقل کی ہیں یہ روایات با بصیرت محققین کیلئے کافی ہیں۔ آپ اس کے بعد ان روایات اور اخبار

اس کے ساتھ جب کسی کوئی جانتے ہیں اگرچہ سرے سے اس کی لگتی کرتے
ہیں جس پر تحقیق یہ کتاب آپ کی ہے

روح پرانی تامل کی شہریت

مجھ سے اس سہولت کو کہ جس میں ہوسکتا ہے کہ اس کے لئے اس کی سہولت
آیا ہے اس لئے کہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
پہلے یہ اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

روح پرانی تامل کی شہریت

آپ کو اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
تو اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے
اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے اس کے لئے

کی اجازت سے تھی مگر چہ اس کا موثق ہونا ثابت نہیں ہو سکا لیکن اس کی مدح اور ثناء کی روایات میں آئی ہیں کہ جس کی وجہ سے اسے حسان یعنی جو لوگ حسن ہوتے ہیں میں شمار کیا جاسکتا ہے اگر اس کے دامن میں کوئی اور مدح اور فضیلت نہ ہو تو بھی اس کے لیے امام محمد باقر علیہ السلام کا تین دفعہ رحمت الہی کا طلب کرنا ہی کافی ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا شمار نیک انسانوں میں قرار دیا جاسکتا ہے۔ مرحوم حائری نے کتنا اچھا فرمایا ہے کہ کسی شیعہ عالم کا کسی کے لیے رحمت الہی کا طلب کرنا اس کا مقتضی ہوتا ہے کہ ہم اس کی روایت کو قبول کر لیں چہ جائیکہ کہ کسی کے لیے امام معصوم علیہ السلام رحمت الہی کو طلب کرے۔ معافی مرحوم مزید فرماتے ہیں کہ حائری مرحوم نے تصحیض اسامیہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کی جگہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو ذکر کیا ہے مگر چہ اس سے اصولی لحاظ سے تو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ تمام اماموں کی بات ایک ہو کر رہی ہے۔ اس کے بعد اپنے نظریہ کی تائید میں علامہ حلی اور سید ابن طاووس کے نظریے سے استدلال کرتے ہیں بہر حال علامہ کی ظاہری بات سے مختار کی روایات پر اعتماد کرنا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب کے اول میں جناب مختار کا ذکر کیا ہے اور یہ ایک اور دلیل ہے کہ مختار کا مذہب آپ کے نزدیک امامی شیعہ تھا اس لیے کہ جو لوگ علامہ کی کتاب خلاصہ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علامہ نے اپنی کتاب کے اول میں امامی شیعہ کے علاوہ کسی کا ذکر نہیں کیا مگر چہ وہ نائب کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ پر ہی فائز کیوں نہ ہو اور مدح اور ثناء میں حد کمال کو ہی کیوں نہ پہنچا ہوا ہو۔

معافی مزید تحریر کرتے ہیں کہ ابن طاووس مختار کی روایت پر عمل کرنے کی تصریح کرتے ہیں آپ اپنی کتاب ابن طاووس میں مدح و ثناء اور مذمت کی روایت کے بیان کرنے کے بعد اور مذمت کی روایات کو ضعیف سند ہونے کی وجہ سے رد کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ تحقیق کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدح و ثناء کی روایات ترجیح رکھتی ہیں اگر بالفرض مذمت کی

روایات مورد اتہام نہ بھی ہوں کیونکہ مختار جیسے لوگوں کو لوگوں نے مورد اتہام قرار دیا ہے اور محدثین کا بھی آپ کے بارے میں اختلاف ہے لیکن پھر بھی کئی وجوہ سے مختار کے بارے میں وقت نظر کرنا چاہیے۔

آیت اللہ خوئی کا نظریہ:

جناب مختار کی مدح و ثناء اور خدمت میں وارد ہونے والی روایات کی تحقیق کرنے اور خدمت کی احادیث کو رد کر دینے کے بعد آپ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب مختار کے حسن حال میں یہی کافی ہے کہ انہوں نے امام حسینؑ کے قاتلوں کو قتل کر کے پیغمبر اسلام ﷺ کے خاندان کے دلوں کو خوش کیا ہے اور خاندان مقدس اہل بیت کے لیے آپ کی یہ ایک بہت بڑی خدمت ہے کہ جس کی جزاء اور اجر اس خاندان سے لینے کا مستحق ہے اس کے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کا قیام اور امام حسینؑ کے قاتلوں سے بدلہ لینا بلا شک خداوند عالم اور ذات پیغمبر اور آئمہؑ کے لیے خوشنودی کا باعث ہے۔

اس کے بعد آپ ایک روایت پر اعتماد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختار کا قیام اور انقلاب امام زین العابدینؑ کی خاص اجازت سے ہوا تھا۔ آپ مختار کے کیسائیہ فرقہ جیسے گمراہ فرقہ کی طرف منسوب ہونے کو سختی سے رد کرتے ہوئے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ تہمت اہلسنت کی طرف سے مختار کو دی گئی ہے اور یہ قول باطل ہے۔ اس کے بعد آپ اس پر دلیلیں دیتے ہیں کہ جنہیں کیسائیہ فرقہ کی تحقیق کرتے وقت ہم نقل کریں گے۔

علامہ امینی کا مختار کی شخصیت سے دفاع:

علامہ امینی بزرگوار اپنی کتاب القندیر میں ابی تمام شاعر کے حالات میں ان کی جلیل

بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ مختار شیعوں کی ایک برجستہ اور ممتاز شخصیت ہیں آپ مختار
اسلام ﷺ کے خاندان کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے آپ سب سے زیادہ اہل بیتؑ مختار
پر ڈھائے جانے والے مصائب پر غزدہ اور ٹٹکن رہتے تھے آپ اپنے مقدس جہاد میں بہت
زیادہ کوشش کرتے تھے تاکہ قدرت اور حکومت کو حاصل کر سکیں یہ قدرت اور حکومت نہ صرف
ریاست طلبی کے لیے تھی بلکہ اہل بیتؑ و مختار کے قاتلوں سے بدلہ اور انتقام لینے کے لیے تھی۔

مختار پر چوتھیں لگائی گئی ہیں آپ ان کو رد کر دینے کے بعد یوں تحریر کرتے ہیں کہ
اس بہت بڑے بہادر انسان پر جو بے جا تہمتیں لگائی ہیں آپ ان سے پاک اور پاکیزہ تھے۔
اس غیر شریفانہ اور بے جا تضادات کا سرچشمہ یہ تھا کہ اس نے کربلا کے مظلوموں کا انتقام اور بدلا
لینے کے لیے قیام کیا اور بخامیہ کی حکومت اور اس کے اقتدار کو حائل کر دیا اور اشراف عرب کا
غیر عرب پر غیر عادلانہ حکومت کرنے کے حق کو درم برہم کر دیا اس نے اپنی سیاست میں عربوں
کو عجموں پر ترجیح نہیں دی اور تمام مسلمانوں کو ایک نگاہ سے دیکھا اس کی حکومت میں اس کی
سیاست کا طریقہ اور اجتماعی عدالت کا برپا کرنا جناب امیر المومنین کی عادلانہ حکومت کی اساس
پر مبنی تھا۔ مختار سیاسی اور اقتصادی اور اجتماعی روش اور طریقہ میں حضرت علیؑ کے طریقے اور
روش کی پیروی کرتے تھے۔

باقر شریف مختار کے زہد اور تقویٰ کے بارے میں تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ
مختار بہت زیادہ زاہد اور متقی انسان تھا اور دین کے اصولوں کا سختی سے پابند تھا۔ مختار کی مختصر
حکومت کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ مختار اکثر شکرانہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور یہ
شکرانہ اس نعمت کے لیے تھا جو خداوند عالم نے اسے خون حسینؑ کا انتقام لینے کی قدرت
عنایت کی تھی اور اسے خداوند عالم نے توفیق دی کہ خبیث اور ناپاک انسانوں کو صفحہ تاریخ سے
ناپود کر دے۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس طرح کی بلند بالا شخصیت کو ختم کرنے کے لیے اس پر بے جا اور ناروا جہتیں لگائی گئی ہیں تاکہ اس کے اس عظیم کارنامے کی عظمت کو کمتر ثابت کیا جائے۔ میں تاریخ کی اس حقیقت کی تحقیق کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مختار تاریخ اسلام کی ماڈل شخصیات میں سے تھے اور اسلام کے رہبروں میں سے ایک شائستہ اور پاکیزہ انسان شمار ہوتے تھے اس کا گواہ اس کا عالی مرتبہ اور فضیلت اور تقویٰ اور صحیح فکر اور دور اندیشی اور حسن تدبیر ہے وہ تاریخ کے بزرگ انسانوں میں کم نظیر اور غیر معمولی انسان تھے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ میں تاریخ اسلام کے اس بزرگ انسان کے بارے میں اور اس کے قیام اور انقلاب کے بارے بہت کچھ لکھوں لیکن یہ کام ایک مستقل کتاب کا متقاضی ہے میں امید کرتا ہوں کہ خداوند عالم مجھے اس کام کی توفیق عنایت فرمائے گا۔

زر کلی کا کلام:

مختار بنو امیہ کے خلاف انقلاب برپا کرنے کا رہبر اور تاریخ کا نامور بہادر انسان شمار

ہوتا ہے۔

علامہ عبدالرزاق مقرر:

آپ لکھتے ہیں کہ مختار بہادر اور دلاور انسانوں میں سے تھا اور ہمیشہ اہل بیت کے دشمنوں سے برسر پیکار رہے اس کے علاوہ وہ عقلمند جنگ کے فن کا ماہر اور دشمنوں پر غلبہ حاصل کرنے والا شمار ہوتا تھا۔ مختار جنگ کے میدان میں بہت تجربہ رکھتا تھا اور نبرد آزمائی میں بہت مضبوط اور پختہ کار ہو چکا تھا آپ کا شمار خاندان پیغمبر کے چھوٹے سے ہوتا تھا اور انہیں سے اپنی زندگی میں علم اور ادب اخلاق اور فضیلت سیکھی تھی اور ہمیشہ لوگوں کو ان کی پسندیدہ سیرت اور کردار کی طرف دعوت دیا کرتا تھا مختار کا مقام ہر طرح کی جہتوں سے پاک تھا اور اس کا دل

سب کی سب جموٹی اور باطل ہیں۔
بزرگ عالم ہاشم معروف الحسینی:

آپ مختار کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ بہت زیادہ روایات آئمہ علیہم السلام سے مختار کے متعلق رحمت الہی کے طلب کرنے اور اس کی مدح و ثناء میں وارد ہوئیں ہیں مگر چہ ان کے مقابل اس کی مذمت کی بھی روایات موجود ہیں انہیں روایات کو دیکھتے ہوئے بعض مورخین اور ادیان و مذاہب اسلام کے فرقے لکھنے والے دانشوروں نے مختار کی طرف بعض غلط اور بالکل بے بنیاد چیزوں کی نسبت دی ہے کہ جو اسلام سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ اس کے مقابلہ میں بہت سے علماء اور بزرگان اسلام نے مختار کا دفاع کیا ہے اور اسے ان کج رویوں سے پاک و پاکیزہ جانا ہے۔

وہ بزرگ علماء کہ جنہوں نے مختار کی عظمت کے بارے میں کتابیں تالیف کی ہیں علامہ امینی نے ان شیعہ علماء اور بزرگان کی نام تحریر کیے ہیں کہ جنہوں نے جناب مختار کی مدح اور تعظیم اور جلالت قدر بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جن بزرگ علماء نے جناب مختار کی پاکیزگی اور بزرگی بیان کی ہے وہ یہ ہیں:

- (۱) جمال الدین ابن طاووس نے اپنی رجال میں
- (۲) آیت اللہ علامہ علی ابنی کتاب خلاصہ میں
- (۳) ابن داؤد اپنی کتاب رجال میں
- (۴) ابن نماء انہوں نے ایک مستقل کتاب مختار کی شخصیت پر لکھی ہے۔
- (۵) محقق اردبیلی حدیثہ الشیعہ میں

- (۶) صاحب معالم تحریر طاعی میں
- (۷) قاضی نور اللہ مرثی جالس میں
- (۸) شیخ ابوعلی ختمی مقال میں
- (۹) علامہ عثمانی تنقیح المقال میں
- (۱۰) محدث قاضی ختمی الامال میں
- (۱۱) آیت اللہ خوئی رحمہ اللہ رجال المحدث میں
- (۱۲) استرآبادی تلح المقال کے حاشیہ میں
- (۱۳) مرحوم سید مصطفیٰ نقذہ الرجال میں
- (۱۴) سید یوسف بن محمد جامع الاقوال میں
- (۱۵) حاج ابراہیم الخوئی قصص المقال میں
- (۱۶) سید حسین بروجردی زبدہ المقال منظوم میں
- (۱۷) حاج ملا علی یاری تہریزی ہجۃ المقال میں
- (۱۸) حاج میرزا حبیب اللہ الخوئی منہاج البراءہ میں

یہ تمام بزرگوار علماء جناب مختار کی پاکیزگی۔ بلندی مقام۔ جلالت قدر پر متفق ہیں اگر بالفرض مختار نے کوئی ایسی غلط اور بے جا پیشکش کی بھی تھی تو نیک کام انجام دے کے اپنے برے اعمال کا تذکرہ و جبران کر لیا تھا اور حق کے راستے میں ثابت قدم رہ کر اللہ کے راستے میں جان نثاری کرتے ہوئے جہاد میں شریک ہوا اور آخر کار شہادت کے عالی رتبہ پر فائز ہوا۔ خداوند عالم نے انہیں شہداء اور صدیقین سے ملحق کر دیا ہے خلاصہ عمل میں عاقبت اور آخر انجام کو دیکھا جاتا ہے اور معیار خاتمہ بالخیر ہے۔ ابتدائی زندگی کے اعمال کو نہیں دیکھا جاتا۔

اس کے بعد علامہ محمودی تحریر فرماتے ہیں کہ مختار کی خدا اس پر اپنی رحمت نازل

فرمائے اہل بیتؑ کے راستے میں ہی شہید ہوئے ہیں مختار کا اپنا چچا سے ایسی پیکش سے مقصود شاید اپنے چچا کے عقیدے کو معلوم کرنا ہو اور ان اشخاص کی ارادت کو معلوم کرنا تھا کہ جو امام حسینؑ کے ارد گرد موجود تھے اگر کسی کا قصد امام حسنؑ کو قتل کر دینے کا ہو تو انہیں اس سے روکا جاسکے اور اگر فرض کر لیں کہ مختار نے اس پیکش سے واقعا قصد اور ارادہ کر لیا ہوا تھا تو پھر بھی اس کا یہ برا ارادہ اس زمانے میں تھا اور صرف کسی کام کے ارادے اور قصد پر جب کہ اس کام کو بجا نہ لایا جائے عتاب اور سزا مواخذہ نہیں کیا جاسکتا۔

اور پھر مختار کے وہ اہم کام کو جو اس نے سید الشہداء امام حسینؑ کے خون کے بدلا لینے میں اپنی آخری عمر میں انجام دیئے ہیں یہ سب دلالت کرتے ہیں کہ مختار خدا کے دشمنوں کے مقابلے میں کتنا جانفشانی کرنے والا انسان تھا اور اس اخراج کا انجام اور خاتمہ خدا اور اولیاء خدا کی مدد کرنے اور جان فدا کر دینے پر ہوا ہے۔ لہذا مختار اپنی روشن عاقبت کے لحاظ سے اپنے نامہ اعمال کو تاریخ اسلام پوری بہت سے اس واقعہ کی روایات اور اخبار کو ثبت اور ضبط کیا۔

اس کے علاوہ مختار کے قیام اور انقلاب کا نعرہ اور اس کی انتقام طلبی کی تحریک جیسے اہم اقدام نے اسلام اور شیعہ کی تاریخ کی طرف پہلی صدی کے مورخین کی توجہ مبذول کرائی مورخین اور جن لوگوں نے امام حسینؑ کے قیام اور اقدام اور کربلا کے سانحہ کو نقل اور ثبت کیا ہے اتنی ہی اہمیت سے مختار کے قیام اور اقدام کو بھی ثبت کیا ہے۔ سب سے پہلے اسلام کے بزرگ علماء اور مشہور مورخین نے آئمہؑ کے زمانے کے واقعات اور حوادث بالخصوص شیعوں کی طرف سے برپا کیے جانے والے قیام اور انقلاب کو نہایت تحقیق اور دقت سے ان کے بارے میں روایات اور اخبار کی جمع آوری کی ہے اور پھر انہیں مستقل کتابوں اور متفرق اجزاء کی صورت میں محفوظ کر دیا ہے اس کے علاوہ مشہور مورخین اور بعض ایسے علماء اور فقہاء ہیں کہ جن کا کام تاریخ نویسی نہیں تھا انہوں نے بھی اس کام کو اہمیت دی ہے۔

شیخ مفید، شیخ طوسی، سید بن حمزہ، داماد شیخ مفید جیسی شخصیت اور متاخرین سے علامہ ابن نما بزرگ فقیہ، شیخ میرزا محمد علی اردوبادی، علامہ سید محسن امینی وغیرہ نے مختار کے بارے اور اس کے قیام و انقلاب کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں۔ ایسا کرنا دلیل ہے کہ بزرگان شیعہ کے نزدیک اس واقعہ کو کتنی اہمیت حاصل رہی ہے اور وہ شیعہ انقلاب اور سیاست و ثقافت کو محفوظ کرنے کی طرف کتنی توجہ رکھتے تھے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آخری صدی میں اس قسم کے تاریخی واقعہ کی طرف اکثر بزرگ علماء نے زیادہ توجہ نہیں دی اور اس جیسے واقعہ سے بے اعتنائی کی وجہ سے تاریخ شیعہ کا یہ بہت اہم واقعہ اور شیعوں کا شجاعانہ خونی انقلاب فراموش کر دیا گیا ہے۔ لیکن حقد میں علماء نے اس اہم واقعہ کے محفوظ اور بیان کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور شیعہ ثقافت کے تمام پہلو خواہ وہ سیاسی ہوں یا اعتقادی و فقہی ہوں یا کلامی تمام کے تمام کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا ہے اور تاریخ شیعہ اور شیعہ نظریات کا پورا حق ادا کر دیا ہے۔

اس مطلب کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے کہ افسوس ہے کہ اکثر اہم علمی آثار اور شیعہ تاریخ اور گراں قدر شیعہ کتب حوادث زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے اور ضائع ہو گئے یا شخصی کتاب خانوں میں عوام کی دست رسی سے دور ہو گئے۔ جناب مختار کے حالات اور قیام کے بارے میں حقد میں شیعوں کی بہت زیادہ کتابیں بھی ان حوادث کا شکار ہو گئیں کہ جن کے نام صرف فہرست اور سیر میں دیکھے جاسکتے ہیں اور بس۔ صرف تھوڑی سی کتابیں اس موضوع کی باقی رہ گئیں ہیں۔

ان علماء کے نام اور کتابیں جو مختار کے قیام اور حالات میں موجود ہیں:

جن بزرگ مؤرخین و محدثین اور علماء نے جناب مختار کے حالات اور قیام و انقلاب

میں کتابیں لکھی ہیں درج ذیلی ہیں:

(۱) ابو جعفر: لوط بن یحییٰ از دی متوفی سنہ ۱۵۷ھ۔ آپ نے عمار کے حالات میں کتاب لکھی ہے کہ جس کا نام: "أخذ الأخبار في المختار" یہ کتاب اخبار المختار یا اخذ الآثار سے مشہور اور معروف ہے اور سنہ ۱۲۸ھ میں بحار الانوار کی دسویں جلد کے آخر میں چھپی ہے اور مستقل کتاب کی صورت میں بھی چھپی ہے۔ یہ توضیح دینا ضروری ہے کہ بحار کا جو جدید ایڈیشن ہے اس میں سوائے شرح الآثار ابن نما کے اور کسی چیز کا اضافہ موجود نہیں ہے اور یہ احتمال موجود ہے کہ ابو جعفر بحار الانوار کے قدیم ایڈیشن میں دسویں جلد کے آخر میں ملحق کی گئی ہو اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ ابن نما کی کتاب الآثار کا ابو جعفر کی کتاب سے اشتہاد ہوا ہے نجاشی نے رجال میں لکھا ہے کہ ابو جعفر کوفہ کے اخبار نقل کرنے والے علماء کا شیخ اور استاد تھا اور علماء حدیث کی ہم شخصیات میں سے اس کا شاگرد تھا۔ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور ہشام کلبی اس کے شاگرد تھے۔ آپ کے دادا جعفر بن سلیم امیر المؤمنین کے بزرگ اصحاب میں سے تھے اور جمل کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے مددگاروں کی صف میں تھے پورا ذر قبیلے کے علمبردار تھے اور آپ اسی جمل کی جنگ میں ۳۶ھ میں شہید ہو گئے۔ ابو جعفر شیعوں کے عظیم اور بزرگ ترین مورخ تھے اس کے باوجود کہ وہ شیعوں تھے اہلسنت نے بھی ان سے روایات اور اخبار نقل کی ہیں۔

(۲) کتاب اخبار المختار: نصر بن مزاحم متوفی ۲۱۲ھ نے لکھی ہے۔ آپ کی کنیت ابو الفضل اور لقب معری اور کوفی عطار تھا۔ شیخ طوسی نے الفہرست میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے نجاشی اس مؤلف کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ نصر بن مزاحم صالح انسان اور مستقیم راستے پر تھا اس نے ضعف سے بھی روایت لی ہے۔ اس کی تمام کتابیں اچھی ہیں آپ شیعوں کے بزرگ علماء اور مؤرخین سے تھے آپ کی قابل قدر کتابیں موجود ہیں جن میں سے قتل حجر بن

مدی و مثل حسین بن علی اور کتاب مبین اور کتاب غارات ہیں اکثر رجال کے علماء نے ان کے حالات لکھے ہیں۔ آپ کی کتابیں قدیم ہونے کے لحاظ سے معتبر اور وقت کی حامل ہیں۔

(۳) عاصی: حونی ۲۱۵ھ یا ۲۱۶ھ نے اخبار الحار کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ آپ کا نام علی اور باپ کا نام عبداللہ ابن ابی سیف تھا لیکن ابو الحسن مدائسی کے نام سے مشہور تھے۔ محدثی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ بزرگ علماء سے باخبر شخص تھے۔ فہم حدیث و تاریخ میں کامل مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے بہت زیادہ تصانیف کی ہیں جن میں سے کتاب خطب امیر المومنین اور کتاب من الطالبین اور کتاب قاطبہات وغیرہ ہیں۔

ابن ابی اللہ یہ محضلی صحیح الجلائف کی شرح میں اس سے روایات نقل کرتے ہیں اور شیخ مفید بھی ارشاد میں اس سے روایت کرتے ہیں آپ نے نوے سال کی عمر ۳۲۵ھ بغداد میں دنیا سے رخصت فرمائی البتہ ہم مدائسی کے تصانیف پر زیادہ اعتماد نہیں کرتے اس کی روایات اور مکتوب زیادہ معتبر نہیں ہیں رجال کے اکثر بزرگوں نے اس کی تصدیق کی ہے۔

(۴) ابواسحاق ابراہیم بن محمد ثقفی کوئی حونی ۲۸۳ھ: آپ نے کتاب اخبار الحار لکھی ہے۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد جناب عمار کا چچا زاد تھا اور اس نے ۲۸۳ھ استہان میں وفات پائی۔ نجاشی نے نقل کیا ہے۔ اس عالم بزرگوار کے گوہر گراں بہا میں سے ایک کتاب الظارات ہے۔ یہ کتاب بہت زیبا شکل میں چمکی ہوئی ہے۔

ابن عریم نے انہیں مؤثق علماء میں شمار کیا ہے اور صاحب تالیفات بتلایا ہے۔ شیخ طوسی نے اپنی اشہر سے میں ان کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ نے کوفہ سے استہان ہجرت کی۔ پہلے ان کا مذہب زیدی تھا لیکن بعد میں مکتف ہوئے اور مذہب شیعہ امامیہ کو اختیار کر لیا۔ نجاشی لکھتے ہیں کہ قم کے بزرگ لوگ جیسے احمد بن محمد اس کی زیارت کے لیے استہان گئے

اور انہیں تم آنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ علم حدیث اور تاریخ وغیرہ میں آپ کی بکواس سے زیادہ تالیفات ہیں ان کے نام شیخ نے اہمیت میں ذکر کیے ہیں۔

(۵) **ایامہ مہد العصر** یعنی مسمیٰ جلوسی حنفی ۱۳۰۲ھ: انہوں نے کتاب اخبار الخوارزمی ہے۔ آپ علم رجال اور تاریخ کے بزرگ علماء میں سے تھے۔ صاحب الذریعہ کے مطابق انہوں نے ۳۳۳ھ میں خدیجہ کے دن وفات پائی۔ محدث فی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ مدلیات اور تاریخ دیرت کے اکابر علماء امامیہ میں سے تھے۔ آپ امروہ کے بزرگ علماء اور محدثین میں سے تھے۔ آپ کے والد جناب عیسیٰ امام محمد باقر کے صاحب میں سے تھے۔

(۶) **شیخ صدوق حنفی** ۱۳۸۱ھ: انہوں نے عتار کی سوانح عمری پر کتاب فی الخوارزمی ہے شیخ صدوق کا ام مبارک محمد بن علی بن ہادیہ ہے کہ لیکن آپ شیخ صدوق کے نام سے مشہور ہیں آقا بزرگ تہرانی مرحوم اس کتاب کو اخبار الخوارزمی کے عنوان سے شیخ صدوق کی تالیف کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ نجاشی نے اپنی اہمیت میں اس کا ذکر کیا ہے۔ رجال کی تمام کتابوں میں شیخ صدوق کے حالات مفصل ذکر کیے گئے ہیں۔ آپ اس سے زیادہ مشہور ہیں کہ ہم ان کی معرفی کرائیں۔ آپ کو رئیس الحدیث اور شیخ المصنف کا لقب دیا گیا ہے۔ آپ کی مشہور تالیفات میں سے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ اور معانی الاخبار اور علل الشرائع ہیں۔

(۷) **شیخ طوسی حنفی** ۱۳۶۹ھ: آپ کی ایک کتاب عتار کے حالات زندگی میں مختصر اخبار الخوارزمی ہے صاحب الذریعہ اسے اخبار الخوارزمی کے عنوان میں شیخ طوسی کی تالیف بتلاتے ہیں اور شیخ نے خود اسے اہمیت میں مختصر اخبار الخوارزمی کے عنوان سے یاد کیا ہے۔

شیخ طوسی کو علم رجال کی کتابوں میں بزرگ ترین علماء شیعہ میں سے ذکر کیا گیا ہے آپ شیخ طائف اور شیخ المصنف کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی مشہور تالیفات میں سے

استبصار اور تہذیب علم حدیث میں اور تہذیب تفسیر قرآن میں اور تہذیب اور مبسوط علم فقہ میں اور عددہ علم اصول فقہ اور اہم دست علم رجال میں ہیں۔

(۸) ابو یعلیٰ محمد بن حسن بن حمزہ جعفری طالسی: آپ کی ایک کتاب اخبار الخیار ہے۔ آپ سید بن حمزہ کے نام سے مشہور ہیں اور آپ شیخ مفید کے داماد اور جانشین تھے۔

(۹) شیخ احمد بن متوچ: آپ نے عتار کے حالات میں الآثار یا قصص الآثار نامی کتاب نظم کی صورت میں لکھی ہے اور جناب عتار کے حالات کو اشعار میں ذکر کیا ہے۔

(۱۰) ابن نما متوفی ۶۳۵ھ: آپ نے عتار کے حالات میں ذوب البصار یا شرح الآثار نامی کتاب تحریر کی ہے کہ جسے اول سے لے کر آخر تک مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے۔ آپ کا نام جعفر ابن محمد بن جعفر بن محمد اللہ بن نمائی مشہور ہے۔ آپ محقق حلی اور شیخ سدید

الدین اور سید احمد اور رضی الدین جو طائوسی کے فرزند تھے ان سب کے استاد تھے۔ آپ اور آپ کے فرزند ابن نما کے نام سے مشہور ہیں لیکن زیادہ آپ کے فرزند اس نام سے مشہور ہیں۔

آپ حلقہ کے رہنے والے تھے۔ آپ کے بارے میں محدث قمی لکھتے ہیں۔ شیخ فقیہ نجم الدین جعفر بن محمد حلقہ کے رہنے والے ہیں۔ خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے آپ دین اور شیعہ

مذہب کے فضلاء اور بزرگان میں سے تھے آپ جلیل القدر اور عظیم الشان انسان تھے۔ آپ علامہ حلی کے استادوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے مقتل امام حسین علیہ السلام میں مقرر لا احزان نامی

کتاب لکھی ہے۔ آپ کے والد اور امجد اسب کے سب بزرگ شیعہ علماء تھے۔ آپ ایک جلیل القدر عالم کہ جن کا ذکر کتاب روخات الجنات اور اہل الاہل اور اعیان الشیعہ اور دیگر علم رجال

کے کتابوں میں آیا ہے۔

(۱۱) شیخ علی بن حسن حلی مروزی: آپ کی کتاب کا نام قرۃ العین فی شرح عتارات

الحسین جہانپوں نے یہ کتاب ۲۰ جب ۱۱۲۷ھ میں مکمل کی۔

(۱۲) شیخ ابو عبد اللہ عبد بن محمد: آپ نے کتاب قرۃ العین فی شرح تار الحسین لکھی ہے جو نور العین اور مشیر الاحزان کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔

(۱۳) سید امیراجیم بن محمد تقی: آپ علامہ کبیر سید ولد دار علی نقوی نصیر آبادی ہندی کے نواسوں میں سے ہیں آپ نے نور الابصار فی اخذ الامار نامی کتاب لکھی ہے۔

(۱۴) مولیٰ عطاء اللہ حسام ہروی: آپ نے عمار کے حالات زندگی میں روضۃ الجاہدین نامی کتاب تحریر کی ہے اور یہ کتاب ۱۳۰۳ھ میں چھپی ہے۔

(۱۵) مولیٰ محمد حسین بن موسیٰ عبد اللہ ارجمستانی: آپ کی کتاب حملہ عمار ہے۔

(۱۶) ہندی زبان میں نواب علی ساکن لکھنؤ: نے عمار کے حالات میں کتاب نگارہ انتقام لکھی ہے جو دو جلدوں میں چھپی ہے۔

(۱۷) حاج غلام علی امین اسماعیل ہندی: نے عمار نامہ تحریر کیا ہے۔

(۱۸) علامہ سید محسن امین: آپ جبل عامل کے ہیں اور اصدق الاخبار فی قصہ الاخذ الثار نامی کتاب تحریر کی ہے جو چھپ چکی ہے۔

آپ آخری قرن کے علماء اعلام میں سے ہیں اور بہت زیادہ تالیفات کے مالک ہیں کہ جن میں سے آپ کی کتاب اعیان الشیعہ ہے آپ ۱۲۸۲ھ جبل عامل لبنان میں متولد ہوئے اور ۱۹۵۲ عیسوی دمشق میں وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئے آپ کی اکثر تصانیف چھپ چکی ہیں۔ آپ کے حالات زندگی اعیان الشیعہ کی دسویں جلد میں موجود ہیں۔ آپ نے اکثر علوم اسلامی میں کتابیں تحریر کی ہیں۔

- (۱۹) سید حکیم ہمدی: آپ نے ذوب انحصار ابن نما کا اردو میں ترجمہ کیا۔
- (۲۰) علامہ سید عبدالرزاق مہترم: آپ نے تنزیہ الفکار کے نام سے کتاب لکھی ہے جو زید الخیر نامی کتاب کے آخر میں چھاپی گئی ہے۔
- (۲۱) سید محمد حسین بن سید حسین بخش ہمدی: آپ ۱۳۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ نے تحفہ الاخبار فی اثبات نجات الفارنامی کتاب لکھی ہے۔
- (۲۲) شیخ میرزا محمد علی اردوبادی: آپ نے ایک انحصار یا شرح شیخ الابرار دو سو پچاس صفحہ کی کتاب لکھی ہے واقفہ آپ نے حق ادا کر دیا اور بہت عتیق اور گہری تحقیق اس موضوع پر کی ہے۔ آپ بزرگ علمائے شیعہ میں سے ہیں۔ علامہ آئینی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ واقفہ کتاب اس موضوع میں ایک نمونہ اور مثالی ہے قیام عقار میں ابھی تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی۔ آپ شیعہ علماء اور ادباء اور شعراء میں سے ایک ہیں۔ آپ رجب ۱۳۱۳ھ میں متولد ہوئے۔ آپ کی پچاس کے قریب کتابیں اصل اور فقہ میں ہیں۔ آپ نے ۱۳۲۳ھ ہجری میں رحلت فرمائی۔
- علامہ آئینی مزید لکھتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کا مطالعہ بہت زیادہ کیا ہے واقفہ اس موضوع میں یہ کتاب ایک نمونہ اور مثالی ہے اور ابھی تک ایسی کتاب نہیں لکھی گئی ہے۔ خداوند عالم اسے حق اور حقیقت کے دفاع میں جزائے خیر عنایت فرمائے آپ کا عقار کے بارے میں ایک قصیدہ بھی موجود ہے۔



تیسری فصل

بے جا ہمتوں میں

بیجا حصہ

﴿مختار نبوت و نزول وحی کا مدعی نہیں تھا﴾

ایک تہمت جو جناب مختار پر لگائی جاتی ہے اور اہل سنت کی کتابوں میں تاکید کے ساتھ آئی ہے یہ ہے کہ مختار پیغمبری کا ادعا کرتا تھا اور اپنے آپ کو اللہ کا بھیجا ہوا قرار دیتا تھا اور اپنے اوپر جبرائیل کے وحی لے کر آنے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس تہمت کا بہت زیادہ پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ لیکن جو معتبر تواریخ و روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مختار نے ہرگز نبوت اور جبرائیل کے نازل ہونے کا ادعا نہیں کیا تھا۔ یہ ایک دانستہ تہمت تھی اور ایک خاص مقصد کے تحت کونہ کے سرداروں کی طرف سے کہ جن کا ہاتھ امام حسین علیہ السلام اور شہداء کربلا کے خون سے رنگین تھا لگائی گئی تھی اور پھر اسے بنو امیہ اور امین زبیر کے حامیوں نے خوب پروبال دے کر اچھالا تا کہ مختار کے قتل کو اس وسیع پروپیگنڈے کے نتیجہ میں جائز قرار دیا جاسکے اور پھر بنو امیہ کے درباری علماء اور حدیث گھڑنے والوں نے اسے نقل کرنا شروع کر دیا۔

کیا یہ سمجھ میں آنے والے بات ہے کہ اس زمانے میں اسلامی مرکز کوفہ میں کہ جہاں حسب مسلمان اور سمجھ دار لوگ روایات و احادیث نقل کرنے والے اور امیر المومنین کے مخلص شیعہ اور شاگرد رہتے ہوں اور تقریباً پانچ سال تک آپ کے منبر کے سامنے بیٹھ کر تربیت حاصل کر چکے ہوں اور آپ کی مدد و نصرت کر چکے ہوں ان کے ہوتے ہوئے اور ان کے

سامنے مختار نبوت کا دعویٰ کرے کس طرح عقل قبول کر سکتی ہے اور پھر مختار ایسے دعویٰ کے ساتھ لوگوں کو اپنے ارد گرد اکٹھا کرے اور قیام و انقلاب برپا کر کے کامیاب اور فتح یاب ہو جائے۔

یقیناً اگر مختار کا اس طرح کا ادعا ہوتا تو اس کی ابتداء میں ہی مختار کو فتنے کے مسلمانوں اور شیعوں کی طرف سے دور کر دیئے جاتے اور لوگ اس کے ارد گرد جمع نہ ہوتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ خاندان رسالت کے قتل شدہ اور امام حسین کے خون کا بدلہ لینے والے فداکار مختار کی زندگی کے آخری لمحات تک اس کے ساتھ رہے اور اپنی جان اور مال اور اولاد کے ساتھ جناب مختار اور اس کے حریف کا دفاع کرتے رہے۔

اس سے بالا تر جب ان روایات کی طرف توجہ کی جائے جو اہل بیتؑ کی زبان مبارک سے جناب مختار کی مدح اور ثنائیں نقل ہوئی ہیں اور امام سجاد اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادقؑ نے مختار کا عظمت کے ساتھ ذکر کر کے اس کے لیے رحمت اور مغفرت طلب کی ہے۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا کہ جو شخص نبوت اور وحی کا ادعا کرے اور معصوم کی طرف سے ترحم اور تفضل کا مورد قرار پائے اس کے علاوہ بزرگ شیعہ علماء اور علم رجال کے ماہرین نے مختار کی تعریف کی ہے اور اس کے ایمان اور عمل کی تائید کی ہے یقیناً اگر اس قسم کی تہمت مختار کے بارے میں درست ہوتی تو کبھی بھی آئمہؑ اور بزرگان شیعہ کی طرف سے مختار کے کردار کی تائید نہ کی جاتی۔ شاید مختار پر یہ تہمت اور افتراء کی وجہ مختار کی وہ کلام مسیح اور مقصی ہو جو اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور نقل کیا گیا ہے کہ کبھی مختار آیات قرآنی کے وزن پر کلام کرتا تھا اور اسے قرآنی طرز پر مسیح اور مقصی بنا دیتا تھا۔ یہی چیز اس کی طرف اس نسبت کے دیئے جانے کا موجب ہوئی اور اس کے بعد اس کے دشمنوں نے اسے خوب اچھالا اور اسے یہ رنگ دیا کہ مختار کا ادعا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ پہلے تو یہی چیز کہ مختار کی کلام مسیح اور مقصی قرآنی وزن

پراس کی تھی سو فہمدی یقین کے ساتھ ثابت نہیں ہے۔ بعض بزرگوں نے یہ کہا ہے کہ شاید یہ چیز قصہ گو افراد نے کھڑی ہو اور اختراع کی ہو اور دوسرے مختار نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ کلام کلمات وحی ہیں تیسرے قرآن کے وزن پر کلام کرنا اور مسجع اور مقفی بات کرنا دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ وحی ہی ہو۔

مختار کی کافیہ دار کلام کے نمونے:

(۱) امام منشیء السحاب شہید المصاب سیرم الحساب منزل الکتاب العزیز
الوہاب القدیر الغلاب لہبش نور ابن فہاب المقتدری الکتاب المصیب المصتاب
المحرم المرقاب ثم لا یظن الاحزاب الی بلد الاعراب ثم لا ورثن دورهم و
تصورهم و اموالهم الصابرین الصائغین السامعین المسموعین۔

(۲) ورب البلد الامین و حرمہ طور سین لا تظن الشاعر المبین اعشى
الفاعطین و سواہق البارقین ابن الامتہ من جلاء عاکتین الذی منعت علیہ فکثر
و تابعن فظہر و عدلیاتی فہجر ثم یصیر الی سفر فینوق فیہا الصلاب الاکبر و ویل
لاین ہمام العین و اعی السیدین اولئک اولیاء الشیطن و اخوان الکافرین الذین
قرموا علی الایاطیل و تقولو علی الکافیل فسمونی کذلکھا و کاعفا و انا الصادق
المصدق و انا العجیب الفارق و طوبی لعبدالله و عبیدہ و اعی لہلی طریدہ قوی
الاخلاق الحمیدہ و المقاتلہ السدیدہ و الانفس السدیدہ

(۳) اما والذی غلقتی بصیرا و نور قلبی تنویرا لا حرقن بالمصر دورا و لا
نہش قہورا و لا تظن جہارا کلورا

(۴) فی سفر الاصغار یقل کل جہار علی ید المغفل

(۵) اما ورب الجہال لہم العوائد الصمد لا تظن لہ عیان بکل شیعی یمان

من ملحم و محمدان ولا یرون حبشاً و ذبیان و تمیما اولیاء الشیطان حالفاً نجیب
ظہیان

(۶) اما رب العظم والوحی الکریم لقد یقین لی العرب والعجم والاعتدال
من تمیم عجم

(۷) اما والسمع العلیم العزیز الکریم لا یرکن عینان حرکت الانامیر ثم لا
تعلنا عیدما من تمیم

(۸) کہا گیا ہے کہ مختار اپنا ہاتھ اپنی لڑکی کے سر پر پھیرتا تھا اور کہتا تھا۔ صلوات خدا پر عیسیٰ
بن مریم۔ کیونکہ مختار معتقد تھا کہ حضرت عیسیٰ ظہور کرے گا اور اس کا داماد بنے گا۔

یہ تمام عبارتیں جو نقل ہوئی ہیں من گھڑت اور جعلی ہیں اور جھوٹ بولنے والوں نے
ایجاد و اختراع کی ہیں ان عبارتوں کا مختار کی طرف نسبت دیا جانا من گھڑت ہونے سے زیادہ
مشابہت رکھتا ہے۔ علامہ زرکلی فرماتے ہیں کہ ایسی عبارتیں قصہ گو انسانوں کا اختراع معلوم
ہوتی ہیں اور جناب مختار کی ذات ایسے اہمات سے پاک اور صاف ہے۔

احنف بن قیس کے نام مختار کا خط:

احنف بن قیس امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ کا نام نضر
بن قیس تھا۔ آپ ہجرت کے تین سال پہلے متولد ہوئے۔ آپ کا لقب احنف تھا آپ بصرہ
کے معزز لوگوں میں سے تھے۔ جمل کی جنگ میں بصرہ کے لوگوں کو امیر المؤمنین علیہ السلام کی
اطاعت اور پیروی کرنے کی دعوت دیتے تھے اور صفین کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام
کے ساتھ مل کر معاویہ سے جنگ کی تھی۔ آپ سیاستدان، شکر بردار اور درگزر کرنے والے
انسان تھے بہت ساری جنگوں میں شریک ہوتے رہے ہیں۔ صدر اسلام میں کفار کے ساتھ
جنگ کرنے میں اسلامی فوج کے سپہ سالار ہوا کرتے تھے سر قند کی جنگ میں آپ کی آنکھ ضائع

ہو گئی تھی آپ نے حکمیت کے واقعہ میں اچھی تجویز اور سخت موقف اختیار کیا تھا اور جناب مالک اشتر اور ابن عباس کے ہم عقیدہ تھے لیکن خوارج نے آپ کی تجویز کو قبول نہ کیا۔ آپ معاویہ اور بنو امیہ کے سر سخت دشمن تھے۔ جب معاویہ اقتدار پر قابض ہو گیا تو آپ نے اس کے ساتھ آمد و رفت اور روابط رکھ لیے تھے اور معاویہ نے پچاس ہزار درہم دیے۔ امام حسین علیہ السلام نے کوفہ کی طرف روانہ ہونے سے پہلے اسے خط لکھا اور اسے اپنی مدد کی دعوت دی تھی۔ لیکن اخف نے آپ کی نفی میں جواب دیا اور آپ کی مدد کے لیے نہیں آیا۔ اخف اپنی آخری عمر میں ابن زبیر کی حکومت کی طرف چلا گیا اور جناب مختار سے علیحدگی اختیار کر لی اور مصعب کی حکومت کے دوران وفات پا گیا۔ مصعب نے اس کے جنازے کی پیدل ننگے پاؤں تشیع کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اخف بن قیس جیسا شخص کہ جو اچھا سابقہ رکھتا تھا اور مفکر و سیاستدان اور قدرت مند قبیلہ رکھتا تھا اس کے مختار کا ساتھ نہ دینے سے مختار بہت زیادہ ناراحت اور پریشان ہوا مختار نے اسے ایک خط قافیہ وار لکھا کہ جس کی وجہ سے اخف اس سے مزید بدگمان ہو گیا اور مختاروں کا یہ پروپیگنڈا کہ مختار ادا عنوت رکھتا ہے اس نے اخف کے ذہن میں پیدا شدہ خدشہ کی تائید کی اور یہی سبب بنا کر اخف مختار کا سخت دشمن ہو گیا اور اس کے مقابلے میں ڈٹ گیا۔

خط کی عبارت:

مختار نے اخف بن قیس جو بصرہ میں مضر قبیلہ کے معزز سردار تھے ان کو ان الفاظ میں ملامت آمیز خط لکھا:

”اما بعد فویل امر ربیعہ و مضر من امر سود قد حضر و ان الاحف اور قومہ سقر و انی لا املك القدر و ما عظ فی الزبر و العمری لنن قاتلکمونی و کذبتکمونی لعد کذب من کان قلبی ما انا بغیرہم“

معنی کہتے ہیں کہ میں ایک دن اخف بن قیس کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں پہ

بیٹھنے والوں میں سے ایک نے میری طرف توجہ کی اور کہا کہ ہم نے تم لوگوں کو غلاموں سے نجات دی ہے اس کا اشارہ مختار کے شکست کھا جانے اور بصرہ والوں اور مصعب بن زبیر کے اس پر کامیاب ہو جانے کی طرف اشارہ تھا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہاں لیکن ہم نے جمل والی جنگ میں بصرہ والوں کو معاف کر دیا تھا لیکن تم نے ہمارے سب لوگوں کو قتل کیا اور خیانت کی میں نے اس کے سامنے اُٹھی ہمدانی کے اشعار پڑھے وہ کہتا ہے کہ تم فخر کرتے ہو کہ تمہوڑے سے غلاموں کو قتل کیا ہے؟ اور اللہ کی نعمت کا کفران کیا ہے لیکن ہم نے اس کے باوجود کہ تم پر غلبہ حاصل کر چکے تھے اس طرح کا سلوک نہیں کیا تھا مگر چہ تم اس کام پر فخر کر رہے ہو لیکن جو کچھ ہم نے تمہارے ساتھ جنگ جمل میں کیا تھا اسے فراموش نہ کرو۔ اس کے بعد پھر اسی آدمی نے شععی سے جو کوئی تھا اور جناب مختار کا حامی اور مددگار تھا طنزاً کہا اے کوئی تم اس مختار کے حامی ہو جو نبوت کا مدعی تھا؟ شععی کہتے ہیں کہ جب میں نے اس آدمی کا جواب دیا تو اخف کو بہت برا لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم بصرہ والے ہمارے اوپر جھوٹ باندھتے ہو اور بے جا ہتھیس لگاتے ہو۔ اخف بہت غصے میں آ گیا اور وہاں سے اٹھ کر چلا گیا اور ایک زرد کاغذ اسی غصے کی حالت میں دیا اور کہا کہ بھائی اسے پڑھو میں نے وہ خط لیا اور پڑھا یہی وہ خط تھا جو مختار نے اخف کو لکھا تھا۔ اخف نے غصے کی حالت میں شععی سے فریاد کرتے ہوئے کہا کہ اس کے لکھنے والا کوئی ہے یا بصری؟ اس کے بعد مزاجی حالت میں مسکراتے ہوئے مجلس میں بیٹھے لوگوں سے کہا کہ اس سے یعنی شععی سے عرض نہ ہونا اور اس کا احترام کرتے رہنا۔ چونکہ بصرہ مختار کے مخالفین کا گڑھ تھا لہذا وہاں مختار پر بہت زیادہ ہتھیس لگائی اور پھیلائی گئیں اور ہر جگہ مختار کو کذاب سے مشہور کیا گیا۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اگر بالفرض یہ خط مختار کا ہی ہو پھر بھی اس میں توجہ کی جاسکتی ہے اور اس خط سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ مدعی نبوت و وحی تھا۔



دوسرا حصہ

﴿مختار مذہب کیسانی نہیں تھا﴾

جناب مختار پاپا ایک مشہور تہمت یہ لگائی جاتی ہے کہ وہ کیسانی مذہب تھا بلکہ اسے کیسانی مذہب کا بانی مشہور کیا جاتا ہے یہاں یہ ضروری ہے کہ کیسانی مذہب کے عقیدہ و نظریہ کی طرف اشارہ کیا جائے۔ کیسانی فرقہ جناب محمد بن الحنفیہ جو امیر المؤمنین علیہ السلام کے فرزند تھے کو امام جانتے ہیں اور امام زین العابدین اور دوسرے ائمہ معصومین کی امامت کو قبول نہیں کرتے کہا جاتا ہے کہ مختار جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کا معتقد تھا اور امام زین العابدین اور دوسرے ائمہ معصومین کی امامت کا معتقد نہیں تھا اور یہی نظریہ کیسانی مذہب کی اساس اور بنیاد ہے انفسوس سے کہا جاسکتا ہے کہ مذہب کے بارے میں لکھی ہوئی اکثر کتابیں کہ جن کے لکھنے والے اہلسنت کے علماء ہیں انہوں نے جناب مختار کو اس مذہب کا بانی اور معتقد مشہور کیا ہے اور اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ مختار مذہب کیسانی کا پیروکار اور بسا اوقات اسے یسانی مذہب یا مختاریہ مذہب کا بانی مشہور کیا ہے اور بعض شیعہ علماء نے بھی ان کی دیکھا دیکھی یوں ہی لکھ دیا ہے ہمارے ہم عصر محقق آقا ذاکر شہیدی نے بھی اس بارے میں یوں ہی لکھا ہے۔ آپ سنہ پینسٹھ ہجری کے واقعات اور جناب مختار کے قیام کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مختار لوگوں کو محمد بن حنفیہ کی امامت کی طرف دعوت دیتے تھے اور اسے امت کا مہدی قرار دیتے تھے چونکہ محمد بن الحنفیہ اکاسی ہجری میں وفات پا گئے تو ان کے معتقدین میں سے ایک نے کہا کہ جن کا لقب

کیا یہ تھا کہ محمد بن الحنفیہ نہیں مرے بلکہ رقصی ثانی پر لڑا میں جو مدینہ کے نزدیک ہے غائب ہو گئے ہیں اور اسے عالم غیب سے خوراک ملتی رہتی ہے اور جب چاہیں گے ظاہر ہو جائیں گے حالانکہ طرز اول کے شیعہ علماء نے جیسے طوسی وغیرہ اور متاخرین اور معاصرین علماء جو علم رجال اور تاریخ کے استادا مانے جاتے ہیں ان تمام نے جناب مختار سے اس تہمت کی نفی اور تردید کی ہے اور صراحت سے لکھا ہے کہ جناب مختار کا عقیدہ صحیح اور پختہ تھا اور وہ ائمہ علیہم السلام کی امامت کا مستحق تھا (ہم اس کی طرف ایک فصل میں تمام بزرگ علماء کے اقوال ان کی کتابوں سے نقل کریں گے)

اور پھر جب یہ دیکھا جائے کہ وہ روایات میں جن میں جناب مختار کی آخری علیہم السلام سے مدح و ثناء اور عظمت بیان کی گئی ہے اور ان روایات کو تمام بزرگ شیعہ علماء اور محدثین نے قبول کیا ہے اور ان پر عمل کیا ہے اور ان روایات کو کہ جن میں جناب مختار کی مذمت وارد ہوئی ہے ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کر دیا ہے تو پھر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ جناب مختار امامت کے مسئلے میں منحرف ہو اور سب سے اہم نقطہ یہ ہے کہ جتنے اتہامات اور بے جا الزامات جناب مختار پر ہیں وہ سب کے سب اہل سنت کے علماء اور بنو امیہ کے خلفاء کے درباری ملاؤں نے لگائے ہیں۔ مذاہب کے بارے میں لکھنے والے سنی مؤرخین و محدثین علماء نے اپنی چوری قوت سے مختار کے قیام اور انقلاب کو غلط اور اسے منحرف اور کذاب کا لقب دیا ہے بالخصوص اہل سنت کے حسب جو شیعوں سے بالخصوص اہل بیت پیغمبر سے بالخصوص پرانا عقائد اور کینہ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے مختار کو بدترین القاب سے یاد کرتے ہوئے اس کی طرف بے جا تہمتیں دی ہیں۔ ہمارے نزدیک ان لوگوں کے بات کی کوئی قدر و قیمت و وقعت نہیں ہے ہم یہاں ان کے اقوال اور بے جا اتہامات کو نقل کرتے ہیں۔ محققین ان کے اقوال کو خود دیکھ سکتے ہیں۔

ہم یہاں اللہ تعالیٰ کی مدد سے علم رجال اور علم حدیث اور تاریخ کے شیعہ ماہرین کی

واضح اور قطعی دلیلیں اس مطلب پر نقل کرتے ہیں کہ مختار کا عقیدہ غلط اور منحرف نہیں تھا اور امامت کے متعلق اس کا عقیدہ صحیح اور درست تھا اور اس کا فیصلہ پڑھنے والوں پر چھوڑتے ہیں۔ چونکہ علامہ کبیر ممقانی نے مختار کے صحیح عقیدہ ہونے اور امامی ہونے پر بہت عمدہ طریقے سے دلائل دیئے ہیں اور یہ کہ وہ مذہب کیسانی سے پاک اور بری تھا اس لیے ہم پہلے ان کے کلام اور دلائل کو نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مختار کے مذہب اور عقیدہ میں کوئی شک اور تردید نہیں کہ وہ مسلمان تھا بلکہ شیعہ اور بارہ اماموں کی امامت کا معتقد تھا۔ اس مسئلہ میں شیعہ اور سنی متفق ہیں البتہ بعض نے اسے کیسانی شیعہ تحریر کیا ہے لیکن حق یہ ہے کہ وہ امام زین العابدین کی امامت کا قائل تھا۔ آپ اس کے ذکر کرنے کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی مختار کے بارے میں پیشگوئی نقل کرتے ہیں اس کے بعد ان دلیلوں کو جو انہوں نے روایات سے اخذ کی ہیں یوں تحریر کرتے ہیں کہ مختار کے صحیح عقیدہ پر ایک دلیل یہ ہے کہ مختار نے یقیناً پیغمبر اسلام ﷺ سے ملاقات نہیں کی تھی اور اس نے اپنے قیام اور انقلاب کی خوشخبری اور بشارت حضرت علی علیہ السلام سے سنی تھی کہ مختار بنو امیہ کے کئی ہزار آدمی قتل کرے گا اور یہ واضح ہے کہ اگر مختار امامی مذہب نہ ہوتا اور غیر شیعہ ہوتا تو حضرت علی علیہ السلام کی پیشگوئی اور اس علم کے سبب جو خداوند عالم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے اذن و توفیق سے آنے والے واقعات کا دے رکھا تھا کبھی بھی اعتبار نہ کرتا لہذا اس کا حضرت علی علیہ السلام کی بشارت اور پیشگوئی پر اعتبار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ امامی اور صحیح عقیدہ والا شیعہ تھا کیونکہ امام کا آنے والے واقعات کا خداوند عالم کی طرف سے علم دیا جانا صرف شیعہ امامیہ کا خصوصی عقیدہ ہے پس مختار کا حضرت علی علیہ السلام کی اس بشارت اور پیشگوئی پر یقین اور اطمینان پیدا کرنا جیسے کہ روایت میں ہے کہ کوفہ کا حاکم مختار کو قتل نہیں کر سکے گا بلکہ مختار زندہ رہے گا اور بنو امیہ کے ہزاروں مددگاروں اور دوست رکھنے والوں کو قتل کرے گا۔ مختار کا عقیدہ تھا کہ اگر کوفہ کے حاکم نے اسے

قتل بھی کر دیا تو وہ دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کام کو انجام دے گا اس طرح کا عقیدہ اہلسنت کے عقیدے کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا بلکہ اس طرح کا عقیدہ مذہب حقہ امامیہ کی خصوصیات میں سے ہے کیونکہ شیعوں کا عقیدہ کہ ائمہ معصومین آنے والے واقعات اور انجام سے باخبر ہیں۔ ائمہ علیہم السلام کے حالات زندگی سے باخبر حضرات جانتے ہیں کہ ائمہ علیہم السلام کو اس طرح کا علم حاصل تھا بلکہ حضرت علیہ السلام کے بعض اصحاب کو بھی ایسے اسرار کا علم تھا جیسے حضرت حبیب بن مظاہر کا اپنی شہادت کی خبر دینا یا میثم تمار کا اپنی شہادت کے متعلق بتلانا بلکہ میثم تمار کو تو بعض جزئیات کا بھی علم تھا اور انہوں نے قید خانے میں جب مختار اس کے ساتھ قید میں تھا مختار کو بتلایا تھا کہ تم قید خانے سے رہا ہو جاؤ گے اور امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلا لینے کے لیے قیام و انقلاب برپا کرو گے۔ اس طرح کے واقعات اور حوادث روایت و تاریخ کی کتابوں میں تو اتر کی حد تک موجود ہیں۔ پس واضح ہو گیا کہ مختار کو پورا اطمینان اور یقین تھا کہ وہ بخوامیہ کے ہزاروں آدمیوں کو قتل کرے گا اور اگر بالفرض اس سے پہلے قتل کیا گیا تب بھی خداوند عالم اسے دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ وہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لے۔ اس کا یہی عقیدہ اس کی دلیل ہے کہ وہ موحد مسلمان اور امامی مذہب کا پیروکار تھا بلکہ اس سے قوی تر اور روشن تر یہ مطلب ہے کہ وہ حضرت امام زین العابدینؑ کی امامت کا پکا عقیدہ رکھتا تھا۔ علامہ محقانی مزید دلائل یوں بیان کرتے ہیں:

- (۱) پہلی دلیل: روایت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام قیامت کے دن مختار کی شفاعت کریں گے اور اس کو جہنم کی آگ سے نجات دلوائیں گے۔ یہ مذہب شیعہ کی خصوصیت ہے کہ جو لوگ ائمہ علیہم السلام کی امامت کے قائل نہیں ہو گئے وہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور اس میں عذاب دیئے جائیں گے۔ اگر مختار امام زین العابدینؑ کی امامت کا عقیدہ نہ رکھتا ہوتا تو مذہب شیعہ کے عقیدے کی رو سے اسے ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا ہو گا اور امام

حسین علیہ السلام کی شہادت نہ کرتے۔

(۲) دوسری دلیل: مختار کا امام زین العابدینؑ کے لیے دے دینا مختار کا آپ کی امامت کے عقیدہ رکھنے کا کاف ہے۔ یہ واضح ہے کہ اگر مختار جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کا معتقد ہوتا اور امام زین العابدینؑ کا امامت کے عنوان سے قائل نہ ہوتا تو اپنے دے دینے پر اپنے امام محمد بن الحنفیہ کے لیے ردوانہ کرتا۔ لیکن مختار کے اس عمل سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مختار کی طرف محمد بن الحنفیہ کی امامت کی نسبت سوائے بہتان اور افتراء کے اور کچھ نہیں (یہ مطلب آگے زیادہ واضح ہو جائے گا)

(۳) تیسری دلیل: وہ روایت جو کئی نے نقل کی ہے کہ امیر المؤمنینؑ نے مختار کو کیس کا لقب دیا تھا اور اپنے لطف و کرم کا مورد قرار دیا تھا یہ چیز بھی اس کی تائید کرتی ہے کہ مختار امامی مذہب تھا اور منحرف نہیں ہوا تھا کیونکہ آنحضرتؐ مختار کا انجام جانتے تھے جیسے آنحضرتؐ اور بہت سے آنے والے واقعات سے باخبر تھے لہذا اگر مختار کا انجام غلط ہوتا اور امام سجادؑ اور دوسرے ائمہ علیہم السلام کا معتقد نہ ہوتا تو حضرت امیرؑ اسے اپنے زانو پر نہ بٹھاتے اور اسے یا کیس کہہ کر مورد لطف و کرم قرار نہ دیتے۔ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ آنحضرتؐ تو مختار کے انجام کو نہ جانتے ہو لیکن پیغمبرؐ جو آپ کا شاگرد تھا بلکہ آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام تھا وہ مختار کے انجام کو جانتا ہو۔

(۴) چوتھی دلیل: حسین بن زید کی روایت میں آیا ہے کہ امام سجادؑ نے مختار کے لیے اچھا ثواب اور اجر دینے کی درخواست کی اور عبد اللہ شریک کی روایت میں ہے کہ امام محمد باقرؑ امام جعفر صادقؑ نے مختار کے لیے تین دفعہ طلب رحمت کی۔ یہ مقول نہیں ہے اور سمجھ سے دور ہے کہ جو شخص امام محمد باقرؑ کے والد کی امامت کا معتقد نہ ہو آپ اس کے لیے طلب رحمت

کریں۔ یہ واضح ہے کہ مذہب شیعہ کے مطابق مختار کا صرف ایک نیک کام جو اس نے امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے انتقام لیا موجب نہ ہوگا کہ امام علیہ السلام مختار کے لیے طلب رحمت کریں کیونکہ ائمہ علیہم السلام کا کسی سے رخصی اور خوشنود ہونا اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا تابع ہوا کرتا ہے۔

(۵) پانچویں دلیل: علامہ حلی نے اپنی کتاب خلاصہ کے اول میں مختار کو اثنا عشری شیعوں میں سے شمار کیا ہے جو شخص علامہ کی اس کتاب میں جو ان کی روش ہے اس سے آگاہ ہو تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ علامہ نے اس کتاب کے اول میں سوائے بارہ اماموں کے معتقدین کے کسی اور کا ذکر نہیں کیا مگر چہ وہ کتنا موثق اور قابل اعتماد ہی کیوں نہ ہو۔ معافی آخر کلام میں یوں فرماتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ جناب مختار امامی مذہب تھا اور اس کا حکومت کے خلاف انقلاب برپا کرنا امام علیہ السلام کی اجازت سے تھا۔

علامہ ابنی کا فرمان

علامہ ابنی مختار کی ذات پر بہت زیادہ تجلیل اور تکریم کرنے کے بعد ان سے کیانی مذہب کی نسبت دیئے جانے کے رد اور دفاع کرنے کے بعد صراحت سے فرماتے ہیں کہ لفظ بمنزلة من المذهب الکسائیة یعنی مختار کی بلند ذات مذہب کیانیہ سے دور ہے۔ رجال کے ماہر شیخ علی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ مختار جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت پر اعتقاد رکھتا تھا اور امام زین العابدین کی امامت کو قبول نہیں کرتا تھا یہ ایک ایسا مطلب ہے جو ثابت نہیں ہوا۔

آیت اللہ العظمیٰ آقا خونی کا نظریہ:

آقا خونی مختار کی ذات اور مقام سے دفاع کرنے کے بعد مختار کی طرف کیانیہ

ہونے کی نسبت دیئے جانے کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مطلب سوم اس میں ہے کہ اہل سنت کے بعض علماء مختار کی ذات کی طرف کیسانہ مذہب کی نسبت دیتے ہیں۔ یہ قطعی طور پر باطل اور بے اساس ہے کیونکہ جناب محمد بن الحنفیہ اپنے لیے امامت کا ادعا نہیں کرتے تھے کہ مختار لوگوں کو ان کی امامت کی دعوت دیتے اور جناب مختار جناب محمد ابن الحنفیہ سے پہلے قتل کیے گئے تھے جبکہ محمد بن الحنفیہ زندہ تھے اور کیسانہ مذہب تو جناب محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد پیدا ہوا ہے۔ رہا مختار کو کیسانی کہا جانا تو یہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ اس کا مذہب کیسانی ہے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ مختار کو یہ لقب دیا جانا درست تھا تو یہ اس روایت کی بنا پر تھا کہ جسے کثی نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی ؑ نے مختار کو دو دفعہ یا کیس کہا تھا پھر اس کا شنیہ بنالیا گیا اور اسے کیسان کہا جانے لگا۔

مشہور مؤرخ جناب مقرر کا کلام:

جناب مقرر ائمہ علیہم السلام سے مختار کی مدح اور فضائل اور صحیح باطل ہونے کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان روایات سے جناب مختار کا آئمہ علیہم السلام کے نزدیک مقام و مرتبہ واضح ہو جاتا ہے اور اگر مختار نے اپنے لیے کوئی باطل ادعا نبوت کیا ہوتا یا محمد بن الحنفیہ کے لیے امامت کا دعویٰ کیا ہوتا تو آئمہ علیہم السلام مختار کی اس غلطی اور لغزش کا ضرور ذکر کرتے۔ آپ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ان واضح حقائق میں سے جن کا ہر عقلمند انسان یقین اور اعتراف کرتا ہے وہ آئمہ علیہم السلام کی زبان مبارک سے راضی ہونے اور اس کی مدح و ثنا کا وارد ہوتا ہے۔ ان روایات سے اہل بیت کے بارے میں مختار کا عقیدہ پختہ اور محکم ظاہر ہوتا ہے۔ آپ صحیح عقیدہ رکھنے والے مومن اور اہل بیت سے حقیقی اور پاک محبت رکھتے تھے۔ مختار کے قیام و انقلاب کے عرصہ میں اس کی کوئی ایسی بات یا عمل یہ ظاہر نہیں کرتا کہ وہ جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کا قائل تھا بلکہ جناب محمد بن الحنفیہ کو اس نے انقلاب کے رہبر کے عنوان سے ظاہر کیا

بادریہ اس کی ایک سیاست اور تدبیر تھی کہ جس سے اس نے فائدہ اٹھایا کیونکہ عتار چاہتا تھا کہ اس انقلاب کی وجہ سے بنو امیہ کی حکومت کے جابر اور ظالم فرماں رواؤں کی طرف سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے لیے مصیبت کھڑی نہ ہو جو موجب مشکلات اور مصائب بنے۔ اگر امام زین العابدین علیہ السلام اس انقلاب میں علی الاعلان کوئی رائے دیتے تو امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی خطرے میں ہوتی۔ عتار امام زین العابدین علیہ السلام کی جان کی حفاظت کے لیے ترقیہ کرتے ہوئے اس انقلاب کے رہبر کے طور پر جناب محمد بن الحنفیہ کا ہی نام لیتے رہے اور یہ یوں بھی نہیں تھا کہ جناب محمد بن الحنفیہ نے اپنے لئے ادعا امامت وغیرہ کر رکھا ہو بلکہ یہ تو واضح تھا کہ جناب محمد بن الحنفیہ امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے قائل تھے۔ اور انھیں کی اطاعت کرتے تھے۔

عتار کے عقیدے کے بارے میں خلاصہ کلام

(۱) عتار کی مدح اور فضیلت میں آئمہ علیہم السلام سے روایات وارد ہوئی ہیں اور علماء رجال اور حدیث نے ان روایات کو قبول کیا ہے ان روایات میں سے بعض کی سند میں ضعف ہے لیکن علماء کا ضعف سند والی روایات کو قبول کرنا، اور ان پر عمل کرنا ان کی سند کے ضعیف ہونے کا تذکرہ اور جبران کر دیتا ہے۔

(۲) ان روایات میں آئمہ علیہم السلام اور خاندان پیغمبر سے عتار کے لیے طلب رحمت اور اس کے مقصد کا پاک ہونا اور اسے جزائے خیر فرمانا وارد ہوا ہے جو اس کے عقیدہ کے صحیح ہونے اور اس کے مقصد کے پاک ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اگر عتار امامت کے عقیدے میں منحرف اور غلط ہوتا اور اس کا مذہب کیسانی ہوتا تو روایات صحیح کی بنا پر اور شیعہ عقیدہ کے لحاظ سے وہ فاسق اور کافر ہوتا اور یہ واضح ہے کہ امام معصوم منحرف فاسق اور کافر شخص کے لیے کبھی

طلب رحمت اور مہفرت نہیں کیا کرتے اور صرف خون حسینؑ کا انتقام لینے کی وجہ سے اس سے غرضتوری اور عداوت کا اظہار نہیں کرتے۔

(۳) وہ تمام روایات جو عتقاد کی بنیادی اور امت اور عقیدے میں باطل و منحرف ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ تقریباً پر معمولی ہیں یا وہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور علماء رجال و احادیث نے انہیں رد کر دیا ہے۔ روایات سے علماء کا اعراض کرنا اور انہیں قبول نہ کرنا ان کے قائل عقل نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایسی روایات ان روایات کا مقابلہ کریں محمد ص و ثناء میں وارد ہوئی ہیں اور بزرگ شیعہ علماء کے ہاں مقبول ہیں۔

(۴) شیعہ بزرگ علماء میں سے خواہ مخواہ میں ہوں یا متاخرین جو علم رجال میں مجتہد ہیں اور جنہوں نے عتقاد کے بارے میں اظہار نظر کیا ہے سب نے عتقاد کے امامی ہونے اور باطل پر نہ ہونے کو صراحت سے بیان کیا ہے اور اس کی تاکید کی ہے اور اس کے کیسائی مذہب ہونے کی تردید کی ہے۔ بزرگ علماء جیسے رئیس المحدثین شیخ صدوق کہ جنہوں نے عتقاد کی عظمت میں کتاب تحریر کی ہے اور شیخ الطائفہ شیخ طوسی کہ انہوں نے بھی عتقاد کے بارے میں کتاب لکھی ہے اور علامہ طلی اور بزرگ فقیہ ابن نما علامہ محقق اور علامہ مائینی اور سید حسن جبل عالمی اور آیت اللہ خونی اور دوسرے بزرگ شیعہ علماء کہ ان تمام نے عتقاد کے صحیح العقیدہ ہونے اور اس کی مدح و عظمت میں کتابیں لکھیں ہیں یا اظہار نظر کیا ہے۔

(۵) عتقاد کا مذہب کیسائی تھا یا عتقاد نے ہی کیسائی مذہب کی بنیاد رکھی ہے اسے صرف اہل سنت کے علماء نے ہی بیان کیا ہے اور ان غیر شیعہ علماء نے کہ جنہوں نے مذاہب پر کتابیں لکھی ہیں اور بعض ضعیف اور جموئی روایات کو مدد قرار دے کر عتقاد کو کیسائی مذہب کی بانی اور معتقد تحریر کیا ہے۔

(۶) صحیح روایات کی بنا پر اور بزرگ شیعہ علماء کی تائید کی رو سے جناب محمد بن الحنفیہ نے

اپنے لیے امامت کا ادھا نہیں کیا تھا (اس کے بارے میں مفصل بحث کی جائے گی) جناب محمد بن الحنفیہ نے عتار کے شہید ہونے کے بعد وفات پائی اور کیسا نی مذہب جناب عتار کی شہادت کے بعد وجود میں آیا ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو مذہب آپ کے بعد وجود میں آیا ہو آپ اسی کے معتقد ہوں۔

(۷) اور چونکہ عتار اپنے قیام و انقلاب میں اہل کار ہیر اور قائد جناب محمد بن الحنفیہ کو بیان کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں انہی کا بھیجا ہوا ان کا وزیر اور نمائندہ ہوں ایسا کہنا اور کرنا دلیل نہیں بنتا کہ جناب عتار ان کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہوں اور ائمہ معصومین اور امام حسینؑ کی امامت کو قبول نہ کرتے ہوں۔

(۸) خود کیسا نی فرقہ اپنے آپ کو عتار سے منسوب کرتا ہے اور اسے اس فرقے کا بانی قرار دیتا ہے اور بعض مذاہب میں لکھی ہوئی کتابوں میں اسے عتار کی طرف نسبت دی جاتی ہے لیکن یہ دلیل نہیں بن سکتی کہ عتار بھی اس فرقہ کا ہم عقیدہ تھا جیسے زید یہ فرقہ اپنے آپ کو جناب زید بن علی کی طرف اور اسماعیلیہ فرقہ اپنے آپ کو جناب اسماعیل کی طرف منسوب کرتا ہے جب کہ تمام بزرگ علماء شیعہ نے جناب زید اور اسماعیل کو اس سے پاک و میرا قرار دیا ہے کہ جناب زید یا جناب اسماعیل نے امامت کا دعویٰ کیا ہو۔

(۹) چونکہ جناب عتار نے ایک عظیم بزرگ شیعہ سیاستدان کے طور پر تاریخ اسلام میں ایک شجاعانہ انقلاب برپا کیا ہے اور بنو امیہ و لیکن زہیر پر ایک کاری ضرب لگائی ہے اور اس انقلاب اور قیام کا نعرہ اور شعار امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا اور اہل بیت کے نظریہ کا دفاع کرنا قرار دیا تھا تو بنو امیہ کے حکومتی اور درباری علماء اور واعظین نے جناب عتار کی طرف بے جا اور غلط عقیدے کی نسبت دینا شروع کر دی اور اسے نبوت کا مدعی اور کیسا نی مذہب کا بانی اور کذاب کہنا شروع کر دیا اور اس کا اتنے زور و شور سے پردہ پیکٹڈ کیا اور وہ موثر واقع ہو گیا۔

(۱۰) ہم نے تاریخ نور رجال وحدیث کی جتنی بھی معتبر کتابوں کا مطالعہ کیا ہے کسی میں یہ نہیں دیکھا کہ جناب مختار نے اپنے خطبوں باتوں اور خطوط میں ایسا دعویٰ کیا ہو اور جناب مختار نے لوگوں کو جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کی دعوت دی ہو فقط اتنا ملتا ہے کہ جناب مختار اپنے آپ کو جناب محمد بن الحنفیہ کا نمائندہ اور بھیجا ہوا بتلایا کرتے تھے اور اپنے انقلاب اور قیام کی غرض اور غایت مظلوموں اور ضعیفوں کے حقوق کا دفاع کرنا قرار دیتے تھے اور صرف مہدی کے لفظ کا کسی خط یا کلام میں آجانا دلیل نہیں بنتا کہ وہ امامت کا مدعی تھا اور اس کی مراد لفظ مہدی سے وہی مہدی موجود تھا جو آخری زمان میں ظہور کرے گا۔

علم رجال کے ایک بزرگ عالم جناب شیخ ابوعلی فرماتے ہیں کہ لفظ مہدی جو جناب محمد بن الحنفیہ کے بارے کہا گیا ہے اور جناب مختار اسی لفظ کے ساتھ جناب محمد بن الحنفیہ کی معرفت کراتے تھے وہ اس وجہ سے تھا کہ لوگوں کو قیام کرنے پر ابھار سکیں اور اس لفظ سے ان کی قطعاً یہ مراد نہیں تھی کہ واقعاً محمد بن الحنفیہ مہدی ہی ہیں۔

(۱۱) مختار نے کوفہ کے شیعہ بزرگوں اور سرداروں کے سامنے اعلان کیا کہ مجھے امام زین العابدینؑ کی ہدایت ہے اور میں آپ کے نائب جناب محمد بن الحنفیہ کا نمائندہ ہوں اور اس بات پر مامور ہوں کہ میں قیام کروں اس کے سننے کے بعد کوفہ کے بزرگ اور سردار شیعہ مدینے گئے اور امام زین العابدینؑ اور جناب محمد بن الحنفیہ نے ان لوگوں سے کہا کہ ان کے پیچھے ہوئے مختار کی مدد کرو اور قیام و انقلاب میں اس کی ہمرانی کرو۔ انھوں نے مدینے سے واپس لوٹ کر اعلان کیا کہ لکن لنا زین العابدین و محمد بن الحنفیہ یعنی امام سجادؑ اور محمد بن الحنفیہ نے ہمیں قیام اور انقلاب لانے کی اجازت دے دی ہے۔

(۱۲) جب کوفہ کے بزرگوں اور سرداروں نے جناب ابراہیم اشتر کو انقلاب میں شریک ہونے کی دعوت دی تو دعوت میں یہ جملہ دیکھا جاسکتا ہے کہ مختار نے ہمیں امام سجادؑ کی طرف

سے اور آپ کے نائب جناب محمد بن الحنفیہ کی جانب سے امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے دعوت دی ہے جناب عیار کے صحیح عقیدہ ہونے اور مذہب کیسانی ہے بری ہونے پر یہ تمام کی تمام واضح اور روشن دلیلیں ہیں جو بیان کی گئی ہیں۔ البتہ فیصلہ کرنا پڑھنے والے پر چھوڑتے ہیں۔

یہاں پر مذہب کیسانیہ جو معدوم ہو چکا ہے کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کے اصول اور اعتقادات کیا تھے۔



تیسرا حصہ

﴿کیسانیہ فرقہ﴾

شہرستانی ملل واخل میں لکھتے ہیں کہ کیسانیہ فرقہ کیسان نامی آدمی کا پیروکار اور معتقد تھا کیسان حضرت علی علیہ السلام کا عقیدہ تمند اور محبت تھا۔ بعض نے کہا کہ وہ محمد بن حنفیہ کا شاگرد تھا کیسانیہ محمد بن حنفیہ کی شان میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے اور معتقد و قائل تھے کہ وہ تمام علوم پر کامل احاطہ رکھتے ہیں اور اس نے تمام اسرار علم تاویل اور باطن اور آفاق اور انفس ان دو بزرگواروں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے حاصل کیے ہیں۔ اس کے بعد شہرستانی وہ تمام عقائد جو اس فرقے کے افراد قبول کرتے تھے ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد عیار یہ فرقہ کے بارے میں

یوں لکھتے ہیں کہ فرقہ عتار یہ جناب عتار بن عبیدہ ثقفی کے پیروکار ہیں۔ عتار ابتداء میں خوارج والا عقیدہ رکھتا تھا۔ اس کے بعد وہ زہیری ہو گیا یعنی عبداللہ بن زہیری سے مل گیا۔ اس کے بعد عتار نے مذہب شیعہ کیسائیہ کو اپنا لیا۔ عتار جناب محمد بن الحنفیہ کی حضرت علیؑ کے بعد امامت کا قائل ہو گیا بعض نے کہا ہے کہ وہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے بعد محمد بن الحنفیہ کی امامت کا قائل ہوا۔

عتار لوگوں کو محمد بن الحنفیہ کی امامت کی دعوت دیا کرتا تھا اور یہ ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان کا مددگار اور انہی کا بھیجا ہوا ہے اور اپنے بنائے ہوئے فط اور بے ہودہ عقائد کو بیان کیا کرتا تھا۔ جب محمد بن الحنفیہ کو اس کے عقائد کی خبر ملی تو آپ نے اس سے برائت کر لی اور اسے اپنے آپ سے دور کر دیا۔

لیکن ہم نے جو قطعی دلائل ذکر کیے ہیں۔ ان کی رو سے جناب عتار کی ذات اس طرح کے اتہامات سے پاک اور صاف ہے۔ صرف شہرستانی جیسا شخص جو مخدوش شخص ہے کے نقل کر دینے سے اس الزام کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔ شہرستانی اپنی کتاب میں شیعوں کے ایسے فرقے ذکر کرتا ہے کہ جن کو اصلاً وجود ہی نہیں ہے اس کے اس طرح سے بغیر مدد و دلیل کے ان باتوں کو نقل کرنے سے اس کی غرض اور مقصد کیا ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ شہرستانی کے بالخصوص شیعہ تاریخ اور آئمہ علیہم السلام کے حالات سے بے اطلاع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ شیعوں کے دسویں امام علیؑ کی قبر قم میں واقع ہے یہ اس کے علاوہ کسی نے بھی نہیں لکھا اور ایسا لکھنا بتلاتا ہے کہ وہ محقق نہیں ہے اور بے اطلاع انسان ہے جب کہ واضح اور معلوم ہے کہ دسویں امام کی قبر مبارک سامرہ شہر میں ہے۔

اسرائیلی اپنی کتاب الفرق بین الفرق میں لکھتا ہے کہ عتار یہ فرقہ اور کیسائیہ فرقہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور وہ لکھتے ہیں کہ کیسائیہ فرقہ رافضی شیعوں کا ایک فرقہ ہے اور وہ عتار

کے سردار ہیں۔ انہی ظلمان کہتے ہیں کہ عیسا کو گول کو جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کی دعوت دیا کرتا تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ آپ عیسیٰ مہدی ہیں۔ انہی ظلمان نے وہی کہا ہے جو اہل سنت کے علماء کہتے ہیں۔

اشعری کہتے ہیں کہ کیسا یہ فرقہ شیعہ عالموں کا فرقہ ہے جو حضرت علیؑ کے بارے میں حد سے زیادہ اور عجیب و غریب عقائد رکھتا ہے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ کیسا یہ فرقہ جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کا مستحق تھا ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے بھرہ کی جنگ، جبل اور صفین کی جنگ میں جناب محمد کو علم دیا تھا اور وہ اسی کو محمد کی امامت کے لیے صریح دلیل قرار دیتے ہیں۔ کیسا یہ تباخ ارواح کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ امامت پہلے علیؑ اور اس کے بعد حسنؑ اور اس کے بعد حسینؑ اور اس کے بعد محمد بن الحنفیہ میں جاری ہے اور موجود ہے۔

اور اپنی اس بات کی یوں توجیہ اور تفسیر بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی روح نے پیغمبر اسلام ﷺ میں حلول کیا ہوا ہے اور پیغمبر کی روح نے حضرت علیؑ میں اور حضرت علیؑ کی روح نے حسنؑ اور حسینؑ میں اور حسنؑ اور حسینؑ کی روح جناب محمد بن الحنفیہ میں اور محمد بن الحنفیہ کی روح نے ان کے فرزند ابوالہثم میں حلول کیا ہوا ہے۔ وہ محمد بن الحنفیہ کے بارے میں حقیقت اور واقعیت سے دور عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ محمد بن الحنفیہ تمام علوم پر محیط تھے اور ان علوم کا نور انہوں نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے لیا تھا اور تاویل و باطن اور آفاق اور افس کا علم ان کے وجود میں جمع ہو گیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دین در حقیقت ایک عالمی انسان کی اطاعت کا نام ہے۔ کیسا یہ کایک فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن الحنفیہ عیسیٰ امام مہدی ہے اور یہ لقب انہیں ان کے باپ علیؑ نے دیا تھا اور یہ مہدی غائب ہے جو ظہور کرے گا اور دنیا کو اپنا مطیع بنا لے گا اور ان کے ظہور تک کوئی دوسرا امام نہیں ہے کہ جس کی اطاعت واجب ہو۔

کیا یہ عقیدہ امامت کے بارے میں

کیا یہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ امامت چار آدمیوں کے سوا اور کسی میں نہیں ہے اور وہ حضرت علی اور امام حسن اور امام حسین اور جناب محمد بن الحنفیہ ہیں۔ کیا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی وہی جناب محمد بن الحنفیہ ہیں اور آپ رضوی نامی پہاڑ میں غائب اور زندہ ہیں اور پھر ظہور کریں گے اور دنیا کو عدل اور انصاف سے پُر کر دیں گے۔ کیا یہ عقیدہ ہے کہ توحید اور نبوت اور امامت میں عجیب عقائد ہیں کہ جن میں مل واخل میں نقل کیا ہے۔

چونکہ یہ فرقہ ختم ہو چکا ہے اور دنیا اسلام میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے لہذا اس میں زیادہ بحث نہیں کریں گے۔ ہادی روایات اس عقیدے کی رد میں موجود ہیں۔ اس طرح کی فکر فلاح اور بے بنیاد ہے۔ یہ مطالب مراحت کے ساتھ امرہ مخصوص ہیں جو سے مقول ہو چکے ہیں کہ جن کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

یہ مطلب مسلم ہے کہ کچھ شیعہ جناب محمد بن الحنفیہ کی وفات کے بعد معتقد تھے کہ آپ نہیں مریں گے اور آپ کے مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک رضوی نامی پہاڑ میں غائب ہو گئے ہیں اور آپ ہی مہدی موعود ہیں جو بعد میں ظاہر ہوں گے۔ جن لوگوں کا یہ عقیدہ تھا ان میں سے ایک سید حمیری تھا جو اہل بیت کا مشہور شاعر تھا اور پھر وہ خود اپنے اس استہزاء کی طرف متوجہ ہوا اور امام جعفر صادقؑ کے وسیلے سے اس انحراف سے واپس آیا اور توبہ کر لی۔ حیان بن سراج جو امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ کے اصحاب میں سے تھے وہ بھی کیسانی تھے۔ اسی طرح معروف شاعر کثیر عزمہ جو بنی امیہ کے آخری زمانے کے ہیں وہ بھی کیسانی تھے اس نے کئی ایک شعر بھی اس بارے میں لکھے ہیں۔ بعض بزرگوں نے انہیں سید حمیری کے اشعار قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے اس فن شعر اور تاریخ کے ماہر ابو الفرج اصفہانی نے اتانی میں تصریح کی کہ یہ اشعار کثیر عزمہ کے ہیں اور مسعودی نے بھی انہیں کثیر عزمہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کثیر عزمہ

انہی اپنے امامت کے عقیدہ کی بنا پر یوں شعر کہتے ہیں:

الان لا کفر من کفری

ولہ العی لیس

یعنی امام قریش سے ہو گئے اور وہی حق کے ولی ہیں اور وہ چار ہیں۔

ہیں والہ لیس

ہم لیس لیس

وہ علی اور اس کے تین فرزند ہیں وہی اسباط ہیں کہ جو روشن اور اشکار ہیں۔

سبط لیس

وسبط لیس

وہی ایمان اور نیکی کے سبط ہیں اور ایک سبط جو کہ بلا میں مدفون ہے۔

سبط لیس

بعد العمل

ایک سبط وہ ہے کہ جسے آنکھ نہیں دیکھتی یہاں تک کہ گھوڑے علم کے ساتھ ظاہر ہو گئے۔

سبط لیس

سبط لیس

وہ غائب ہے اور طویل زمانے تک نہیں دیکھا جائے گا۔ وہ وضوی پکاڑ میں ہے کہ

جسے شہد اور پانی ملتا رہتا ہے۔

ان اشعار میں شاعر نے یہ ایک اشتباہ کیا ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ کو سبط یعنی نواسہ

لکھا ہے حالانکہ آپ پیغمبر ﷺ کی دختر کے فرزند تھے۔

سید حمیری کا مخبر ہونا:

سید حمیری پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اوائل کے عرصہ میں ائمہ شیعہ اسلام کے زمانہ کا بہادر و اعظم شاعر ہوا۔ اس کا تحت ترین دشمن کوردہ مقابل تھا۔ کوردہ بنو عباس کا حلیف شہنشاہ تھا۔ اس کے دشمن بنو امیہ اور بنو عباس کی عالم حکومتوں کے خلاف کوار کا کام کرتے تھے۔ یہ وہی بیت خمیر کا بہت زیادہ مستعد و عاشق تھا۔ خاندان خمیری مدح اور مرثیوں میں اس نے بہت عمدہ اور حقیقی اشعار کہے ہیں لیکن انہوں نے یہ کہ وہ ابتداء میں اعتقاد کے لحاظ سے مخرف ہو گیا لیکن بعد میں متوجہ و آگاہ ہو اور توبہ کر لی۔ کربلا کے واقعہ کے بعد جناب محمد بن حنفیہ کی امامت کا مستعد ہو گیا اور اس غلط عقیدہ کے بارے میں کچھ اشعار بھی کہے ہیں کہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

لما غضب رطوی ما لحن بك لادیری

و لعلت قلبی العذراء ابدا

حسی حسی فانی حسی کدہ العدی

یا ابن الوحی و ابن حسی قسری

اے رضوی کی گستاخی وہ جو تم میں چھپا ہے کیوں دیکھا نہیں جاتا۔ عاشق کا دل اس کے دیدار کا حسی ہے کب تک اور کس قدر رغبت طوفانی ہوگی۔ اے وحی کے فرزند تو دندہ ہے اور رذق دیا جاتا ہے۔
حمیری کا آگاہ اور متکبر ہونا اور مذہب حق کی طرف پلٹ آنا:

اس آزاد شاعر نے بہت جلد ہی حق کو پہچان لیا اور امام زین العابدینؑ اور امام جعفر صادقؑ کی امامت کا اقرار کر لیا۔ شیخ صدوقؑ فرماتے ہیں کہ سید حمیری گمراہ اور جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت اور نصیبت کا مستعد تھا یہاں تک کہ اس کی امام جعفر صادقؑ سے ملاقات ہوئی اور

آخر طاہرینؑ کی امامت کا مستحق تھا۔

شیخ طوسی اپنی کتاب نہایت کلمہ کے حوالہ فرماتے ہیں کہ کئی فرقہ جو محمد بن الحنفیہ کی امامت کا مستحق تھا اس کے باطل اور غلط ہونے پر کئی ایک امور دلالت کرتے ہیں۔

(۱) اگر محمد بن الحنفیہ امام ہوتے تو اس کی امامت کی صورت خاص ہم تک پہنچتی جب کہ کئی فرقہ فریقے کے لوگ احوال کرتے ہیں کہ ان کی امامت پر صرف خاص مروجہ نہیں ہے۔

(۲) کئی فرقہ جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کے لیے آپ کو جنگ جمل میں حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر وار مٹا دیا اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ: اجمعت علیہ

یعنی تو واقعی میرا فرزند ہے مجھے غیبت سے استدلال کرتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ ان طرح کے استدلال سے جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت ثابت نہیں کی جاسکتی۔

اس کے بعد شیخ طوسی نے وہ روایت نقل کی ہے کہ جس میں حجر الاسود نے امام زین العابدینؑ کی امامت کی گواہی دی تھی جسے ہم جناب محمد بن الحنفیہ کے حوالہ میں نقل کریں گے اس روایت سے شیخ طوسی نتیجہ لیتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ امام زین العابدینؑ کی امامت کا اقرار رکھتے تھے۔

(۳) شیخ طوسی اسی روایت کو بعد تو اتر تک پہنچی ہوئی صورت خاص سے اور امام کاظمؑ کی امامت پر ایک مضبوط دلیل بنا کر کرتے ہیں۔

(۴) پیغمبر اسلام ﷺ سے نبی اور شیعہ نے نقل کیا ہے کہ امام بارہ ہونگے۔

(۵) اگر فرقہ کئی فرقہ حق ہوتا تو اس کا وجود ختم نہ ہوتا اس فرقہ کے وجود کا جہان اسلام سے

محاورت جاتا اس کے باقی ہونے کی دلیل ہے ہم نے شیخ کی اور دلیلیں نقل نہیں کی آپ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۱۸ میں فرماتے ہیں کہ ہم نے محمد بن الحنفیہ کی وفات اور کئی سنی کے باطل ہونے کا ذکر کیا ہے اور جب ہم نے قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ مہدی حتماً امام حسینؑ کی

اولاد سے ہوگا تو اس فرقہ کے عقیدہ کا بے بنیاد اور باطل ہونا واضح اور آشکار ہو جاتا ہے۔
ابن خلدون کے مقدمہ میں موجود کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود محمد بن الحنفیہ اپنے لیے امامت کے مدعی نہ تھے بلکہ یہ عقائد تھے کہ جنہوں نے اس طرح کے عقیدہ کو رواج دیا ہے۔
محمد بن الحنفیہ نے جب یہ سنا تو آپ نے عقائد سے برات کر لی اور اس پر نعت کی۔ لیکن ان دلائل کو دیکھتے ہوئے کہ جنہیں ہم نے بیان کیا ہے ابن خلدون کا ایسا ادعا کرنا بغیر دلیل کے ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ محمد بن الحنفیہ اور عقائد کوئی بھی کیسا ہی فرقے کے بانی نہیں تھے بلکہ یہ فرقہ جناب مختار کی شہادت کے بعد وجود میں آیا ہے۔

کیسانیا اور عباسی:

یقیناً یہ کہا جاسکتا ہے کہ بنی عباس کی حکومت کی بنیاد اور اساس کیسانی فرقے پر تھی کیونکہ کیسانیا جناب محمد بن الحنفیہ کے بعد امام ان کے فرزند ابو ہاشم کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابو ہاشم شام سے لوٹنے کے بعد شراہ نامی سرزمین میں وفات پا گئے اور انہوں نے وصیت کی تھی کہ ان کا جانشین محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس ہے اور اس محمد بن علی نے وصیت کی کہ اس کا فرزند ابراہیم میرے بعد امام ہوگا اور اس ابراہیم نے امامت اپنے بھائی عبد اللہ کو دی تھی کہ جن کا لقب سفاح تھا اور یہی بنی عباس کا پہلا خلیفہ ہوا۔

اس وجہ سے عباسی اپنی حکومت کے لیے اس نص و وصیت کو دلیل قطعی قرار دیتے تھے۔ عباسیوں کی تاریخ میں زیادہ تحقیق کرنے سے اس کے اور مدارک بھی مل سکتے ہیں کہ جو فطرتاً ہی بحث سے خارج ہیں۔

لقب کذاب:

ایک تہمت جو شیعوں کے دشمنوں نے جناب مختار پر لگائی ہے وہ جناب مختار کو کذاب

لیکن بہت جلد سونے کا کہنا ہے چنگھار نے عوامی اور خاصین کو فتنہ کے سرداروں پر نہایت
کھری خراب لکائی ہے اہل تشیع کے دشمن اپنی اپنی طاقت سے عمار کے مقابلہ میں آ گئے اور
آپ کی شخصیت کو بدنام کیا اور کئی دفعہ عوامی اور خاصین بنی زہر نے آپ کو کذاب کا لقب دیا
یہ لقب اس کے قیام اور انقلاب کے مخالفین ان کفاروں نے دیا جن کا ہاتھ کر بلا کے خونین واقعہ
میں مارا تھا۔ اور اس طرح کی تہمت عمار کی کے اور اپنی میں مہم چکے ہیں۔ اس کے بعد
صحت کے دشمنوں اور ان لوگوں نے جو شیعوں کو ہر طرح کی تہمتوں سے ہم کرتے ہیں عمار کو
کذاب کا لقب دینا شروع کر دیا بلکہ عمار کو کذاب جاوہر مدنی نبوت تک کہنا شروع کر دیا۔
اہل صحت کی رجاہ کی کتابوں میں جہاں بھی اس پہلور انسان اور کر بلا کے شہیدوں کے خون کا
بلا لیتے والے عمار کا ذکر کیا جاتا ہے تو اسے کذاب کے لقب سے ذکر کیا جاتا ہے۔ پھر عوامیہ
کی حکومت نے اسے خوب پروبال دیئے اور اس کو بہت زیادہ اچھالا۔ آپ اس حدیث کو
دیکھیں۔ اعمش جو عوامیہ کے زمانے کا ایک بہت بڑا محدث ہے وہ کہتا ہے کہ عبدالرحمن بن ابی سلمی
لیلی جو حجاج کے زمانے کا خلیفہ تھا حجاج نے اسے گرفتار کر لیا اور اس سے کہا کہ ان کذابین پر لعنت
کر اور کذاب نعوذ باللہ یہ ہیں۔ علی علیہ السلام۔ عبداللہ بن زبیر۔ عمار۔ عبدالرحمن نے جب
اپنی جان کو خطرے میں دیکھا تو اس نے اس طرح تفسیر اور توریہ کیا اور کہا کہ خدا کذابین پر لعنت
کرے اور جب ان کے نام لیے تو آخر لفظ کو مرفوع پڑھا اور جب اس نے ان کے آخری لفظ کو
مرفوع پڑھا تو میں اس کا مطلب سمجھ گیا ہوں کہ وہ ان پر لعنت نہیں کر رہا کیونکہ اگر ان پر لعنت
کرتا تو ان کے آخری لفظ کو منصوب پڑھتا جو مفعول بہ تھا۔

بہر حال جناب عمار کی پاک ذات اس طرح کے لقب سے پاک اور صاف ہے۔
شیعوں کے بزرگ علماء میں سے کوئی بھی عمار کی ذات کو اس طرح کے لقب کی سزاوار نہیں
جانتے بلکہ یہ تمام آئیں شیعوں کے دشمنوں کی ایجاد کی ہوئی ہیں اور ان کا سرگز و محور اہل صحت کی

ہی کتابیں ہیں۔

حدیث میں خیانت:

اہل سنت کے بزرگ عالم ابن حجر اپنی کتاب الاسابہ میں حج مسلم سے ایک روایت
اسامہ دختر حورت جو مکہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ خیر فضائلکم نے فرمایا ہے کہ
ہر کون فی صلیف کذاب یعنی شریف قبیلہ میں ایک کذاب اور قاسی ہوگا اور اسامہ نے کو اسی
دی کہ خیر فضائلکم کی کذاب سے مراد عقار تھے۔ اہل سنت کے اکثر محدثین اور مورخین اور علماء
رجال نے عقار کو کذاب ظاہر کرنے کے لیے اسی روایت سے استدلال کیا ہے بالخصوص ابن حجر
کا اس حدیث کو حج مسلم کے حوالہ سے نقل ان کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور لکھا گیا ہے
کہ جب اہل سنت کی کسی کتاب میں عقار کا نام لیا گیا تو اس کے نام کے آخر میں لفظ کذاب کا
ضرور اضافہ کیا گیا ہے۔

علامہ مقرر نے اس حدیث کو نقل کر کے ابن حجر کا یہی جواب دیا ہے۔

جب میں نے اس روایت کو دیکھا تو بہت ہی حیران ہوا اور وہ بھی ایک صحابی ہجرت کی
عقار کے بارے میں گواہی۔ میں نے حج مسلم کتاب کی طرف مراجعہ کیا اور اس حدیث میں
بہت دقت کی تو میں نے دیکھا کہ ابن حجر نے کس بے شری سے اس حدیث میں خیانت کی
ہے۔ حدیث کے نقل کرنے میں خیانت کرنا ایک بہت بڑا گنہگار ہوا کرتا ہے۔ میں طاہریت ہوا
کہ اہل بیت کے دشمنوں کی دشمنی اور کینہ پروری کس حد تک پہنچی ہوئی ہے کس طرح یہ لوگ اپنے
باطل عقیدے کے ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ میں اس
خیانت کے ظاہر کرنے اور اصل مطلب کے واضح کرنے کے لیے اصل حدیث کو حج مسلم سے
نقل کرتا ہوں۔ میں حدیث کا صرف وہ جملہ نقل کرتا ہوں کہ جس سے استدلال کیا گیا ہے۔ حج
مسلم اپنی کتاب جلد دوم صفحہ ۶۷۲ میں عبداللہ بن زہر کے بیان کو بچا نہیں دینے کا واقعہ نقل کرتا

ہے آخر میں لکھتا ہے کہ جاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کی ماں اسماء کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے دیکھ لیا کہ ہم نے خدا کے دشمن عبداللہ بن زبیر سے کیا سلوک کیا؟ اسماء نے جاج کو جواب میں کہا کہ میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ ثقیف میں ایک کذاب اور فاسق ہوگا ہم نے کذاب تو دیکھ لیا ہے اور فاسق تو میرا گمان ہے وہ میرے سوال کوئی اور نہیں ہے۔

اس روایت میں یہی جملہ قابل غور ہے دیکھئے اس روایت میں عمار کا بالکل نام ہی نہیں لیا گیا شاید اسماء کی کذاب سے مراد خود جاج بن یوسف ہو لیکن ذر کے بارے اس کا نام نہ لیا ہے یا ثقیف قبیلے کا کوئی اور کذاب مراد ہو کیا منیر بن شعبہ وہ مکار انسان ثقیف قبیلے سے نہیں تھا؟ کیا اخنس بن شریق جو حضرت علی علیہ السلام پر لعنت کیا کرتا تھا وہ بھی نہ تھا؟ کیا اسی اخنس کا یہ منیر بن اخنس کہ جس نے عثمان سے کہا تھا کہ میں علی سے حساب پورا لے لوں گا اور اس کے جواب میں حضرت علی نے فرمایا یا بن اللعین الا بتر ثقیف قبیلہ کا نہ تھا۔ کیا اسی منیر کا بھائی ابوالمحم بن اخنس وہی نہیں جو احد کی جنگ میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ ثقیف قبیلے کے اسے برے اشخاص کے ہوتے ہوئے کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ اسماء کی کذاب سے مراد صرف عمار تھے؟ ابن حجر کس طرح ایسی تہمت صحابیہ کی طرف دیتا ہے کہیں اسماء عبداللہ بن زبیر کی ماں اور کہاں جناب ابو بکر کی دختر مزیدہ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ ابن الحدید نے بیخلافی شرح جلد ۲ صفحہ ۳۹۱ میں صحیح مسلم کی تردید کرتے ہوئے قطعی طور سے کہا ہے کہ کذاب سے مراد علی تھا اور زبیر کے لفظ سے مراد جاج تھا۔

ابن حجر کی ایک اور تہمت:

ابن حجر نے اسباب میں عمار کے حالات میں لکھا ہے کہ عمار پہلے خارجی مذہب رکھتا تھا اور پھر زیدہ مسلک کو اختیار کیا اور آخر میں شیعہ عقیدہ اور اہل نصیبت کو اپنایا تھا۔

اس کی یہ تحقیق بھی قابل ملاحظہ ہے ابن حجر سے کہا جاسکتا ہے اے بے انصافی۔

زید یہ مذہب کہاں اور عمار کہاں۔ زید اس سال متولد ہوا کہ جس سال عمار پیدا ہوا۔ اسی
 زید یہ مسلک وجود میں بھی نہیں آیا تھا۔ ابن حجر کا یہ فیصلہ بھی شاید کسی وجہ سے ہو کہ جناب عمار کا
 اہل بیت کے ہاں قرب اور مقام اور اس کا عقیدہ پختہ تھا۔

مسند احمد بن حنبل کی دو روایت:

اہل سنت کے معروف اور مشہور عالم جو حنبل فراتے کے امام ہیں اور ان لوگوں میں
 سے ہیں کہ جنہوں نے عمار کو مورد تہمت اور افتراء قرار دیا ہے انہوں نے باطلی اسناد اور
 جھوٹے راویوں سے عمار کے بارے میں باتیں نقل کی ہیں آج آپ بھی ان کا فتنہ سے متنبہ
 کریں۔ احمد بن حنبل لکھتے ہیں کہ قاضی ابن شداد جو عمار کا قاضی دوست تھا وہ کہتا ہے کہ میں عمار
 کے سر ہانے کھڑا تھا اور مجھے اس کا جھوٹا ہونا واضح ہوا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اسے اپنی
 تلوار سے قتل کر دوں کہ اچانک مجھے رسول اللہ ﷺ کی حدیث یاد آئی کہ آپ نے فرمایا تھا
 کہ جب کوئی کسی کا مورد اعتقاد واقع ہو اور پھر وہ اسے قتل کر دے تو قیامت کے دن اس کے ہاتھ
 میں خیر اور کروخیانت کا علم دیا جائے گا شہادت اس کے قتل کرنے سے منحرف ہو گیا۔

اس طرح احمد بن حنبل ایک اور سند سے لکھتا ہے کہ قاضی نے کہا کہ میں عمار کے ہاں
 گیا۔ اس نے میرے لیے فرش بچھایا اور کہا کہ اگر یہاں میرا مکان چرکھل ہو تو وہ فرش میں
 آپ کے لیے بچھادیا قاضی کہتا ہے کہ جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو قریب تھا کہ میں اس
 کی گردن اڑا دوں لیکن پھر مجھے خبر ملیہ السلام کی وہی حدیث یاد آئی کہ جب کوئی مؤمن کسی
 مؤمن کا اعتقاد حاصل کر لے لے اگر وہ اسے قتل کر دے تو میں ایسے قتل کرنے والے سے بری
 ہوں گا اسی حدیث نے مجھے اس کے قتل کرنے سے روک دیا۔

جی ہاں اس طرح کے عمار کے بارے میں اور بھی جھوٹ ہیں جو مسند احمد بن حنبل

ان کے لئے یہ سب کچھ:

اپنی روایت میں ایسے آدمی موجود ہیں کہ جنہیں اہل سنت کے علم بھی قبول نہیں

25

(۱) معاونین سیکر

(۲) عبدالکبیر

اور چنانچہ بھی ان دونوں کے حالات تھیں یہ اجازت لیکن حجر اور میزان الامتدلی
و غیرہ کے حالات و احوال کا ان دونوں نے عرض کرنا اور حدیث نہ لینا اور اس سے ان
کی تکرار فی مہلک کی مبادی تک بن غیر کے بارے میں کلام ہے کہ حدیث کے حفظ کرنے
میں رعایت نہیں کرتا تھا اور ایسی احادیث نقل کی ہیں جو مفہوم اور سحر کے لحاظ سے صرف اس کی
ذات میں محصور ہیں اور کسی نے انہیں نقل نہیں کیے کیونکہ اس سے نہ نفع نہ فائدہ عجب و غریب احادیث
نقل کیا ہیں۔

دوسری روایت میں ایک راوی سہی ہے کہ جھوٹ سے علاحدہ ہونے کے باوجود علم
رجل نے اسے جھوٹ کہا ہے اور اسے تفسیر الہامی کہنے والا اور ضعیف قرار دیا ہے اور اسے ابن
معین اور حقی بن اسحاق اور طبری اور فہمی اور یوسف بن عیسیٰ کوں نے ضعیف قرار دیا ہے کہ جن
سے تہذیب اچھڑ رہی ہیں ابن جریر اور دیگر ان الاحتمال میں فہمی نے احادیث لی ہیں۔ کیا سہی
ایسے شخص سے کہ جس کی یہ حالت ہو حدیث لی جاسکتی ہے اور اس پر اتفاق کیا جاسکتا ہے؟ اور اس
کے جھوٹ کو اہمیت دی جاسکتی ہے۔ اس حدیث کی سند کے ضعیف ہونے کے علاوہ ابن کثیر
اور مطالب بھی ترقی اور محدث ہے کہ یہ کہ مصدر حدیث میں عیسیٰ کو بخیر کا جھوٹ دعویٰ کرنے
والے سے میلہ کذاب اور سبیل جیسے افراد کی صف میں لکھا گیا ہے اور زکلی اور آخر حدیث میں
ابن کثیر نے اس کی سند دی گئی ہے اچھا ہونا کہ یہ جھوٹ راوی اپنی بارود سے لے لیا جھوٹ

روایت کے صدد اور ذیل کو تو جوڑ لیتا تاکہ وہ اس طرح ذیل میں آجائے اور پھر یہی ایک خط اس روایت کے جعلی ہونے اور جھوٹی ہونے کے لیے کافی ہے کہ محدثین نے لکھا ہے کہ رقعہ عطار کے باوقار مدنگاروں میں سے تھا اور اپنی زندگی کے آخر لمحات تک عطار کے ساتھ رہا اور آخر کار عطار کے ہمراہی میں شہید ہو گیا۔ اگر رقعہ کا عطار کے بارے میں وہ نظریہ ہوتا جو اس روایت میں مذکور ہوا ہے تو وہ کبھی اپنی جانی کو عطار کے دف پر قربان نہ کرتا۔

جی ہاں۔ اسی احمد بن حنبل کی یہی روایت موجب ہوئی ہے کہ مورخین اور لکھنے والوں نے اسے نقل کر کے عطار پر مدعی نبوت دینی ہونے کی تہمت لگائی ہے۔



چوتھا حصہ

﴿روایات پر تحقیق﴾

آیت اللہ الخوئی عطار کے حالات کے بیان کرتے ہوئے یہی لکھتے ہیں مگر ائمہ علیہم السلام سے عطار کے بارے میں روایات دو قسم کی ہیں۔

(۱) روایات عطار کی مدح اور تعریف میں ہیں۔

(۲) روایات عطار کی لعنت میں ہیں لیکن جو روایات اس کی مدح میں ہیں وہ قوی اور مضبوط

ہیں اور زیادہ بھی ہیں۔ آپ اس کے بعد روایات کو بالکل کشی سے نقل کرتے ہیں۔ ہم ان تمام

روایات کو نقل کر آئے ہیں۔ عمار کی کئی حدیثیں وارد ہوئے ہیں روایات کو نقل کرتے ہوئے عمار
 انہوں میں سے اکثر کی سند کے ضعیف یا اکثر کے متن کے مخدوش ہونے کی وجہ سے ان کو دور کر
 دیا ہے کہ بعد فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض ان روایات کو صحیح مان لیا جائے تب بھی یہ
 روایات تفسیر پر حمل کی جائیں گی آقا غوثی کے علاوہ اور بھی بہت سے شیعہ علماء و رجال نے ان
 روایات کو تفسیر پر حمل کیا ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔ یہ وضاحت کر دینی چاہیے کہ
 ائمہ علیہم السلام سے ہماری کتابوں میں جو بہت زیادہ روایات نقل کی گئی ہیں ان کی تصدیق ہونے
 کے باوجود تفسیر پر حمل کی جا چکی ہیں بالخصوص وہ روایات کہ جن میں سیاسی پہلو ہوا کرتا ہے۔ جو
 کچھ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہوامیہ عمار کے بارے میں بہت زیادہ حساس تھے اور
 ہمتا ہو سکتا تھا انہوں نے عمار کی شخصیت کو ~~بے خبر بنایا~~ اور بہت زیادہ جھوٹ اس کی طرف
 منسوب کیے ہیں اور اس کے بارے میں روایات گھڑی ہیں بالخصوص اہل سنت کے درباری
 علماء و دواع پر واز محدثین اور خدا سے بے خبر بنامیہ اور بنو عباس کی حکومت کے حاشیہ نشین کہ
 جنہوں نے شیعوں سے دشمنی کے اظہار کے لیے اور ان کے ~~مخفی~~ چہرے کو بگاڑنے کے لیے ہر
 طرح کے جھوٹ باعہ عنے اور تہمت لگانے میں کوئی کوتاہی اور کسر نہیں چھوڑی۔ انہوں نے نہ
 صرف شیعوں کی اعلیٰ شخصیات کے وارثے میں اختلاف لگائے ہیں بلکہ ائمہ علیہم السلام کی پاک و
 پاکیزہ ذوات مقدس پر بھی بہت زیادہ تہمتیں لگائی ہیں اور اپنی دشمنی کو ان کے بارے میں بھی
 ظاہر کیا ہے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام نے اپنی اور اپنے شیعوں کی جان کی حفاظت کی خاطر
 ضروری مواقع میں مسلمانوں کی عمومی مصلحت اور اتحاد کا لحاظ کرتے ہوئے بطور تفسیر روایات
 بیان فرمائی ہیں۔ کیا ان سے صریح اور واضح روایات اپنے بہترین اصحاب کی مذمت میں وارد
 نہیں ہوئیں؟ کیا ازراہ اور محمد بن مسلم اور زید بن علی اور دوسرے خاص اصحاب کے حالات میں
 رجال کی کتابوں میں وہ روایات موجود نہیں ہیں کہ ایسے حضرات پر آئمہ اطہار نے تفسیر کے طور

پر سخت ترین تنقید اور محض بیان کی ہے؟ یہ واضح ہے کہ آئمہؑ کے زمانے کے حالات کے لحاظ سے مصالِح کی رعایت کرتے ہوئے یہ روایات تفسیر کے طور پر ان سے وارد ہوئی ہیں لہذا اگر فرض بھی کر لیں کہ بخاری کے بارے آئمہ معصومینؑ سے خدمت اور محض کی روایات صادر بھی ہوئی ہوں تو وہ تفسیر پر حمل کی جائیں گی بالخصوص بخاری کی شخصیت کے بارے میں کہ جو اہل سنت کی نگاہ میں ہر زمانے میں موردِ حمل قرار پائی ہے۔ ہوا میں اور ہوا میں کے قاصد خلفاء کے زمانے سے لے کر موجودہ زمانے تک بخاری پر اتہامات ہی اتہامات لگائے جاتے رہے ہیں۔ ان حالات میں آئمہ طاہرینؑ نے حالات کا لحاظ کرتے ہوئے پھر بھی بخاری کے بارے میں اصل حقیقت کو واضح اور روشن کر دیا ہے اور اپنا نظریہ اس طرح کے افراد کے بارے میں بیان کیا ہے تاکہ آپ کے خواص و اصحاب پر حقیقت واضح ہو جائے تاکہ خدا انہیں ایسے پاک افراد بعد کے زمانے میں موردِ اتہام واقع نہ ہوں۔ اب ہم دونوں قسم کی روایات جو مدح اور خدمت میں وارد ہوئی ہیں نقل کرتے ہیں۔

(۱) پہلی روایت: کئی اپنی رجال میں حبیب نخعی کے توسط سے امام جعفر صادق سے نقل کرتے ہیں کہ: ”مکان المختار یکذب علی بن علی بن الحسن“ یعنی ”بخاری امام زین العابدینؑ پر جھوٹا جھوٹا باوجود حقائق“ یہ روایت سند کے لحاظ سے بہت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کا راوی حبیب مجہول الحال ہے۔

(۲) دوسری روایت: امام محمد باقر علیہ السلام سے معقولؑ ہے کہ بخاری نے ایک خط کے ہمراہ دبیے اور تحفے عراق سے مدینہ امام زین العابدینؑ علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیے۔ جب بخاری کے پیچھے ہوئے آدمی امام علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر آئے تو امام علیہ السلام نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی اور فرمایا: ”امہطوا عن ہاںہی فانی لا اقبل ہدایا“

الکتابین ولا لہم کعبہ“ یعنی میرے گھر کے دروازے سے بہت جاکر میں کذابوں کے ہر پہ پہنچ کر کتابیں اور زنی ان کے خط پر چاہوں عمار کے پیچھے ہوئے آدمیوں نے خط سے امام زین العابدین کا نام لیا کہ جناب محمد بن الحنفیہ کا نام یوں لکھ دیا ”الہدی محمد بن علی“ اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم خط پر امام زین العابدین ؑ کے بارے میں مناسب عبارت تحریر نہ تھی بلکہ اس پر لکھا ہوا تھا۔ ”ہما بن عبد من مشی وطشی“ یعنی اسے اس کے فرزند کہ جو زمین پر چلنے والوں سے بہتر تھا اور اس نے زندگی کی ابو بصر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ میں مشی کا معنی تو سمجھ گیا ہوں لیکن اس طشی کے لفظ کے کیا معنی ہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس کے معنی حیات اور زندگی ہیں۔

اس روایت کی سند میں عبیدی کا نام ہے جسے سیدائیں طلاس اور ابن ابی یونس نے نوادر الحکمہ میں ضعیف قرار دیا ہے۔ شیخ طوسی نے اسے غالیوں میں سے لکھا ہے۔

اگر روایت کو صحیح فرض کر لیا جائے تو یہاں تفسیر کا مورد ہے کیونکہ جناب عمار کے قیام کے ظاہر ہونے سے پہلے امام زین العابدین علیہ السلام عمار کے دلیا اور خجے قبول کیا کرتے تھے اس روایت میں ایسی تفسیر ہو سکتی ہے اور اگر یہ توجیہ نہ بھی کی جائے تو لازم آئے گا کہ امام علیہ السلام کے فضل میں ناقص ہو کہ جس سے امام کی ذات پاک ہوا کرتی ہے۔

(۳) تیسری روایت: عمر ابن علی امام زین العابدین کے فرزند کہتے ہیں کہ عمار نے بیس ہزار دینار امام ؑ کے لیے بھیجے تو آنحضرت نے قبول کر لیے اور اس سے عقیل بن ابی طالب اور دوسرے بنی ہاشم کے مکان جو خواب ہو چکے تھے تعمیر کروائے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ عمار نے اس کے بعد چالیس ہزار دینار آنحضرت کے لیے بھیجے اور یہ اس وقت تھا کہ جب عمار نے بعض غیر صحیح امور کا اظہار کرنا شروع کر رکھا تھا اور آپ کو عمار کے باطنی عقیدہ کا علم ہو چکا تھا تو آنحضرت نے اس دفعہ اس کے پیدینار قبول نہیں کیے درجبال کشی میں لکھتے ہیں کہ غیر

صحیح امور کا اظہار وہی ادعا تھا جو مختار محمد بن الحنفیہ کی امامت کا کیا کرتے تھے اور اس نظریہ والوں کو کیسا یہ کہا جاتا ہے اور یہی مختار یہ بھی کہلاتے ہیں۔

آیت اللہ الخوئی ان تینوں روایت کے رد میں فرماتے ہیں کہ یہ روایتیں سند کے لحاظ سے بہت ہی ضعیف ہیں اور دوسری روایت کا مضمون متناقض اور آپس میں فرق رکھتا ہے اور اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ روایات صحیح ہیں تو بھی ان روایات میں مذمت کا مضمون ان روایات سے زیادہ نہیں ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے قتل اور نمایاں صحابہ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں جیسے ان روایات کو تفسیر پر حمل کیا جاتا ہے اسی طرح انہیں بھی تفسیر پر حمل کیا جائیگا۔

(۴) چوتھی روایت: شیخ صدوق ایک مرسل روایت نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسن علیہ السلام رابطہ میں ایک زہر آلودہ خنجر۔۔۔ اپنے ایک مخالف کے قاتلانہ حملہ میں زخمی ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ مجھے علاج کے لیے سعد بن مسعود ثقفی کے ہاں جو مختار کے چچا تھے لے جایا جائے ”مختار کے چچا امام کے بہت ہی قلیل شیعہ اور محبوں میں سے تھے“ جب امام علیہ السلام کو سعد بن مسعود کے مکان میں لے آئے تو مختار نے اپنے چچا کو یہ پیشکش کی کہ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام حسن علیہ السلام کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دیا جائے اور اس ذریعے سے عراق کی حکومت حاصل کر لیں۔ جب شیعوں کو مختار کی اس طرح کی پیشکش کا علم ہوا تو وہ بہت سخت غصے میں آئے اور چاہا کہ مختار کو قتل کر دیں لیکن اس کے چچا کے درمیان میں آ جانے سے شیعوں نے اسے معاف کر دیا اور اس کی پیشکش کو نظر انداز کر دیا۔

آیت اللہ الخوئی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور اگر اس روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تب بھی کہا جاسکتا ہے کہ مختار کی اس پیشکش سے مراد اس کا واقعی اور حتمی ارادہ نہ تھا بلکہ وہ اس طرح کے اظہار کر دینے سے اپنے چچا کی رائے اور نظریہ کو معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اگر واقعی اس کا چچا اس طرح کرنا بھی چاہتا ہے تو خود

عقار امام علیہ السلام کی جان کی حفاظت کا انتظام کر سکے اور عقار کا اس طرح کی پیکش کرنا امام علیہ السلام سے محبت اور شفقت کی وجہ سے ہوا تھا نہ کہ دشمنی کی بنا پر۔

ایک عالم نے کہا ہے کہ میں نے ایک ایسی روایت دیکھی ہے کہ جس میں معصوم علیہ السلام سے عقار کے ایسے قصد کی تائید ہوتی ہے۔

ایمان الشیعہ نے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ جملہ موجود ہے کہ خود عقار نے کہا ہے کہ میں اس طرح کہنے سے اپنے چچا کا امتحان کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے بھی اسی کتاب کی آخری فصل میں اس روایت اور اس کے جواب کو نقل کیا ہے۔

کیا عقار جہنم میں جائے گا:

آیت اللہ الخوئی عقار کے بارے میں مذمت والی روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ چند ایک مطالب ہیں کہ جن کو واضح ہونا چاہیے۔

پہلا: بعض علماء کا یہ عقیدہ ہے کہ عقار کا عقیدہ صحیح نہیں تھا اسی لیے وہ عذاب کا مستحق ہے اور جہنم میں جائے گا لیکن امام حسین علیہ السلام کی شفاعت سے جہنم سے نکالا جائے گا اور نجات حاصل کرے گا۔ علامہ مجلسی کا اسی نظریے کی طرف میلان ظاہر ہوتا ہے اور اسی کی مدح و ذم کے اخبار میں جمع کرنے اور ایک دوسرے کے موافق بنانے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں ان کا اس جمع کرنے کا مد رک دور روایتیں ہیں۔

(۵) پانچویں روایت: شیخ طوسی نے اپنے طریقہ سند سے ایک روایت سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بل مراط سے گزر رہے ہو گئے تو آپ کے ہمراہ امام حسن اور حسین علیہ السلام بھی ہو گئے جب آپ بل کے وسط میں پہنچیں گے تو عقار جہنم کے وسط سے فریاد کرے گا اور کہے گا کہ یا حسین یا ابا عبد اللہ میں نے آپ کے خون کا بدلا اور انتقام

لیا تھا؟ اس وقت پیغمبر ﷺ امام حسینؑ کے فرمائیں گے کہ عمار کا جواب دو۔ امام حسینؑ اچانک شکار باز کی طرح اپنے آپ کو جنم کے وسط میں ڈالیں گے اور عمار کو وہاں سے نکال لائیں گے جب کہ عمار کا بدن سیاہ ہو چکا ہوگا اور اگر اس وقت اس کے دل کو چیرا جاتا تو ان دو کی محبت اس کے دل میں موجود پائی جاتی۔

(۶) چھٹی روایت: یہ سرائیکی روایت ہے اور اس کا مضمون تقریباً اسی پانچویں روایت کے ساتھ ملتا جلتا ہے لہذا ہم اس کے ترجمے سے صرف نظر کرتے ہیں۔ آیت اللہ الخوئی ان دو روایتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں روایتیں سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔ تہذیب کی روایت کو اس وجہ سے کہ وہ مرسل ہے کہ جس میں راوی کا نام نہیں لیا گیا اور پھر اس روایت میں امیر بن علی قیس ہے کہ جس کو موثق نہیں سمجھا گیا۔ اور دوسری روایت جو سرائی میں نقل ہوئی ہے اس کی سند میں جعفر بن ابراہیم حضری کا نام ہے اور اس کا موثق ہونا بھی ثابت نہیں ہے اور ابان نے اسی سے یہ روایت نقل کی ہے اور پھر جعفر بن ابراہیم کا زرعہ سے روایت نقل کرنا عجیب ہے کیونکہ اگر یہ جعفر وہی ہو کہ جسے شیخ طوسی نے امام رضاؑ کے اصحاب سے بتلایا ہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ابان اس روایت کو بغیر کسی واسطے کے نقل کرے (کیونکہ ان کے زمانے میں بہت فاصلہ ہے) اور اگر زرعہ وہ ہو کہ جسے برقی نے امام محمد باقرؑ کے اصحاب سے بتلایا ہے تو یہ بھی تعجب آور ہے۔ آقا خوئی اس کے بعد ان روایتوں کی رد میں یوں فرماتے ہیں کہ ابن داود جو رجال کے علماء میں سے ایک بزرگ عالم ہے آپ عمار کے بارے میں مدح اور ثناء کی روایتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ دو روایتیں ان روایات سے منافات رکھتی ہیں۔ کشی نے اس روایت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ روایت ان راویوں سے مشابہ ہے جو اہل سنت نے اختراع اور جعل کی ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے کشی کے اس جملے کو رجال کشی میں نہیں دیکھا شاید ابن داود کے پاس اصلی نسخہ موجود ہو کہ جس میں یہ جملہ بھی موجود

ہو۔ علامہ ابوعلی ہشتی القفال میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں دو کی محبت سے معلوم نہیں ہے کہ ابو بکر اور عمرؓ ہی مراد ہوں بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد حب دنیا اور ریاست مراد ہو۔ ان کا یہ فرمانا اس صورت میں ہے کہ اگر روایت کو صحیح فرض کر لیں جب کہ ہم نے اس روایت کی سند اور مضمون میں اشکال ظاہر کر دیا ہے۔ علامہ مقرر ان روایات کی رد میں فرماتے ہیں۔ کہ علماء نے ان روایات کی وجہ سے مختار پر ناروا حملے کیے ہیں اور اگر علماء کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سب روایات بد کردار راویوں کی گھڑی ہوئی جھوٹی ہیں تو علماء ان روایات کو دیوار پر دے مارتے اور ایسا کیوں نہیں ہونا چاہیے؟ اس لیے کہ اس روایت میں زرعہ نامی آدمی موجود ہے اور یہ مرد واقفہ فرقتے سے تعلق رکھتا تھا۔ علامہ نے خلاصہ میں یوں ہی فرمایا ہے اور اس کے نام کو ضغفاء کی فہرست میں کہ جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے ذکر کیا ہے۔ اور علامہ اس مرحلہ روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں دو آدمی ضعیف موجود ہیں۔

(۱) احمد بن ہلال کہ جس سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے تعمیری اور دوری کی ہے۔

(۲) امیہ بن علی قیس کہ جسے علماء رجال نے ضغفاء کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔

(۷) ساتویں روایت: بلا ذری ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ مختار نے کوفہ میں انقلاب

اور قیام کے زمانے میں ایک خط امام زین العابدینؑ کو لکھا اور آپ کی بیعت کرنے کا اظہار کیا اور لوگوں کو بھی امام علیہ السلام کی بیعت کی دعوت دی اور کچھ مال بھی آنحضرت کی خدمت میں بھیجا لیکن امام علیہ السلام نے وہ مال قبول نہیں کیا اور اس کے خط کا جواب بھی نہیں دیا۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور مختار کی بدگوئی کی اور فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے۔ جب مختار نے یہ سنا تو ایک خط محمد بن الحنفیہ کو لکھا اور چاہتا تھا کہ ان سے امام کے عنوان سے بیعت کرے۔ جب امام زین العابدینؑ کو اس کی خبر ملی تو آپ محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ مختار کے تحفوں کو قبول نہ کرو اور اس کے خط کا جواب بھی نہ دو اور ان سے فرمایا کہ مسجد میں جاؤ اور مختار سے برات

اور تہمتی کرو اور اسے برائی سے یاد کرو۔ لیکن ابن عباس نے محمد بن حنفیہ کو ایسا کرنے سے روک دیا اور اس سے کہا کہ اس میں مصلحت نہیں ہے کہ تم عتار کے خلاف کچھ کہو کیونکہ ابھی عبداللہ بن زبیر کی حکومت کے انجام کے بارے میں کچھ معلوم نہیں جناب محمد بن الحنفیہ نے جناب ابن عباس کی بات مان لی اور عتار سے بظاہر تہمتی کرنے اور اسے برا بھلا کہنے سے رک گئے۔

اس روایت کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف اور مرسل ہے اور دوسرا اگر تسلیم کر لیں کہ یہ روایت صحیح ہے تب بھی اسے اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے جب کہ امام زین العابدین علیہ السلام مدینے میں ہیں اور عبداللہ بن زبیر تمام حجاز پر قابض اور شام کے علاقہ پر بنو امیہ کی حکومت قائم ہے تقیہ پر حمل کیا جائے گا۔ امام زین العابدینؓ اس طریقے سے چاہتے تھے کہ اپنے دشمنوں کو اپنے طرف سے مطمئن کر لیں کہ کہیں انہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کا عتار سے ربط اور تعلق ہے۔ تیسرا یہ روایت ان روایات سے معارض ہے کہ جنہیں علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں نقل کیا ہے اور انہیں علماء نے قبول بھی کیا ہوا ہے کہ امام زین العابدینؓ علیہ السلام عتار کے ہدایا اور حقے قبول کیا کرتے تھے کہ جنہیں ہم پہلے نقل کر آئے ہیں۔ خود بلاذری لکھتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ عتار کے ہدایا اور تحائف قبول کیا کرتے تھے۔ چوتھا امام سیاد علیہ السلام کا محمد بن الحنفیہ کو اشارہ کرنا کہ وہ عتار سے برات کر لیں اسے بھی تقیہ پر حمل کیا جائے گا۔ پانچویں اس کو دیکھتے ہوئے کہ جناب محمد بن الحنفیہ امام زین العابدینؓ کی اطاعت کیا کرتے تھے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ امام زین العابدینؓ کے فرمان پر عمل نہ کریں اور ابن عباس کے مشورے کو مان لیں۔

(۸) آٹھویں روایت: انسب الاشراف میں ایک اور روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بنام معادیہ بن ثعلبہ عتار کے قیام اور انقلاب کے زمانے میں جناب محمد بن الحنفیہ کے پاس آیا اور آپ سے اجازت لی کہ وہ عتار کا ساتھ دے اور اس کی مدد کرے جناب محمد بن الحنفیہ نے

اسے کہا کہ اس کے ساتھ ہمارا ہی نہ کرو کیونکہ ہم اہل بیت طاقت سے لوگوں پر حکومت نہیں کیا کرتے اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی بغیر بیعت کے لوگوں پر حکومت نہیں کی۔

اس روایت کے سند کے لحاظ سے ضعیف ہونے کے علاوہ جواب یہ ہے کہ یہ روایت تقیہ پر محمول ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ محمد بن الحنفیہ کا اجازت نہ دینا اس وجہ سے تھا کہ آپ کو اس شخص پر اعتماد نہ تھا اور اگر یہ روایت اس روایت کے معارض ہے کہ جس میں آیا ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ نے مختار کے کاموں کو درست قرار دیا ہے اور اس کی تائید فرمائی ہے۔





محمد بن حنفیہ کی شخصیت

پہلا حصہ

﴿محمد بن الحنفیہ کی شخصیت﴾

جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کیسانہ اس فرقے اور گروہ کو کہا جاتا ہے جو جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کے معتقد تھے اور امام زین العابدینؑ اور دوسرے اماموں کی امامت کو قبول نہیں کیا کرتے تھے اور چونکہ جناب محمد بن الحنفیہ امام زین العابدینؑ کی نمائندگی میں اہم کردار ادا کرتے تھے اور احرار جناب عطار کے قیام اور انقلاب کی رہبری کو بھی انہوں نے اپنے ذمے لیا ہوا تھا لہذا اہم نے ضروری دیکھا کہ جناب محمد بن الحنفیہ کے مقام و منزلت اور قیام اور انقلاب کے برحق ہونے کے اثبات کے لیے ضروری ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے اس عظیم انسان کی شخصیت پر ایک مختصر نگاہ ڈالتے ہوئے ان کا یہاں تذکرہ کر دیں۔

آپ کے ذاتی کوائف:

آپ سنہ ۱۵ یا سنہ ۱۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت علیؑ کے فرزند گرامی تھے اور آپ کو اپنے نانا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ آپ کی والدہ کا اسم مبارک خولہ بنت جعفر بن قیس بن حنفیہ تھا۔ ایک دن حضرت علیؑ نے پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر خداوند عالم اسے ایک لڑکا عہدیت فرمائے تو کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں اس کا نام آپ کے اسم گرامی پر رکھ دوں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ”ان ولدت منك غلاما فسمه باسمی و کنه بکنیتی فولد له بعد موت فاطمه غلاما فسماه محمد و کنه ابو القاسم“ یعنی اگر تیرا کوئی فرزند پیدا ہوا تو اس کا نام میرے والا نام اور اس کی کنیت میری کنیت رکھ دینا آپ کا ایک فرزند جناب فاطمہ علیہا السلام کی وفات کے بعد پیدا ہوا تو آپ نے اس کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم رکھ دی۔

واقفی نے لکھا ہے کہ محمد بن الحنفیہ پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر سنہ ۸۲ھ میں وفات پائے۔

جناب محمد بن الحنفیہ اپنے والد کی زندگی میں ان کے مددگار اور معاون تھے اور اپنے والد کی خالص اطاعت کرتے تھے اور آنحضرت کی جنگوں میں بالخصوص جنگ جمل اور صفین میں اپنے والد اور دونوں بھائیوں امام حسن اور امام حسینؑ کے ہمراہ معاویہ اور اس کے لشکر کے ساتھ جنگ کرتے رہے۔ بلاذری نے اپنی کتاب میں جناب محمد بن الحنفیہ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

محمد بن الحنفیہ کی اپنے والد اور دونوں بھائیوں سے بہت زیادہ محبت و عقیدت تھی: ابن عباس فرماتے ہیں کہ صفین کی جنگ کے دوران ایک دن حضرت علیؑ نے اپنے فرزند محمد بن الحنفیہ کو حکم دیا کہ معاویہ کے لشکر کے سینہ پر حملہ کرو جناب محمد نے اپنے ہمراہوں کے ساتھ معاویہ کے لشکر کے سینہ پر بہت زیادہ سخت حملہ کیا اور اس کے لشکر کو شکست دے کر تتر بتر کر دیا۔

اس کے بعد آپ اپنی جگہ پر واپس آ گئے محمد اس حالت میں زخمی تھے اپنے والد کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ میں بہت زیادہ پیاسا ہوں امام علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے پانی دیں۔ امام علیہ السلام نے تھوڑا سا پانی اس کے سر اور صورت اور زمرہ اللہ علیہ السلام

فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ محمد کی زورہ کے حلقہ سے خون باہر نکل رہا تھا۔ تھوڑی سی استراحت اور آرام کرنے کے بعد امام علیہ السلام نے محمد کو بلایا اور حکم دیا کہ معاویہ کے لشکر کے میسرہ پر حملہ کرو۔ محمد نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ معاویہ کے میسرہ پر حملہ کیا اور انہیں بھی شکست دی اور پھر اپنی جگہ واپس لوٹ آئے جب کہ آپ زخمی تھے اور بہت زیادہ تشنہ تھے۔ امام علیہ السلام نے پہلے کی طرح اسے تھوڑے سے وقت کے لیے آرام کرنے دیا اور پھر آپ نے محمد کو حکم دیا کہ معاویہ کے لشکر کے قلب پر حملہ آورو۔ جناب محمد نے اس دفعہ بھی معاویہ کے قلب لشکر پر شدید حملہ کیا اور انہیں سخت شکست دی لیکن آپ کو بہت زیادہ زخم لگے۔ محمد حملہ کرنے کے بعد جب اپنی جگہ واپس آئے تو بہت زیادہ زخمی اور تکلیف میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے استقبال کے لیے آگے گئے اور اسے اپنی بغل میں لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا:

”فداک ابوک لقد سررتنی واللہ یا بنی“ یعنی تیرا باپ تجھ پر قربان ہو بخدا تم نے مجھے بہت زیادہ خوش کیا ہے۔ کیوں ناراحت ہو اور گریہ کر رہے ہو؟ محمد نے عرض کی پد جان آپ نے مجھے تین دفعہ بغیر کسی زیادہ وقفے کے جنگ کے خطرے اور موت کے منہ میں بھیجا لیکن خداوند عالم نے مجھے محفوظ رکھا لیکن آپ نے میرے دونوں بھائی امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو جنگ کے میدان میں روانہ نہیں کیا؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر محمد کے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا: ”یا بنی انت ابی و ہذان ابنا رسول اللہ افلا اصبہما“ یعنی میرے عزیز تو میرے فرزند ہیں اور یہ دونوں رسول کے فرزند ہیں کیا میں ان کی حفاظت نہ کروں۔ محمد نے عرض کی۔ ہاں بابا جان۔ خداوند عالم مجھے آپ پر اور میرے ان دونوں بھائیوں پر قربان کرے۔

یہ سچی محمد کی کامل محبت اور اطاعت جو آپ اپنے اور اپنے معصوم بھائیوں سے رکھتے تھے اور یہ آپ کی ایک بہت بڑی فضیلت اور کمال ہے۔

حضرت علیؓ کا عمر کی تعریف کرنا:

امام رضاؑ نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ: "قال امیر المؤمنین علیہ السلام یقول ان المعامدۃ تابی ان یحییٰ اللہ عزوجل قلت من المعامدۃ۔ قال محمد بن جعفر۔ محمد بن ابی بکر محمد بن ابی حذیفہ۔ محمد بن امیر المؤمنین بن الحنفیہ رحمہ اللہ۔" یعنی حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ کئی ایک عمر ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں ہونے دیں گے۔ راوی نے پوچھا وہ کئی عمر کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ محمد بن جعفر۔ محمد بن ابی بکر۔ محمد بن حذیفہ اور محمد بن الحنفیہ۔ محمد بن جعفر جو جناب جعفر طیار کے فرزند تھے اور امیر المؤمنینؑ کے بھتیجے تھے۔

محمد بن ابی بکر خلیفہ اول ابو بکر کے فرزند تھے کہ جن کی تربیت حضرت علیؓ کے گھر میں ہوئی تھی اور آپ حضرت علیؓ کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ معاویہ کے حیلے اور مکر و فریب سے آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

محمد بن حذیفہ جناب عقبہ بن ربیعہ کے فرزند تھے اور معاویہ کی خالہ کے بیٹے تھے۔ آپ حضرت علیؓ کے خاص اصحاب اور مددگاروں میں سے تھے۔ مصطفائی نے اس روایت کے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ محمد بن حذیفہ معاویہ کے قید خانے سے بھاگ گئے لیکن اس کو اس نے بعد میں گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔

اس کے بعد مصطفائی فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنینؑ کا یہ فرمان جناب محمد بن حذیفہ کے عادل ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ کیونکہ ان کا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے پر راضی نہ ہونا عدالت سے بھی زیادہ مرتبہ ہے کیونکہ یہ معقول نہیں ہے کہ جب کوئی کسی دوسرے کی نافرمانی پر راضی نہیں ہوتا تو وہ خود کیسے اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کرے گا۔ مرحوم مصطفائی اس روایت کو محمد بن الحنفیہ کی عدالت اور پاکیزگی پر دلیل جانتے ہیں صرف محمد بن الحنفیہ کی زندگی پر دو اشکال

کیے جاتے ہیں کہ جن کی وضاحت کرنا ضروری ہے تاکہ اس کے بعد عتار کا انقلاب اور قیام کہ جس میں محمد بن الحنفیہ کا کردار بہت اہم ہے اس سے آگاہی ہو سکے گی اور محمد کی شخصیت اور اس کے عتار کے قیام و انقلاب میں اثر و رسوخ کو بہتر سمجھا جاسکے۔

(۱) پہلا اشکال: محمد کی عظمت اور بزرگی اور اس کے روحانی مرتبے اور آپ کی امام حسین ؑ سے کمال محبت اور اطاعت کو دیکھتے ہوئے یہ اشکال ذہن میں آتا ہے کہ آپ نے اپنے اس عقیدے کو عملی طور سے کیوں نہیں ثابت کیا اور کیوں نہیں آپ اپنے بھائی امام حسین ؑ کے ساتھ دوسرے بھائیوں کی طرح کربلا کے واقعہ میں حاضر ہوئے؟ اور آپ کے ہمراہ شہید نہیں ہوئے؟

(۲) دوسرا اشکال: کیا امام زین العابدین ؑ کے ہوتے ہوئے جناب محمد بن الحنفیہ اپنے آپ کو امام اور رہبر جاننے تھے؟ آپ امام مجاہد کے مقام و مرتبے کا خیال کس حد تک کرتے تھے اور آپ کی اطاعت کس حد تک کرتے تھے؟

ہم اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ان دونوں اشکالات کا جواب مستند روایات اور بزرگ علماء رجال کے نظریات سے دیں گے۔ اس کے بعد محمد کی ذات کا عتار کے قیام میں کردار کو بیان کریں گے۔

محمد کربلا کیوں نہیں گئے:

اس کے بارے میں علامہ معینی فرماتے ہیں کہ جناب محمد بن الحنفیہ کا امام حسین کے ساتھ کربلا میں نہ آنا شاید کسی عذر اور خاص مصلحت کے لیے ہوگا اور جو روایت اس بارے میں حدیث کی وارد ہوئی ہے اگر اس کی صحت کو فرض بھی کر لیں تو شاید وہ اسی مصلحت کو بیان کرتی ہے جیسے کہ اس کی طرف ایک بزرگ شیعہ عالم مولیٰ وحید بیہانی متوجہ ہوئے ہیں اور مہنا بن

ستان کے سوالات ہوں تھے کہ:

- (۱) کیا محمد بن الحنفیہ امام حسن اور امام حسین اور امام سجاد کی امامت کا معتقد تھا یا نہ؟
- (۲) کیا ہمارے علماء جناب محمد بن الحنفیہ کا کربلا میں امام حسین کی ہمراہی نہ کرنا اور آپ کی کربلا میں مدد نہ کرنے کو درست قرار دیتے ہیں یا نہ؟

اے بزرگوار استاد خداوند عالم آپ کو سعادت مند قرار دے ان سوالات کے جوابات ہمارے لیے واضح فرمائیں اگر واقعاً محمد بن الحنفیہ اور دوسرے حضرات جیسے عبداللہ بن جعفر وغیرہ بغیر کسی معقول اور قابل قبول عذر کے امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ نہیں گئے اور ان کی مدد نہیں کی تو ان کا حاکم و انجام کیا ہوگا؟

علامہ وحید نے ان کے جواب میں فرمایا: پہلے امامت کے اصول میں مسلم ہے کہ ایمان کا معیار اور بنیاد تو حید، عدل، نبوت اور امامت پر قائم ہے۔ جناب محمد بن الحنفیہ اور جناب عبداللہ بن جعفر کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ ان کا عقیدہ حق کے خلاف ہو کہ جس کی وجہ سے ایمان کے دائرے سے خارج ہو جائیں وہ ایمان کہ جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہوتا ہے اور عذاب سے نجات ملتی ہے۔

جناب محمد بن الحنفیہ کا امام حسین علیہ السلام کی نصرت و معاونت نہ کرنا ایک نقل کے مطابق یوں وارد ہوا ہے کہ آپ اس وقت مریض تھے اور پھر انہیں یہ بھی خیال تک نہ تھا کہ امام حسین کا یہ سفر ان کی شہادت کا موجب ہوگا اور کربلا کا سانحہ رونما ہوگا اور اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا تو آپ کبھی بھی مدد کرنے اور ساتھ جانے سے گریز نہ کرتے۔ یہ مطلب علامہ وحید کا تھا کہ جسے معقانی نے نقل کیا ہے اور اس کے بعد خود معقانی فرماتے ہیں کہ یہ جو نقل ہوا ہے کہ جناب محمد مریض تھے یہ درست نہیں ہے اور اگر آپ بیمار بھی ہوئے ہیں تو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اور اہل بیت کے مدینہ لوٹ آنے کے بعد ہوئے ہیں یہ مطلب تاریخ میں واضح ہے۔

لہذا اس سوال کا صحیح جواب یہ ہے کہ جو اصحاب امام حسین کے ہمراہ آپ کی مدد کرتے ہوئے میں شہید ہوئے ہیں وہ خاص معین افراد تھے اور ان کی تعداد بہتر (۷۲) ہے خداوند عالم نے اپنے علم نظیر میں انہی ہی کو اس شرافت اور افتخار کے لیے مخصوص کیا ہوا تھا اور بھی اللہ کے نکوئی مصالح اور ارادے کے ماتحت مقرر تھا اور کوئی دوسرا فرد اس مرتبے پر موفق نہیں ہو سکتا تھا کہ چہ بعض افراد جو امام حسین ؑ کی مدد اور نصرت کے لیے نہیں آئے اللہ کے نزدیک بہت عظیم الشان تھے اور امام حسین ؑ کے بعض اصحاب کے مرتبے سے بالاتر مرتبہ اور مقام رکھتے تھے البتہ اس مرتبہ شہادت کہ علاوہ جو امام حسین ؑ کے خاص اصحاب نے حاصل کیا ہے۔ امام حسین ؑ نے جب مجاز سے عراق کی طرف حرکت کی تو آپ خود جانتے تھے کہ آپ فیض شہادت حاصل کریں گے لیکن بظاہر آپ جنگ کرنے کے قصد اور مسلحانہ لڑائی لڑنے کے لیے نہیں نکلے تھے تاکہ تمام مکلف انسانوں پر جہاد کے عنوان سے آپ کے ساتھ جانا واجب ہوتا۔ بلکہ آپ اپنی ظاہری تکلیف کے ماتحت کہ لوگوں نے آپ کو وہاں بلایا تھا وہاں گئے تھے۔ لوگوں کی ظاہری رہبری اور پیشوائی کے لیے نکلے تھے جب حرکت اور سفر کرنے کا مقصد ہی یہ ہو تو پھر دوسروں پر واجب نہ تھا کہ وہ یقیناً اور حتماً آپ کے ہمراہ سفر کریں اور اگر کوئی اس حالت میں آپ کے ساتھ نہیں آئے تو اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہاں وہ لوگ گناہگار ہیں کہ جنہوں نے واقعہ کربلا اور امام حسین کے عاشورہ کے دن محاصرہ میں آ جانے کے بعد امام علیہ السلام کا ساتھ نہیں دیا اور آپ کی مدد کو نہیں آئے جب کہ یہ لوگ اس معرکہ میں موجود تھے اور ان کے لیے امام کے ساتھ مل جانے میں کوئی مانع اور رکاوٹ نہ تھی۔ ایسے تمام لوگ مقصر ہیں لیکن جو لوگ مجاز میں تھے اور وہ پہلے سے ہی آپ کے ہمراہ نہیں آئے وہ اس وقت آپ کے ہمراہ جانے کے مکلف نہ تھے تاکہ ان کا وہ جانا ان کے لیے موجب فسق اور گناہ ہو لہذا بہت سے اچھے اور نیک لوگ تھے کہ جن کا نام تقدیر الہی میں شہادت کے لیے نہیں لکھا گیا تھا وہ مجاز

میں ہی رہ گئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کوئی بھی ایسے لوگوں کی عدالت اور نیکی میں شک نہیں کر سکتا لہذا جناب محمد بن الحنفیہ اور عبد اللہ بن جعفر کا آپ کے ہمراہ نہ آنا فرمانی یا انحراف کی وجہ سے نہیں تھا اور نہ ہوگا۔

ایک اور دلیل:

صحیح روایات جو سند کے لحاظ سے مورد اعتماد ہیں ان میں امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے کربلا میں اپنی شہادت سے تھوڑے وقت پہلے اس مضمون کا ایک خط مدینہ میں بنی ہاشم کے لیے بھیجا۔ ”اما بعد اتم میں سے جو شخص میرے ہمراہ ہے وہ شہید ہو جائے گا اور جو میرے ساتھ نہیں آئے وہ قح کے رتبے کو نہیں پاسکیں گے۔ والسلام۔“ ایک روایت میں ہے کہ جب امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن الحنفیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہیں محمد کے کاموں کے بارے میں خبر دیتا ہوں کہ امام حسین علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نام خط لکھا تھا پھر آپ نے اسی سابقہ خط کا ذکر کیا۔

یہ صحیح حدیث اس مطلب کو بیان کرتی ہے کہ جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ نہیں گئے وہ اس شہادت کے بلند وبالارہتے کو حاصل نہیں کر سکے اور یہ نہیں بتلاتی کہ جو رہ گئے اور آپ کے ساتھ نہیں گئے ان کو عتاب اور سزا دی جائے گی اور اگر آپ کی اس خط میں یہ مراد نہ ہوتی تو خط کے آخر میں یوں تحریر فرماتے کہ جو مجھ سے نہیں آلا اور مل سکتا تھا وہ گناہ گار ہوا۔ خوب غور کیجیے۔

اس حدیث کی وضاحت میں علامہ مجلسی بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں اور مقام فتح کو نہیں پاسکے کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ اس روایت میں یہ احتمال دیا جاسکتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں کو کربلا میں آنے اور نہ آنے کا اختیار دے رکھا تھا اور چونکہ ان کا کربلا میں آنا ایک واجب امر نہ تھا بلکہ وہ مخیر تھے لہذا ان کا رہ جانا اور نہ آنا گناہ شمار نہ ہوگا۔ لہذا محمد بن الحنفیہ کا کربلا میں نہ آنا اگرچہ اس کے مرتبے کو شہداء کربلا کی نسبت سے کم کر دیتا ہے

لیکن اس پر گناہ بھی کوئی نہیں ہوگا۔

ایک جواب:

علامہ مجلسی نے امام حسینؑ کے واقعہ میں مدینہ سے مکہ اور مکہ سے کربلا جانے کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں ایک مناسب جواب جناب محمد بن الحنفیہ کے ساتھ نہ آنے کا موجود ہے۔ جناب محمد کا امام حسینؑ سے یہ خواہش کرنا کہ آپ عراق کی طرف سفر نہ کریں کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے محمد بن الحنفیہ کے جواب میں فرمایا کہ میں مکہ کی طرف سفر کر جانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ تمام خاندان بھائی بہنیں بیٹے اور میرے شیعہ میرے ہمراہ ہیں لیکن ”انت یا اخی فلا علیک ان تلعب المدینہ فتحکون لی عینا لا تغنی عنی شینا من امورہم“ یعنی تم اے میرے بھائی ضروری نہیں کہ تم میرے ساتھ آؤ بلکہ تم مدینہ میں رہ جاؤ اور مجھے خبریں اور واقعات کے بارے میں اطلاع دیتے رہو تاکہ ہم پر کوئی چیز غلطی نہ ہو۔

اس روایت کو دیکھتے ہوئے تو یہ مسئلہ خود بخود واضح طور پر حل ہو جاتا ہے کہ جناب محمدؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے حکم کے ماتحت مدینے میں رہ گئے تھے اور آپ کے ساتھ سفر نہیں کیا تھا۔

دوسرا مطلب:

ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ تمام بزرگ علماء جیسے مقاتانی، خوئی وغیرہ نے مختار کے امامت کے عقیدہ کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مختار جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت کا معتقد نہ تھا اور اس نے بھی اس عقیدے کی ترویج بھی نہیں کی تھی۔ مختار کی ذات اس اتہام سے بری ہے وہاں ہم نے ذکر کیا تھا کہ کیا خود محمد بن الحنفیہ نے اپنے لیے امامت کا ادعا کیا تھا یا وہ

جناب امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے متعلق تھا؟

بہت سی روایات اور بزرگ علماء و رجال کے مطابق جناب محمد بن الحنفیہ نے امام حسین کی شہادت کے بعد خود امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ اس مسئلہ میں گفتگو کی تھی اور جب محمد بن الحنفیہ کے سامنے امامت کا مسئلہ واضح اور ثابت ہو گیا تو پھر آپ ایک غلام کی طرح امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے اٹھاری کرتے ہوئے آپ کی اطاعت کیا کرتے تھے اس کے علاوہ ماجراج امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کے ابتداء میں جناب محمد بن الحنفیہ کے ساتھ واقع ہوا تھا کہ جناب عمار کے انقلاب برپا کرنے کے کئی سال پہلے ہوا تھا اور وہ بھی اس غرض سے ہوا تھا کہ جناب محمد بن الحنفیہ جو معرفت و علم اور شخصیت و شہرت رکھتے تھے آپ نے چاہا تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کا مقام اور مرتبہ اپنے ان لوگوں کو سمجھا دے اور واضح کر دے جو جناب محمد بن الحنفیہ کے عقیدہ مند تھے تاکہ انہیں یہ گمان نہ رہے کہ کہیں محمد جناب امام زین العابدین سے افضل اور مقدم ہے کیونکہ بعض شیعہ جناب محمد بن الحنفیہ کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ اور سوچ رکھتے تھے آپ نے ان کی اسی سوچ کو غلط ثابت کرنے اور اس کے اشتباہ کو دور کرنے کے لیے خود امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے امامت کے مسئلہ کو اٹھایا (آپ کا یہ اقدام بھی ان کی عظمت اور فضیلت اور کمال کو بتاتا ہے) جب محمد نے امامت کے مسئلہ کو خود اٹھایا تو امام زین العابدین علیہ السلام اپنے چچا محمد بن الحنفیہ کو حجر اسود کے سامنے لیے گئے اور وہاں جا کر امامت کا مسئلہ واضح اور روشن طور پر حل ہو گیا (کیونکہ حجر اسود نے امام زین العابدین کی امامت کی گواہی دے دی تھی) اس کے بعد کبھی بھی کوئی ایسی بات یا عمل یا فکر جناب محمد بن الحنفیہ سے ظاہر نہیں ہوا کہ جس سے ظاہر ہو کہ آپ اپنے آپ کو امام یا خلیفہ جانتے ہوں بلکہ اس کے برعکس جناب محمد بن الحنفیہ بقیہ ساری زندگی ہر مقام اور ہر مقصد میں امام حجاز علیہ السلام کو ولی امر اور حجت خدا اور امام منصوص اور معصوم اور منصوب من اللہ جانتے اور قبول کرتے رہے۔

کے اقوال اور روایات اس مطلب اور حقیقت کو واضح کرنے کے لیے موجود ہیں اور چونکہ امام سجادؑ نے عمار کے قیام اور انقلاب کی رہبری جناب محمد بن الحنفیہ کے سپرد کر دی تھی اور انہیں اپنا عمار عام نمائندہ اس کام کے لیے قرار دیا تھا اور یہ بھی واضح ہے کہ دوسرے بنی ہاشم کی نسبت بلکہ امام سجاد کی نسبت جناب محمد بن الحنفیہ ہی عمار کے قیام میں مورد گفتگو ہوتے تھے اور کوفہ کے سرداروں بالخصوص عمار نے امام سجاد سے امام حسین علیہ السلام اور شہداء کربلا کا بدلہ لینے کی اجازت کے بعد قیام و انقلاب برپا کیا تھا اور انقلاب برپا کرنے والوں کا ربط اور واسطہ امام زین العابدین کے ساتھ تھا آپ نے جناب محمد بن الحنفیہ کو اس امر کے لیے مقرر کیا تھا بعض لوگوں نے خیال کیا کہ خود جناب محمد بن الحنفیہ امامت کے مدعی ہیں اور عمار آپ کا نمائندہ اور مروج ہے اور محمد نے ہی عمار کو اس کام کے لیے بھیجا ہے حالانکہ یہ سب کچھ ایک سیاست اور چال تھی جو تئیں پڑتی تھی کہ جس سے امام زین العابدینؑ کی جان کی حفاظت مقصود تھی۔ صرف لوگوں کا محمد بن الحنفیہ کو امام جاننا سبب نہ ہوگا کہ ہم محمد بن الحنفیہ کی مذمت شروع کر دیں اور اسے عقیدے میں غلط اور منحرف قرار دیں جبکہ کیسا یہ فرقہ جناب محمد حنفیہ کی وفات کے بعد ایک شیعہ فرقہ بن کر اسلامی فرقوں میں داخل ہوا ہے جیسے کہ زید یہ فرقہ جو جناب زید کو امام زین العابدینؑ کے بعد امام قرار دیتا ہے جناب زید کی شہادت کے بعد وجود میں آیا ہے اور انہوں نے امام زین العابدینؑ کی وفات کے بعد مختصر طاقت اور قوت بھی حاصل کر لی تھی بلکہ بعض مناطق میں اپنی حکومت بھی بنائی تھی اور ان کی ایک انقلاب بھی برپا کیے تھے اور ایک خاص مسلک کو اپنایا تھا حالانکہ جناب زید کی ذلت اپنے مقام اور مرتبے کے لحاظ سے ان کے عقائد سے دور اور پاک تھی بلکہ ایسے غلط عقائد جاہل اور نادان دوستوں نے بنائے تھے کہ جس پر اس مسلک اور مذہب کی بنیاد رکھ دی گئی اب بھی زید یہ فرقہ جہان اسلام میں ایک شیعہ فرقہ اصول و عقائد اور فروعات خاص پر مبنی شمار ہوتا ہے اور بہت بڑا فرقہ موجود ہے لیکن کیسا یہ فرقہ بہت زیادہ

مدت نہیں مل سکا اور اس کا وجود ختم ہو چکا ہے۔

پس جناب محمد بن الحنفیہ کے معتقد کو معلوم کرنا و غرض کے لیے ہے:

- (۱) محمد بن الحنفیہ کی ذات سے امامت کے ادعا کی تہمت کو دور کرنا۔
- (۲) اہل بیت کی اس بزرگ شخصیت کی معرفت اور آپ کا شمار کے قیام میں کردار۔



دوسرا حصہ

﴿محمد بن الحنفیہ اور امامت سجاد علیہ السلام﴾

- (۱) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ محمد بن الحنفیہ حضرت امام زین العابدین کی امامت کے عقیدے کا اقرار اور اعتراف رکھتے ہوئے عی ۸۴ھ میں فوت ہوئے اس روایت کو شیخ صدوق نے نقل کیا ہے اور اسے علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں نقل کرتے ہوئے تصدیق کی ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ حضرت سجاد علیہ السلام کی امامت کا اور ولایت کا اقرار رکھتے تھے علامہ معانی حضرت حنفیہ سے دفاع کرتے ہوئے اور یہ کہ آپ امام سجاد علیہ السلام کی امامت کا اقرار کرتے تھے تحریر کرتے ہیں کہ جو نزاع اور کشمکش جناب حنفیہ کی حضرت سجاد علیہ السلام سے ہوئی اور ان کا اپنی امامت کا ادعا تو یہ سب موجب ہوا کہ آپ نے حراسہ کی گواہی کے بعد حضرت سجاد علیہ السلام کی امامت کا اعتراف اور یقین کر لیا تھا جیسے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ جب حجر الاسود نے

امام زین العابدینؑ کی امامت کی گواہی رسولِ حق جناب محمد بن الحنفیہ امام زین العابدینؑ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کی اطاعت کا اظہار کیا اور آپ کے مطہر فرما ہوا ہونے کے اور اس کے بعد آپ نے کبھی بھی اس مسئلہ کو نہیں چھوڑا ہم اس روایت کو جس میں حجر لاسود کی امامت زین العابدینؑ کی امامت کی گواہی موجود ہے اور جناب محمد بن الحنفیہ کا بغیر کسی قید اور شرط کے آنحضرتؐ کی امامت کا اعتراف اور اطاعت کرنا موجود ہے مرحوم کلینی کی اصول کافی سے نقل کرتے ہیں جو کج اور مستتر ہے اور اس کے بعد محمد بن یحییٰ آپ کے راجح العقیدہ ہونے پر نقل کریں گے وہ روایت یہ ہے۔

حجر لاسود کی گواہی:

حدیث کلینی اپنی مستتر کتاب اصول کافی میں کج روایت نقل کرتے ہیں کہ جس سے محمد بن الحنفیہ کا حج اور پختہ عقیدہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ روایت یوں ہے زرارہ نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جناب محمد بن الحنفیہ نے امام زین العابدینؑ سے تعزائی میں بات کرنے کی اجازت طلب کی اور جب آپ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا اے میرے بھائی کے فرزند۔ آپ جانتے ہیں کہ خلیفہ خدا نے اپنے بعد حضرت علیؑ کو امام اور وصی بنایا تھا اور اس کے بعد امام حسنؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کو امام اور وصی قرار دیا تھا آپ کے والد کہ جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور درود ہو اللہ تعالیٰ کے رضوان کی طرف منتقل ہو کر شہید ہو گئے ہیں اور اپنے بعد کسی کی جانشینی کی وصیت نہیں کی ہے؟ اور آپ جانتے ہیں کہ میں تیرا چچا اور آپ کے والد کے ساتھ ایک لڑی سے ہوتے ہوئے حضرت علیؑ علیہ السلام کا فرزند ہوں میں اپنے سن و سال کے لحاظ سے آپ پر سبقت اور تقدم رکھتا ہوں جب کہ آپ جوان ہیں میں امامت اور وصایت کا زیادہ سزاوار اور لائق ہوں لہذا آپ میرے ساتھ امامت اور جانشینی کے مسئلہ میں نزاع اور جھگڑا نہ کریں۔

امام زین العابدین ؑ نے اس پہنچا کے جواب میں یہ نہ ملو اور سوز لہجہ میں فرمایا۔
 چاہا جان اعدائے داریں اور جس چیز پر آپ کا حق نہیں ہے اسے مطلب نہ کریں مگر آپ کو
 صحت اور سوسٹہ کرنا ہوں کہ لیکن آپ نادان اور جاہل نہ بن جائیں۔ چاہا جان امیر سے والد
 اس سے پہلے کہ عراق کی طرف سفر کریں امامت کے لیے میرے بارے میں وصیت کی تھی اور
 پھر شہید ہونے سے پہلے اس عہد کو دھرایا تھا پھر ؑ کے پورے شہادت ہیں وہ میرے پاس
 ہیں آپ امامت کے بارے میں معترض نہ ہوں کیونکہ میں ذرنا ہوں کہ کہیں تمہاری عمر کو گناہ نہ ہو
 جائے اور میری عاقبت بگرنہ جائے کیونکہ خداوند عالم کی ذات نے امامت اور ولایت کو امام
 حسین ؑ کی نسل اور اولاد میں قرار دیا ہے اس کے بعد امام ؑ نے چاہا کہ اس مطلب کو کسی طور
 سے اس پہنچا کے لیے رابطہ اور ظاہر کر دیں تو ان سے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ مطلب
 آپ پر واضح ہو جائے اور آپ کو بھی جائے تو آئیے ہم حجر اسود کے پاس جائیں اور اس سے
 اس کا فیصلہ کرادیں اور حجر اسود سے ہی اس کے بارے میں سوال کریں۔ امام محمد باقر ؑ
 فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان کے درمیان مکہ میں واقع ہو رہی تھی دونوں حجر اسود کے پاس گئے امام
 زین العابدین ؑ نے جناب محمد بن الحنفیہ سے فرمایا کہ پہلے تم اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کرو
 اور اللہ تعالیٰ سے مطلب کرو کہ حجر اسود کو بلا کر دے اور اسے زبان دے اور پھر تم اس سے امامت
 کے بارے میں سوال کرو۔ محمد نے یہی دعا پڑھی اور انکساری سے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور حجر
 اسود سے چاہا کہ مطلب کو جان کرے لیکن حجر اسود نے ان کا کوئی جواب نہ دیا۔ امام زین
 العابدین ؑ نے فرمایا ہے چاہا کہ تم لا ملو اور وی ہوتے تو حجر اسود آپ کو جناب و رتبتہ جناب
 محمد بن الحنفیہ نے کہا ہے سچے سچے اب تم دعا کرو اور خدا سے مطلب کرو۔ امام زین العابدین ؑ نے
 دعا کی اور اس کے بعد فرمایا۔ اے حجر اسود میں تم سے چاہتا ہوں کہ جس خدا نے تمام انبیاء اور
 اولیاء اور لوگوں کے چنانچہ تم میں قرار دے دیں تو تمہارا امام حسین ؑ کے بعد امام اور وی کل

ہے؟ حجر اسود اس طرح لرز اور حرکت کی کہ نزدیک تھا کہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائے اس کے بعد خداوند عالم نے اسے پونے کی قدرت دی اور اس نے فصیح عربی زبان میں کہا کہ خدا نے امام حسین ؑ کے بعد امامت اور وصایت علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب کے لیے قرار دی ہے جو قاطعہ زہرا کے فرزند ہیں اس لیے کہ سننے کے بعد جناب محمد بن الحنفیہ اپنے اوجاسے ہٹ گئے اور امام زین العابدین ؑ کو اپنا امام تسلیم کر لیا اور آپ کے چہرہ دکا رہ گئے۔

علامہ مجلسی کی گفتگو:

علامہ مجلسی اس روایت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ جناب محمد بن الحنفیہ کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض روایات آنجناب کی جلالت قدر اور عظمت کو بیان کرتی ہیں جیسا کہ شیعوں کے ہاں مشہور بھی ہے اور بعض روایات آپ سے بعض اعتراضوں کے صادر ہونے کو بیان کرتی ہیں جیسا کہ اس روایت میں نقل ہوا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ آپ کا جھگڑا اور نزاع امام زین العابدین سے بعض مصالح کی بنا پر ظاہری اور دکھلاوے کا ہو کیونکہ ہو سکتا تھا کہ خفیف اور کم محل شیعہ یوں کہہ دیں کہ محمد بن الحنفیہ جناب زین العابدین سے سال اور عمر کے لحاظ سے بڑے ہیں اور آپ ہی امامت کے سزاوار ہیں لہذا ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے محمد بن الحنفیہ نے یہ روش اختیار کی ہو کہ جس سے ان پر بھی مسئلہ امامت واضح اور روشن ہو جائے۔ نیز جناب محمد بن الحنفیہ کا امام حسین ؑ کے ساتھ کربلا میں نہ جانا بعض مصلحت کی بنا پر خود امام حسین ؑ کے حکم سے ہوا تھا۔ علامہ مجلسی کی اس وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی مشہور علامہ شیعہ کی طرح جناب محمد بن الحنفیہ کے عقیدے کو صحیح اور پاک سمجھتے تھے اور آپ کی جلالت قدر اور منزلت کو مانتے تھے۔

میرا بھیجا امام ہے:

ابو بصیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابو خالد کا ملی کا ایک زمانے میں جناب محمد بن اصفیہ کی خدمت میں تھے اور معمولی شک بھی ان کی امامت میں نہیں رکھتے تھے اس نے ایک دن جناب محمد بن اصفیہ سے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں میں آپ سے مودت اور محبت رکھتا ہوں میں آپ کو رسول اللہ اور امیر المومنینؑ کے احترام اور مقام کی قسم دیتا ہوں آپ مجھے بتلائیں کہ کیا آپ وہی امام ہیں کہ جس کی اطاعت خداوند عالم نے تمام لوگوں پر واجب قرار دی ہے؟ محمد بن اصفیہ نے اس کے جواب میں کہا اے خالد تو نے مجھے ایک بہت بڑی قسم دلائی ہے تو جان لے کہ امام کہ جس کی اطاعت واجب ہے وہ علی بن الحسین میرے بھتیجے ہیں وہ میرے اور تیرے اور ہر ایک مسلمان کے امام ہیں۔ اس کے بعد امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب حقیقت ابو خالد کے سامنے واضح ہو گئی تو وہ امام سجادؑ کی خدمت میں آیا اور ملاقات کی اجازت طلب کی۔ امام علیہ السلام نے اسے ملنے کی اجازت دی جب وہ امام علیہ السلام کے خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے نگر خوش آمدید۔ پہلے تو تم ہمارے پاس نہیں آیا کرتے تھے اب کیا وجہ ہے کہ تم ہمارے پاس آئے ہو؟

جب ابو خالد نے امام علیہ السلام سے یہ بات سنی تو فوراً سجدہ میں گر گیا اور شکر کا سجدہ بجالایا اور کہا کہ خداوند کا شکر ہے کہ میں نے مرثیے سے پہلے اپنے امام کو پہچان لیا ہے اور اس کی معرفت حاصل کر لی ہے؟ ابو خالد نے جواب دیا کہ آپ نے میرا وہ اصلی نام لیا ہے کہ جسے سوائے میری ماں کے اور کوئی بھی مجھے اس نام سے نہیں پھیچتا ہے اس کے علاوہ میں ابھی تک امامت کے بارے میں اندھا تھا اور میں عمر کا کافی حصہ محمد بن اصفیہ کا خدمت گزار رہا ہوں اور مجھے کوئی شک نہ تھا کہ وہی میرے امام ہیں لیکن انہوں نے مجھے بتلایا ہے کہ امام بنی العباس ہیں

میرے اور میرے اور تمام مسلمانوں کے امام ہیں۔ اس کے بعد ابو خالد امام زین العابدینؑ کی امامت کا کمال اور مستند ہو گیا۔

امام جوادؑ کے ساتھ محمد بن الحنفیہ کا مشورع و شروع

ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے جناب محمد بن الحنفیہؑ سے عرض کی کہ آپ اپنے بھتیجے امام جوادؑ سے اس طرح خطاب کرنے میں یقین رکھیں کہ وہ آپ سے اس طرح کا خطاب نہیں کرتے؟
میرے جواب میں فرمایا کہ زین العابدینؑ نے امامت کے سلسلے میں عمر اسودؑ کو اپنے اور میرے درمیان فیصلہ کرنے والا حاکم قرار دیا اور آپ کا عقیدہ تھا کہ عمر اسود اللہ تعالیٰ کے حکم سے حکم کرے گا میں ان کے ساتھ عمر اسود کے پاس گیا اور میں نے عمر اسود سے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ ”سلوا الامر الی ابن ابی نجران فانہ الحق بہ نصرت“ یعنی امامت امام جوادؑ کے ہر دو کردہ و قول سے اس بارے میں زیادہ سچی ہے۔ ابو خالد جو پہلے محمد بن الحنفیہؑ کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا خود محمد بن الحنفیہؑ کی راہنمائی سے اس نے ہدایت پائی اور مکروہ الامی یعنی حقیقی شیعوں کو کیا الامی سکا اور بارہ اماموں کا مستند ہو گیا۔

اسی نے کتبِ امامت میں امام جعفر صادقؑ کی ایک روایت میں آنحضرتؐ سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جب ابو خالد کامل سے مدینہ آیا تو وہ محمد بن الحنفیہؑ کی امامت کا مستند تھا لیکن اس نے دیکھا کہ خود محمد بن الحنفیہؑ اپنے بھتیجے امام جوادؑ کا غیر معمولی احترام کا کمال اور عقیدہ سے متاثر ہے اور وہ آپ کو میرے آقا کے قتل سے خطاب کرتا ہے ابو خالد نے اس طرح سے خطاب کرنے کی وجہ پوچھی تو جناب محمد نے اسے عمر اسود والا واقعہ بتایا اس واقعہ کے سننے کے بعد ابو خالد امامی شیعوں ہو گیا۔

یہ ہماری نے اپنے امامت کے عقیدے سے محمد بن الحنفیہؑ کے بارے میں رکھتا تھا جوادؑ کے بعد اپنے اعتقاد میں ابو خالد کے عقیدہ سے نہ کیے ان کی شمار میں نقل کیا ہے

کس کا شایع ہے:

وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَّا فِي الْحَرْبِ

وَلَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ إِلَّا فِي الْحَرْبِ

یعنی مجھے تعجب ہوتا ہے زمانے کے بدلنے سے اور ابو خالد کے واقعہ کے بیان سے۔

حضرت بن عباس نے رسالہ ذوق البصائر کے مقدمے میں تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ

بن وصال کے لحاظ سے امام سجاد سے بڑے تھے لیکن آپ امام سجاد کے ظہور فرما کر اور آپ مطہر

تھے آپ امام سجاد کو دینی لحاظ سے ضروری طور پر مقدم قرار دیتے تھے اور معمولی سا کام بھی امام

سجاد کی رضایت کے بغیر انجام نہیں دیتے تھے۔ محمد بن الحنفیہ امام سجاد کی اطاعت ایسے ہی

کرتے تھے جیسے رحمت ایچ آگاہ سردار کی اطاعت کرتی ہے۔ آپ امام سجاد کے حکم کو اس

عنوان سے کہ امام وقت اور ولی والی الامر کے حکم کے طور پر بجالاتے تھے اور حضرت امام زین

العابدین کا احترام اسی طرح کرتے تھے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کا احترام کرتا ہے۔ اس

کے بعد حضرت بن عباس نے لکھا ہے کہ محمد بن الحنفیہ نے امام سجاد کے ہوتے ہوئے کیوں عمار کے

قیام و انقلاب کی رہبری کا عہدہ اپنے ذمہ لیا تھا۔ یوں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحنفیہ نے امام

حسین کے خون کا بدلہ لینے کے قیام و انقلاب کی رہبری کو امام سجاد کے دل کے اطمینان اور اس

زمانہ میں امام سجاد علیہ السلام کے مرجعہ عالیہ کو بد نظر رکھتے ہوئے اس سنگین ذمہ داری کو سنبھالا تھا۔ امن

نمانے جناب محمد کی بلند بالا شان اور امامت کے مسئلے پر پختہ اعتقاد اور امام حسن اور امام حسین

اور امام سجاد کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں اور اس کے بعد تحریر

کرتے ہیں کہ ان روایات کو دیکھتے ہوئے کس طرح ممکن ہے کہ آپ امام سجاد کی امامت اور

اطاعت سے سرکشی کریں۔ نعوذ باللہ اور اسلام سے خارج ہو جائیں کیونکہ واجب الطاعت کی

مخالفت دین سے خارج ہو جانے کا موجب ہوتی ہے اور جب کہ محمد جانتے تھے کہ امام حسین

کے خون کے ولی اور وارث امام زین العابدینؑ ہیں اور وہی شہداء کربلا کے پاک خون کا انتقام لینے کا حق رکھتے ہیں۔ ان چیزوں کو جانتے ہوئے لوہاں حقیقت کو پہچانتے ہوئے جناب مختار نے قیادت کے منصب کی اجازت حاصل کرنے کے بعد اپنے قیام و انقلاب کو شروع کیا اور اپنے قدرمند رہا تھوں کو خدا کے فضلوں پر اٹھایا اور فسق و فجور کے پروردہ لوگوں کو شکست دی اور ان ہاتھوں کو جو شراب نوشی سے پورشن پاسکے تھے چمکا چور کر دیا اور اپنے لیے ایسی فضیلت حاصل کی کہ کوئی عرب اور عجم وہاں تک نہیں پہنچ سکا اور ایسی منقبت اور مقام اپنے لیے حاصل کیا کہ جیسے آئمہ ہدیٰ کے علاوہ نبی ہاشم کے بعض لوگ بھی حاصل نہ کر سکے۔ جناب امیر اہم اشتر بھی اس عظیم کارنامہ میں جناب مختار کے ساتھ شریک رہے اور امیر اہم اشتر کو بھی اپنے دین میں کبھی شک نہیں گزر اور ان کے یقین اور اعتقاد میں بھی معمولی سی کجی اور انحراف نہیں دیکھا گیا۔ ان دو بزرگ انسانوں یعنی مختار اور امیر اہم کے بارے میں یہی صحیح فیصلہ اور حکم ہے اور بس۔

امام محمد باقرؑ نے محمد بن الحنفیہ کو دفن کیا:

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ میں محمد بن الحنفیہ کی بیماری میں ان کے نزدیک تھا میں نے خود ان کی آنکھیں بند کیں اور میں نے خود انہیں غسل دیا اور کفن پہنایا اور ان پر نماز پڑھی اور انہیں دفن کیا۔

حیاں سراج ان میں سے تھا کہ جو جناب محمد بن الحنفیہ کی امامت اور ان کی غیبت کا معتقد تھا جیسے کہ کیا سنیہ کا عقیدہ ہے کہ آپ فوت نہیں ہوئے اور زعمہ ہیں اس کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کئی دفعہ ان کی امام جعفر صادقؑ سے ملاقات ہوئی اور امامت کے مسئلے میں امام جعفر صادقؑ سے بحث کی امام علیہ السلام نے اسے اس کے اس اشتباہ کی طرف متوجہ کیا لیکن اس نے امام کی رہنمائی اور ہدایت کی طرف کوئی توجہ نہ دی اس کے متعلق رجال کشی میں قین روایتیں نقل کی ہیں ہم ان میں سے ایک کو یہاں نقل کرتے ہیں باقی دو کا مضمون بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔

عبداللہ بن سہیل جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ
 حیان سراج امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام اس کی طرف
 متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ وہ بہت جناب محمد بن احمطیہ کی ہایت کیا کہتے ہیں؟ حیان نے کہا کہ ان
 کا عقیدہ ہے کہ محمد خلیفہ زندہ ہیں اور اپنی روزی خواہ سے لیتے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ
 میرے والد نے مجھے بتلایا ہے کہ میں ان میں سے کہ جس نے محمد کی اس مرض الموت کی جانیت
 میں عبادت کی اور میں نے ان کے مرنے کے وقت ان کی آنکھیں بند کیں اور میرے والد نے
 انہیں قبر میں اتارا اور ان کے بعد ان کی عورتوں کی شادیوں کر انہیں لوہا اس کی وراثت کا اس کے
 ورثہ میں تقسیم کیا۔ حیان نے جو امام علیہ السلام کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوا تھا کہ کہا کہ
 جناب محمد خلیفہ کی مثال اس امت میں اس طرح ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تمثیل
 لوگوں کا گمان تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کبھی اٹھ اٹھیں گے ہیں اور انہیں پھانسی پر لٹکایا گیا ہے جب کہ جناب عیسیٰ
 قتل نہیں ہوئے تھے اور زندہ تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا تم پر افسوس ہے۔ اے حیان۔
 حضرت عیسیٰ تو زندہ تھے اور اس کے دشمنوں پر واقعہ مشتبہ ہوا۔ حیان نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے اور
 جناب عیسیٰ کے دشمنوں پر معاملہ مشتبہ ہوا جناب محمد خلیفہ بھی ایسے ہی ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے
 فرمایا کہ کیا تیرا گمان ہے کہ جناب محمد باقر علیہ السلام جناب محمد خلیفہ کے دشمن تھے؟ کہ کہ جن پر اس کی
 موت مشتبہ ہوئی ہو نہیں پایا نہیں ہے بلکہ وہ حجتا مر گئے تھے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے انہیں دفن
 کیا تھا اور خداوند عالم قرآن میں فرماتے ہیں۔

سَجَّزَى الَّذِينَ يَصْدَقُونَ قَوْلَهُمْ فِي الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُصَدِّقُونَ

یعنی بہت جلدی ان لوگوں کو جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں بہت سخت عذاب دیں
 گے ان کے انکار کرنے پر۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے حیان کے اس جواب سے تمیں

جس کا حکم تھا اس سے استغفار کیا اس سے عفو و مغفرت کی دعا مانگی یہاں تک کہ بارے
 میں پہنچا اور پتا چلا کہ کچھ لوگ صاحبِ کعبہ کی امامت اور ائمہ کو مٹانے اور نبوت میں
 بدلے کا عقیدہ رکھتے تھے اور ان کو صاحبِ نبوت کے اس اعتراض اور عقیدہ کا تصور نہ در
 کرتا رہے ہیں اور ناپے عقیدہ و حق کی جانچ اور دیکھائی کی ہے بلکہ بعض میں سے دوری
 مانگا کر پلایا یہ سب کچھ جو بیان ہوا ہے صاحبِ کعبہ کی امامت کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ تھا
 جس کو جو صاحبِ کعبہ کی امامت اپنے بارے میں عقیدہ رکھتے تھے اور وہ خود امام زین العابدین
 اور ان کی پیروی والوں کی امامت کا عقیدہ رکھتے تھے اور اس کا اعتراف کرتے تھے جسے کہ پہلے
 بیان ہو چکا ہے۔ گویا یہ ہے کہ اس طرح کا عقیدہ دیکھ کر روایات سے ظاہر ہوتا ہے خود ان کی
 زندگی میں اور ان کے مرنے کے بعد یہ ائمہ اور ان کے اولاد بکری ہو سکتا ہے کہ جو یہ دور
 عباس کے قبل تھا کہ اہل بیت ائمہ کے امامت کے عقیدے کو خدوش بنانے میں دخل ہوا اور
 مؤثر رہا جو خصوصاً انی عباس کا اس میں زیادہ دخل ہو کیونکہ جو عباس کا عقیدہ یہ ہے کہ جو
 حبیب کے بعد امامت اس کے بعد جو ہاشم کی طرف منتقل ہوئی اور اب ہاشم نے باقاعدہ طور پر جو
 اہل بیت میں جانشین عباس (جو سجاد اور محمد کا پاپ ہے) کو امامت کا حسبِ سوا چاہا اور کہا
 جاسکتا ہے کہ انی عباس نے اپنی حکمت کو شرعی طور قانونی بنانے کے لیے اس طرح کا مکمل کیا
 ہو اور ان کو حسن و احسان کے قبول میں عباس ہی کی مانند کے اہل بیت ہیں۔



تیسرا حصہ

﴿عقار کے قیام اور انقلاب میں جناب محمد بن الحنفیہ کا کردار﴾

جو مطلب بہت زیادہ اہم ہے اور جسے عقار کے قیام میں واضح ہونا چاہیے اور وہ اس خونی انقلاب میں محمد بن حنفیہ کا کردار ہے۔ جناب محمد حنفیہ نے اس انقلاب میں کیوں زیادہ کردار ادا کیا اور محمد بن حنفیہ کو اس قیام میں مہدی کا لقب اور عنوان کیوں دیا گیا؟ اور کیوں عقار بھی اپنے آپ کو وزیر اور کبھی داعی اور کبھی معاون اور کبھی محمد بن حنفیہ اپنے آپ کو نمائندہ مانتے تھے سب سے زیادہ اشکال جناب محمد حنفیہ کو مہدی کے عنوان سے قس کیے جانے پر ہے کیونکہ نہ تو جناب محمد حنفیہ اپنے آپ کو امام جانتے تھے اور نہ ہی واجب الاماطہ اور نہ ہی جناب عقار کا ان کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ تھا تو پھر کیوں جناب محمد بن حنفیہ کو مہدی کا لقب اور عنوان دیا گیا؟ اور کیوں محمد بن حنفیہ نجی خط و کتابت میں اپنے آپ کو مہدی کے لقب سے متعارف کرایا کرتے تھے؟ اور کیوں عقار بھی اسے اپنی تقریریں اور خط و کتابت میں مہدی کے عنوان سے یاد کیا کرتے تھے؟ اس مطلب کو کس طرح حل کیا جاسکتا ہے اور اس کی کوئی صحیح توجیہ کی جاسکتی ہے۔

اس مطلب کے واضح کیے جانے کے لیے ایک تمہید کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جس سے واضح ہو جائے گا کہ کسی شخص کو مہدی کا عنوان اور لقب دیا جانا اس لفظ کے عمومی معنی کے لحاظ سے ذرہ بھر اشکال نہیں رکھتا اور جناب عقار کے انقلاب کا تقاضا تھا کہ جناب محمد بن الحنفیہ کو اس

طرح کے عنوان اور لقب سے یاد کیا جائے۔ مہدی کے لفظ سے مراد وہ ذات نہیں جو شیعہ مذہب میں مشہور اور معروف ہے بلکہ یہ لفظ انبیاء کے لحاظ سے تمام آخر علیہم السلام کے لیے روایات میں وارد ہو چکا ہے بلکہ اس لفظ کا آخر علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسرے انسان پر بولا جانا بھی درست ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

شیخ ابوعلی ماہر علم رجال:

شیخ ابوعلی لکھتے ہیں کہ رجال کشی نے جو لکھا ہے کہ جناب مختار لوگوں کو جناب محمد حنفیہ کی امامت کی طرف دعوت دیتے تھے ہم اس مطلب کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ واضح اور روشن ہے کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے مختار کے پیچھے ہوئے خط اور لوگوں کو اپنے ہاں آنے کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ بھی اس مصلحت کے تحت تھا کہ اگر لوگوں کو اس کا علم ہو جاتا اور ہر ایک کی زبان سے یہ واقعہ مشہور ہو جاتا اور امام علیہ السلام کے دیئے ہوئے علم سے پتہ تھا کہ مختار کا انجام کیا ہوگا اور بالآخر بنو امیہ حکومت پر مسلط ہو جائیں گے اور امام علیہ السلام کے لیے مضائب کا موجب ہو گئے اور یہ ہو سکتا ہے کہ جناب محمد حنفیہ کو جو مہدی کا عنوان دیا جاتا تھا اور مختار بھی اس کی ترویج اور مشہور کیا کرتے تھے وہ اس لیے ہو کہ لوگوں کو مختار کی اطاعت اور مدد کرنے کے لیے زغیب اور شوق دلایا جائے نہ اس لیے کہ واقعاً محمد حنفیہ وہی مہدی موعود ہیں کہ جس کے بارے میں شیعہ عقیدہ رکھتے ہیں اور مختار اور خود محمد حنفیہ اپنے لیے ایسا اذکار کھتے تھے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مختار محمد بن حنفیہ کی امامت کے معتقد تھے اور امام زین العابدین علیہ السلام کی امامت کو قبول نہیں کرتے تھے یہ مطلب ثابت نہیں ہو سکا۔

معتبر روایات اور تاریخ میں دقت کرنے سے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ چونکہ محمد حنفیہ حضرت علی علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے اور انہوں نے مختار کے قیام میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا بلکہ درحقیقت آپ ہی اس انقلاب کے رہبر و کمانڈر اور حاکم تھے۔ مختار کوفہ میں آیا اور

اپنے قیام اور انقلاب کا اعلان کیا اور اپنے آپ کو باقاعدہ طور پر جناب محمد بن الحنفیہ کا نمائندہ اور وکیل بتلایا تو شیعوں نے بھی محمد بن الحنفیہ کے فرمان اور حکم کے تحت جناب مختار کو اس کے انجام دینے کے لیے قبول کر لیا لیکن پھر بھی اطمینان حاصل کرنے کے لیے شیعوں نے ایک گروہ مدینہ جناب محمد حنفیہ کے پاس روانہ کیا تا کہ مختار کے اس ادعا کے بارے میں اچھی طرح اطمینان حاصل کر لیں۔ جب اس گروہ نے محمد حنفیہ سے اپنی شرعی تکلیف معلوم کی اور اظہار کیا کہ مختار چاہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام اور انقلاب برپا کرے تو جناب محمد حنفیہ نے بڑی خوشی سے اس کام کے لیے رضایت کا اظہار کیا اور مختار کے اس اقدام کی تائید کی اور بتلایا امام حسین ؑ کے قاتلوں سے انتقام لیا جانا ان کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو ہے۔ اس کے علاوہ کوفہ کے شیعوں کو مختار کے کام میں معمولی سا شک اور تردد نہ رہے تو جناب محمد حنفیہ نے پورے طور پر مختار کی حمایت کی۔ جناب محمد حنفیہ اسی گروہ کو امام سجاد کی خدمت میں لے گئے اور امام علیہ السلام نے بھی باقاعدہ طور پر اپنے نظریہ کو کوفہ کے شیعوں کے سامنے بیان کر کے اپنی طرف سے جناب محمد حنفیہ کو اپنا نمائندہ بنانے جانے کی تصریح کر دی اور جناب محمد حنفیہ نے ایک خط ابراہیم اشتر کے نام لکھ کر دیا کہ جس میں اس سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے قبیلے سے مل کر مختار کے قیام اور انقلاب میں اس کی مدد کرو۔

(ہم نے اسی کتاب میں اس کی جزئیات کے بارے میں روایات کو نقل کیا ہے)

لہذا کامل اطمینان سے کہا جاسکتا ہے کہ ابام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے والے مختار کا قیام اور انقلاب جناب محمد حنفیہ کی رہبری میں امام زین العابدین ؑ کی اجازت اور اذن سے ہوا۔ ہم روایات کے مضامین میں دقت کرنے اور مختار کی شخصیت کی صحیح پہچان اور آخر حدیثی کا مختار کے کاموں کی تائید اور بزرگ علماء کی تجلیل سے اس مطلب تک پہنچ سکتے ہیں اور اس کا کامل اطمینان حاصل کیا جاسکتا ہے۔

عقار کا قیام اور امام زین العابدین

کلی سوال:

یہ مطلب بھی بہت اہم ہے جو عقار کے قیام میں واضح ہو جانا چاہیے اور وہ یہ کہ اگر واقعاً امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ عقار کے قیام کی تائید کرتے تھے اور آپ نے عقار کو قیام اور انقلاب برپا کرنے کی اجازت دی تھی تو پھر امام نے خود براہ راست اس انقلاب کی رہبری کو جو آپ کے والد بزرگوار اور اہل بیت اور اصحاب کے شہداء کے خون کا انتقام لینا تھا کیوں نہ کی۔ کیا ایسا نہ کرنے سے عقار کے کام کو عملی طور پر غلط نہیں سمجھا جائے گا؟

اور اگر حالات براہ راست رہبری کے اپنے سر لینے کے موافق نہ تھے تو پھر امام کا نام کوفہ میں رہبر انقلاب کے نام سے مشہور نہ ہونا چاہیے تھا؟

اور کیوں امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ عقار کے حقے اور خط قبول کر لیتے تھے اور کبھی قبول نہیں کرتے تھے ان تمام سوالوں کا جواب اس تحقیق میں جو پہلے ہی عقار کے قیام کی واقعیت معتبر تاریخوں اور روایات سے بیان ہو چکی ہے دیا جا چکا ہے لیکن پھر بھی ان سوالات کا جواب مختصر تحقیق سے دیا جاتا ہے۔

جواب:

(۱) امام تمام بطور کلی پروردگار عالم کی طرف سے خاص معین و طاقتور مدداریاں رکھتے ہیں ہم ان کے لیے کوئی تکلیف اور حکم معین نہیں کر سکتے بلکہ وہ دوسروں کے لیے تکلیف اور و طاقت ممکن کرتے ہیں اس مطلب کے ثبوت کے لیے بہت زیادہ روایات موجود ہیں۔

(۲) تمام مورخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے اس دور میں حالات بہت ہی حساس تھے کیونکہ دوست اور دشمن لوگوں کی آپ کی طرف توجہ اس عنوان سے

تھی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کے وارث اور ان کے بعد امام ہیں اور اصرع عاشورہ کے دلخراش سانحہ نے بنو امیہ کے خلاف ماحول کو سخت پہچان انگیز بنا رکھا تھا اور بنو امیہ نے پریشانی کی وجہ سے امام اور شیعوں کے سخت عکس العمل پر بہت زیادہ کنٹرول کر رکھا تھا اور امام مکمل طور پر بنو امیہ کی حکومت کے نظر بند اور کنٹرول میں تھے اور آپ سے کسی کا معمولی ربط اور آنے جانے پر حکومت کے کارندے اور جاسوس مطلع رہتے تھے اور حکومت کو اطلاع کر دیتے تھے لہذا سیاست اور ترقیہ کا تقاضا تھا کہ امام علیہ السلام کا معمولی اقدام اور عمل جو دشمن کے سود ظن کا موجب ہوا اور اس کے نتیجے میں امام علیہ السلام شہید کر دیئے جائیں اور شیعوں کے حالات و دگرگون ہو جائیں امام اس سے اجتناب اور پرہیز کرتے رہیں اور پوری احتیاط سے عمل کو انجام دیتے رہیں یہاں تک کہ امام علیہ السلام کبھی مختار کی مخالفت میں بھی بات کر دیتے اور کبھی مختار کے حقے اور خط کو قبول نہیں کیا کرتے تھے آپ کا ایسا کرنا بھی اسی سیاست اور ترقیہ کے ماتحت ہوا کرتا تھا۔

(۳) بنو امیہ کی حکومت کی آپ پر سختی اور کنٹرول اتنا زیادہ تھا کہ بسا اوقات امام علیہ السلام معارف اسلامی اور احکام اور مسائل کو صراحت سے بیان نہیں کر سکتے تھے اور انہیں مناجات اور دعا کے قالب میں ادا کیا کرتے تھے۔ آپ کی کتاب صحیفہ سجادیہ اس مطلب پر بہترین شاہد اور گواہ ہے اور جب عبدالملک بن مروان خلافت پر متمکن ہو گیا تو اس نے اور اس کی اولاد نے امام علیہ السلام پر دائرہ حیات اتنا تنگ کر دیا تھا کہ آپ کسی صورت میں بھی قیام اور انقلاب میں ظاہر بظاہر شریک ہو کر اس قیام کے بجالانے والے تو ابین یا مختار کی باقاعدہ طور پر رہبری اور مسئولیت کو براہ راست اپنے اوپر نہیں لے سکتے تھے لیکن یہ مطلب بھی واضح ہے کہ امام علیہ السلام نے ایسے حالات میں بھی اپنے آپ کو سیاست سے الگ کر لیا ہوا اور کہہ دیا ہو کہ اب میرا کوئی وظیفہ نہیں رہا ایسا بھی نہیں کیا بلکہ امام علیہ السلام ہر فرصت اور مناسب حالات میں بنو امیہ اور دشمنان اہل بیت کے مظالم اور جنایات کو لوگوں کے لیے بیان کیا کرتے تھے اور انہیں واضح

کرتے رہتے تھے۔ امام سجادؑ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ہی سے جب کہ بظاہر آپ قید و بند میں تھے لیکن مبرا اور استقامت کیساتھ اپنے خطبوں اور گفتگو میں حکومت وقت کے مظالم اور جرائم کو بھان آدور اور پر مغز طریقے سے لوگوں کو بتلاتے رہتے تھے۔ کیا آپ نے کوفہ میں اپنے خطبوں سے کوفہ کے لوگوں کو سوچنے اور فیصلہ کرنے کی طرف متوجہ نہیں کیا تھا؟ کیا آپ نے کوفہ کے ظالم اور جابر حاکم ابن زیاد کے سامنے اسی مجلس میں شجاعانہ طریقے سے بات نہیں کی تھی؟ کیا آپ نے شام کی جامع مسجد میں یزید کے سامنے وہ فصیح و بلیغ خطبہ نہیں دیا تھا کہ جس سے شام کے لوگوں کو حقیقت حال سے آگاہ ہی ہوئی تھی؟ اگر ہم امام حسینؑ اور آپ کے انصار اور یاران با وفا کی شہادت کی اہمیت کو تر ازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور باقی ماندہ اہل بیتؑ کے افراد اور بالخصوص امام زین العابدینؑ کے اقدام اور اہمیت اور تبلیغات کو دوسرے پلڑے میں رکھیں تو پھر ہمیں امام علیہ السلام کے اقدامات کی اہمیت کا بخوبی علم ہو جائے گا کہ آپ اپنی ذمہ داری سے کسی طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں اور آپ کا حقیقت حال بیان کرنا اور بنی امیہ کی حکومت کو ذلیل اور رسوا کرنا عاشرہ کے دلیرانہ اقدام سے کمتر نہ تھا تمام مقاتل اور تاریخ کی کتابیں اس پر گواہ ہیں۔ شام سے رہا ہونے کے بعد امام سجادؑ مدینہ میں ایک لمحہ کے لیے بھی یزید اور بنی امیہ کے ظلم اور جنایت جو خاندان پیغمبر علیہ السلام پر وارد کئے گئے تھے اس سے غافل نہ تھے۔ آپ ہمیشہ گریہ و بکا کرتے رہتے تھے اور کربلا کے واقعہ کو یاد کرتے رہتے تھے اور آدو زاری سے پیغمبر علیہ السلام کی خلافت کے ادعا کرنے والوں کے ظلم اور واقعہ کربلا میں جو مظالم انہوں نے ڈھائے تھے لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کرتے رہتے تھے آپ کا حقائق کے روشن کرنے اور شہداء کربلا کی عزاداری کو زندہ رکھنے اور گریہ و بکا نے ہی تو لوگوں کے دلوں میں حرکت پیدا کی اور عقار کا قیام انہیں دسوز اور گریہ وزاری کے شعلوں سے پیدا ہوا جو امام کے دل سے اٹھتے تھے جس کا ہم نے اسی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اور جب تک امام علیہ السلام نے اپنے

دشمن عبید اللہ بن زیاد اور عمر سعد کا کٹا ہوا سر نہیں دیکھا کر بلا کے واقعہ کے بعد تقریباً پانچ سال تک کسی نے آپ کو جہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ پہلی دفعہ اس وقت مسکرائے تھے جب ان دونوں جنایت کاروں کا سر مختار کے ذریعے آپ کے سامنے آیا۔ امام اس وقت مجدد میں گئے اور اپنی دلی مراد کو پورا دیکھا اور مختار کے لیے دعا خیر کی۔

(۴) امام علیہ السلام امامت کے علم سے جانتے تھے کہ مختار کی کامیابی کا زمانہ مختصر ہے اور دوبارہ بنو امیہ پھر حکومت پر مسلط ہو جائیں گے لہذا امام کا مختار کے قیام میں بر ملا دخالت دینے میں امام علیہ السلام کے لیے زحمت بلکہ آپ کی شہادت کا سبب بن سکتا تھا اور یہ مذہب شیعہ کے لیے ایسا صدمہ ہوتا کہ جس کا جبران ناممکن ہوتا۔ اسی لیے امام نے ایک ایسی احتیاطی سیاست اختیار کی کہ قیقہ بھی تھا اور مختار کے قیام کی راہنمائی بھی کی۔

(۵) جب کوفہ کے سردار امام زین العابدین علیہ السلام سے مختار کے قیام کے بارے میں مدینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جناب محمد بن الحنفیہ نے بھی ان کے مطلب کو امام علیہ السلام کے سامنے بیان کیا تو امام علیہ السلام نے صراحت سے ان کی تائید اور موافقت کی اور انقلاب برپا کرنے کی اجازت دی اور اسی وقت محمد بن الحنفیہ کو اپنا مختار عام نمائندہ قرار دے دیا۔ اور اس عبارت سے ”یا عہد افعول ماشئت فانی ولیعتک هذا الامر“ یعنی چچا جو کچھ تو چاہتا ہے انجام دے میں نے آپ کو اس کام پر ولی بنا دیا ہے۔ کوفہ کے شیعہ سردار اس طرح سننے سے خوش ہوئے اور اپنے مقصود کو پالینے والا سمجھتے ہوئے امام علیہ السلام کی خدمت سے چلے گئے اور اسی جملے کو گنگنا تے چارہ تھے اور کہتے جارہے تھے کہ ”انن لعنا زین العابدین و محمد بن الحنفیہ“ یعنی ہمیں امام زین العابدین اور محمد بن الحنفیہ نے قیام کی اجازت دے دی ہے۔

مختار نے کوفہ کے لوگوں سے کہا کہ تم میں سے ایک گروہ امام ہادی نجیب اور مرتضیٰ اور

پیغمبر خداؐ کے فرزند اور برگزیدہ امام زین العابدینؑ کے پاس گیا تھا اور انہوں نے آپ سے میری ماموریت کے بارے میں سوال کیا تھا تو امام علیہ السلام نے ان کو فرمادیا تھا کہ مختار میرا مددگار اور بھیجا ہوا ہے اور لوگوں کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔ پس اس مطلب کے میان کرنے سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ امام علیہ السلام کا براہ راست مداخلت نہ کرنا ایک سیاست اور ترقیہ تھا اور امام درحقیقت جناب مختار کی مخفی رہبری فرماتے تھے اور امام علیہ السلام نے جناب محمد حنفیہ کو اس کام کے لیے معین کیا ہوا تھا اور بعض اوقات جب ضروری ہوتا امام علیہ السلام خود مختار کی تجلیل بھی کرتے تھے اور اس کے تحفے بھی قبول کر لیتے تھے اور پیغمبر علیہ السلام کے خاندان اور شیعوں پر خرچ کر دیتے تھے علامہ ممقانی نے جو علم رجال کے ماہر ہیں امام علیہ السلام کی مختار کے لیے اجازت اور رضایت کی تصریح کی ہے اور فرمایا ہے کہ سلطنة برخصة من الامام۔ یعنی مختار کی حکومت اور قیام امام سجادؑ کی اجازت سے تھا۔

علامہ ابن نمانے اسی روایت کو قبول کیا ہے اور امام علیہ السلام کے اذن دینے کی تصریح کی ہے آیت اللہ الخوئی اپنی رجال کی کتاب میں صراحت سے لکھتے ہیں۔ ”و یظهر من بعض الروایات ان هذا كان بلاذن خاص من السجاد علیه السلام“ یعنی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختار کا قیام اور انقلاب امام سجادؑ کے خصوصی اذن سے تھا۔



پانچویں فصل

قیام کے حالات اور فلسفہ میں

بظاہر حصہ

امام حسینؑ کا قیام مسلمانوں کی بیداری کا موجب ہوا

سن ۶۰ھ میں معاویہ کی بدنام و ظالم حکومت کا خاتمہ ہوا اور حکومت کی باگ ڈور معاویہ کے ناچار اور نالائق فرزند یزید کے ہاتھ آئی۔

یزید سن 26ھ میں پیدا ہوا اور اڑتیس سال کی عمر میں ہلاک ہو گیا۔ اس کی حکومت کی ابتداء سن ۶۰ھ میں ہوئی اور تین سال اور کچھ مہینے میں ختم ہو گئی۔ معاویہ کے خلاف شریعت کاموں میں سے ایک یہ تھا کہ اس نے ایک بے دین اور ظالم بیٹے کو اپنی آخری عمر میں مسلمانوں کی گردن پر مسلط کیا۔ معاویہ نے لوگوں سے طمع و خوف کے ذریعے یزید کے لیے بیعت لی اور اسے ولی عہد کے عنوان سے لوگوں میں متعارف کروایا۔ معاویہ کے مرنے کے بعد لوگوں کو تھوڑی سے امید تھی کہ شاید وہ بنو امیہ کے غلط انسانوں کے تسلط سے کہ جو پیغمبر علیہ السلام کے اور اہل بیتؑ سے ابتداء سے لے کر آخر عمر تک دشمنی اور عناد رکھتے تھے آزاد ہو جائیں گے کیونکہ بنو امیہ میں مسلمانوں کی رہبری اور حاکمیت کی ذرہ بھر بھی صلاحیت موجود نہ تھی۔ اور لوگوں کی تمام امیدیں پیغمبر علیہ السلام کے خاندان پر تھیں لوگ اس زمانے میں امام حسینؑ کی شخصیت سے بلند و بالا کوئی دوسری شخصیت نہیں دیکھ رہے تھے۔ امام حسینؑ اپنی شرعی و عہدہ اور اداء تکلیف کے احساس و ذمہ داری کی وجہ سے قیام کے لیے آمادہ اور حاضر تھے۔ اور امام علیہ السلام سے کسی صورت بھی یزید کی شرم آور حکومت کو باقاعدہ طور پر تسلیم کرنے اور اس سے راہ و رسم رکھنے سے

امید نہیں کی جاسکتی تھی چہ جائیکہ آپ اس کی بیعت کر لیں کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کے صریح فرمان کے مطابق رہبری کے تمام شرائط امام علیہ السلام میں موجود تھے اور آپ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ولی اور خلیفہ جانتے تھے۔

خلاصہ پیغمبر علیہ السلام کے نواسے امام محصور حسینؑ کو احساس اور علم تھا کہ خلافت کو غصب کرنے والوں نے پورے اسلام اور تاریخ اسلام کی بنیاد کو کھوکھلا اور حقیقت کو مسخ کر دیا ہے اور اس کے چہرے کو ہکا بکا کر رکھ دیا ہے اور اس بگاڑ اور انحراف کو شجاعانہ اقدام اور انقلاب کے بغیر نہیں روکا جاسکتا۔ دین اسلام کو دوبارہ زندہ کرنا اور مسلمانوں کو بیدار کرنا اور ہدایت کرنا صرف اللہ کے پسندیدہ حکم کے تحت پیغمبر علیہ السلام کے زندہ وارث اور قرہی اعلیٰ رہبر سے ہی مربوط ہے اور یہی اسی کی ذمہ داری ہے اسی واسطے خود امام علیہ السلام نے بھی یوں فرمایا تھا کہ اگر محمدؐ کا دین میرے قتل کے بغیر باقی اور زندہ نہیں رہ سکتا تو اسے تلواریں اور میرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ امام علیہ السلام یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور کربلا کے سانحہ کو تاریخ کے دامن میں ثبت کر دیا ہے اور عالم اسلام کو جھنجھوڑا۔ آپ کے قیام اور انقلاب نے قیامت تک زندہ اور باقی رہنے والے اقدام کے ساتھ جس کے عمدہ اور دور رس نتائج پیدا ہوئے پوری بشریت کی تاریخ کو بدل کر رکھ دیا اور حق اور باطل کو قیامت و قیامت واضح کر دیا۔

اس نقطے اور حقیقت پر بھی توجہ دینا ضروری ہے کہ اسلام میں جتنی حقیقی تحریکیں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وجود میں آئی ہیں ان کا اصلی محور امام حسینؑ کا قیام اور اقدام تھا اور ہے اور ہوگا عاشورہ کا عظیم حادثہ اور واقعہ اس چراغ کی مانند ہے جو تاریخ اسلام کی چوٹی پر روشن ہوا اور یہی مسلمانوں کی بیداری قیام اور انقلابات کے لیے اصلی ہالہام موجب ہوا عظیم مفکر استاد شہید مطہری کے بقول کربلا کے حادثہ اور واقعہ کے دورخ ہیں اور امام حسینؑ کے قیام نے دو چیزوں کی صحیح طریقے سے نشان دہی کی ہے اور حق و باطل کی دو تصویروں کو واضح طور سے

نمناخت کروایا ہے۔ امام حسینؑ نے تاریخ اسلام پر ایک ایسا سکہ چھایا کہ ایک طرف حقانیت، عظمت، ایثار، تعہد، عدالت، توحید اور انسانی شرافت اور کرامت کو اور اس کی دوسری طرف باطل کا چہرہ کفر و شکر، جنایت اور درندگی، دنیا پرستی، خیانت، حق کشی، رذالت اور پستی کو نمایاں دکھایا ہے۔

اس حقیقت کا تمام انصاف پسند شیعہ سنی مسلم اور غیر مسلم مورخین نے اقرار و اعتراف کیا ہے امام حسینؑ کے قیام اور اقدام نے ایک لحاظ سے اصلی محمدی اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کی صحیح سنت اور حقیقت ایمان کو عالم بشریت کے سامنے واضح کیا ہے اور دوسرے لحاظ سے بناوٹی اور بے روح نمائشی اسلام اور باطل کی نشان دہی کی ہے۔ ایسا باطل کہ جس نے اپنے چہرے پر حق کا نقاب اوڑھ رکھا تھا اور اپنے آپ پر پیغمبر علیہ السلام کی خلافت اور جانشینی کا خول چڑھا کر رکھا تھا۔ امام حسینؑ نے اپنے اقدام سے جہان اسلام اور مسلمانوں کو ایک بہت بڑے فریب اور مکر سے نجات دلوائی اور اس طرح حق و باطل کو جدا کر دیا کہ تا قیام قیامت تاریخ اسلام کے دھارے اور روش کو روشن اور منور کر دیا۔ امام حسینؑ نے بتلادیا کہ وہ باطل جو پیغمبر علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے مکہ مدینہ احد بدر اور احزاب میں آپ کے سامنے تھا اور مقابلہ کرتا رہا اور اس کا رئیس ابوسفیان کے وجود میں نمایاں تھا اب اس نے پیغمبر اسلامؐ کے بعد ابوسفیان کی اولاد میں خطرناک اور وحشت ناک شکل اختیار کر لی ہے اور معاویہ اور یزید اور دوسرے جنایت کار اموی اور مروانی غلیفوں کی اس شکل اور صورت میں ظاہر ہوئی ہیں۔

امام حسینؑ نے اپنی بے نظیر قربانی اور ایثار سے بنی امیہ اور اس کے حاشیہ نشینوں کے غلط اور باطل چہرے کو واضح طور پر شناخت کروایا ہے اور پیغمبر اسلامؐ کے صحیح اور واقعی اسلام جو درحقیقت وہ تشیع ہی ہے کو زندہ کیا اس میں تازہ جان اور تازہ روح پھونکی۔

علامہ سید محسن نے کہا ہے:

کہ امام حسینؑ کی شہادت اکثر مسلمانوں پر گراں واقع ہوئی اور اس وقت کے اسلامی ماحول کو چھوڑا یہاں تک کہ بنی امیہ کے بعض افراد کو بھی اس شہادت نے متاثر کیا اور یہ واقعہ مسلمانوں کے لیے بیداری کا موجب ہوا اور مسلمانوں کو خاندان پیغمبرؐ کی برتری اور وہ مصائب و ظلم جو ان پر وارد کئے گئے ان کی طرف متوجہ کیا اور لوگوں کو اپنی اس غلطی اور اشتباہ کا علم ہوا کہ انہوں نے امام حسینؑ کی مدد اور نصرت کرنے میں کوتاہی کی پھر یہی سبب بنا کہ لوگوں نے بنو امیہ سے روگردانی کر لی اور بنو ہاشم بالخصوص علویوں کی طرف مائل ہو گئے اور روز بروز شیعوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ کربلا کے دردناک واقعہ کے علاوہ بنو امیہ کی ظالمانہ حکومت سے روگردانی کرنے میں مدینے کے لوگوں کا قیام کرنا اور ان کا حرہ کے واقعہ میں قتل عام اور توائین کا انقلاب اور ان کی شہادت مختار کا قیام اور شہر خاذر کا واقعہ یہ تمام واقعات بھی مسلمانوں کی بیداری اور متنبہ ہونے کا موجب بنے۔ اس تمام کے نتیجے میں تابعین اور اس کی بعد والی نسل میں اہل بیتؑ کے نظیریہ کی طرف مائل ہونے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور ان کے طرفدار اور شیعہ زیادہ ہوتے گئے۔

ڈاکٹر بیضون کہتے ہیں: کہ واقعہ کربلا کے دلیرانہ اقدام نے شیعہ مبارزات اور انقلاب کے لیے تازہ فصل کی رہنمائی کی اور بہت دراز مدت تک شیعوں کی قربانی اور فداکاری نے شیعوں کو دوام اور زندگی عطا کر دی۔

قیام کا اصل منبع:

امام حسینؑ کے اقدام اور کربلا کے ہیجان انگیز خیمین واقعہ کو بنی امیہ کی ظالم و جابر اور غاصب حکومت بلکہ بنی عباس اور دوسرے تاریخ اسلام کے جنایت کاروں کے خلاف حق طلبی کی تحریکوں کے لیے اصل اور منبع شمار کیا جاسکتا ہے۔ توائین کا قیام ہو یا مختار کا انقلاب، ابن زبیر کا فتنہ یا زید بن علی اور محبی کا قیام بنی الحسن کی تحریک ہو یا قیام مختاریہ تمام کی تمام تحریکیں اور

قیام امام حسینؓ کے قیام سے پھوٹی ہیں اور اہل بیت کے شہداء کے خون کا انتقام لینے کے لیے بنی امیہ اور دوسرے ظالم خلفاء کے مقابلے میں وجود میں آئی ہیں۔

ایک شیعہ دانشمند اس بارے میں فرماتے ہیں:

کہ امام حسینؓ کی شہادت عراق کی تاریخ اور بنو امیہ کی حکومت میں مہم نتائج لے کر سامنے آئی ہے۔ شیعوں نے کربلا کی اپنی ظاہری شکست میں اپنی کوتاہی کا احساس کیا۔ بنو امیہ کی حکومت نے اس واقعہ کے اثرات کو جلدی ختم کرنے کے لیے بہت زیادہ کوشش کی۔ یزید پہلا شخص تھا جو کربلا کی جنگ اور خونریزی کا بلا شک ذمہ دار تھا۔ اس نے کوتاہ نظری اور کج فہمی سے اس جنایت کا ارتکاب کیا کہ درحقیقت یہ واقعہ اس کی خلافت کی شکست کا موجب بنا کہ جس خلافت کی حفاظت کے لیے معاویہ نے بہت زیادہ کوشش کی تھی جب کہ معاویہ نے یزید کو سفارش کی تھی کہ امام حسینؓ کے ساتھ نزاع اور مقابلہ نہ کرنا لیکن یزید نے بغیر فکر کے معاویہ کی سفارش کو نظر انداز کیا۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ بنو امیہ کی حکومت نے کربلا کی خونریزی کے ثمرات اور نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے اور چاروں طرف سے انقلاب کی موجوں کو روکنے سے عاجز ہو گئے۔

مؤلف فخری کربلا کے حادثہ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ ایک عظیم اور شرم آور واقعہ ہے کہ جس کی میں تفصیل بیان نہیں کرتا۔ اسلام میں اس سے ننگ آور کوئی اور واقعہ نہیں ہوا۔ حضرت امیر المؤمنین کا قتل کیا جانا ایک بڑی مصیبت تھی لیکن کربلا کے واقعہ میں قتل کیا جانا اور قید اور مقتولین کے اعضاء کا کٹاؤ وغیرہ ایسی چیزیں تھیں کہ جو انسان کو لرزہ ہادم کر دیتی ہیں۔

اسلام کے عظیم موزن سید امیر علی نے کہا ہے کہ کربلا میں قتل و غارت نے تمام

اسلامی معاشرے کو وحشت زدہ اور خوفزدہ کر دیا اور ایرانیوں کے لیے حب و جوش لے آیا۔

استاد حسن ابراہیم مؤلف تاریخ اسلام نے کہا کہ امام حسینؓ کے قتل کے جانے نے

شیعوں میں بھجان پیدا کیا اور ان کے متحد ہو جانے میں بہت زیادہ موثر ہوا جب کہ اس سے پہلے شیعہ متفرق اور پراگندہ تھے کیونکہ شیعیت ایک سیاسی نظریہ تھا کہ جس نے اس کے ماننے والوں کے دلوں میں نفوذ نہیں کیا ہوا تھا لیکن جب امام حسینؑ قتل کر دیے گئے تو شیعیت میں جوش و جذبہ پیدا ہو گیا اور اس نے شیعوں کے دل میں گہرا اثر کیا اور ان کا عقیدہ راسخ اور پختہ ہو گیا۔ حقیقت میں یہ دعا کیا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ کے قیام اور قتل کے جانے کے بعد شیعیت نے ایک شکل اختیار کی اور شیعہ نظریہ اسلام کا اصلی اور اساسی نظریہ بن کر ابھرا۔ اس زمانے تک حکومت وقت کے مقابلے میں شیعہ نظریہ اور اس کی مہم اسلامی تعلیمات ایک نظریہ کے عنوان سے موجود نہ تھیں لیکن امام حسینؑ کے خونی انقلاب کے بعد حق اور باطل اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور ہر ایک کے تمام پہلو اور نظریات اور خطوط واضح ہو گئے کہ پھر مسلمانوں کے لیے کسی شک کی گنجائش نہ رہی کہ اگر کوئی حقانیت کا وجود ہے تو پھر وہ اسی شیعہ نظریے اور مسلک میں موجود ہے۔ اہل بیتؑ اور عترت پیغمبرؐ کی طرف رجحان اور میلان کہ جس کی بنیاد درحقیقت قرآن کے بعد پیغمبر علیہ السلام خود رکھ کر گئے تھے اس نے کربلا کے عظیم حادثہ کے بعد وجود پیدا کیا اور لوگوں کو علم ہو گیا کہ حقیقی اسلام اور پیغمبر ﷺ کی تعلیمات کے محافظ اور مروج پیغمبر علیہ السلام کا خاندان ہی ہے اور آئمہ اور اہل بیتؑ پیغمبر ہی مسلمانوں کی خلافت اور زعامت کے لائق اور سزاوار ہیں اس کے بعد شیعوں کی مختلف سیاسی تحریکیں ایک مذہب اور نظریہ کے عنوان سے مسلمانوں میں پائی گئیں خربوطی اسلام کے بزرگ دانشمندانے کہا کہ امام حسینؑ کی کربلا میں شہادت ایک بہت بڑا تاریخی حادثہ ہے جو شیعوں میں شیعیت کو ایک شکل و صورت دے گیا اور یہ واقعہ اس کا سبب بنا کہ شیعہ مذہب ایک قوت مند تعلیمات اور سیاسی اور مستقل دین خاص قواعد اور اصول کے ساتھ عالم اسلام میں جلوہ نما ہوا اور اپنا ایک علیحدہ وجود عالم اسلام میں منوایا۔ کوفہ کے شیعوں کی کمزوری درحقیقت امام حسینؑ کے قیام کی

ظاہری شکست کا موجب ہوئی جب کہ کوفہ والوں نے امام حسینؑ کو اپنی مدد کا وعدہ دے کر کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔

مستشرقین کا نظریہ:

پروفیسر براون کہتے ہیں: ”حضرت علیؑ کے شیعہ بمقدار کفایت جذبے سے خالی اپنے آپ کو فدا کر دینے کا جذبہ نہیں رکھتے تھے لیکن کربلا کے واقعہ کے بعد حالات بدل گئے اور کربلا کی سر زمین کا واقعہ کہ جس میں پیغمبر علیہ السلام کے فرزند کا خون بہایا گیا تھا اس کا تذکرہ اور یاد آپ کی پیاس اور شہداء کربلا کے لاشوں کا ذکر جو آپ کے ارد گرد زمین پر پڑیں تھیں اس طرح کی یاد نے سست ترین انسانوں کے دلوں میں بھی جذبات کو اس طرح ابھارا اور دلوں کو غمزہ کیا کہ اب شیعہ کسی تکلیف اور رنج اور خطرے سے یہاں تک کہ موت سے بھی بے خطر ہو گئے ہیں۔“

استاد میکلن لکھتے ہیں: ”کربلا کا واقعہ بنو امیہ کے لیے بھی موجب تاسف اور پشیمانی ہوا۔ کیونکہ اس واقعہ نے شیعوں کو متحد کر دیا اور سبھی شیعہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ہم آواز ہو گئے تھے اور ان کی یہ آواز تمام جگہوں پر بالخصوص عراق اور ایرانوں میں جو عربوں کے نفوذ اور تسلط سے آزاد ہونا چاہتے تھے اثر انداز ہوئی۔“

یہ وضاحت ضروری ہے کہ بنو امیہ کی نسل پرستی کی سیاست اور ان کی بے عدالتی نے جو غیر عرب پر مرتے تھے اس کا سبب بنی کہ تمام غیر عرب مسلمان اور ایرانی جو پہلے عظیم تہذیب و تمدن کے مالک تھے اور جنہوں نے کفادہ دلی سے اسلام کو اس کی عدالت کی وجہ سے قبول کیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنی جان دے کر اسلام کا دفاع کرتے تھے عمومی طور سے خشم زدہ اور غضب ناک ہو گئے۔ دوسرے خلیفہ کے زمانے سے نسل پرستی کی سیاست مثلاً عرب کو غیر عرب پر فوقیت دی گئی تھی وہ بنو امیہ کے زمانے میں اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی خود اس نے ایرانیوں کے

اتحاد میں اور اُن کے بنو امیہ پر اعتراضات نے اپنا مہم اثر چھوڑا یہ اس لیے نہ تھا کہ ایرانی اپنی نسل کو دوسروں سے بہتر جانتے تھے بلکہ وہ تو صرف اسلامی عدالت کو چاہتے تھے۔

عاشورہ شیعوں کی تحریک کا نقطہ آغاز:

اسلام کے دشمنوں کی اصل حقیقت کہ بلا کے واقعہ میں نظر آگئی تھی اور ملت اسلام بالخصوص شیعوں کے لیے یہ بیداری کا نقطہ آغاز ہوا۔ تاریخ کی گواہی کے مطابق امام حسینؑ اور آپ کے انصار کا مقدس خون جو کہ بلا میں ناحق بہایا گیا وہ اب حیات ثابت ہوا کہ جس نے خشک اور مایوس انسانوں کے بدنوں میں دوڑنا شروع کیا اور تحریکوں اور انقلابات اور قیام کا موجب ہوا۔ اس دن کے بعد سے شیعوں کے خونی انقلاب اور مبارزات شروع ہو گئے اور فیلیپ کے بقول کہ کہ بلا کے واقعہ نے شیعوں میں جان ڈالی اور مذہب شیعہ کے چاہنے والوں کی تعداد میں اس طرح اضافہ کر دیا کہ کہا جاسکتا ہے شیعیت کا آغاز اور اس کے ظاہر ہوتے کی ابتداء عاشورہ محرم سے ہوئی ہے درست ہے کہ سنہ ۶۱ھ محرم میں یزید کے حکم سے اور ابن زیاد کی رہبری میں اور عمر بن سعد اور کوفہ کے منافق اور شام کے سرداروں کے کمان میں کہ بلا کا ظالمانہ واقعہ وجود میں آیا۔ یزید کی صرف یہی ایک جنایت اور ظلم نہ تھا بلکہ یزید نے اپنی تین سالہ حکومت میں بڑی بڑی جنایات اور مظالم کا ارتکاب کیا ہے درحقیقت یہ تمام ظلم یزید نے پیغمبر علیہ السلام کے انقلاب اور اسلام سے انتقام لینے کے لیے انجام دیئے تھے اور بنو امیہ نے ظلم کرنے میں اہل بیتؑ پیغمبر ﷺ کو سرفہرست قرار دیا ہوا تھا۔

ہم اس لحاظ سے کہ شیعوں کے قیام کی اصل حقیقت اور بالخصوص مختار کے قیام کو خوب معلوم کر سکیں یزید کے اصلی چہرے کو یہاں نمایاں کرتے ہیں اور اس کثیف انسان کی جنایات کو اختصار سے بیان کرتے ہیں۔ اسی بیان سے شیعہ مذہب کی ترقی کے اسباب اور اتحاد اور لوگوں کی بیداری اور مختار کے قیام کے لیے زمین کا ہموار ہونا بھی اچھی طرح معلوم کر لیں گے۔

یزید کا اصلی چہرہ:

یزید موٹے بدن کا گھنے بال والا تھا۔ اس کی ماں میسون بھدل کلبی کی لڑکی تھی۔ اس کی خلافت کا زمانہ تین سال آٹھ مہینے تھا سنہ ۶۲ھ میں ہلاک ہو گیا۔

مشہور مورخ مسعودی اپنی کتاب مروج ازہب میں لکھتے ہیں کہ یزید گانا بجانا باز اور کتے اور بندر چیتا باز انسان تھا۔ ہمیشہ شراب میں مست رہتا تھا۔ ایک دن شرب کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور اس کے دائیں پہلو ابن زیاد بیٹھا ہوا تھا یہ امام حسینؑ کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید ایک عیاش اور خوش گزار انسان تھا۔ شکاری حیوانات مثل باز عقاب کتے بندر اور چیتے پال رکھے تھے اور غضب کا شراب خور تھا اکثر اوقات مست رہنے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک دن ابن زیاد کو اپنے پہلو میں شراب کے دسترخوان پر بٹھایا ہوا تھا تو ساتی سے کہا:

لعمریٰ فریہ تروی مشائی
ثم مل فکامعہا ابن زیاد
صاحب الرواۃ العبدی
والشہد منعی وجہانی

اے پلانے والی شراب کا جام مجھے دے تاکہ تازہ دم ہو جاؤں۔ پھر اسی طرح کا ایک جام ابن زیاد قاسم کو بھی دے کیونکہ میرا وہ محرم راز اور امانت دار ہے اور فتح پانے والا میرا مجاہد ہے۔ اصل فطرت اور سچیت کی رو سے اس کے شیر اور دوست اور نزدیکی بھی یزید جیسے ہی تھے۔ عقاد کہتے ہیں کہ یزید کے اطرائی اور دوست سب کے سب جلاد آدم کش کتے باز اور آوارے تھے اور انسانی شرافت سے خالی یزید کو قابو رکھنے کے لیے اس کے ارد گرد جمع تھے۔ شہید مطہری نے لکھا ہے کہ یزید کا اطرائی ایک ایسا گروہ تھا کہ جن کی انسانی فطرت

سخ ہو چکی تھی مسعودی تحریر کرتے ہیں۔ کہ یزید کے اطرائی اور حاکم اور گورنر یزید کی طرح گناہوں میں غرق اور لاپالی اور آوارہ تھے اور یہ واضح ہے کہ لوگ حاکم کے دین پر چلتے ہیں۔
الداس علی دین ملو کھہ یزید کے ارد گرد بے دین قسم کے لوگ تھے۔
یزید کے زمانے میں فساد عام ہوا:

جب مسلمانوں کا رہبر اور خلیفہ ایسے کردار کا مالک ہو تو پھر واضح ہے کہ لوگوں اور معاشرے اور اجتماع کی کیا حالت ہوگی ”فی ایامہ ظہر الفتناء بمعکہ و مدینہ“ اس کے دور خلافت میں مکہ اور مدینہ میں غنا عام ہو گیا۔ یزید کی حکومت میں مرکز توحید اور وحی کی یہ حالت ہو گئی اور تمام مملکت میں فساد اور آزادی اور بے دینی عام ہو گئی۔ اور لوگ غنی الاعلان شراب خوری کرتے تھے۔

یزید کا خاص بندر:

یزید نے مختلف حیوانات جو اپنی خوش گزاری اور لہو لب کے لیے رکھے ہوئے تھے ان میں سے ایک خاص بندر پال رکھا تھا کہ جس سے وہ بہت زیادہ محبت کرتا تھا اور اس کا نام ابو قیس رکھا ہوا تھا۔ یزید اس بندر کو تخت خلافت پر اپنے پاس بٹھاتا تھا اور اس کے لیے مخصوص قسم کا تخت اور ٹکیہ مقرر کر رکھا تھا۔ یزید اس بندر کو ایک وحشی حیوان پر سوار کیا کرتا تھا کہ جسے اسی کے لیے تربیت دے رکھی تھی۔ اور اس بندر کی مخصوص سواری پر خاص قسم کی زین اور عمدہ لگام لگا رکھی تھی اور جشن کے مخصوص دنوں میں اس کو مقابلے میں دوڑایا کرتا تھا۔ اس ابو قیس نامی بندر کے لیے ایک خاص قسم کا کرتا سرخ اور زرد ابریشم کا کہ جس کے کنارے سلے ہوئے ہوتے تھے مہیا کیا جاتا تھا اور اس کے سر پر رنگ برنگی ٹوپی پہنائی جاتی تھی۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ مسلمانوں اور اسلام کی حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے اور ابھی پیغمبر علیہ السلام کی نبوت کی آدمی صدق نہیں گذری کہ اسلام کی یہ حالت ہو گئی اور اس زمانے میں اس وسیع اسلامی مملکت میں ایسے لوگ بھی

موجود تھے جو روٹی کے محتاج اور بدن کے کپڑے نہ رکھتے تھے اور ذرباری بندر کی کس طرح پرورش کی جا رہی تھی اور کس ناز و نعمت میں وہ پالا جا رہا تھا۔ یہ تھی یزید پلید کی روحانی صفات کی ایک جھلک جو مورخین نے بیان کی ہے۔ لہذا یزید کے زمانے میں امر بالمعروف اور نہی المنکر بیان کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہوئی کیونکہ فساد عام تھا اور خود یزید اس کا بانی تھا اور فساد اور فحش افعال اعلانیہ بجالاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسلام کا نام تک نہ رہے امام حسینؑ چونکہ ایک مکمل مصلح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی کامل پیروی کرنے والے تھے لہذا ان حالات کے مد نظر وہ اپنے جدا مجد کے مقدس دین اسلام کی حفاظت کے لیے میدان میں اترے اور اپنے قوت بازو جان و مال اور عزیزوں کی قربانیوں سے ناموس اسلام کا مکمل دفاع کیا اور حفاظت کی اور اسلام کو نئی زندگی اور روح بخشی۔



دوسرا حصہ

﴿حجاز میں شورش﴾

ایک گروہ گمان کرتا ہے کہ یزید کے مظالم اور غلامی کا جیاں صرف واقعہ کربلا میں منحصر ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یزید جیسے خبیث جانور کی تین سالہ دور حکومت میں ایسی ایسی جنائتیں اور ظلم واقع ہوئے ہیں کہ جن کے لکھنے سے تاریخ کو بھی شرم آتا ہے کہ چہ فرزند رسولؐ کا کربلا کے واقعہ میں قتل کیا جانا یزید کی جنائیات میں سے سب سے بڑی جنایت تھی لیکن یزید نے

صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ اس نے مدینہ کے لوگوں کا حق کے مطالبے کرنے اور ان کے یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کرنے پر قتل عام کر لیا۔ اس کے بعد یزید نے مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا اور خانہ کعبہ پر آگ برسائی۔ حجاز سر تا پا شورش زدہ ہو گیا اور اسلام کے دو عظیم مرکز مکہ اور مدینہ کے لوگ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد جوش خروش میں آئے اور پوری طاقت کے ساتھ بنو امیہ کے مقابلے میں آ گئے۔

مدینہ کا قتل عام واقعہ حرہ میں:

تمام معتبر تاریخوں نے جیسے طبری، یعقوبی، ابن اثیر، مسعودی وغیرہ نے حرہ کے واقعہ کو درج کیا ہے۔ ہم مروج الذہب سے بطور خلاصہ اس واقعہ کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

جب یزید نے قلم و جور اور فسق و فجور کا دامن تمام مملکت میں پھیل گیا تو مرکز مدینہ کے لوگ کہ جن میں کچھ مہاجرین اور انصار بیتہ حیات تھے یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یزید کے مظالم اور بالخصوص فرزند رسول امام حسینؑ کے قتل کیے جانے کے بارے میں اور یزید کے فسق و فجور اور شراب خوری اور اس کی فرعون نما حکومت کے در حقیقت اصلی فرعون کی حکومت بھی اس کی حکومت کے مقابلے میں پچھتمی یزید کے اس کردار کو دیکھتے ہوئے یزید کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس شورش اور بغاوت کی کئی ایک وجوہات تھیں کہ جن میں سب سے بڑی وجہ کہ بلا کا واقعہ اور یزید کی حکومت کا فاسد ہونا تھا۔ اس شہر میں معاویہ اور اس کے معین کیے ہوئے حاکموں کی وجہ سے یہ شہر سیاسی لحاظ سے سرکش ہو گیا انہیں وجوہات کی بنا پر حجاز میں اعتراض اور غم اور غصے کی آگ بھڑک اٹھی اور وہاں کے لوگ مناسب وقت کی انتظار میں تھے تاکہ اپنے ہدف کو عملی جامہ پہنا سکیں اسی بنا پر کہ بلا کے واقعہ نے حالات کو دگرگون کر دیا اور لوگوں کو حکومت کے خلاف بیجاں میں لایا اور انہوں نے شورش اور بغاوت کر دی اور انہوں نے یزید کے معین کردہ حاکم عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو شہر سے نکال دیا اور مدینہ کے چند ایک

مہاجرین اور انصار اور تابعین بزرگوں کو مدینہ میں حکومت قائم کرنے کے لیے معین کر کے اپنی حکومت بنائی۔ مدینہ کے حالات اتنے شدید تھے کہ سوائے بنو امیہ کی حکومت کے خلاف جنگ کرنے کے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی تھی۔

مدینہ میں حکومت بنانے کے بعد مسجد نبویؐ میں رکی طور سے یزید کی حکومت کے خلاف سرکشی کا اعلان کیا گیا اور اس کی خلافت کو توڑ دیا گیا۔ ان تمام لوگوں سے واضح اور نمایاں شخص جو ایسے حق پرستی اقدام کو عملی جامہ پہنارہا تھا جناب عبداللہ فرزند حظلہ خلیل الملائکہ تھے۔ لوگوں نے حالات کے واضح ہونے تک وقتی طور سے ان کی بیعت کر لی۔ انہوں نے بنو امیہ کے سرداروں کو جو بڑے بڑے محلوں میں رہنے والے تھے اور تمام کے تمام اپنے بزرگ مردانہ حکم کے محل میں اکٹھے ہو گئے تھے مدینہ کے شہر سے نکال دیا اس لحاظ سے اسلام کا پہلا پایہ تخت مدینہ شہر بنو امیہ کے نفوذ اور حکم سے خارج ہو گیا۔ جب یہ خبر یزید کو ملی تو اس نے اپنے دوستوں میں سے پست ترین اور خطرناک ترین انسان مسلم بن عقبہ کو ایک جرار لشکر تقریباً پانچ ہزار انسانوں کا سردار بنا کر مدینہ کے لوگوں کی سرکوبی کے لیے روانہ کر دیا جب وہ مدینہ کے قریب پہنچا تو اس نے حرہ نامی بیابان میں اپنا پڑاؤ ڈالا۔ مدینہ کے لوگ عبداللہ بن حظلہ اور عبداللہ بن مطیع کی سرداری اور سرکردگی میں اپنے دفاع کے لیے نکلے لیکن ان بے سروسامان لوگوں نے یزید کے لشکر کے ظالمانہ حملے کے مقابلے میں شکست کھائی اور یزید کا لشکر مدینہ شہر میں داخل ہو گیا۔

یہ ایک بہت بڑی جنگ تھی کہ جس میں بہت زیادہ لوگ قتل ہوئے اور بنی ہاشم اور دوسرے قریشی اور انصار بھی بہت زیادہ تعداد میں مارے گئے۔ خونریزی اتنی زیادہ ہوئی کہ خون کی ندیاں بہہ گئیں اور لوگوں کا دردناک طریقے سے قتل عام کیا گیا۔ اور یزید کے ظالم لوگوں نے بنی ہاشم قریش اور دوسرے لوگوں کی بہت زیادہ تعداد قتل کی۔ مدینہ کے لوگ یزید کے قوی ساز و سامان سے لیس لشکر کے مقابلے کے لیے بے سروسامان تھے لہذا انہوں نے اپنی مستقل

حکومت تکمیل دینے میں حرہ کی جنگ میں شکست کھائی اور یہ جنگ ان کی توہین اور جنگ حرمت پر اختتام پذیر ہوئی۔ مورخ لکھتے ہیں کہ یزید کا لشکر اپنے گھوڑوں اور اسلحہ اور جوتوں سمیت مسجد نبوی میں داخل ہو گیا اور پیغمبر علیہ السلام کی مسجد کو ناپاک اور آلودہ کیا پیغمبر علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک ہزار سے زیادہ کا قتل عام کیا گیا۔ اور بدری صحابہ میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچا اور تقریباً نو سو بارہ لڑکیوں پر یزید کے لشکر نے تجاوز کیا۔ یزید نے اپنے لشکر کے سردار مسلم بن عقبہ کو فرمان دے رکھا تھا کہ مدینہ کو فتح کرنے کے بعد تین دن تک لوگوں کا جان اور مال اور ناموس حیرے اور تیرے لشکر کے لیے حلال ہے انہوں نے بھی جتنا ان سے ہو سکا مدینہ کے لوگوں پر قسا اور تہاؤں کیا۔

تاریخ فخری میں :- کہ حرہ کے واقعہ کے بعد جب مدینے کے لوگ اپنی لڑکی کی شادی کرتے تھے تو اس کے لیے باکرہ ہونے کی ضمانت نہیں دیا کرتے تھے۔ بعض نے لکھا ہے کہ مدینہ کے قتل عام میں چار ہزار سے زیادہ لوگ مارے گئے تھے۔ یزید کے عامل اور حاکم نے مدینے کے لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تمہیں یزید کی بیعت اس شرط پر کرنی ہوگی کہ تم یزید کے غلام اور بردہ ہو اور انہیں وہ یزید کے غلام کے نام سے بلاتا تھا۔

حرہ کے واقعات کے جزئیات کے بارے میں بہت کچھ مورخین نے لکھا ہے ہم اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حرہ کا واقعہ سنہ ۶۳ھ میں وقوع پذیر ہوا اور چونکہ یزید کے لشکر نے اپنا پڑاؤ مدینے کے اطراف میں حرہ کے بیابان میں ڈال رکھا تھا اور وہاں سے مدینہ کے شہر پر حملہ کرتے تھے لہذا تاریخ میں اس واقعہ کو حرہ واقعہ کا نام دیا گیا ہے۔

مکہ میں شورش:

مکہ میں بہت زیادہ ہجبان پیدا ہوا اور مکہ والوں نے مخالفت کی اور یزید کو رد کر دیا اور

یہ امام حسینؑ کی شہادت کی وجہ سے ہوا اور اسی واقعہ کی وجہ سے یہ عورتیں پیدا ہوئی اور اس کا رد عمل تمام اطراف میں ظاہر ہوا کہ چاہے امام حسینؑ کی شہادت کا کچھ بھی اس میں اثر تھا لیکن مہدیؑ ابن زبیر کی بیعت کے بعد امام حسینؑ کے واقعہ سے مرعوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ابن زبیر اپنے آپ کو امام حسینؑ سے جدا جانتا تھا اور امام حسینؑ کے حکومت حاصل کرنے کو امام علیہ السلام کے قیام سے پہلے ہی ماننے لگا تھا اور یہ اس لیے کہ امام حسینؑ کو لوگوں کے ہاں محترم تھے اور آپ کی اس کے درمیان کوئی رقابت نہ تھی اسی واسطے اس نے صبر کیا اور منتظر رہا کہ مناسب شرائط اس کی حکومت کے لیے موجود ہوں جب حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لے ابن زبیر کی بہت زیادہ کوشش تھی کہ جتنا ہو سکے امام حسینؑ اجلدی عراق کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ امام حسینؑ کا جواز میں رہتا اس کے لیے سخت نگرانی کا موجب تھا کیونکہ جواز تو صرف امام حسینؑ کی بیعت کرنا چاہتا تھا امام حسینؑ بھی اس حالت سے خوب واقف تھے لیکن پھر بھی امام حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ اپنے عملی قیام کو انجام دے سکیں۔ امام حسینؑ کا قیام ظلم کو ختم کرنا اور حکومت بڑی کرنا بود کرنا اور اسلامی حکومت کا عدل و انصاف قائم کرنا مقصود تھا۔

ابن زبیر جواز میں رہ گیا اور تمام حالات کو دیکھتا رہا اور جب اسے امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو اس وقت ابن عباس نے جو اسلام کے بعد بڑے سیاستدار تھے ابن زبیر سے کہا کہ بخدا اب قضاء حیرے لیے ہموار ہو گئی ہے۔

”علاء الجود واللہ للک یا ابن زبیر“ ابن زبیر نے فوراً انعامیہ کے خلاف جواز کی حکومت کو بڑی سے عہدہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ اور کر بلا کے واقعہ سے لوگوں کے جذبات سے فائدہ اٹھایا لیکن پھر بھی ابن زبیر کا قیام امام حسینؑ کے قیام سے بہت زیادہ فرق رکھتا تھا کیونکہ امام حسینؑ کے اقدام کی غرض حق و عدالت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو برقرار کرنا تھا لیکن ابن زبیر کی غرض اپنے اغراض نفسانی کی تکمیل اور اقتدار اور حکومت کی خواہش تھی۔

مسجد الحرام پر حملہ:

یزید نے مدینہ کے لوگوں کے قتل عام اور غارتگری اور شہر کو سہم کرنے کے بعد اپنے جانی اور ظالم سردار لشکر مسلم بن حنفیہ کو حکم دیا کہ اپنے لشکر کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف ابن زبیر کی بغاوت کو فروکش کرنے کے لیے روانہ ہو جائے۔ اس ظالم سردار کے ظلم و جور کی وجہ سے تاریخ نے اس کا نام مسلم کی بجائے مسرف یا مجرم کا نام دے رکھا ہے۔ خداوند عالم نے اسے اس کی زیادہ جانیات انجام دینے کی وجہ سے بہت زیادہ مہلت نہ دی اور وہ مکہ اور مدینہ کے راستے قدید نامی جگہ میں بہت سخت بیمار ہو گیا اور اسی جگہ واصل جہنم ہوا یقیناً اس پر خدا کی لعنت برسی ہے۔ اس کے مرنے کے بعد یزید کے ظالم اور جابر لشکر نے ایک اور ظالم اور جانی حصین بن نمیر کو اپنا سردار حصین کر دیا حصین بن نمیر امام حسینؑ کے کر بلا میں قتل میں بھی شریک تھا اور پھر مختار کے قیام میں یہ اپنے اعمال کی سزا میں ہلاک کر دیا گیا تھا کہ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ جب حصین بن نمیر یزید کے لشکر کا سردار حصین کر دیا گیا تو اس نے مکہ کی طرف حرکت کی اور مکہ کو تمام اطراف سے محاصرہ میں لے لیا اور شہر کے تمام اطراف میں جو جنگی لحاظ سے اہم تھے مورچے قائم کر دیئے۔ عبد اللہ بن زبیر کو جو اپنے آپ کو مکہ کے مسلمانوں کا حاکم جانتا تھا محسوس ہوا کہ وہ شام کے لشکر جرار کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا اس نے اپنے آپ کو مسجد الحرام میں پہنچا کر خانہ کعبہ میں پناہ لے کر خانہ کعبہ کو اپنی پناہ گاہ بنالیا۔

حصین بن نمیر نے اپنے لشکر کے ساتھ مکہ شہر کا محاصرہ کر لیا اور مسجد الحرام کی بلندی والی جانب پر قبضہ کر کے وہاں سے پتھری توپوں کے ذریعے مکہ پر پتھر برسائے شروع کر دیئے اور مکہ کے ارد گرد پتھری توپیں نصب کر دیں۔ گرچہ یزید کے لشکر نے مدینہ کو درہم برہم کر دیا تھا لیکن مکہ کو زیر و کرنا اس کے لیے مشکل تھا کیونکہ ابن زبیر نے اپنی تحریک کو حجاز اور مصر اور عراق تک پھیلا رکھا تھا اور ابن زبیر کعبہ میں پناہ لے چکا تھا اور شہر کے تمام دروازوں کو بند کر دیا

تھارہ کی جنگ سے بھاگے ہوئے اور بخدی خوارج کا گروہ اور مختار ثقفی جو ایک قوی سیاسی شمار ہوتا تھا یہ سب کے سب ابن زبیر کی مدد کو پہنچ گئے۔ عبد اللہ بن زبیر اور اس کے مددگار اور مختار ثقفی ان تمام نے مسجد الحرام کو اپنی جنگ کا مرکز بنایا ہوا تھا (ہم نے مختار ثقفی کے ابن زبیر کے ساتھ کئی وجوہ کی بنا پر حمایت کرنے اور پھر مختار کے بعد میں ابن زبیر سے علیحدہ ہونے اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کے اعلان کا اس کتاب میں اشارہ کر چکے ہیں۔

خانہ کعبہ کو آگ لگانا:

حصین بن نمیر نے عبد اللہ بن زبیر اور اس کے ساتھوں کو قتل اور قید کرنے کے لیے مسجد الحرام پر حملہ کر دینے کا حکم صادر کر دیا۔ بڑے بڑے پھر توپوں کے ذریعے خانہ کعبہ پر گرائے گئے اور پھروں پر کپڑے لپیٹ کر ان پر تیل ڈالا جاتا اور آگ لگا کر جب بجڑنے لگتے تو خانہ کعبہ پر توپوں کے ذریعے گرائے جاتے جن سے خانہ کعبہ مہدم ہو گیا اور اس کے اطراف کے مکان جل گئے۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ کتنی بڑی جنایت ہے کیا اس قوم کو اصحاب قبل کا قصہ یاد نہیں تھا کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ کیا خانہ کعبہ کے ساتھ جنگ کرنا آسان تھا۔ مسعودی لکھتے ہیں کہ اس جنایت اور تجاوز کے نتیجے میں ایک بجلی آسمان سے یزید کے لشکر پر گری اور ایک کثیر جماعت کو اس نے ہلاک کر دیا اور یہ ہفتہ کے دن تیسری ربیع الاول ۶۳ھ میں واقع ہوا۔ اس جنایت اور ظلم کے گیارہ دن بعد یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا لیکن ابن زبیر اور اس کے ساتھی اسی طرح برابر مقابلہ کر رہے تھے اور آہستہ آہستہ ان کی حالت خطرناک ہو رہی تھی کہ گیارہ دن بعد خبر ملی کہ یزید مر گیا ہے شام کا لشکر متفرق ہو گیا اور جنگ کی حالت تبدیل ہو گئی۔ حصین بن نمیر نے عبد اللہ بن زبیر سے مصالحت کر لی اور پھر سے ابن زبیر حجاز پر مسلط ہو گیا۔

کربلا کے واقعہ کے بعد یزید کا مکہ اور مدینہ پر تجاوز اور جنایت کرنے کے واقعہ کو

معتبر تواریخ جیسے طبری، یعقوبی، ابن اثیر، مسعودی میں ذکر کیا گیا جسے جستجو کرنی ہو وہ ان تاریخوں کا مطالعہ کرے۔ کربلا کا واقعہ لوگوں میں بیداری کا بالخصوص اور عوامیہ کی حکومت کے خلاف سرکشی اور قیام کا بالعموم سبب ہوا اور عقار نے اس موقع سے اپنے قیام کے لیے خوب فائدہ حاصل کیا۔ جب یزید کے مرنے کی خبر مکہ میں پہنچی تو جنگ رک گئی۔ حصین بن نمیر نے مکہ کے باہر اہلح کے مقام پر عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ تم میرے ساتھ شام چلو تاکہ میں وہاں تیرے ساتھ خلافت کی بیعت لوں لیکن ابن زبیر نے حصین بن نمیر کی اس پیشکش کو رد کر دیا اور فوراً وہاں سے مکہ کی طرف واپس لوٹ گیا۔ ابن زبیر نے حصین بن نمیر کی پیشکش کو قبول نہ کر کے اپنے لیے خلافت کے عمدہ موقع کو جو دمشق کے خراب حالات اور یزید کے مرنے سے اسے مل رہا تھا اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔

یزید کے مرنے کے بعد:

یزید کی ظالمانہ اور جنایت پیشہ حکومت تین سال اور کچھ مہینے رہی اور وہ اچانک ۶۴ھ میں جہنم واصل ہو گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد دمشق میں عوامیہ کے دو نمایاں خلافت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ لوگ یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اسے خلیفہ کے عنوان سے لوگوں میں لے آئے لیکن وہ اپنے باپ یزید اور دادا کے ظلم اور جنایات سے بہت زیادہ متاثر ہو چکا تھا اور خلافت کے قبول کرنے پر کسی طرح بھی رضامند نہ تھا۔ وہ منبر پر گیا اور کہا لوگو میرے دادا نے حضرت علیؑ سے باوجود یکہ حضرت علیؑ کو رسولؐ کے قریب قرار دیا تھا اور خلافت کے حقدار تھے خلافت کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں ایسے کاموں کے بجا لانے پر آمادہ کیا کہ جنہیں تم بہتر جانتے ہو اور بالاخر اسے موت نے آلیا اور اپنے گناہوں میں گرفتار قبر میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس نے منبر پر رونما شروع کر دیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ کہنے لگا ہمارے لیے بہت زیادہ سخت ہے کہ اس کی عاقبت اور انجام کو

اسلام کر سکیں ہمیں معلوم ہے کہ خلیفہ علیہ السلام کے قہر و عزم کے قتل کرنے اور مکہ اور مدینہ کی ہتک اور فوجیں کرنے اور خانہ کعبہ کے دیواروں کو گرنے کا انتہا کیا ہوگا۔ تمہارے وہاں کو اپنی گردن پر لینے کے لیے حاضر نہیں ہوں تم جانو اور خلافت اس طرح کی گفتگو کا ذریعہ نے بھی اپنے تاریخ میں قتل کی ہے۔

معاویہ بن یزید نے چالیس دن سے تیار وہ حکومت نہیں کی اور خلافت اور حکومت کے اسماعیلی دینے کے انیس یا بیس دن بعد دنیا سے کوچ کر گیا اور اسے دمشق میں دفن کر دیا گیا۔ امام حسین ؑ کی شہادت ۱۱ھ میں واقع ہوئی۔ تین سال کے بعد یعنی ۲۳ھ میں یزید بن معاویہ ہلاک ہو گیا۔ یزید کے مرنے کے بعد خلافت کا امیر ابن عبداللہ بن زبیر کے لیے خالی ہو گیا کیونکہ حمین بن نمیر جو لشکر جرار لے کر یزید کے حکم سے عبداللہ بن زبیر سے جنگ کرنے آیا تھا اور اس نے مکہ کا محاصرہ کر رکھا تھا جب یزید کے مرنے کی اسے اطلاع ملی تو وہ بچ گیا تھا کہ یزید کی اولاد میں سے کوئی ایسا نہیں جو خلافت کے لیے موزوں ہو لہذا اس نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ وہ عبداللہ بن زبیر سے مصالحت کر لے اس نے عبداللہ بن زبیر سے ملاقات کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کے ساتھ شام چلے تاکہ وہ شام کے تمام لوگوں سے تیرے لیے بیعت لے اور اس ذریعے سے بے گناہ لوگوں کی خونریزی کو روکا جاسکے لیکن ابن زبیر نے اس کی اس درخواست کو قبول نہ کیا اور مکہ میں رہ جانے کو ترجیح دی حمین بن نمیر اس گفتگو سے بغیر نتیجہ حاصل کیے اپنے لشکر کے ساتھ شام روانہ ہو گیا اور پورے حجاز کو عبداللہ بن زبیر کے حکومت کرنے کے لیے خالی کر گیا۔ شام میں لوگوں نے یزید کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے معاویہ ثانی کی بیعت کر لی لیکن اس کی خلافت بھی چند ایک دن سے زیادہ تک باقی نہ رہی اور وہ خلافت سے دستبردار ہو گیا کیونکہ معاویہ ثانی بنو امیہ کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا تھا اور اس نے چالیس دن حکومت میں رہنے کے بعد اس مطلب کو واضح طور پر بیان کر دیا اور حکم دیا کہ منادی

لوگوں میں ندا دے کر لوگ مسجد میں اکٹھے ہو جائیں۔ اور جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اس نے اپنی خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا۔ معاویہ ثانی اس کے چند دن بعد بطور مشکوک ہلاک ہو گیا۔ اسکے مرنے کے بعد لوگوں میں خلافت کے بارے میں بہت زیادہ اختلاف پیدا ہو گیا۔

بنو امیہ کے سرداروں اور امیروں میں سے ایک مروان بن الحکم تھے آپ تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کے چچا زاد تھے اور اس وقت عمر کے لحاظ سے بنو امیہ کے لوگوں میں سے سب سے بڑے تھے اور لوگوں کے نگاہوں میں محترم شمار ہوتے تھے۔ یزید کی خلافت کے زمانے میں یزید کی طرف سے مدینہ کے حاکم اور گورنر تھے جب اس نے یزید کے مرنے کی خبر سنی تو مدینہ سے شام چلا گیا بہت رد و بدل کے بعد انہوں نے بنو امیہ کو اپنا خلیفہ ہونا اور اپنی بیعت لینے پر راضی کر لیا اور یزید کے فرزند خالد کی ماں سے ریکی طور سے نکاح کر لیا تاکہ یزید کے ہوا خواہوں کی گزب کو اس طرح سے خاموش کر دے اور اس حیلے سے خالد کے ذہن سے بھی خلیفہ ہونے کی خواہش کو ختم کر دے اور یہ معلوم رہے کہ یہ خالد اپنے آپ کو مروان کی نسبت خلیفہ ہونے کا زیادہ حقدار سمجھتا تھا کیونکہ اس کے دادا معاویہ نے پہلے اسے اپنا وارث قرار دیا تھا اور سنیان کی اولاد مروان بن الحکم کی بیعت پر راضی نہ تھی لیکن مروان نے ان سے عہد کیا تھا کہ اپنے بعد خلافت کو خالد کے سپرد کر دے گا لیکن جب مروان خلافت پر قابض ہو گیا تو اس فکر میں گیا کہ خلافت کو معاویہ کی نسل سے نکال کر اپنی نسل میں منتقل کر دے مروان نے خالد کی ماں سے نکاح کر کے خالد کی توہین کی اور اسے خلافت کے مطالبے سے دستبردار کر دیا۔ چند مہینوں کے بعد ایک بات پر خالد اور مروان کے درمیان جھگڑا ہو گیا مروان نے اس کے سامنے اس کی ماں کو برائی سے یاد کیا۔

خالد نے یہ واقعہ اپنی ماں سے بیان کر دیا خالد کی ماں نے اس سے کہا کہ تم فکر نہ کرو کہ میں مروان کے ساتھ ایسا کام کروں گی کہ جس کے بعد وہ تم سے اس طرح نہیں کرے گا۔

جہدات ہوئی اور مردان اپنے کمرے میں سونے کے لیے آیا اور سو گیا تو خالد کی ماں نے شاید اپنی بعض کیزوں کے ذریعے سے اس کے منہ پر نگیر رکھ دیا اور اس پر خود بیٹھ گئی یہاں تک کہ مردان مر گیا اور لوگوں کو گمان ہوا کہ وہ طبعی موت مر گیا ہے جب اس کے بعد مردان کا بیٹا عبدالملک خلافت پر متمکن ہوا تو وہ اپنے باپ کے انتقام لینے سے منحرف ہو گیا کیونکہ اس کے اس طرح انجام دینے سے اس کی بدنامی ہوتی تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مردان کو ایک عورت نے قتل کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود عبدالملک کے دل میں خالد کے بارے میں کینہ موجود رہا۔

مردان بن الحکم خلافت پر قابض ہونے کے نو مہینے اور کچھ دن بعد ہلاک ہو گیا لیکن وہ خلافت کو اپنے بعد اپنی اولاد میں منتقل کر گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک شام میں خلیفہ ہو گیا عبدالملک کے زمانے میں بنو امیہ کی حکومت بہت ترقی پر پہنچی اور تمام اسلامی مملکت پر عبدالملک فرمانروا اور خلیفہ ہو گیا۔ عبدالملک ایک بہت بڑا سیاسی اور مدبر انسان تھا اور وہ اکثر اسلامی مملکت کو اپنے کنٹرول لے آیا فقط حجاز کے حصہ پر عبداللہ بن زبیر مسلط تھا۔ عراق کے لوگ جو اکثر اہل بیت کے طرف دار اور شیعہ تھے وہ شام کی حکومت کے زیر اثر ہونے اور حلیم ہونے پر راضی نہ ہوئے اس طریقے اور سیاست سے بنو امیہ نے خلافت کو اپنے لیے محفوظ کر لیا جب کہ قریب تھا کہ خلافت کی باگ ڈور ان سے نقل ہو کر حجاز منتقل ہو جائے اس کے بعد خلافت بنو امیہ کے خاندان مردان کی نسل میں چلتی رہی۔



تیسرا حصہ

﴿عراق کے دیگر گون حالات﴾

یزید کی اچانک موت نے بنو امیہ کی حکومت کو حزن لٹل کر دیا۔ عراق جو بنو امیہ کے زیر تسلط تھا وہ بنو امیہ کی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور مختلف واقعات اور حوادث کا گڑھ بن گیا۔
بصرہ میں گڑبڑ:

بصرہ بنو امیہ کی حکومت کا مطیع اور فرمانبردار تھا لیکن اس مرتبہ اس نے ایک قوی ارادے سے مجبوراً جلدی کی۔ عبداللہ بن زیاد بصرہ کا گورنر تھا اس نے یزید کے مرنے کی خبر پہنچنے کے بعد ہی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہوئے بنو امیہ کی بیگ پر اپنے لیے بیعت لینے کی کوشش کی لیکن اسے اس میں ناکامی ہوئی بصرہ نے یزید کے بعد ہاشمی خاندان کی مشہور اور معروف شخصیت عبداللہ بن حارث بن نوفل سے بیعت کر لی لیکن وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ بصرہ پورے کا پورا شورش زدہ ہو چکا تھا بصرہ خوارج کی قوت اور قبائلی جنگ کی وجہ سے ایسی حالت پیدا کر چکا تھا۔ مجبوراً بصرہ کا بحران اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا یہی اس بات کا سبب بنا کہ بصرہ کے لوگوں نے حمزہ ہو کر حجاز کے خلیفہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ ابن زبیر نے پہلے تو حارث بن عبداللہ ربیعہ کو بصرہ روانہ کیا اس نے بصرہ میں امن برقرار رکھنے کے لیے کوشش کی اور پھر مصعب ابن زبیر بصرہ میں آ گیا اور نئے گورنر کے عنوان سے بصرہ کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

کوفہ:

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد کوفہ گناہوں کے طغیانی میں غرق ہو چکا تھا یزید کے مرنے کے بعد اس نے ایک سخت رویہ اختیار کیا اور بالخصوص بنو امیہ کی حکومت کی سخت روش اور لوگوں کو قتل کر دیئے جانے پر جو اس شہر میں ان کے علوی مذہب کی طرف میلان کی وجہ سے وجود میں آ چکی تھی دُھ پر ملتی کا کام کیا۔ اور یہ واضح تھا کہ کوفہ مذہبِ شیعہ کی تحریک کا سرگرم کار ہو تھا اور اس شہر کی سیاست بصرہ سے مختلف تھی کیونکہ بصرہ سازگاری والی سیاست اپناتا تھا اور کوفہ کی سیاست گرم اور انتہائی تھی۔ اسی سبب سے کوفہ میں یزید کے گورنر عمر بن حریت کو قبول نہ کیا اور بنو امیہ کے نظام کو حتمی طور سے رد کر دیا گیا اور عمر بن حریت کی جگہ عاصم بن مسعود کو گورنر قبول کر کے بٹھا دیا گیا۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے ابن زبیر کو بھی خط لکھا اور اس سے وقاداری کا اعلان کیا کیونکہ ابن زبیر امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کا مدعی تھا اور بنو امیہ کا بہت سخت دشمن تھا اس لحاظ سے عراق بنو امیہ کی حکومت کے تسلط سے خارج ہو چکا تھا اور کوفہ اس زمانے میں آتش فشاں پہاڑ کی طرح ہو چکا تھا جو مقرر پھٹ جائے گا کیونکہ یہ شہر دوسروں شہروں کی نسبت گناہوں کی گنجینی اور ندامت کے احساس میں زیادہ مبتلا تھا اسی شہر کے لوگوں نے امام حسینؑ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی تھی اور پھر انہوں نے سخت حالات میں امام حسینؑ کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ یہ شہر اپنی حالت پر آیا اور سر تا پا گناہ اور غیض و غضب اور نفرت کا مجسمہ بن چکا تھا۔ اپنے گناہوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کوئی چارہ کار اور جائے پناہ کی تلاش میں تھا ان حالات اور شرائط میں کوئی رہبر اور پیشوا لوگوں کے ایسے احساسات سے خوب استفادہ کر سکتا تھا اور انہیں منظم کر کے بنو امیہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر سکتا تھا لیکن اس کے باوجود کہ لوگوں کے دلوں میں غیض و غضب کی موجیں موجزن تھیں مگر بھی اس شہر کی نفسانی اور سیاسی حالات نے اس شہر کی طاقت کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

(۱) خالص شیعہ جو بہت زیادہ اور جلدی میں ایک سخت اقدام کرنے کے حامی تھے۔
ایسے لوگ زیادہ تر یمنی اور ایرانی مہمالی اور غلام تھے۔

(۲) بنو امیہ کی حکومت کے وفادار جو زیادہ تر عراق کے اشراف اور ژوتند طاقتہ مضرب
مشتمل تھے اور ان میں سے بہتوں نے کربلا کے مظالم اور جہالت میں بہت زیادہ
رول ادا کیا ہوا تھا۔

(۳) مخفی باغ کردہ جو کہ بنو امیہ کی نظام اور حکومت کے مخالف تھے لیکن وہ تردیدی اور
حیثیت کی حالت میں جلتا تھے اور ان کا ایک طرفہ نظریہ موجود تھا تو انہیں کے
قیام کے بانی اور سر کردہ کہ جنہیں انصار الثورہ اور انقلابی کہا جاتا تھا یمن کے قبیلے
کے لوگ تھے۔ یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد خفیہ طور پر ایک جگہ اکٹھے
ہوئے اور اپنے آپ کو سر سخت طاقت اور سرزنش کی اور اس بات پر کہ انہوں نے
امام علیہ السلام کو خواہش اور تمنا کر کے اپنے شہر آنے کی دعوت دی لیکن انہیں
ضرورت کے وقت تنہا چھوڑ دیا بہت زیادہ شرمندہ تھے کہ جو انہیں اندر سے کھائے جا
رہا تھا۔ ان لوگوں نے حتیٰ ارادہ کر رکھا تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ اپنے دامن سے
اس گناہ اور تکدعار کو دھو کر رہیں گے۔

مسعودی مورخ کا اعتراض:

سنہ ۶۵ھ میں شیعوں میں جذبہ اور حرکت پیدا ہوئی اور وہ امام حسین علیہ السلام کی مدد
نہ کرنے پر ایک دوسرے کو سرزنش کرتے تھے اور اس کوتاہی میں عداوت اور پشیمانی کا اظہار
کرتے تھے۔ انہیں معلوم ہو گیا کہ وہ کتنی بڑی خطا کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ انہوں نے خود
عی امام حسین علیہ السلام کو فدا کرنے کی دعوت دی تھی اور پھر انہیں دشمنوں میں تنہا چھوڑ دیا اور آپ کی
مدد نہ کی اور انہوں نے جان لپا تھا کہ اتنی بڑی غلطی جو کامل بخشش نہیں اور اتنا بڑا گناہ اور تکد

عاجران کے دامن پر لگ چکا ہے سوائے جان دے دینے اور امام کی راہ میں قتل کیے جانے کے پاک و صاف نہیں ہو سکتا اور ان کا عقیدہ تھا کہ انہیں امام کے دشمنوں کو قتل کرنا چاہیے اور خود قتل ہو جانا چاہیے شاید خداوند عالم ان کی خطا اور گناہ سے درگزر کر لے۔ شیعوں کے قیام اور انقلاب کے مرکزی کردار ادا کرنے والے عراق کے شیعوں میں وہ سردار اور معمر انسان تھے کہ جو درج ذیل ہیں:

(۱) علیہمان بن صدوقزائی

(۲) عبد اللہ بن والی حمی

(۳) رفاعہ بن شداد بکلی

(۴) عبد اللہ بن سہاروی

(۵) مسیب ابن نجہ فزاری

کوفہ کے شیعوں نے ان پانچ افراد کی سرداری میں قیام کیا یہ قیام تو ابین کے قیام سے مشہور ہوا۔ یہی مطلب طبری نے بھی ذکر کیا ہے۔

کوفہ کے شیعوں کے انقلاب کی اصلی غرض اور علت وہی کر بلا کے شہید اور امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا تھا۔

تو ابین کا انقلاب اور قیام:

تو ابین کوفہ کے شیعوں میں سے اس گروہ کو کہا جاتا ہے کہ جو امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بہت زیادہ اپنے کیے پر پشیمان تھے اور کیوں نہ انہوں نے امام حسینؑ کی مدد کی اور کہتے تھے کہ ہمارا یہ گناہ سوائے شہید ہو جانے کے نہیں بخشا جاسکتا۔

تو ابین کے انقلاب کی حقیقت کو بیان کرنے کے لیے ایک مستقل عنوان کی ضرورت ہے ہم یہاں شیعوں کے اس اہم تاریخی اقدام کو مختصر بیان کرتے ہیں۔ مختار کا قیام اور انقلاب

تو اہلین کے قیام کے فوراً بعد واقع ہوا۔ تو اہلین کے قیام کے وقت مختار کو فہم میں تھے اور اپنے آپ کو قیام کے لیے مہیا کر رہے تھے لیکن عراق کے شیعوں نے مختار کی دعوت سے پہلے سلیمان بن صرد کی بیعت چار دوسرے آدمیوں کی رہبری اور سرداری میں ان کی بیعت کر لی اور انہوں نے سنہ ۶۵ھ کے اوائل میں انقلاب کا آغاز کر دیا۔ یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہیے کہ اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ مختار سو فیصدی بنو امیہ اور امام حسین ؑ کے قاتلوں کے خلاف تھے اور تو اہلین کے ساتھ انتقام لینے کے موافق تھے لیکن مختار تو اہلین کے ساتھ اس بات پر متفق نہیں تھے کہ وہ بنو امیہ کے خلاف اپنی طاقت کے مطابق جتنا ہو سکے دشمنوں کو قتل کریں اور اس کے بعد خود شہید ہو جائیں اور سلیمان بن صرد کے سرداری جنگی طریقے اور جنگ کو کنٹرول کرنے کے پروگرام کے بارے میں شک اور تردید رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے مختار تو اہلین کے ساتھ ان کے انقلاب میں شریک نہیں ہوئے۔ البتہ ایک اور وجہ بھی اس کے شریک نہ ہونے کی تھی اور وہ وجہ یہ تھی کہ اہلین زیر کئے حکام نے مختار کو کوفہ میں قید کر دیا اور اس وقت کو فہم مہرے ہوئے تھے اور وہ تو اہلین کے انقلاب برپا کرنے کے وقت قید خانے میں تھے۔ ہم مختار کے قیام کو جو ایک بہادر اور بزرگ شہید تھا بعد میں پڑھنے والوں کے لیے نقل کریں گے۔

تو اہلین دشمن کے رو برو ہونے سے پہلے کربلا میں آئے اور امام حسین ؑ اور شہداء کربلا کی قبروں کے پاس بہت زیادہ گریہ اور بکاؤ میں مشغول ہوئے اور وہاں عز و لاہری اس طرح بجالائے کہ کئی کئی دفعہ بے ہوش ہو جاتے تھے اور شہداء کی ارواح سے مدد طلب کرتے اور خداوند عالم کی ذات سے توبہ اور مغفرت کرتے تھے۔ اس کے بعد اپنے لشکر کو عراق اور شام کی سرحد کی طرف لے گئے۔ جوش اور پہچان دلانے والے شعراء نے بھی اس دوران اپنا کارنامہ انجام دیا اور اپنے اشعار امام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے لوگوں کو اور پھر اس کے بعد خدا کی طرف بالآخر لوٹ جانے کی ترغیب اور تحریص دلائی۔

عبداللہ بن احرمر معروف شاعر نے انقلاب عیا کرنے اور شہید ہو جانے کی اپنے قصیدہ میں ترغیب دلائی ہم ان کے اس قصیدے کے چھ ایک اشعار نقل کرتے ہیں۔

صوت و دعت العرب والفرس

قلت لاصحابی اجمروا المنوا

میں نے آواز بلند کی اور اپنے دوستوں سے کہا کہ آواز دیجئے مگر جواب دو:

وقولوا لا فلاح بعدد والسی

وقبل الدعا فلیک لیک طمنا

وہ جو آپ کو ہدایت کی طرف بلا رہا ہے اس کو لیک لیک کہو

یہ ایک طویل قصیدہ ہے کہ جس میں شاعر نے لوگوں کو امام حسینؑ کی مدد کرنے پر سرشار اور ملامت کی ہے اور پھر کہتا ہے کہ اب وقت آ گیا کہ سلیمان بنی نصر کی دعوت کا ثبوت جواب دو اور اپنے گناہوں کا جبران اور مٹائی کرو۔

تو امین کا لشکر قیامی دیہات جو فرات کے نزدیک تھا پہنچ گیا وہاں تھوڑی دیر قیام کیا اور پھر وہاں سے ایک حساس نقطہ عین الورده کی طرف روانہ ہو گئے کیونکہ انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ شام کے دشمن کا لشکر تیس ہزار آدمیوں پر مشتمل اتنے زیادہ کی سرداری میں ان کے مقابلے کے لیے شام سے حرکت کر چکا ہے۔

عین الورده کی جنگ:

تو امین کا لشکر عین الورده نامی جگہ پر شام کے لشکر کے رو بہ رو ہوا۔ شام کے لشکر کا فرمانروا اور سردار اتنے زیادہ تھا اس کی مدد کے لیے دوسرے فرمانروا بھی اس کے لشکر کا جزو تھے جو یہ حضرات ہیں:

(۱) حصین بن نمیر، بنو امیہ کے حاکموں میں سے یہ ایک کثیف اور پست انسان تھا۔ یہ

کر بلا کے واقعہ میں امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے شمار ہوتا تھا۔

- (۲) شرجیل بن ذی الکلاع حمیری یہ بھی واقعہ کربلا میں جناہنکاروں میں سے ایک تھا۔
 (۳) ادہم بن عمر زہلی۔ باہل قبیلہ کا سردار تھا اور اہل بیت عظام کے سخت ترین دشمنوں میں سے تھا۔

- (۴) ربیعہ بن عمار غنوی۔ یہ بھی اہل بیت عظام کے سخت ترین دشمنوں میں سے ایک تھا
 (۵) جبلیہ بن عبد اللہ ثعنی۔ یہ بھی اہل بیت عظام کے سخت ترین دشمنوں میں سے ایک تھا
 (ابن زیاد اور حصین بن نمیر اور دوسرے جناہنکاروں کی ایک کثیر جماعت جناب مختار اور ابراہیم اشتر کی جنگ میں قتل کیے گئے اور جہنم واصل ہوئے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی)

تو ابین کا لشکر شام کے باطل لشکر کے آنے سے سامنے ہوا۔ تو ابین کے لشکر کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی اور دشمن کے لشکر کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔

تو ابین کا جنگی نعرہ تھا ”یا السارات الحسین“ یعنی امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے والے جنگ بہت سخت ہوئی اور چونکہ تو ابین کی غرض اور غایت شہید ہو جانا تھا وہ جان سے درگزر کر کے لڑ رہے تھے اور بے پرواہ ہو کر دشمن کے قلب لشکر پر بار بار حملہ کر رہے تھے اور یہ فریاد اور نعرہ لگاتے تھے۔ الجنہ الجنہ اور تو ابین کا ایک گروہ جنگ کرنے کی حالت میں یہ فریاد کرتا تھا کہ خدا یا، ہمیں بخش دے اور معاف کر دے۔ انہوں نے دشمن کے لشکر کے بہت زیادہ لوگوں کو قتل کیا۔ جناب سلیمان بن مردخزاعی حصین بن نمیر کے لشکر کے افراد ہاتھوں شہید کر دیئے گئے اور سلیمان کے پانچ سردار جو اس کے مددگار تھے ایک کے بعد دوسرا تو ابین کے لشکر کی سردار کی کو قبول کرتا جا رہا تھا اور شہید ہوتا گیا اور تو ابین کا اکثر لشکر شہید ہو گیا اور شام کے لشکر کے غالب آ جانے سے جو تھوڑے سے تو ابین زندہ بچ گئے تھے وہ وہاں سے نکل کر عراق میں مختار

کے ساتھ آ کر ل گئے۔ تو ائین کے پانچ سرداروں میں سے جو لشکر کو کنٹرول کر رہے تھے سوائے رفاعہ بن شداد کے اور ایک قول کے بموجب عبداللہ بن شداد کے اور کوئی زندہ نہ بچا اور تمام شہید ہو گئے۔ عین الوردہ کی جنگ کا واقعہ کہ جس میں کئی ہزار شیعہ تو ائین کے اور بہت زیادہ شام کے لشکر کے قتل ہوئے کو تاریخ میں ثبت کیا جا چکا ہے۔ اس دفعہ بھی شیعوں نے ایثار اور قربانی اور ایمان اور جانثاری کا زرین ورق اہل بیت عظام کی راہ میں شیعوں کی خونین تاریخ میں اضافہ کیا ہے۔ خداوند عالم کا درود شہدا حق اور فضیلت ان کی ارواح پر نازل ہو۔ آمین۔ گرچہ یہ واقعہ ابتداء سے ختم ہونے تک تھوڑی مدت کا تھا لیکن اس نے پاک شیعوں کی شجاعت کے اہم ترین اقدام کا نشان چھوڑا ہے۔

بنی امیہ کی نسل پرستی کی سیاست:

بنی امیہ کے مظالم اور ان کے مملکت پر حکومت کرنے کے غلط طریقے کے علاوہ ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ جس کی وجہ سے لوگ بنو امیہ کے خلاف شورش برپا کرنے پر مجبور ہوئے اور وہ قحطی بنو امیہ کی نسل پرستی کی سیاست جس نے مسلمانوں کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔

(۱) عرب کہ جن کو بہت زیادہ پروٹوکول دیا جاتا تھا۔

(۲) موالی یعنی غیر عرب کہ جنہیں ذلیل اور حقیر جانا جاتا تھا اور حاکم ان پر ظلم ڈھاتے تھے۔ گرچہ نسل پرستی کی سیاست کے بانی تو دوسرے خلیفے تھے جیسے کہ شیعہ اور سنی تو تاریخ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔ شہید مطہری بنو امیہ کی سیاست کی شناخت اور خصوصیت ان کی نسل پرستی کو قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں۔ کہ بنو امیہ چند ایک چیزوں کی حمایت کرتے تھے اور چند ایک چیزوں کا مقابلہ کیا کرتے تھے جن چیزوں کی بنو امیہ حمایت کیا کرتے تھے وہ نسل پرستی کے تعصب کو ابھارتا تھا۔

الامام الصادق کتاب میں لکھتے ہیں کہ حجاج نے اپنے بھرہ کے حاکم کو لکھا کہ جب

میرا خط تھیں۔ ملے تو عظیم قبیلے کے لوگوں کو اپنے سے دور کرو کیونکہ یہ دین اور دنیا کے لیے مفید اور فساد برپا کرنے والے ہیں۔ جرجی زیدان لکھتے ہیں کہ بنو امیہ کی نگاہ میں لوگ تین قسم کے ہوا کرتے تھے:

(۱) حاکم اور حکومت کرنے والے کہ وہ صرف عرب ہوا کرتے تھے۔

(۲) موالی یعنی غلام، وہ مسلمان جو آزاد کیے جلیچکے تھے۔

(۳) ذمی وہ کفار جو اسلامی حکومت کو جزیہ دیا کرتے تھے۔

معاویہ مصر کے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مصر کے لوگ تین گروہ ہیں۔ ناس، شبہ ناس و نئاس یا لائاس یعنی جانور پہلا گروہ عرب ہیں دوسرا گروہ موالی ہیں۔ تیسرا گروہ ذمی یعنی بنی ہیں۔

پیغمبر علیہ السلام کے زمانے میں اسلام کی تعلیم کی رو سے نسل پرستی اور عرب کو غیر عرب پر برتری دیا جانا ختم ہو چکا تھا۔ لیکن متاسفانہ خلیفہ دوم کے زمانے میں یہ تعصب اور نسل پرستی پھر سے زندہ ہو گئی اور جب حضرت علیؑ کی حکومت قائم ہوئی تو آپ نے اپنے اقتدار کے فوراً بعد اس سیاست کی سخت مخالفت کی اور اسے دور پھینک دیا اور آپ نے کتاب اور سنت کی رو سے معمولی سا فرق مسلمانوں کے درمیان عرب ہو یا غیر عرب میں نہیں کیا کرتے تھے۔ معاویہ جو دوسرے خلیفے کی طرف سے شام میں گورنر مقرر کیا گیا تھا اس نے نسل پرستی کی سنت کو خوب زندہ کیا اور جب معاویہ خود خلیفہ بن گیا تو اپنے حکم اور فرمان دیئے جانے سے اس نسل پرستی والے تعصب اور فرق کو اچھی طرح مضبوط کیا۔ اس نے عمرو عاص کو غیر عربوں کے بارے میں مصر میں خط لکھا۔ اور ابن زیاد کو ایک اور خط لکھا کہ جس میں معاویہ نے عراق میں غیر عربوں کے بارے میں یوں لکھا۔ ایرانیوں کے بارے میں ہوشیار رہنا انہیں کبھی بھی عربوں کے برابر قرار نہ دینا۔ عرب کو حق پہنچتا ہے کہ ایرانیوں سے عورت لے لیکن ایرانیوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا

کہ وہ عرب سے شادی کرے عرب ایرانیوں سے ارث لے سکتا ہے لیکن ایرانی عساکر سے ارث نہیں لے سکتا جہاں تک ہو سکے ایرانیوں کی تحواہیں وغیرہ اور دوسرے حقوق کمتر دیئے جائیں۔ ایرانیوں کو پست ترین کام سپرد کیے جائیں۔ عرب کے ہوتے ہوئے غیر عرب نماز جماعت نہ پڑھائے۔ غیر عرب نماز جماعت کی پہلی قطار میں کھڑے نہ ہوں۔ سرحدوں کی حفاظت اور قصاصات غیر عربوں کے سپرد نہ کی جائے لوگوں کا مختار کے ارد گرد اکٹھے ہو جانے اور اسے پسند کرنے کی ایک یہی وجہ تھی کہ مختار نے نسل پرستی اور قومی تعصب کو دور پھینک دیا تھا۔ علامہ محمد مہدی شمس الدین لکھتے ہیں کہ انصافاً مختار نے کامیاب ہونے کے بعد انصاف اور عدالت کے طریقے کو اپنایا اور طبقاتی اور قومی اور نسلی فرق اور تعصب جو دوسرے خلفائے کے زمانے سے بنوامیہ کے زمانے تک اپنی قوت پر باقی تھا کو دور پھینک ڈالا اور جامعہ کے محرم طبقے یعنی غیر عرب موالی اور ایرانیوں کو جو اس وقت تک یہ اصول کہ کام زیادہ لیا جائے اور مزدوری اور حق کم دیا جائے باقی تھا اسے دوسرے مسلمانوں کے مساوی قرار دیا اور عربوں کو غیر عربوں پر ترجیح نہ دی اور تمام کے حقوق کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے مساوی قرار دیا۔ یہی مختار کی عادلانہ سیاست تھی کہ جس کی وجہ سے مختار کے اکثر بددگار محروم اور مظلوم طبقہ پر مشتعل تھے۔

ڈاکٹر فیاض جو بغداد یونیورسٹی کے استاد ہیں اس بارے میں لکھتے ہیں کہ مختار کے قیام میں وہ تندر و جوشیدہ تھے وہ سب کے سب مستحقین سے ہی تھے۔

مختار کے قیام میں ایرانیوں کا رول:

علامہ وہ خدا اپنے لغت نامہ میں تحریر کرتے ہیں کہ چونکہ بنوامیہ کی سیاست عربوں کی برتری اور ایرانیوں اور موالی کی تذلیل اور تحقیر پر مبنی تھی۔ ایرانی حکومت میں داخل ہو کر کام کر رہے تھے لیکن بنوامیہ کی حکومت کے دوام سے بہت زیادہ ناراحت اور رنجیدہ خاطر تھے اور منتظر تھے کہ کوئی بنوامیہ کی حکومت کی خلاف اقدام روٹھا ہو لہذا انہوں نے نہ صرف مختار اور ابراہیم

کے ساتھ مل کر عبدالملک بن مروان کی خلاف اقدام کیا تھا مل کر اس کی حمایت کی۔ بالخصوص بنو امیہ کے خلاف سوائے عمر بن عبدالعزیز کے تمام کے تمام جزیہ اور خراج لینے میں بہت زیادہ لوگوں پر سختی کرتے تھے یہاں تک کہ پہلے تمام خراج اور جزیہ کے رجسٹر حجاج کے زمانے تک ایرانیوں کے ہاتھ میں تھے اور اسے ایرانی خط میں لکھا جاتا تھا لیکن انہوں نے ایرانیوں سے لے کر اسے عربی خط میں تبدیل کر دیا پھر لکھتے ہیں کہ ایرانیوں نے تواین اور عتار کے قیام اور زید بن علی اور عجمی بن زید کے خروج کو ایک خاص شکل اور خاص رنگ دے دیا تھا۔

عتار کے انقلاب کے کئی دن پہلے عتار کی مغیرہ بن شعبہ عراق کے سابق گورنر سے جو مردم شناس اور عراق کے لوگوں کی نفسیات کو جانتا تھا اور عراق کے لوگوں کی اہل بیت عظام سے اور بالخصوص ایرانیوں کی جو عراق میں رہتے تھے محبت اور تعلق کو خوب جانتا تھا کوفہ کے بازار میں ملاقات ہوگئی تو اس نے عتار سے کہا بخدا میں ایک مطلب کو جانتا ہوں اگر کوئی مدبر انسان اس مطلب سے فائدہ اٹھائے تو لوگ اس کے طرف دار ہو جائیں گے اور اپنی جان تک قربان کر کے اس کی پیروی کریں گے بالخصوص ایرانی کہ وہ بہت ہی جلدی اس کی بارے میں متاثر ہو جائیں گے۔ عتار نے مغیرہ سے پوچھا۔ چچا جان! وہ مطلب کونسا ہے؟ مغیرہ نے کہا کہ: ”یہ دعویٰ ہم اہل نصر آل محمد والطلب ہدیمانہم“ (یعنی وہ آل محمد کی مدد کے لیے جانا اور ان کے خون کے انتقام لینے کے لیے مدد طلب کرنا) ایرانیوں کی آل محمد سے محبت کی ایک علت ان کی عدالت خوانی اور حق طلبی تھی یعنی وہ چاہتے تھے کہ اسلامی حکومت میں عدل و انصاف برپا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ بنو امیہ کا معاویہ کے زمانے میں اہل بیت عظام پر جنایت اور ظلم اور ان سے دشمنی اور انہیں شہر بدر اور قید کر دینا اور آل محمد کے شیعوں کو قتل کرنا اور پھر یزید کے مظالم کہ جو بالکل ہی اسلامی حکومت کے خلاف تھے اور پھر کر بلا کا دردناک واقعہ کہ جس کی پہلے سے کوئی نظیر موجود نہ تھی یہ سب موجب ہوئے کہ شیعہ متحد اور منظم ہو کر بنو امیہ کے خلاف قیام اور

انقلاب برپا کر دیں اور مختار نے ان مساعد حالات سے خوب فائدہ اٹھا کر ایک عظیم لشکر بنالیا اور قزوئی سی مدت میں بنو امیہ کی خلاف اسلام حکومت پر کاری ضربیں لگائیں اور اگر مختار سے عبداللہ بن زبیر کی مخالفت اور جنگ نہ ہوتی تو اسی ابتدائی زمانے میں مختار کی حکومت اس شجرہ خبیثہ بنو امیہ کی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتا۔

کوفہ کے لوگوں کی مختار سے وابستگی کی علت:

محمد بن مہدی شمس الدین جو لبنان کے بزرگ علماء سے ہیں یوں تحریر کرتے ہیں ۶۷ھ میں مختار نے امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے قیام کیا عراق کے لوگوں کا مختار کے قیام کی حمایت کرنے کے فلسفہ کو پہچاننے کیلئے ضروری ہے کہ عراق کے اس وقت کے حالات اور لوگوں کے موقف کو واضح کیا جائے۔ عراق کے لوگوں نے یزید کی ہلاکت کے بعد عبداللہ بن زبیر کا ساتھ دینا شروع کر دیا اور اس کی دعوت کو قبول کر لیا کیونکہ وہ اس وقت معاشرہ کے اصلاح پذیر ہونے کے درپے تھے اور ابن زبیر ادعا کرتا تھا کہ وہ امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے بنو امیہ کے خلاف مبارزہ کے میدان میں اتر رہے۔ عراق کے لوگوں نے معاشرہ کی اصلاح کی امید اور امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کی غرض سے ابتداء میں ابن زبیر کی دعوت کا مثبت جواب دیا کیونکہ وہ ایک طرف تو اسے بنو امیہ کے خلاف دیکھتے تھے اور دوسری طرف اسے زہد و تقویٰ اور جامعہ کی اصلاح اور اقتدار کی خواہش اور دنیا پرستی سے مبرا جان کر اس کے عاشق اور فریفتہ ہو گئے تھے عراق کے لوگ دو اہم باتوں ایک اصلاح جامعہ اور دوسرا انتقام کے وجود میں آ جانے کی امید میں ابن زبیر کے ساتھ مل گئے لیکن زیادہ وقت نہیں گزر رہا تھا کہ عراق کے لوگوں کے سامنے ابن زبیر کی دعوت کا راز فاش ہو گیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ ابن زبیر بھی بنو امیہ کے حاکموں سے بہتر نہیں ہے ابن زبیر نے بنی امیہ کے حاکموں کو عراق سے باہر نکال دیا تھا لیکن جو لوگ امام حسینؑ کے قاتل اور واقعہ کربلا کو وجود میں لانے کے سبب

تھے انہیں اپنی حکومت میں مقرب بنالیا جیسے یہ لوگ یزید کی حکومت میں تھے ویسے ہی ابن زبیر کی حکومت میں بھی ان کا مقام تناسب سے بدترین اور بدنام شمر بن ذی الجوشن، حبیب بن ریح، عمر بن سعد و عمر بن حجاج اور دوسرے کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو ابن زبیر نے عراق میں حاکم اور سب کچھ انجام دینے والا بنا دیا اور ان کا وہی مقام قرار دیا جو انہیں بنو امیہ کی حکومت میں حاصل تھا۔

عراق کے لوگوں نے اور بالخصوص کوفہ والوں نے سمجھ لیا کہ جس معاشرہ میں وہ عدالت برپا کرنے کے خواہشمند ہیں وہ ابن زبیر کی حکومت میں انہیں حاصل نہیں ہو سکتا اور وہ چاہتے تھے کہ کسی ایسے آدمی کی رہبری کو اپنائیں جو حضرت علیؑ کی سیرت و کردار کو اپنائے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کی حکومت کے زمانے میں عدالت اور انصاف اور رفاہیت کا مزہ چکے چکے تھے اور جب ابن زبیر نے عبداللہ بن مطیع گورنر کو نکالا اور پھر کوفہ والوں کے سامنے خطاب کیا اور یہ کہا کہ میں تم میں جناب عمر اور عثمان کی سیرت کو جاری کروں گا تو کوفہ کے شیعوں میں سے ایک اہم شخص نے شیعوں کی نمائندگی کرتے ہوئے ابن زبیر کو جواب دیا کہ تو ہماری رضا کے بغیر بیت المال کو کسی دوسری جگہ لے جا کر خرچ کرے گا تو ہم راضی نہیں ہیں بلکہ بیت المال کو یہاں ہی تقسیم کرنا ہو گا اور ہم حضرت علیؑ کی سیرت کے علاوہ کسی اور کی سیرت کو قبول نہیں کریں گے اور جناب عمر اور عثمان کی سیرت کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے عبداللہ بن زبیر کی حکومت کی روش اور طریقے کے واضح ہو جانے کے بعد کوفہ کے لوگوں نے ابن زبیر کے گورنر سے کنارہ کشی شروع کر دی اور یہی اصلی علت تھی کہ جس کی وجہ سے کوفہ کے شیعہ مختار کے ساتھ مل گئے اور پھر مختار اپنے آپ کو اہل بیت کی اہم شخصیت کا نمائندہ بناتا تھا اکثر لوگ امیدوار ہو گئے کہ مختار اہل بیت کی سیرت عدل اور انصاف کو قائم کرے گا اور پھر مختار کے انقلاب کا نعرہ ”یا لثقات الحسین“ بھی ایک اہم علت تھی کہ جس کی وجہ سے عراق کے شیعہ مختار کے ساتھ ہو گئے کیونکہ

اس نعرہ میں وہ چیز موجود تھی جس کے کوفہ والے طالب اور خواہاں تھے عمار نے ان حالات سے لوگوں کو اپنا حامی اور مددگار بنالینے میں اچھی طرح فائدہ اٹھایا اور پھر عمار نے ابن زبیر سے جنگ کی اور اس میں فتح پائی جب کہ عمار نے انہیں لوگوں سے مدد لے کر کوفہ کے گورنر پر جس نے ان لوگوں سے جو واقعہ کر بلا میں امام حسینؑ کے قاتل تھے عمار کا مقابلہ کیا تھا اس پر فتح حاصل کی شیعوں کا یہ عمل بتلاتا ہے کہ وہ کامل طور سے عمار کے مددگار اور حامی تھے کہ جس کی وجہ سے عمار کو ابن زبیر کے گورنر پر فتح حاصل ہوئی۔ کوفہ کے بڑے مالدار جو شر فاکہلاتے تھے اور جو قیام عمار کے مخالف تھے وہ عمار کی سیرت اور کردار کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور پھر ان کے اکثر لوگوں کا امام حسینؑ کے قتل میں ہاتھ تھا اور وہ بظاہر عمار کے مخالف تھے اور اس کے ساتھ جنگ کرنے میں شامل ہو گئے۔ عمار نے ان کے اکثر لوگوں کو نیست و نابود کر دیا اور امام حسینؑ کے قاتلوں کو جو کوفہ کے بڑے بڑے سردار تھے تہ تیغ کر دیا اور جو قتل گئے وہ چھپ گئے اور غائب ہو گئے۔



چوتھا حصہ

﴿قیام کا فلسفہ﴾

عمار کے قیام اور انقلاب کے فلسفے اور حقیقت کو اسی کے کلام سے معلوم کرنا چاہیے اور جن غیر محقق لوگوں نے یا ان لوگوں نے کہ ان کے عقائد اور ان کے نظریے کے دشمن یا بیگانے تھے عمار کی یوں شناخت کرائی ہے کہ وہ ایک دنیا پرست اور خوشنوا اور

حیلہ باز تھا حالانکہ ایسا نہ تھا۔ مختار کے کلام اور رفتار میں کوئی معمولی سی چیز بھی ایسی نظر نہیں آتی کہ جس سے ان لوگوں کے اس دعویٰ اور مطلب کو ثابت کیا جاسکے مختار کی غرض جیسا کہ ان روایات سے جو اس بزرگ شخصیت کے بارے یا اس کی طرز تفکر اور اعتقاد اور مبارزات کے بارے میں تاریخ میں نقل ہوئی ہیں کہیں بھی سوائے اس کے کوئی اور غرض نظر نہیں آتی کہ پہلے تو اس کی دلی آرزو اور تمنا شہداء کربلا کے خون کا انتقام لینا تھا اور ان تمام لوگوں کو نابود کرنا کہ جنہوں نے کربلا کا حادثہ وجود میں لایا تھا اور پھر اہل بیت عظام کے پامال کیے گئے ہوئے حقوق کو زندہ کرنا اور عدل اور انصاف کو جاری کرنا اور محروم اور مستضعف طبقے کی حمایت کرنا اور ایسی حکومت تشکیل کرنا تھا جو عدل اور انصاف اور عدالت علوی اور نظریہ تشیع پر مبنی ہو ہم آپ کی توجہ خود مختار کی کلام اور ان بزرگان کے نظریے کو جو انہوں نے مختار کے غرض اور غایت کے بیان کرنے میں نقل کی ہیں مبذول کرتے ہیں تاکہ مطلب اچھی طرح واضح اور روشن ہو جائے۔

(۱) مختار نے کوفہ کے شرفاء اور بزرگ شیعوں کی ملاقات میں کہ جس کی غرض انہیں اپنے

قیام کی طرف دعوت دینا تھی یوں فرمایا: ”ان المہدیٰ ابن الوصی بعثنی المکرم امینا و وزیرا و منتجبا و امیرا و امرئی یقتل المحلین (الملحدین) و الطلب بدلم اهل بینہ و الدفع عن الضعفاء فکونوا اول خلق اللہ اجابہ“ یعنی مجھے مہدی (محمد حنفیہ) نے جو حضرت علیؑ کے فرزند اور پیغمبرؐ کے جانشین ہیں اس لیے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں اس کی طرف سے فرمانروا اور منتخب کیا ہوا امین اور وزیر ہوں تاکہ جن لوگوں نے امام حسینؑ کے خون بہانے کو حلال قرار دیا تا انہیں قتل کروں اور اہل بیت کے قاتلوں سے ان کے خون کا انتقام لوں اور مظلوم اور محروم طبقے کی حمایت اور ان سے دفاع کروں تمہیں پہلا گروہ ہونا چاہیے جو اس آواز اور غرض کا مثبت جواب دے۔

(۲) مختار نے ایک دوسری ملاقات میں جو کوفہ کے لوگوں سے کی اس میں یوں فرمایا کہ میں اہل بیت کے نظریے کو زندہ کرنے اور شہداء کو بلا کے خون کا انتقام لینے کی غرض سے تمہارے ہاں آیا ہوں۔

(۳) ایک تیسری جگہ مختار نے کہا میرے اقدام میں درودوں سے شفاء اور دلوں کی بھڑاس کو نکالنا اور دشمنان خدا کو قتل کرنا ہوگا اور اس کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت کا شامل ہو جانا ہوگا۔

(۴) مختار جب قید میں تھا تو وہ اسی عقیدہ پر پختہ یقین رکھتا تھا اور کیا کرتا تھا کہ خدا کی قسم میں ہر ظالم اور شکر کو قتل کرونگا اور مؤمنین کے دلوں کو خوشحال کرونگا اور پیغمبر علیہ السلام کی اولاد کے خون کا انتقام لوں گا میرے اس نظریے سے موت اور دنیا کا زوال ہرگز رمانع نہیں ہو سکتا۔

(۵) مختار نے زندہ بچ جانے والے تواینین کی طرف ایک مخفی خط لکھا تھا جس میں اس نے تواینین کو ان کے انقلاب کی قدر دانی کرتے ہوئے بشارت دی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے بہت جلدی قید سے رہا ہو جاؤں گا اور تمہارے دشمنوں کو جہاں بھی ہو گئے نابود کر کے تہ تیغ کروں گا۔

(۶) مختار نے شعی بن خرم کو جو بصرہ کے شیعوں کا رہبر تھا اسے دعوت دیتے ہوئے تاکید کی تھی کہ بصرہ کے لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام لینے کی طرف دعوت دے۔

(۷) بزرگ شیعوں نے جو ملاقات محمد بن الحنفیہ اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کی تھی اس میں اظہار کیا تھا کہ مختار ہمیں آپ کے خون کے انتقام لینے کی طرف بلاتا ہے۔ امام سجاد علیہ السلام اور محمد حنفیہ نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ ہم یہی مطلب چاہتے

ہیں اور جس شخص کی یہ فرض ہو تو لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اس کی اس میں کھد کریں۔
 (۸) شیعہ اہل کوفہ کے مدینہ سے واپس لوٹ آنے کے بعد مختار نے کوفہ کے لوگوں کے
 اجتماع میں یہ کہا کہ میری اہل بیت کے قاتلوں اور امام حسینؑ کے خون کے انتقام
 لینے میں مدد کرو۔

(۹) مختار ایک ابن العراق نامی آدمی کے ساتھ عراق اور حجاز میں اکٹھے سفر کر رہا تھا۔ مختار
 نے مملکت کے حالات اور اوضاع کے بارے میں گفتگو کی اور ابن عراق کی طرف
 توجہ کی اور کہا اے ابن عراق اگر کسی وقت کسی جگہ سے میرے قیام کی آپ کو خبر ملے
 تو لوگوں سے کہنا کہ مختار نے مسلمانوں کے ایک گروہ کے ساتھ مل کر قیام اور انقلاب
 کر دیا ہے اور اس کے قیام کی فرض اور غایت امام مظلوم شہید اور کربلا میں قتل کیے
 ہوئے شہید جو مسلمانوں کے سردار اور پیغمبر خدا کی بیٹی کے فرزند تھے کے خون کا
 انتقام لینا ہے۔

(۱۰) ابراہیم اشتر اور شیعوں کے بزرگوں کے ساتھ مخفی ملاقات میں مختار نے علاوہ انہیں
 اپنے قیام اور انقلاب کے ساتھ دینے کی دعوت کے یوں اظہار فرمایا کہ میری دعوت
 کی بنیاد کتاب خدا اور سنت پیغمبر کے حکم کو جاری کرنا اور اہل بیت علیہم السلام کے
 خون کا انتقام لینا اور مظلوم اور ضعفاء کا دفاع کرنا ہے۔

(۱۱) وہ خط جو محمد بن الحنفیہ نے ابراہیم اشتر کو لکھا تھا اس میں یہ جملہ موجود ہے اما بعد مختار
 میرا وزیر اور امیر منتخب ہے میں نے اسے حکم دیا ہے کہ ہمارے دشمنوں کے خلاف
 جنگ کرے اور ہمارے خون کا انتقام لینے کے لیے کھڑا ہو جائے تمہیں خود اور اپنے
 پیروکاروں کو اس کی مدد کرنی چاہیے۔

(۱۲) ہر نظر پرے اور قیام اور انقلاب کا نعرہ اور شعار اس کے ہدف کو بیان کرنے والا ہوتا

ہے مختار کے قیام اور انقلاب کے تمام مراحل میں اس کا اور اس کے یار و انصار کا یہ نعرہ تھا۔ یا ثغرات العسین (یعنی ہم حسینؑ کے خون کا انتقام لینے والے ہیں) مختار نے کوفہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد اپنے قیام اور شعار کی غرض کو بیان کرتے ہوئے اپنے اہم خطاب کے آغاز میں یوں اعلان کیا اور اپنے ان چند جملوں میں اپنی غرض کو یوں بیان کیا۔

الاهل لموا عباد الله الى بيعة الهدى و مجاهدة الاعداء عن الظلما من آل
محمد المصطفى وانا المسلط على المحلطين المطالب بدم ابن بنتي الله
رب العالمين

یعنی اللہ کے بندو۔ جلدی کرو ہدایت کی بیعت کرنے میں اور دین کے دشمنوں سے جنگ کرنے اور ضعیفوں کے دفاع کرنے میں اور پیغمبرؐ کے خاندان کے آل کے دفاع میں ان پر کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے خون بہا دیئے کو حلال قرار دیا تھا میں مسلط ہو چکا ہوں اور پیغمبرؐ کے فرزند کے خون کے انتقام لینے پر قادر ہو چکا ہوں۔ (ابن ابی مفضل تقریر بعد میں نقل کی جائے گی) سب سے زیادہ مختار کی غرض اور غایت کو واضح کرنے والی بات وہ کلام ہے جو اس نے لوگوں سے بیعت لینے وقت کہی تھی اس نے لوگوں سے بیعت لینے وقت یوں کہا تھا:

تہلمونی علی کتاب الله وسنتہ نبیہ و الطلہ بدماء اہل البیت و جہاد
المحلطين و الدفع عن الضطاء و قتال من قاتلانا و سلم من سلمنا و الوفاء
بہمعتنا لا تلکمہ ولا نستعملکم فانما قتال الرجل نعرہ۔ بالیوم

یعنی تم میری بیعت اللہ کی کتاب اور سنت نبیؐ پر کرو اور اہل بیت کے خون کے انتقام لینے اور اس کے قتل اور جنگ کرنے پر کہ جس نے امام حسینؑ کے خون بہا دیئے کو حلال قرار دیا تھا اور ضعفا کے دفاع کرنے اور اس سے جنگ کرنے پر جو ہم سے جنگ کرے اور اس سے

صلح کرنے پر کہ جو ہم سے صلح کرے اور میری بیعت سے وفاء کرنے پر کہ مجھے توڑ نہیں جائے۔
اور میں بھی تمہاری بیعت کو نہیں توڑوں گا پس جب بیعت کرنے والا اس کے جواب میں ہاں کہہ
دیتا تھا تو اس وقت مختار اس سے بیعت لے لیتے تھے۔

مختار کی غرض اور غایت میں بزرگوں کا کلام:

علامہ بزرگ انہی نے مختار کے اقدام کی بہت زیادہ تحقیق اور تجلیل کرنے کے بعد اس
کے قیام کی غرض اور غایت کو یوں بیان فرمایا ہے کہ اس کا یہ مقدس قیام اور انقلاب صرف عدالت
کو قائم کرنے اور ظالموں کی ریشہ کنی اور بنو امیہ کے ظلم اور ستم کو ختم اور جڑ سے نکال دینا تھا۔
علامہ باقر قرشی مختار کے قیام کے فلسفے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ مختار اپنے مقدس جہاد
میں کوشش کر رہا تھا کہ وہ حکومت اور قدرت کو اپنے ہاتھ میں لے لے لیکن نہ صرف ریاست اور
قدرت طلبی کے لیے بلکہ اہل بیت پیغمبر کے قاتلوں سے ان کے خون کے انتقام لینے کے لیے اس
کے بعد لکھتے ہیں کہ مختار نے کربلا کے مظلوموں کے خون کے انتقام لینے کے لیے قیام کیا اس کی
حکومت کے روش اور اس کی سیاست کا محور حضرت علیؑ کی عادلانہ حکومت تھی اس نے اشرف
عرب کی غیر عادلانہ روش اور طریقے کو جو وہ غیر عرب پر رکھتے تھے ختم کر دیا تھا وہ اپنے سیاسی
اقتصادی اجتماعی روش اور طریقے میں حضرت علیؑ کے طریقے اور روش کی پیروی کیا کرتا تھا۔



چھٹی فصل

قیام اور انقلاب کے مقدمات ہیں

بہا حصہ

﴿مختار اہل بیت علیہم السلام کا دفاع کرنے والا تھا﴾

جیسے پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مختار کوفہ کی اہم شخصیت تھی اور اہل بیت عظام اور امام حسینؑ کے بہت زیادہ حامی تھے اگرچہ اس خط میں مختار کا نام نہیں دیکھا جاسکتا جو کوفہ کے بزرگوں نے امام حسینؑ کو لکھا تھا کہ جس میں انہوں نے آنحضرت کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی شاید مختار کا یہ رویہ بھی اس کے باہوش اور دور اندیش ہونے کی وجہ سے ہوا ہو جب کوفہ کی بزرگ سفیدریش آگے آگے ہوں جیسے سلیمان بن صرد خزاعی ہانی بن عروہ وغیرہ تو پھر لازم نہ تھا کہ مختار بھی دعوت دینے میں اپنے آپ کو نمایاں کرے لیکن جو بات مسلم ہے وہ یہ کہ مختار امام حسینؑ کے کوفہ میں حکومت کو قائم کرنے میں بہت زیادہ کوشش کر رہا تھا اور تمام عراق والوں سے اس کا زیادہ عقیدہ رکھتا تھا کوفہ والوں کے بہت زیادہ خطوط اور بار بار آپ سے ارتباط کرنے پر امام حسینؑ نے پہلے جناب مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ روانہ کیا۔

مسلم مختار کے گھر:

تاریخوں میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے تو آپ سیدھے مختار کے گھر میں وارد ہوئے۔ مختار نے آپ کی تشریف آوری کا دل سے خیر مقدم کیا اور باقاعدہ طور پر اپنی مدد اور حمایت کا اعلان کر دیا۔

بلاذی لکھتے ہیں کہ مختار کے گھر جناب مسلم بن عقیل وارد ہوئے تو یہ گھر انصلا ب کا

مرکز بن گیا۔ تاریخ سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بنانہ تھی کہ بغیر مقدمات کی فراہمی کے جناب مسلم انقلاب کا اعلان کر دیں۔ بلکہ منصوبہ بندی یہ تھی کہ پہلے مختار اور کوفہ کے بزرگوں اور سرکردہ لوگوں سے مشورہ کیا جائے اور غیر متوقع حوادث کے پیش آنے کی صورتحال کے لیے منصوبہ بندی کی جائے اور کوفہ کے لوگوں اور قبائل کو انقلاب کی دعوت دینا بھی انہیں امور میں سے ایک تھا لیکن ابن زیاد کے کوفہ میں اچانک اور مکارانہ طور پر آنے سے کوفہ کے حالات دگرگوں ہو گئے اور تمام منصوبے ناکام ہو گئے لہذا بعض وجوہات پر جناب مسلم مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ جو کوفہ کی ایک اہم شیعہ شخصیت تھی اور امام حسینؑ کے حامی تھے کے گھر منتقل ہو گئے مختار اس فرصت سے استفادہ کرتے ہوئے لوگوں اور قبائل کو دعوت دینے کی غرض سے کوفہ کے اطراف میں چلے گئے۔

اس کے بارے میں بلاذری لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے مسلم ابن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجا تھا تو جناب مسلم بن عقیل مختار کے گھر وارد ہوئے مختار ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ ابتداء ہی سے مخفی طور سے بیعت کر لی تھی اور جب مسلم نے خروج کیا اور اپنے قیام کا اعلان کیا تو مختار کوفہ میں نہ تھے وہ کوفہ سے کچھ دور ”خطرانیہ“ میں اپنی زمین پر گئے ہوئے تھے اور یہ بھی طے نہیں تھا کہ جناب مسلم اسی دن خروج کریں گے کہ جس دن کہ انہوں نے علی الاعلان خروج کر دیا اور آپ نے اپنے مددگاروں کے لیے پہلے سے خروج کرنے کا کوئی وقت معین نہیں کر رکھا تھا لیکن اچانک جناب ہانی کا گرفتار کر لیا جانا اور دوسرے ایسے ہی غیر متوقع واقعات جو رونما ہوئے تھے سبب بنے کہ جناب مسلم اپنے مقررہ وقت سے پہلے خروج کر دیں جب مختار نے جناب مسلم بن عقیل کے خروج کر دینے کا سنا تو آپ بہت جلدی کوفہ واپس آ گئے اور جب مختار کوفہ واپس آئے تو شہر کے حالات تبدیل ہو چکے تھے۔

عقار کا کوفہ میں لوٹ آنا:

انکے زیادہ کے کوفہ میں جانے اور یزید کے گارعدوں کے کوفہ پر مسلط ہو جانے سے جناب مسلم شہید کر دیے گئے کہ جس کی تفصیل ہمارے ان اور قتال کی کتابوں میں موجود ہے۔

انکے زیادہ کے کوفہ پر مسلط ہو جانے اور جناب مسلم کے مددگاروں اور مددگاروں کے قتل کر دینے کے بعد ایک قضیت جو انکے زیادہ کی فہرست میں سر فہرست تھی وہ جناب عقار تھے۔ انکے زیادہ نے ہر شخص کو قتل یا گرفتار کر کے زمان میں ڈال دیا کہ جس کے بارے میں احتمال تھا کہ اس کا جناب مسلم سے رابطہ تھا یا امام حسینؑ کے حب داروں میں سے تھا۔

ابن اثیر اس واقعہ کو مفصل تحریر کرتا ہے۔ جناب مسلم بن عقیل جب گرفتار کر لیے گئے تو اس وقت عقار کوفہ میں نہ تھے اور کوفہ کے باہر ایک دیہات میں مسلم بن عقیل کے لیے مدد طلب کرنے اور لوگوں کو خروج کے لیے اکٹھے کرنے کی غرض سے گئے ہوئے تھے اور جن دیہاتوں میں عقار گئے ہوئے تھے ان کا نام لفظاً یا تشبیہاً عقار کا وقت تھا کہ جناب عقار کو اطلاع ملی کہ کوفہ میں حالات خراب ہو چکے ہیں اور جنگ شروع ہو چکی ہے۔ عقار کے لیے ایسی خبر غیر متوقع تھی کیونکہ جناب مسلم کے خروج کے لیے ابھی کوئی وقت مقرر نہیں کیا گیا تھا۔

عقار نے یہ خبر سننے ہی اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کو اکٹھا کیا اور انہیں کوفہ کی طرف حرکت کرنے کا حکم دیا اور خود بھی ان کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عقار کا اپنے مددگاروں کے ساتھ کوفہ کے نزدیک سلاخ گروہ سے آہستہ آہستہ ہو گیا۔ عقار نے ان سے پوچھا کہ تم کون سے قبیلے سے ہو اور کس کے طرفدار ہو؟ یزید کے یا امام حسین علیہ السلام کے؟ انہوں نے عقار کو سخت لہجے میں جواب دیا اور کہا کہ ہم انکے زیادہ کے آدمی ہیں اور ہم تمہیں پہچانتے ہیں کہ تم عقار ہو اور تم مسلم بن عقیل کی مدد کے لیے آ رہے ہو تمہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ مسلم قتل کیا جا چکا ہے۔ انہوں نے عقار کو روکنا چاہا ان کے درمیان زد و خورد بھی ہو گئی اس گروہ کا سردار قتل

ہو گیا اور وہ گروہ حنرف ہو گیا۔ عمار نے اپنے مددگاروں سے کہا کہ ہمارے کو جو کچھ غیر صالح
 کرے اسے اسبب کہ جناب مسلم بن عقیل شہید کیے جا چکے ہیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں رہی تم
 اپنے اپنے قبیلہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ جناب عمار رضی اللہ عنہ میں وارد ہوئے۔
 کوفہ کا ذکر کر گئے۔

جب عمار کوفہ پہنچے تو کوفہ کے حالات دیکھ کر کہیں ہو چکے تھے۔ مسلم بن عمار رضی اللہ عنہ
 کو دیکھ گئے تھے۔ شہر پر خوف اور رعب و وحشت طاری تھی۔ ابن زیاد نے قلعہ کوفہ کی
 حیثیت سے بگڑے ہوئے حالات میں لوگوں کو مسجد کوفہ میں یزید کی حکومت کے فتح کے اعلان
 کرنے کی غرض سے اکٹھا کیا ہوا تھا۔

تاریخ طبری میں یوں لکھا ہے کہ عمار اور عبداللہ بن حارث نے ایک دوسرے سے
 عہدہ کوفہ میں قیام اور انتخاب برپا کیا تھا اور علم انہوں نے ہاتھ میں ہونا تھا۔ عمار سب سے علم اٹھایا کرتا
 تھا اور عبداللہ سرخ علم اور وہ اپنے بدن پر لباس بھی سرخ پہنتا تھا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ عمار
 نے اپنا علم کوفہ کے ایک حساس مقام عمرو بن حریص کے گھر کے سامنے گناؤں سے لے کر کہا تھا
 کہ میں نے اپنا مرکز یہاں اس لیے قرار دیا ہے تاکہ عمرو بن حریص کو ابن زیاد کی خدمت سے روک کے
 رکھوں۔ معلوم ہے کہ عمرو بن حریص نے جناب مسلم بن عقیل کے خروج کو ناکام بنانے میں
 کلیدی کردار ادا کیا تھا۔ عمار چاہتا تھا کہ جس طرح بھی عمرو بن حریص کو جنگ میں وارد ہونے
 سے روکا جائے تاکہ مسلم کا خروج کسی حتمی رکاوٹ سے محفوظ رہے۔ ابن زیاد عمار اور عبداللہ بن
 حارث سے گرفتار کرنے کے دوپہ تھا اور ان کی گرفتاری کے لیے ایک خاص یقوت تک مہلت
 دے رکھی تھی۔ مسلم کے گھسٹ کھا جانے کے بعد طبری لکھتا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ عمار مسلم بن
 عقیل کے مستمد مددگاروں میں سے تھا اور اپنی پوری طاقت سے قیام کے کامیاب کرنے کے
 لیے میدان میں اترتا تھا۔

عقار کا گھر بنو جانا:

ابن زیاد نے اپنے تمام مقام اور تمام بڑے عمرو بن حریت کو مسجد کوفہ میں علم کھانڈنے کا حکم دیا تاکہ لوگ اس کے علم کے پھیلنے کو سر تسلیم خم کر دیں۔ عقار مغرب کے وقت کوفہ شہر میں داخل ہو ارات کی تاریکی نے شہر کے تمام اطراف کو گھیرا ہوا تھا۔ عقار باب الفیل محلہ میں آیا اور بہت زیادہ حیران تھا کہ کس طرح حالات اتنی جلدی و گزر گئی ہو گئے ہیں۔ لیکن عقار دیر سے پہنچا تھا اور تمام شہر دشمن کے قبضے میں تھا۔ اور چونکہ عقار ایک مصروف اور مشہور آدمی تھا اس کے شہر میں آ جانے کی خبر تمام لوگوں میں بہت سرعت سے پھیل گئی اور جو بھی اس کی خبر عمرو بن حریت کو ہوئی تو اس نے فوراً راہ دہ کر لیا کہ عقار کے ساتھ رابطہ پیدا کیا جائے عقار کے ساتھ اس کے رابطہ سے پہلے عمرو بن ابی جہر نامی ایک مداح جو حکومت میں بھی داخل تھا کہ عقار کے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ اس نے عقار سے کہا کہ تم کہاں تھے؟ انہم اپنے قبیلے میں تھے اور نہ لوگوں میں یعنی ابن زیاد کے دو گاروں میں کیا کر رہا ہے؟ عقار نے اسے جواب دیا کہ آج صاف ٹکر کر دیا تاکہ اپنے لیے کوئی حتمی فیصلہ کر لوں۔ ابی بن ابی جہر ابن زیاد کے سلطان اول عمرو بن حریت کے پاس آیا اور عقار کے کوفہ میں آنے کی اسے اطلاع دی عمرو بن حریت نے ابی کو پیغام دیا کہ میری طرف سے عقار کو کہا جائے کہ اپنے ہوش میں رہنا اور اپنے آپ کو بلا کت میں نہ ڈالنا اور سفارش کی کہ عقار ابن زیاد کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے عقار کے رشتہ داروں میں سے ایک عام زائحہ بن قدامہ ثقفی کہ جو عمرو بن حریت کی اس گفتگو میں موجود تھا اس نے عمرو بن حریت سے کہا کہ میں ایک شرط پر حاضر ہوں کہ عقار کو تیرے پاس لے آؤں اور اور وہ یہ کہ عقار امان میں ہوا اور اس کی جان کی حفاظت کی ضمانت دی جائے اور اگر کسی طریقے سے ابن زیاد کے پاس عقار کے خلاف کوئی رپورٹ دی جائیگی ہو تو اس سے متعلق تم خود بخود کا دفاع کرو اور عقار ابن زیاد کے ضرر و تکلیف سے محفوظ رہے گا۔

عمر دین حریت نے اس کے جواب میں کہا کہ جہاں تک مجھ کی اولاد کا تعلق ہے تم اس کے بارے میں تو مطمئن رہو لیکن اگر عہد کے بارے میں لیکن نریا کے ہاں کوئی خلاف رپورٹ دی ہوگی ہوگی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ضرور شہید سے اس کا دفاع کروں گا اور یہ میری طرف سے عہد کی ضمانت اور عہد کا نشانہ ہے۔

جب عمر دین حریت کا پیغام جناب عطا کو ملا تو اس نے مسلمانوں کی دیکھی کہ وہ عمر دین حریت سے ملاقات کر لے لہذا اسی رات عطا مسجد میں داخل ہوئے اور عمر دین حریت کے پرچم کے نیچے داخل ہو کر تمام باتیں دہرائیں۔

عطا کا لیکن فیاد کے ساتھ آنا سامان:

لیکن زیادہ جناب مسلم بن عقیل اور حلی سے مروہ کو شہید کر دینے اور کوفہ کے شہروں اور بزرگوں کو کڑا کر دینے کے بعد کوفہ پر گورنار قحط کی حیثیت سے مصلح ہو چکا تھا اس نے اپنی طاقت اور وقت کے حکماء کے لیے اعلان کیا کہ کل صبح دربار لگایا جائے گا اور تمام لوگ اس کے دربار میں حاضر ہو کر گورنر سے ملاقات کر سکتے ہیں۔ دربار میں حاضر ہونے والوں میں سے عمرو بن حریت کے کہنے پر جناب عطا تھے۔ جب لیکن زیاد کی نگاہ جناب عطا پر پڑی تو گویا اس نے سمجھ لیا کہ اسے وجہ لال کے دشمن پر قابو پا لیا ہے۔ عطا سے بہت بلکہ بارعب آواز میں خطاب ہوا اور کہا کہ "لست القمیل فی الامم والنصر لہن عقیل" کیا تم وہی نہیں ہو کہ جو مسلم کی مدد کے لیے لنگر فرام کر رہے تھے۔ عطا نے کہا کہ یہ سب تو میں کوفہ میں ہی نہیں تھا میں نے تو کل رات عمر دین حریت کے پرچم کے نیچے داخل ہو کر پناہ لی ہے۔ لیکن زیاد جو ہم سے حسد میں تھا اور عطا کی طرف مسلم بن عقیل کی مدد کرنے کے بارے میں جو اطلاعات اسے دی گئی تھیں۔ اس وجہ سے عطا کے طرز سے بے اعتنا ہونے ہوئے ایک لکڑی تختی سے اس کے چہرے پر ماری جس کی وجہ سے اس کی ایک طرف کی آنکھ شدید زخمی ہو گئی اور اس سے خوں جاری ہو گیا اور وہ

کر دے گا۔

مخار کا ایک رشتہ دار غلام زاد بن قدامت نقی بھی ایک اور آغلی اسلام میں تاجدار ابن زیاد کے درباری تھے۔ وہ مخار کے پاس قلعہ خانے میں آگے اور کہا کہ شہادت کرنا چاہتے ہو کہ نہ کیونکہ تیری مہر تھی ہے اور اپنی زبان پر بکھریل کر دے گا۔ نے پوری شہادت سے کہا: ”کذب واللہ ابن مرجانہ واللہ لا قتلہ ولا ضمن رجلی علی عہدہ“

بھرا ابن مرجانہ جھوٹ بولا ہے بھرا میں اسے قتل کرو گا اور اپنا پاؤں اس کے چہرے پر دے دو گا۔ اسلام نے قحب سے قتل کی طرف دیکھا اور کہا کہ ہم نے عہدے ہمارے میں کی ایک باتیں کن دہی تھیں اب تیری زبان سے بھی سن رہے ہیں ہم اب کیا کہہ سکتے ہیں۔ وہ قحب کی حالت سے وہاں سے اٹھ کر چلے گئے مخار نے فرزند بن قدامت نقی سے جو ان کے چچا یا بھائی میں سے تھا اور مورد اعتماد تھا خواہش کی کہ وہ اس کی مدد کرے اور میرا قحلی بیٹا مہتا جلدی ہو سکے تھامی عبداللہ بن عمر تک پہنچا دے عبداللہ بن عمر دوسرے خلفہ کے فرزند تھے اور مخار کی بہن صفیہ کے شوہر تھے۔ عبداللہ بن عمر اپنے خاص اقام اور سیاست سے علیحدگی اور جدت کے ریلوی ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو مانا جاتا تھا اور بالخصوص جو اس کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ مخار کا عبداللہ بن عمر کو بیٹا مہتا کہ جتنا جلدی ہو سکے تاکہ ایک خط یزید کے نام لکھے اور یزید حکم دے کہ ابن زیاد کو قلعہ خانے سے رہا کر دے۔

عبداللہ بن عمر کا یزید کے نام خط:

عبداللہ بن عمر نے کھانے کے لیے دو ترخان بھیجا ہو تھا عبداللہ اور اس کی بیوی کھانا کھانے کے لیے تیار تھے کہ اچانک دروازے پر دھک ہوئی۔

کون ہے؟ میں میں عراق سے آیا ہوں۔ کیا کام ہے؟ فتویٰ دینے کے بعد دروازہ کھولا آگے والے نے کہا کہ یہ آپ کے لیے ضروری خط ہے۔ خط کن کا خط؟ عبداللہ بن

میر کا جرم بھلا کے بڑھنے سے جھنجھو ہو گیا اور خطر اس کیل جلالت میں بھلا کو بند کر دیا مختار نے بھلا میں لکھا تھا کہ میں کو فہ میں لایا ہوں زیادتی قید میں ہوں۔ آپ سے چاہتا ہوں کہ بہت جلد ہی ایک خط بڑید کو لکھیں کہ بڑید اپنی زیادہ کو حکم دے کہ وہ مجھے آزاد کر دے۔

مختار کی یہ کہان بہت سخت ہوئی اور اپنے شوہر سے اصرار کیا کہ سستی نہ کریں اور جتنا جلدی ہو سکا ہے اس کام کو انجام دیں۔ عبداللہ بن عمر نے اپنے قلمی میلان کے خلاف بڑید کو خط لکھا۔ اور جب عبداللہ بن عمر کا خط بڑید کو ملا تو بڑید نے فوراً ابن زیاد کو لکھا کہ میرے خط کو پڑھتے ہی فوراً مختار کو رہا کر دے۔ یہ وارے کوئی ضرر نہ پہنچے۔ والسلام۔ اس مجلس نے اپنا کام کر دیا۔

مختار موت کی منہ میں:

مختار کافی عرصہ قید خانے میں رہا اور جیل کے عالم میں جو جھجکار حکم حالات پر مسلط تھے ان زیادہ نے شہر میں عرصہ حیات تک کر رکھا تھا۔ ابن زیاد نے جو مختار کے بارے میں تحقیق انجام دی ہوئی تھی اس نے حتمی اور ادا کر رکھا تھا کہ مختار کو قتل کر دے۔ ابن زیاد کے ہاں بڑید کا خط آیا تو اس نے مختار کو حتمی موت سے نجات دے دی۔ اور ابن زیاد مجبور ہو گیا کہ مختار کو قید سے رہا کر دے اور مختار سے کہا کہ تین دن کے اندر کو فہ سے چلا جائے اور اگر تین دن کے بعد کو فہ میں رہ گیا تو میں میری گردن اڑا دوں گا۔ مختار نے کو فہ کو ترک کر دینے کا اور ادا کر لیا۔

مختار آزاد ہو:

تاریخ کے مطابق امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اور ابن زیاد کے کو فہ پر مسلط ہونے اور اہل بیتؑ کو شہر کے طرفداروں کو نیست و نابود کر دینے کے بعد ابن زیاد پوری جسارت سے مسجد کو فہ کے منبر پر امیر المومنینؑ اور ابن کی اولاد کی قوی بن کیا مگر تھا بعض لوگوں کی طرف سے اس پر شدید رد عمل بھی ظاہر ہوا جیسے عبداللہ بن صفیہ۔ جس دن مختار کو آزاد کیا گیا اسی دن

سے آزاد ہو چکا ہوں اپنی غرض کی تکمیل کے لیے کہاں جاؤں؟ کوفہ؟ کوٹہ؟ موجودہ حالات میں اس کی جگہ نہیں رہا۔ شام؟ نہیں وہاں تو عوامیہ کی حکومت کا مرکز ہے۔ ایران۔ یہ بھی مناسب نہیں ہے مصر اور یمن؟ تو یہ بہت دور ہیں اور اس کی غرض کی تکمیل کے لیے بھی مناسب نہیں ہیں۔ پس اس وقت بہترین جگہ کہاں ہے۔ حجاز؟ ہاں حجاز جو مرکز توحید و حق ہے اور مرکز صحابہ اور خاندانِ پیغمبرؐ ہے نام حجاز گھور اہل بیتؑ کے ہاتھی کا جانے والے بے پند میں موجود ہیں اور عبداللہ بن زبیر جو عوامیہ کا سخت ترین دشمن ہے مکہ کا حاکم ہے لہذا حجاز ہی جانا چاہیے کیونکہ حجاز عوامیہ کی حکومت کے تسلط سے خارج ہے اور ابن زبیر ان کے مقابلہ میں کڑا ہوا ہے۔ وہاں جانے میں کوئی خرچ نہیں ہو سکتا ہے کہ ابن زبیر کے ساتھ مل کر عوامیہ کے قلعہ فتح کرنے میں اس کی مدد کرے اور پھر وہاں جا کر پیغمبر علیہ السلام کے اہل بیتؑ کے ساتھ قہر و طاقت بھی ہو جائے گی اور پیغمبر علیہ السلام اور اس کے خاندان کے پیغمبروں کی زیارت بھی ہو جائے گی اور مکہ میں خانہ خدا کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا اور وہاں ابن زبیر سے طاقت کر دوں گا اور اس کے سامنے اپنی غرض و دعائے بیان کروں گا اور خاص شرائط پر اس کی مدد بھی کر لوں گا کیونکہ ہم دونوں کی غرض ایک ہے۔

حجاز کی طرف:

بلا غرض اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اپنے مقدس ہدف کی تکمیل کے لیے کوئی اور جگہ حجاز سے مناسب تر نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ ابن زبیر کو جو اس وقت قہر رت رکھتا ہے اپنے ساتھ ملا لوں اور خاندانِ پیغمبرؐ سے دفاع کرنے کی غرض کو پورا کر لوں۔ لہذا کوفہ سے چلا جانا چاہیے۔

فقار قید سے آزاد ہونے کے تین دن بعد کوفہ سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا اور عراق کو کہ جہاں بہت سال رہ چکا تھا چھوڑا اور اپنے دوستوں سے وداع کیا اور اللہ پر تکیہ کرتے ہوئے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں مرید کے ایک بزرگ انسان ابنِ اشراف سے

ملاقات ہوئی۔ وہ مختار کو پچھا تھا میں جب مختار کی ایک آنکھ کو جس دیکھتا تو سہا اختیار کیا تھا
 للہ وانا الیہ راجعون“ مختار یہ کیا ہوا ہے؟ کہیں تیری ایک آنکھ ٹپل اور ناقص ہے؟ مختار
 نے کہا کچھ ٹپس ہے۔ ”شعور عینی ابن الزلف بالخصیب“ یعنی حرام زادے نے میری آنکھ کو
 اپنے صبا کے مارنے سے ناقص اور ٹپل کر دیا ہے۔

اس کے بعد مختار نے حمی طور سے کہا خدا مجھے گل کرے مگر میں نے اس کا یہ جواب نہ
 چکایا۔ اور میں اس کے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیاں قطع کر دیا اس کے بدن کے کڑے کڑے
 کروٹا۔ پھر ابن الفرق کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اس بات کو یاد رکھنا پھر مختار نے ابن الفرق
 کے ساتھ حجاز اور محمد اللہ بن زبیر کے قیام کے حالات کو عجیب اور اس دوران کہا کہ حجاز اور ابن
 زبیر کے حالات اور وضع کسی ہے؟ ابن الفرق نے کہا کہ ایسی زبیر فضا تو خانہ کعبہ میں پتلا ہے
 کہ میں موجود ہے اور خفیہ لوگوں سے اپنے لیے بیعت لے رہا ہے اور اگر اس کا کام چل نکلا
 اور اس کے ارد گرد لوگ اکٹھے ہو گئے تو پھر وہ اپنی دعوت کو بر ملا ظاہر کر دیتا؟

مختار نے کہا کہ میں حجاز جا رہا ہوں اور ابن زبیر کے پاس بھی جاؤں گا اگر اس نے
 میری بات کو تسلیم کر لیا اور میرے مشورہ اور نظریات کو اہمیت دی اور میری اطاعت کی تو اس کے
 کام کو خوب معظم کروں گا اور اس کے دشمن بخواسیہ کو لٹکانے لگاؤں گا۔ اور اگر اس نے میرے اہم
 نظریات پر توجہ نہ دی تو پھر بھی کوئی پروا نہیں میں تمہا مشکلات پر قابو پا کر اپنی غرض کو پورا
 کروں گا۔ پھر ابن الفرق سے کہا۔ ”ان القعدة قد برقت ورحلت“ یعنی فتنہ اور انقلاب کا
 طوفان برپا ہو چکا ہے اور عدو اور برق شروع کر دی ہے۔ اے ابن الفرق جب تو عراق کی سر
 زمین پر پہنچے اور میرے قیام اور انقلاب برپا کر دینے کی خبر سنے تو لوگوں سے کہنا کہ مختار نے
 مسلمانوں کی ایک جماعت کیساتھ انقلاب برپا کر دیا ہے اور اس سے اس کی غرض امام مظلوم
 شہید کربلا سید المسلمین خیر خدا کی بیٹی کے تخت جگر کے خون کا انتقام لینا ہے۔ اس کے بعد پھر

فلسفی طور سے ابن الفریق کو طالب کیا اور کہا کہ خدا کی قسم میں اپنی حسینیت کے قاتلوں میں سے
 اپنے زیادہ قتل کدوں گا کہ جن کی تعداد حضرت عیسیٰ بن مریم کے بدلے قتل کیے جانے والوں
 کے برابر ہوگی ابن الفریق کہتا ہے کہ میں نے ہمارے بھائی جیلے چار میں چار سب کو جو بہت بڑا
 سفاک تھا اور عبدالملک اموی غلیظہ کی طرف سے کوفہ پر گورنر تھا قتل کیجئے تھے ان میں سے ایک
 سے فس پڑا اور کہا کہ ہمارے بھائی جیلے کو مارتا تھا اور موزوں اور مظہم اور دل پندہ کی کھڑتا ہے
 اور اس نے پھر چار ایک ہمارے بھائی جیلے قتل کیجئے اور کہا کہ بھائی اس کی کلام سے کہیں کچھ نہ کہنا
 لیکن علامہ محمد زویلہ اور بہادر جگر انبان ہے۔ (الغرضی ما احدثت بہ الامم) یعنی
 فضیلت وہی ہے کہ جس کی دشمنی بھی گواہی دے اور اقرار کرے۔

قاری علیہ السلام کا بہت سخت دشمن تھا اور وہ خود خواہی کے دوائے کار اور ظالم جاگوں میں
 سے ایک تھا اور ہمارے گالیاں بھی دیتا تھا لیکن اس موقع پر مجبور ہو گیا کہ ہمارے شخصیت اور
 فضیلت کا اقرار کرے۔



دوسرا حصہ

﴿ہمارے اور ابن زبیر﴾

اس سے پہلے کہ ہم ہمارے ابن زبیر کے ساتھ مل کر اس کی حمایت کرنے اور ہمارے
 کے کام کرنے کو بیان کریں ابتدا ہم ابن زبیر کی مختصر شخصیت اور اس کے انقلاب اور قیام کی
 فرض کے بیان سے کرتے ہیں تاکہ اصل مطلب واضح اور روشن ہو جائے کیونکہ ہمارے انقلاب

اپنے لیے حسب اور عہدے کا مطالبہ کیا اور اپنے ساتھ امتیازات کے ملحوظ رکھنے کا بھی مطالبہ کیا لیکن حضرت علیؓ نے ان کے اس طرح کے مطالبات کو قبول نہ کیا۔ یہ دونوں حضرت علیؓ کی عدالت اور اپنے مطالبات قبول نہ کیے جانے اور اپنی سیاست پر صریح اور قیمتی طور پر عمل نہ ہونے اور نسل امتیاز کی سیاست کے قبول نہ کیے جانے کو اچھی طرح جانتے تھے لہذا انہوں نے حضرت علیؓ سے روگردانی کرتے ہوئے اس امید پر کہ وہ حضرت عثمان کے قتل کے بعد مقام خلافت تک پہنچیں لوگوں میں عثمان کے قتل کیے جانے کو خوب اچھا لائیں ان کی خلافت کی امید حضرت علیؓ کے ظاہر بننے اور آپ کے حکومت پر مستحکم ہو جانے سے ناامیدی میں تبدیل ہو گئی انہوں نے خون عثمان کے مطالبے کے عنوان سے جناب عائشہ کی رہبری میں حضرت علیؓ سے جنگ لڑنے کا اعلان کر دیا ہمزہ میں آ کر جنگ کی آگ کو حمل کے نام سے روشن کر دیا۔ حضرت علیؓ بذاتِ خود اپنے لشکر کے ساتھ ان سے مقابلے کرنے کے لیے گئے اور ہات چرت اور صلح آمیز غیر خواہانہ دعوت دینے کے باوجود جناب عائشہ اور طلحہ اور زبیر کی ضد اور لجاجت کی وجہ سے جنگ ان کے ضرر پر تمام ہوئی طلحہ میدان جنگ میں مارا گیا اور حمل کا لشکر تتر بتر اور ختم ہو گیا اور زبیر بن عوام بھی قتل کر دیا گیا۔

عجیب یہ ہے کہ جنگ سے پہلے زبیر حضرت علیؓ کے بتلانے پر متشبہ ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ جنگ کرنے سے ہٹ جائے لیکن اپنے ناپاک بیٹے کے کہنے پر پھر حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہو گیا۔

تأخلف بیٹا:

ما زال للزبير من اجل البيت حتى نفاذ فيه المشور عبدالله
حضرت علیؓ نے ابن زبیر کے بارے میں یہ جملہ فرمایا کہ زبیر ہم اہل بیت میں سے شمار ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کا خنوس منہ عیال پر نہ ہو گیا۔

عبداللہ بن زبیر جگ محل میں جناب عائشہ کے لشکر کا امام جماعت تھا جب نماز جماعت پڑھانے کی امامت میں جناب زبیر اور طلحہ کے درمیان نزاع پیدا ہوئی تو جناب عائشہ نے عبداللہ سے کہا کہ لشکر کی امامت تم کراؤ۔

ابن ابی اللہ یہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کہتا تھا کہ میں خلافت کا اپنے باپ اور طلحہ سے زیادہ حقدار ہوں اور وہ کہتا تھا کہ جناب عثمان کے گھر کے حاصرہ کے زمانے میں جناب عثمان نے خلافت اس کے سپرد کر دی تھی۔ عبداللہ جگ محل میں اپنی خانہ جناب عائشہ اور اپنے باپ کے ساتھ حضرت علیؑ کے خلاف لڑتا رہا۔ جب حضرت علیؑ کی جگ محل میں زبیر سے ملاقات ہوئی اور آپ نے زبیر سے کہا کہ تم میرے خلاف کیوں جگ کر رہے ہو؟ زبیر نے جواب دیا کہ جناب عثمان کے خون کے مطالبے کے لیے؟ حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ پیغمبرؐ نے تجھے میرے بارے میں کیا فرمایا تھا۔ آپ نے وہ واقعہ بتلایا۔ زبیر نے کہا کہ درست ہے آپ ٹھیک فرما رہے ہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کیا پیغمبرؐ نے تجھے نہیں فرمایا تھا: ”انک واللہ ستعادلہ و انت له ظالم“ یعنی اے زبیر بخدا تو علیؑ کے ساتھ مغرب جگ کرے گا جب کہ اس حالت میں تو ظالم ہوگا۔

زبیر اچانک متوجہ ہوا اور استغفار کیا اور کہا بخدا اگر یہ واقعہ مجھے یاد ہوتا تو میں بالکل تیرے مقابلے میں نہ آتا لیکن اب کیسے پلٹ جاؤں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا پلٹ جانا تک اور عار نہیں ہے جہنم کی آگ بہت زیادہ سخت ہے۔ زبیر امام علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے سے منحرف ہو کر جب لوہا تو اس کی ملاقات اپنے ناپاک بیٹے عبداللہ سے ہو گئی۔ عبداللہ نے اس کے جگ سے نکل جانے کو روکا اور کہا کہ ”فدوت من مہوف بمنی عبداللہ مطلب“ یعنی نبی ہاشم کی تلواریں سے ڈر گئے ہو اور بھاگ رہے ہو اور بالآخر عبداللہ اپنے باپ زبیر کو گھر سے لوٹا لایا تا کہ وہ حضرت علیؑ سے جگ کرے۔

عبداللہ ابن زہر اپنی خالہ جناب عائشہ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا اور جناب عائشہ کی بھی یہ خواہش تھی کہ ایک دن ایسا آئے کہ عبداللہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔ جناب عائشہ کی خاندان تغیر سے خاصانہ کیفیت نے عبداللہ کے روح پر گہرا اثر ڈالا ہوا تھا۔ عبداللہ یحییٰ سے لے کر آخری عمر تک خاندان رسالت سے بغض عداوت اور دشمنی رکھتا رہا۔

ابن ابی اللہ یہ سمجھتے ہیں کہ عبداللہ کی سب سے بڑی آرزو حکومت اور قدرت تک پہنچنا تھا اور وہ ایسے موقع کی تلاش میں رہتا تھا کہ جس سے اپنی یہ آرزو پوری کر سکے۔ جب معاویہ مر گیا اور عراق کے لوگوں نے بنی امیہ کی حکومت کے چمک اور تسلا سے نکلنے کی کوشش شروع کی اور حجاز میں اس کے میں بارے جوش و خروش پیدا ہوا لیکن ایک بے نظیر اور تمام مسلمانوں کے مورد حمایت شخص یعنی امام حسین ؑ کے ہوتے ہوئے ابن زہر کے لیے خلافت کی زمین ہموار نہ ہو سکی اگرچہ ابن زہر امام حسین ؑ سے دشمنی اور رقابت رکھتا تھا لیکن یزید کی بیعت نہ کرنے میں امام حسین ؑ کا ہم عقیدہ تھا ابن زہر نے کبھی بھی یزید کو بعنوان خلیفہ قبول نہ کیا اور خود ایسے موقع کی تلاش میں تھا کہ وہ خود خلافت کا ادعا کر دے سنہ ۶۱ھ میں امام حسین ؑ نے قیام کر دیا اور شہید ہو گئے اور پورے عالم اسلام میں اعتراض اور حق شناسی اور تحریک کی ایک عظیم موج پیدا ہو گئی لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے عبداللہ بن زہر اپنے آپ کو زہد اور عابد ظاہر کرتا تھا اور بے مثال نماز اور روزے رکھتا تھا اس سے اس نے ایک اندازے تک لوگوں کا اپنے بارے میں اعتماد دلایا تھا اور ابتداء میں اس نے بھی امام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے قیام اور انقلاب کرنے کو ظاہر کیا۔

یزید کے ظلم اور بالخصوص کربلا کے دردناک واقعہ اور مدینہ منورہ میں یزید کے قتل عام کرانے نے لوگوں میں یزید اور بنی امیہ کی حکومت کے خلاف نفرت کی ایک موج پیدا کر دی تھی۔ امام حسین ؑ کے خون کا انتقام لینے کی غرض نے عبداللہ بن زہر کے لیے یہ سب

زمین ہوا زکریٰ عہد اللہ اگر چہ سر تا پا غلامانِ کبیر کا دُشمن تھا لیکن اس نے ان حالات میں اپنے آپ کو امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے والا ظاہر کیا اور اس ذریعے سے بہت سے انقلابی حضرات کی قیام کو کہ جن میں سے جناب عکرمہؒ صحابی طرفِ جلب کر لیا۔

جب امام حسینؑ عراق کی طرف چلے گئے تو ایک دن جناب ابن عباسؓ کی ابن زہر سے ملاقات ہوئی ابن عباسؓ نے ابن زہر کی پشت پر اپنا ہاتھ مارا اور اس کے لیے ایک شعر پڑھا کہ جس کا سنی اس بات کو ظاہر کرتا تھا جو ابن عباسؓ نے ابن زہر سے کی۔ ابن عباسؓ نے ابن زہر سے کہا اے زہر کے فرزند فضاء تیرے لیے خلی ہو گئی ہے اور بہت مناسب موقع حیرے ہاتھ آ رہا ہے علامہ ابن نما لکھتے ہیں کہ عہد اللہ بن زہر یزید کے مرنے سے پہلے لوگوں کو امام حسینؑ علیہ السلام کے خون کے انتقام لینے کے لیے اپنی طرف دعوت دیا کرتا تھا اس خلی سے لوگوں کو فریب دیا کرتا اور یزید کے ظلم کو بیان کیا کرتا تھا لیکن یزید کے سنہ ۶۳ھ میں ہلاک ہو جانے کے بعد اپنی اس روش سے مغرب ہو گیا کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وہ اقدام سوائے نعرے اور اشعار کے اور کچھ نہ تھا۔ عہد اللہ صرف اپنی حکومت اور ریاست کا خواہاں تھا اور لوگوں کو مظلوم ہو گیا کہ وہ اس مطلب کا مرد میدان نہیں ہے۔

عہد اللہ مدینہ سے کہہ آ گیا اور ایک عابد اور زاہد کے عنوان سے وہاں عبادت میں مشغول ہو گیا اور اپنے آپ کو خانہ خدا میں پناہ لینے والے کا لقب یعنی ”الخانہ بیت اللہ“ قرار دیا لوگوں کو اپنی طرف جلب کرنے کے لیے اور عوام کو فریب دینے کے لیے دنیا کو دنیا کے لیے ترک کر دیا یہاں تک کہ اس کے نماز اور روزے ضربِ اٹل بن گئے اور جب تک یزید زعمہ رہا اس کے ساتھ نہ تھا۔ یزید اپنی حکومت کے آخری ایام میں سنہ ۶۳ھ میں جب مدینہ کا قتل عام کر چکا تو اس نے اپنا لشکر ابن زہر کی سرکوبی کے لیے کسی طرف روانہ کیا اور حسین بن نمیر یزید کے لشکر کا سردار تھا۔ یزید کا لشکر کہ شہر میں داخل ہوا اور عہد اللہ ابن زہر اور اس کے لشکر کا سہرا الحرام

میں پوری طرح محاصرہ کر لیا۔ عبداللہ اور اس کی فوج نے یزید کی فوج کا مقابلہ کیا۔ ابن زبیر کی کوشش تھی کہ قریش کے معروف اور مشہور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے مختلف طریقوں سے ان کو اپنی بیعت کرنے اور مدد دینے کی دعوت دی لیکن اسے اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ بنی ہاشم کے علاوہ مکہ اور مدینے کے دوسرے بزرگ قریش نے بھی ابن زبیر سے دوری کر لی۔

ابن ابی اللہ یہ لکھتے ہیں کہ ابن زبیر نے بہت زیادہ کوشش کی کہ عبداللہ بن عمر کو اپنا محو ایٹا لے اور اس سے بیعت لے لے۔ اس غرض کے لیے اس نے صفیہ عمار کی بہن جو عبداللہ بن عمر کی بیوی تھی کے ذریعے بھی کوشش کی تاکہ وہ اپنے شوہر کو عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کر لینے پر راضی کرے جب صفیہ نے اپنے شوہر عبداللہ بن عمر کے سامنے اس مطلب کا ذکر کیا تو ابن عمر نے اس پیشکش کے رد کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ابن زبیر ایک ریاست طلب اور دنیا پرست انسان ہے۔ صفیہ نے ابن زبیر کے زیادہ نماز پڑھنے اور عبادت کا ذکر کیا تو عبداللہ بن عمر نے اس کا جواب دیا کہ معاویہ کے وہ طاقتور فخر جو مکہ اور مدینہ میں مال لاد کر آیا کرتے ہیں تم نے دیکھے ہیں؟ صفیہ نے کہا کہ ہاں۔ ابن عمر نے کہا کہ ابن زبیر اپنی عبادت اور نماز اور روزے کے ذریعے انہیں کو چاہتا ہے؟

عمار مکہ میں:

عمار جب مکہ میں آئے تو ابن زبیر سے ملاقات کے لیے گئے۔ ابن زبیر نے عمار کا بہت گرم جوشی سے استقبال کیا اور اس کی اچھی طرح پزیرائی کی۔ ابن زبیر ایک سیاسی اور چالاک انسان تھا اس نے لیے عمار کو اپنے طرف جذب کر لینا بہت اہمیت رکھتا تھا کیونکہ ابن زبیر عمار کو جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ وہ ایک انقلابی انسان ہے اور خواہیہ کا مخالف اور بہادر اور کارکن انسان ہے لہذا وہ عمار کا اس کے ساتھ ہو جانے کو اپنے لیے فتح اور کامیابی کا زینہ شمار کرتا تھا۔ ابن زبیر نے عمار کے ساتھ بہت زیادہ گرم جوشی کا اظہار کیا اور اس سے عراق کے

حالات پر غصے اور کینہ لگائے اور عراق میں کیا خبر ہے؟ مخالف نے کہا۔ لگ بھگ اسی طرح تو بنو امیہ کی حکومت کی طرف راہی کرتے ہیں لیکن باطن میں جو امیہ کے دشمن اور مخالف ہیں۔ ان میں زبیر نے کہا کہ یہ ظالموں کی کہ جو تک شاخ نہیں ہوتے خصوصیت ہے جب وہ اپنے آقا کو دیکھتے ہیں تو اس کے سامنے فرما لیں اور ماراں ملنے ہوتے ہیں جب آقا ان سے دور ہو جاتے ہیں تو اسے برا بھلا اور اس کی محبت چھٹی کرتے ہیں اور اس کے باقی اور ملتی ہو جاتے ہیں۔

عراق عراق کے حالات سے کھلا آگاہ تھا اور لوگوں کے غمیر اور فطرت کو جانتا تھا کیونکہ وہ ان میں بہت سالوں سے رہ رہا تھا ان نے ابن زبیر سے بیگش کی کہ وہ وہاں نہ جاتے کرے اور ایک طاقتور اور تجربہ کار گورنر عراق کے لوگوں پر چھین کرے۔ لیکن ابن زبیر عراق کو اور عراق کے لوگوں کو جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ یہ حکومت طلحی کے حلی اور محبت ہیں تو مخالف کی اس بیگش سے موافقت نہ کی اور اسے رد کر دیا۔

عقدا کی ابن زبیر سے موافقت:

مؤرخین نے عقدا کی ابن زبیر کے ساتھ موافقت و اتحاد کی مدت کو بہت قلیل قرار دیا ہے۔ اس کی لکھتے ہیں کہ جب عقدا ابن زبیر کے ہاں گیا تو حوجہ ہوا کہ جو کچھ عقدا چاہتا ہے وہ ابن زبیر کے ہاں موجود نہیں ہے اور ابن زبیر ایسا آدمی نہیں ہے کہ عقدا کے ساتھ ہمدردی کر سکے۔

عقدا طائف میں:

عقدا کو علم ہو گیا کہ ابن زبیر اسے اپنی غرض کی تکمیل کے لیے کام کرنے کا موقع فراہم نہیں کرے گا لہذا اس سے جدا ہو کر شہر طائف کی طرف چلا گیا یہ شہر عقدا کے آباؤ اجداد کا اصل وطن تھا عقدا ایک سال تک طائف میں اپنے پروگرام کی کے لیے غور و فکر میں رہا عقدا طائف میں بھی اپنے ہدف اور غرض کو چھپایا نہیں کرتا تھا اور یہ ظاہر کرتا تھا کہ میں ظالموں کو تباہ کرنے والا ہوں۔ جب یہ حملہ ابن زبیر تک پہنچا تو اس نے ناراحت ہو کر کہا کہ کتنے لوگ تباہ

اس پر ہے کہ ہر سال اور ظالم ملک ہو کر رہیں تو خود بخود بھی انہیں ملے سے ایک ہے خدا سے نقل کرے گا جو وہاں تکمیل و تکمیل ہے۔

عقائد و اُتف میں راس کو خصوصی مغل منصف کیا کرتا تھا اور لوگوں کے ساتھ گفتگو کیا کرتا تھا۔ ایک مدت انہیں مغل میں آسمان کی طرف سر بلند کر کے یہ شعر پڑھا ہے کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص میں کام کرنے کی طاقت موجود ہو اسے اپنی غرض حاصل کرنے کے لیے ہتھیار کے کام کرنا چاہیے۔ عقائد ان اشعار کے پڑھنے سے کچھ بچے تھے کہ ان کے حالات کئی بہت بڑی فکر اور غرض اور غایت اور یقیناً وہ صرف انقلاب اور قیام کرنا ہی ہو سکتا تھا۔ شعر پڑھنے کے بعد اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ خدا کی قسم کہ بنیاد مریا ہے اس کے کہنے کے تھوڑے ہی دن بعد خبر آئی کہ بریدہ مر گیا ہے۔

بنیاد سنہ ۱۶۷۷ء میں جنم واصل ہوا اسی سال دوبارہ عقائد و اُتف سے کہ ملے لوٹ آیا (یہ مطلب کہ جسے ان کا اخیر نے نقل کیا ہے دوسرے مورخین کے نقل کرنے کے موافق نہیں ہے) کیونکہ تمام مورخین نے نقل کیا ہے کہ عقائد مسجد الحرام کے محاصرہ اور مکہ جنگ کے دنوں میں ملان زیر کے ساتھ مکہ میں موجود تھا اور وہیں انہیں بنیاد کے مرنے کی خبر ملی تھی۔

مکہ لوٹ آنا

عقائد ایک سال تک سیاست اور اپنے مقصد کے لیے پروگرام تکمیل دے چے اور فکر کرنے کے بعد دوبارہ مکہ لوٹ آیا۔ اسے آرام نہیں آتا تھا کیونکہ وہ ایک بہت بڑے مقصد کے بجائے نے کے دور پہ تھا اس مقصد کے انجام دینے کے لیے اس کو آرام سے بیٹھتا اور سیاست سے دور رہتا لیکن نہ غافل نہ اور دوبارہ مکہ لوٹ آیا اور ممکن ہے کہ وہ محال حج کے بجائے نے کے لیے مکہ دوبارہ آیا ہو۔

بلاذری لکھتے ہیں کہ عقائد و اُتف میں ایک سال رہنے کے بعد مکہ لوٹ آیا اور مسجد

الحرام میں گیا اور ابن زبیر کے کام میں لگ کر رہا تھا۔ عمار نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور حجر اسود کے نزدیک دو رکعت نماز پڑھی اور مسجد کے گوشے میں بیٹھ گیا۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اس کا احترام اور سلام کرتے تھے۔ عبداللہ بن زبیر کو عمار کے مکہ انہیں لوٹ آنے کی خبر ملی تو اس نے اس کے متعلق جستجو کی۔ عمار کے بعض دوستوں نے عمار سے کہا کہ ابن زبیر تیری جستجو میں ہے بہتر ہے کہ آپ اس سے ملاقات کریں۔ عمار نے اس کا جواب دیا کہ میں پچھلے سال اس کے پاس گیا تھا اور اس کی حمایت کا اعلان کیا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ اس کا مقصد درست نہیں ہے اور وہ مجھے قبول نہیں کرتا۔ خدا کی قسم وہ میرا مجھ سے زیادہ محتاج ہے ابن زبیر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر عمار کے کھانے سے مطلع ہوا تو مکہ کی عظیم شخصیت آدمی عباس بن ہبل مساعی کو عمار کے پاس بھیجا اور عمار کو دعوت دی کہ وہ ابن زبیر سے ملاقات کرے۔ عباس عمار کے پاس آیا اور احوال پرسی کے بعد یوں کہا کہ اے عمار تیرے جیسی شخصیت کے لیے مناسب نہیں کہ ابن زبیر جیسے آدمی سے دور رہے اور کہا کہ اس وقت قریش کے تمام بزرگ اور انصار اور ثقیف کے تمام لوگ اس کے ساتھ ہیں اور تمام قبائل کے سردار اس کے دیدار کے لیے آئے ہیں اور اس سے بیعت کر لی ہے بہتر ہے کہ آپ بھی اس سے ملو اور میں خود تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا۔ عمار نے اس کا جواب دیا کہ میں پچھلے سال ابن زبیر کے پاس گیا تھا اور اس کی مدد کرنے کا اعلان بھی کیا تھا لیکن اس نے مجھ پر اعتماد نہیں کیا اور اپنے مقصد کو مجھ سے چھپائے رکھا۔ عباس نے کہا کہ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تم نے اس سے کھلے عام ملاقات کی ہو لیکن اب بہتر یہ ہے کہ آج رات ہم دونوں مل کر اس کی ملاقات کے لیے جائیں۔ عمار عباس کے اصرار کرنے پر راضی ہو گئے کہ آج رات اس کے ساتھ خصوصی ملاقات کرے۔

مشروط بیعت:

عمار نے عباس سے کہا کہ انا غم نہیں۔ میں آج رات اس کی ملاقات کو جاؤں گا۔

اسی رات عباس مختار کے پاس آئے اور وہ مختار کے ساتھ ابن زبیر کی قیامگاہ پر گئے۔ جب یہ دونوں ابن زبیر کے ہاں گئے تو ابن زبیر کے پاس کوئی اور آدمی موجود نہ تھا۔ ابن زبیر نے جلدی کر کے مختار کو پہلے سلام کیا اور اس سے بظلمت ہو گیا اور مصافحہ کیا۔ اس کے بعد مختار نے بات شروع کی اور کہا کہ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری بیعت کروں لیکن ایک شرط پر۔

ابن زبیر نے کہا کہ کس شرط پر؟ مختار نے کہا کہ اس شرط پر کہ تم کوئی کام میرے مشورے کے بغیر انجام نہ دو گے اور میں تیرا پہلا شیر اور محرم راز ہوں گا اور جب خلافت تم تک پہنچ جائے تو مجھے سب سے بلند عہدہ اور منصب دو گے۔ (پڑھنے والے خوب غور کریں کہ مختار کے شرائط میں اس کی بلند ہمتی اور مقصد کا عالی ہونا اس کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے مختار چاہتا ہے کہ اپنے لیے قدرت حاصل کر لے تاکہ وہ اس قدرت کے ذریعے جو اس کا مقصد ہے اسے پورا کر سکے) لیکن ابن زبیر نے بہت ہی عیارانہ طریقے سے جواب دیا اور کہا کہ میں تیری بیعت کو کتاب اور سنت پر قبول کرتا ہوں۔ مختار نے کہا کہ یہ کیا جواب ہو ایہ تو ایک کھلا جواب ہے کونسا آدمی کتاب اور سنت کا مخالف ہو سکتا ہے اگر ایک غلام بھی آپ سے بیعت کرنا چاہے تو وہ بھی کتاب اور سنت پر ہی بیعت کرے گا مختار نے اس کے بعد کہا کہ میں تیری بیعت اسی شرط پر کروں گا جو میں نے کہی ہے۔ ابن زبیر نے بغیر کوئی بات کہنے اپنے ہاتھ بڑھا دیا اور مختار نے اس کی بیعت کر لی۔ اس لحاظ سے مختار اپنے خاص نظریے کے تحت اور ابن زبیر اپنے عیارانہ چال پر ایک دوسرے سے مل گئے۔ اس کے بعد یزید کے لشکر نے ابن زبیر کی سرکوبی کے لیے مکہ پر حملہ کر دیا۔ یزید کے لشکر نے مدینہ کا قتل عام کرنے کے بعد مکہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ مسعودی لکھتے ہیں کہ مختار ابن زبیر کے گروہ کے ساتھ ملحق ہو گیا اور اس سے بیعت کر لی اور اسے اپنے حاکم قرار دیتے ہوئے اس کی اطاعت کی لیکن اس شرط پر کہ ابن زبیر اپنے کاموں میں مختار کے مشورے اور صلاح کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دے گا اور اس کے مشورے کو رد نہیں کرے گا۔

معاذ بن زہیر کے پاس پہنچے لیکن یہ توڑی دھجک اس کے ساتھ نکال دی گئی۔
 انہوں نے لکھنے میں غور کی سرکاری میں انہوں نے زہیر کو کھانا کھانے کی کڑی سے حکم دیا۔
 کا کھانا دیا۔

اور انہوں نے زہیر کے پاس:

جب یزید نے لکھنے میں غور کی مکانات میں مسجد الحرام کا محاصرہ کر لیا تو عمار
 نے ابن زہیر سے کہا کہ انہوں نے لکھنے کے ساتھ خود بھی جنگ کرو۔ ابن زہیر نے یہاں سے
 لکھنے ابن زہیر کے ساتھ اس آیت کو پڑھا: "وَلَا تَقَاتِلُوا حَتَّىٰ يَخْرُجَ إِلَيْكُمُ الْحَرَامُ"
 یعنی "مقاتلہ نہ کرو۔ یہاں سے لکھنے کے ساتھ حرام میں آئے۔ جنگ نہ کرو
 لیکن اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تم بھی ان سے جنگ کرو۔ ابن زہیر جنگ میں وارد ہوا۔ ایک
 مدت تک عمار ابن زہیر کے ساتھ رہا اور یزید کے لکھنے کے محاصرے کے زمانے میں عمار ابن
 زہیر کے ساتھ تھا اور اس شجاعت کے ساتھ جو عمار کی مکانات میں تھی شام کے لکھنے کے ساتھ جنگ
 کرتا رہا اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے اور جنگ کرتے وقت یزید کے لکھنے کے سامنے فریاد
 کرتا تھا اے شاہزادہ! میں عمار ابن زہیر کے ساتھ ہوں اور میں وہی بار بار حملہ کرنے والا غیر فراد ہوں
 عمار نے در پہ حملہ کرتا تھا اور پیچھے نہیں دھکتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے بزدل اور پست فطرت انسان
 کے دو گاروں میں وہی ہے پورا ہجرت میں ہوں۔ عمار نے شام کے لکھنے سے بہت کچھ اور نمایاں
 جنگ کی۔ عمار کی کونج اور فریاد نے باوجود یکہ عمار اور اس کے دو گاروں اور عبداللہ بن زہیر اور اس
 کے لکھنے کی تعداد میں لکھنے کے مقابلے بہت کم تھی یزید کے نوکروں کے دلوں میں عجیب
 و غریب اور وحشت ڈال دی تھی۔ ابن زہیر کے دو گاروں نے مسجد الحرام میں اپنا مورچہ بنا رکھا
 تھا اور کئی دنوں تک یزید کے لکھنے کے ساتھ جنگ کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے کھانا بھی کھانے کے
 دیا۔ ان کے ساتھ یزید کے لکھنے کے ساتھ جنگ کرتے رہے یہ ابن زہیر کی شجاعت اور

حکومت کے حوالہ سے تھی۔

ابن زبیر کے لشکر کا سامروہ دوز بردر تک ہوتا چار ہاتھ لگا کر لڑا ایک یزید کے مرنے کی خبر آنی پہلی ابن زبیر نے بلند آواز سے کہا کہ تم کس لیے ہمارے ساتھ لڑ رہے ہو؟ تمہارا خلیفہ تو مر گیا ہے۔ اس خبر سے یزید کا لشکر ہجر اور مرقہ ہو گیا اور جنگ کرنے سے رک گیا اور شام کی طرف واپس لوٹ گیا۔ ابن زبیر نے صحابین ابن زبیر کے ساتھ مذاکرات کرنا شروع کر دیے اور ابن زبیر کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی یہ واقعہ ۶۳ھ میں رونما ہوا اس واقعہ کے بعد ابن زبیر نے مختلف شہروں میں اپنے گورنر مقرر کر دیے اور لشکر کے سردار مقرر کیے۔ ابن زبیر حجاز کے بعد عراق ایران یمن شام کے علاوہ تمام اسلامی مملکت پر مسلط ہو گیا۔

حکومت ابن زبیر سے جدا ہو گئی:

عراق کے ابن زبیر سے صلح ہو جانے اور کوفہ چلے جانے کے برے میں دو نظریے سامنے آئے ہیں:

(۱) بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ عمار نے ابن زبیر کو پیشکش کی کہ عراق کے بارے میں کوئی معمم ارادہ کرے اور کسی کو کوفہ کا گورنر مقرر کر دے۔

مسعودی اور ابن اثیر نے لکھا ہے کہ عمار نے ابن زبیر سے یوں کہا کہ میں ایک ایسی جماعت اور ملت کو جانتا ہوں کہ اگر اس کے لیے کسی عالم مدبر و دراندیش رہبر کو مقرر کرے تو ان سے ایک بہت بڑا لشکر بنا سکتا ہے کہ جن کے ساتھ شام کے لشکر سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ ابن زبیر نے پوچھا کہ وہ کونسی جماعت اور ملت ہے؟ عمار نے کہا وہ کوفہ میں ہیں۔ ان کے شیعوں ہیں۔

ابن زبیر نے عمار سے کہا کہ وہ شخص جو ان کی رہبری کر سکا ہے تم بھی ہو سکتے ہو۔ اس لشکر کے بعد حکمران ابن زبیر کے علاوہ کسی شخص سے عراق کی طرف روٹنا ہوا۔

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ عمار نے ابن زبیر کے حکم سے کوفہ نہیں گیا۔ اس مطلب کی واضح

دلیل یہ ہے کہ ابن زبیر نے عبداللہ بن یزید اور ابراہیم بن عبداللہ کو اپنا نمائندہ طیار ہوا تھا اور انہیں عراق کا حاکم منتخب کیا ہوا تھا اور وہ کوفہ گئے ہوئے تھے اور اگر تاریخ میں زیادہ وقت اور تحقیق کی جائے تو یہ واضح ہوگا کہ عمار ابن زبیر سے ناراحت اور ناراض ہو کر اس سے جدا ہو گیا تھا اور ابن زبیر نے کسی صورت میں بھی عمار کو عراق کے گورنر بنائے جانے کا حکم نہیں دیا تھا ابن زبیر نے ناراحت سے لکھا ہے کہ عمار اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ابن زبیر اسے خلیفہ اور کام کرنے کا موقع نہیں دیتا لہذا اس سے دور ہوتا گیا اور باقاعدہ عراق کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا شیعوں میں سے ایک آدمی ہانی بن جبہ دماہی نے عمار کو اطلاع دی کہ کوفہ کے لوگ ابن زبیر کی حکومت سے ناراض ہیں اور ابن زبیر کے پیچھے ہٹنے سے انہیں کوفہ قبول نہیں کیا ہے اور اس نے تاکید کی کہ اگر کوفہ کے شیعہ ایک دلیر نہ پائے رکھتے ہوں تو ایک عظیم قدرت کے مالک ہو سکتے ہیں۔



تیسرا حصہ

﴿حرکت کا آغاز﴾

عمار ابن زبیر کے ساتھ ہو گیا لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ ابن زبیر اچھا انسان نہیں ہے تو وہ اس سے علیحدہ ہو گیا اور کوفہ چلا گیا۔ عمار عراق کے حالات کا بغور مطالعہ کرتا رہتا تھا عمار کو اطلاع دی گئی کہ کوفہ والوں نے عمرو بن حرث کو جو ابن زیاد کے قائم مقام تھا کوفہ سے نکال دیا ہے اور شام کی حکومت سے باغی ہو گئے ہیں اور عامر بن مسعود کی اپنے حاکم کے عنوان

ہے بیعت کر لی ہے۔ عتار نے اس خبر کے ملنے سے مطمئن کر لیا کہ زمین ابھی طرح ہموار ہو گئی ہے اپنے اطرافوں سے کہا کہ مجھے اب اسحاق کہا جاتا ہے میں کوئٹہ والوں کے کام آ سکتا ہوں اور میرے بغیر وہاں کے لیے کوئی اور مناسب نہیں ہے۔ عراق کے لوگ اس وقت اس ریڑ کے ماتر ہیں کہ جس کا کوئی چرواہا نہ ہو اور ان کے لیے چرواہا مجھ سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ عتار اپنے قافلہ کے ساتھ عراق روانہ ہو گیا۔

عتار نے عراق جانے سے پہلے اہل بیتؑ وغیرہ سے ملاقات کی اور اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ان سے اجازت لینے کی غرض سے جناب محمد بن الحنفیہ سے ملاقات کی۔

عبداللہ بن زبیر کی خاندان وغیرہ سے سخت دشمنی:

شاید عتار کے عبداللہ بن زبیر سے جدا ہونے کی ایک علت عبداللہ بن زبیر کی خاندان وغیرہ سے سخت عداوت اور دشمنی تھی ابن زبیر ابتداء میں تو اس دشمنی کو مخفی رکھتا تھا لیکن جب خلافت اور قدرت اسے حاصل ہو گئی تو پھر اس پر اپنی دشمنی کو برملا ظاہر کرنے لگا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر اپنے خطبوں میں وغیرہ رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک نہیں لیا کرتا تھا۔ لوگوں نے جب اس پر اعتراض کیا تو اس نے ان کے جواب میں کہا کہ میں وغیرہ رضی اللہ عنہ کا نام اس لیے خطبے میں نہیں لیتا کیونکہ وغیرہ رضی اللہ عنہ کا خاندان برا ہے اور جب میں آنحضرت کا نام لوں گا تو وہ اپنی گردنیں اونچی کریں گے یعنی فخر کریں گے اور میں نہیں چاہتا کہ ان کو اس فضیلت اور افتخار کا احساس ہو۔

عبداللہ بن زبیر نے ابن عباس سے کہا کہ چالیس سال سے میں نے تمہاری دشمنی کو اپنے دل میں چھپائے رکھا ہے اور جب وہ خلافت اور قدرت پر پہنچا تو اس نے اپنی اس نے اپنی اس دشمنی کو برملا ظاہر کر دیا۔

جب ایک موقع پر عبداللہ بن زبیر پر اعتراض کیا گیا تو پھر اس نے اسی ساتھ جملے کا

گھڑا کر کیا اور مزید کہا کہ خدا کی قسم میرا دل ایک لمحہ بھی نہیں چاہتا کہ میں اہل بیتؑ کو غمخیز کروں جو محال دیکھوں اور غمخیز اس نے حسی اور ادنیٰ کیا ہوا ہے کہ اہل بیتؑ غمخیز کو ایک جگہ اکٹھا کر دوں اور تمام کو زندہ زندہ آگ میں جلا دوں۔ اس نے اس وقت بہت سخت جملے غمخیز علیہ السلام کی ذمت اور اہل بیتؑ غمخیز کے بارے میں کہے بعض مسلمانوں کی طرف سے اس پر اعتراض بھی کیا گیا۔ امین عباس کو جب اس کے کینہ اور بغض سے بھری ہوئی گفتگو کی خبر ہوئی تو وہ مسجد میں آئے اور منبر پر گئے اور اپنی پر مغز اور موثر عکلام سے امین زہری کی ترویج کی اور اس کا مددگار بن گئے جواب دیا اور اسے ذلیل اور رسوا کیا اور منبر سے نیچے اتر آیا مختار اپنے مقدس ہدف اور غرض یعنی امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا تھا اور وہ شوق اور جہت جو وہ غمخیز کے خاندان سے رکھتا تھا کیا ایسا انسان اپنے غمخیز سے اور خبیث انسان سے بھکاری اور ملاجعت کر سکتا ہے۔

عقار کی ہر جی بھیک سے نکالت:

عقار کا ایک خاص مقصد تھا ان روایات اور آئمہ علیہم السلام کی بشارت اور خوشخبری اور بالخصوص امیر المؤمنین علیہ السلام کے پیشگوئی کی، تا پر عقار کو طبرستان تھا کہ وہ امام حسینؑ کے خون کا انتقام لے لگا اور اہل بیتؑ کے انتقام کے لیے قیام اور انقلاب کمرے لگا۔ یہی خاص مقصد عقار کے مد نظر تھا کہ جس پر وہ نازل رہا تھا اور چونکہ امام حسینؑ کے قاتل مشام اور عراق اور کوفہ میں جو وہ جان ملی اور اہل بیتؑ اور حضرت علیؑ کے طرفداروں کا سر کر تھا موجود تھا لہذا عقار کو اپنے مقصد کے بجالانے کے لیے بہترین موقع اور فرصت حاصل ہو رہی تھی اسے اس میں دیر بھی نہیں کرنی چاہیے تھی اور چونکہ امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا جناب محمد بن حنفیہ کے ورثہ سے مربوط تھا اور وہی دلی اللہم اور شہداء کربلا کے خون کے وارث تھے لہذا اس نے سوچا کہ اس کے متعلق ان سے مشورہ کیا جائے اور ان سے لینا وظیفہ شرعی معین کر لیا جائے۔ اسی وجہ سے عقار عراق جانے سے پہلے امیر المؤمنینؑ کی ادلا داد اہل بیتؑ غمخیز کے پاس لایا۔ اس میں لکھا

ہے کہ مختار جناب محمد حنفیہ کے پاس آئے اور ان سے اپنی تکلیف معلوم کی امام زین العابدینؑ جو درحقیقت امام حسینؑ اور شہداء کربلا کے خون کے وارث اور مسلمانوں کے امام تھے ان سے مختار کی ملاقات کا ذکر تاریخ میں موجود نہیں ہے۔

اس کے حلقہ پہلے تو یہ احتمال دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس طرح کی ملاقات واقع ہوئی ہو اور یہ ان حساس حالات اور موقعیت کے لحاظ سے کہ جس میں امام زین العابدینؑ زندگی کر رہے تھے اور قیہ اور سیاست وقت کے لحاظ سے پوری طرح مخفی ہوئی ہو اور اس کی کسی کو خبر نہ ہوئی ہو اسی واسطے اسے تاریخوں میں نقل نہ کیا گیا ہو۔

دوسرے یہ احتمال بھی موجود ہے کہ چونکہ امام زین العابدینؑ مدینہ میں موجود تھے اور حالات ایسے تھے کہ مختار نے مکہ سے ہی عراق جانا تھا اور وہ مدینہ نہیں آسکتا تھا لیکن امیر المؤمنینؑ کے معزز اور محترم فرزند محمد حنفیہ جو حضرت امام حسینؑ کے عالی مقام کے بھائی اور بنی ہاشم کے خاندان کے قائل احترام اور سفیر ریش اور بنی ہاشم کے امامت کے علاوہ کے عظیم بزرگ تھے اور مکہ معظمہ میں موجود تھے ان سے اجازت لینے کو مختار نے امام سجادؑ سے اجازت لینا ہی سمجھا ہو۔ لہذا مختار نے اپنے قیام کے لیے محمد بن حنفیہ سے اجازت لینے کو کافی قرار دیا ہو کیونکہ محمد بن حنفیہ جیسے کہ ان کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے حجر اسود کی گواہی کے بعد ۶۱ھ میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد امام سجادؑ کی امامت کے قائل اور مطیع تھے اور اہم مسائل میں اپنی طرف سے فتویٰ اور حکم نہیں دیا کرتے تھے لہذا اس طرح ہو سکتا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے امام سجادؑ سے پہلے مشورہ کیے بغیر امام سجادؑ کے نظریے کے خلاف اس طرح کے اہم مسئلہ میں اپنی رائے پر اکتفا کیا ہو بنا براین یہ احتمال قوی ہے کہ محمد حنفیہ نے امام سجادؑ کے اس نظریے کہ شہداء کربلا کے خون کا انتقام لینا مختار کے لیے درست ہے اور جائز ہے مختار کو ایسا انتقام لینے کی اجازت دے دی ہو اور حکم دیا ہو کہ وہ قیام اور انقلاب برپا کر دے اس سے ہم یہ امر ہے کہ جب

مختار نے کوفہ میں قیام برپا کرنے کا آغاز کر دیا تو کوفہ کے پچاس کے قریب بزرگ شیعوہ افراد مجاز آئے اور محمد بن حنفیہ سے اپنی شرعی تکلیف معلوم کی تو محمد بن حنفیہ نے ان سے کہا کہ ”قوموا الی اہلہم و اہلکم علی بن الحسن علیہ السلام“ یعنی تم اٹھو اور میرے اور اپنے امام زین العابدینؑ کے پاس چلو جو کچھ وہ فرمائیں حکم وہی ہو گا چنانچہ انہوں نے امام علیہ السلام سے طاعات کی اور امام علیہ السلام نے انہیں قیام اور اختلاب کرنے کی اجازت دے دی۔

جب محمد حنفیہ اتنے اہم کام میں بغیر امام علیہ السلام کے خود کوئی حکم نہیں دیتے تو کس طرح ممکن ہے کہ وہ مختار کو قیام کرنے کی ترغیب اور تحریک اپنی طرف سے دے دیں جبکہ یہ اسے معلوم بھی ہو کہ اس قیام میں امام علیہ السلام موافق نہیں ہیں۔ یہ نظریہ مختار کے قیام کا تاریخ سے استنباط کرنے کے ضابطہ خلاف ہے۔

حکم اور تکلیف معلوم کرنا:

بلاذری لکھتے ہیں کہ مختار کوفہ روانہ ہونے سے پہلے جناب محمد بن حنفیہ کے پاس گئے اور اسے اپنے کام کی اطلاع دی اور کہا کہ میں نے حتمی ارادہ کر لیا کہ آپ کے خون کا انتقام لوں اور آپ کی حمایت اور مدد کروں آپ اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ محمد بن حنفیہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور مختار کے اجازت لینے پر ساکت رہے نہ اسے اس کام کا حکم دیا اور نہ ہی اس سے منع کیا لیکن مختار نے جناب محمد حنفیہ کے سکوت کو ان کی رضایت اور اجازت سمجھا اور اپنے آپ سے کہا کہ ان کا ساکت رہنا ہی ان کی اجازت ہے جناب محمد حنفیہ سے خدا کا غلطی کی اور عراق کی طرف روانہ ہو گئے لیکن یہی مؤرخ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ محمد حنفیہ نے مختار کے جواب میں اس کی موافقت کی اور کہا کہ تمنا ہو سکے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے پھر اس کے قیام کے بارے میں فرمایا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خداوند ہماری مدد کرے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے خدا انہیں ہلاک کرے البتہ جنگ کرنے اور خونریزی کا فرمان نہیں دیتا

ہوں کیونکہ خدا ہی ہمارا مددگار کافی ہے اور وہی ہمارا حق لے گا اور ہمارے خون کا انتقام لے گا۔
 محمد بن الحنفیہ سے اس کلی جواب کو بعض مورخین نے نقل کیا ہے لیکن اس جواب سے
 ایک قطعی مطلب معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت کی مدد کرنا اور شہداء کے خون کا انتقام لینا آپ
 چاہتے تھے اور اہل بیت عظام اور محمد بن حنفیہ کی یہی خواہش ان کی پسندیدہ تھی لیکن بعد والا جملہ
 کہ میں اس کے لیے جنگ اور خوزیری کو پسند نہیں کرتا قابل فور و فکر ہے۔

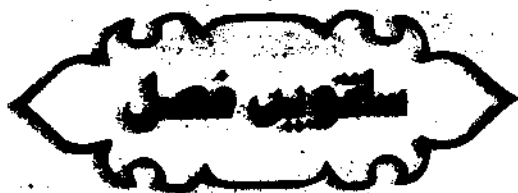
محمد بن حنفیہ کی کلام اور اہل بیت اور بالخصوص امام سجاد کی رضایت سے یہ ظاہر
 ہوتا ہے کہ آپ امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کو پسند کرتے تھے پس کس طرح معقول
 ہے کہ محمد بن الحنفیہ یہ تو کہیں کہ میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لینے کو پسند
 کرتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ خوزیری اور جنگ واقع نہ ہو کیا یہ آپس میں تاقض نہیں ہے لہذا
 ہم عقل اور نقل سے یہ نتیجہ لے سکتے ہیں کہ اگر یہ جملہ جناب محمد بن حنفیہ کا ہو بھی تو اسے تقیہ پر
 محمول کیا جائے گا یا اس میں کوئی سیاست ہوگی کیونکہ امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لیا جانا
 بغیر خوزیری کے کیسے ہو سکتا تھا۔

بعض اہلسنت کے راوی کہتے ہیں کہ مختار کا قیام دراصل محمد بن حنفیہ کے فرمان اور حکم
 سے تھا لیکن مختار کے کام محمد بن حنفیہ کے دستور کے مطابق نہ تھے۔

شعسی سے نقل ہوا ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ کیا مختار کا کام محمد بن حنفیہ کے فرمان اور حکم
 سے تھا؟ اس نے کہا کہ ہاں اس کا قیام اور انقلاب محمد بن حنفیہ کی رائے اور نظریہ سے تھا لیکن
 اس کے اعمال اور کام محمد بن حنفیہ کے دستور کے مطابق نہ تھے یہ نظریہ اہل سنت کا ہے اور یہ واضح
 ہے کہ جب امام سجادؑ اور محمد بن حنفیہ نے اصل قیام اور انقلاب کی اجازت دے دی ہے اور
 فرمایا ہے کہ کربلا کے واقعہ کا انتقام لو تو پھر ضروری نہیں ہے کہ انتقام لینے کی جزئیات کا بھی
 وہی دستور اور حکم دیں مثلاً وہ حکم دیں کہ شر کو کیسے قتل کرو اور عرسعد کو کس طرح قتل کرو۔ ایسی

چیزیں دستور اور حکم کی خلاف ورزی نہ کرتیں۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ امام جبار اور اہل بیت علیہم السلام نے عمار کے کاموں سے بہت زیادہ مشغول تھے اور عمار کے قتل میں دماغے غیر کرتے تھے اس چیز کی تائید علاؤ الدین کے کلام کے الفاظوں کے قتل کے بارے میں غنی کے الفاظ سے ہوتی ہے ایک دن جناب محمد بن حنفیہ نے عمار پر اعتراض کیا کہ کیوں عمر سعد کو چھوڑ کر قتل نہیں کرتا اور اسے مہلت دے رکھی ہے اس سے بھی عمار کے کاموں کی تائید ہوتی ہے سب سے زیادہ واضح دلیل یہ کہ امام نے عمار کو جازت دی تھی یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ نے عمار کو عمر سعد سے قیام کرنے کا حکم دیا تھا اور عراق کے تمام لوگوں کو حکم دیا تھا کہ وہ عمار سے مل جائیں اور بالخصوص ابراہیم اشتر اور اس کے قبیلہ کو عمار کے ساتھ مل جانے کا حکم دیا تھا یہ تمام چیزیں اہل بیت علیہم السلام اور بالخصوص محمد بن حنفیہ کے عمار کے کاموں کی تائید اور حوالہ دے رہے ہیں۔





تیار سے بچنے کے واسطے

پہلا حصہ

﴿مخار کوفہ میں﴾

مخار نے ابن زبیر سے علیحدگی کے بعد اور اہل بیتؑ وغیرہ سے رابطہ پیدا کرنے کے بعد مکہ کو عراق کے قصد سے اپنی اہم غرض کی تکمیل کے لیے چھوڑ دیا اور کوفہ چلے گئے۔ بلاذری نے لکھا ہے کہ مخار ایک قافلہ کے ساتھ کوفہ وارد ہوا اور کوفہ میں داخل ہونے سے پہلے حیرہ کی نہر کے کنارے اترا اور غسل کیا اپنے بالوں کو تیل لگایا اور اپنے آپ کو خوشبو سے معطر کیا اور ایک مناسب اور اچھا لباس پہنا اور سر پر عمامہ باندھا اور گوار کمر سے باندھی اور اپنی سواری پر سوار ہو کر کوفہ کے شہر میں داخل ہوا۔ پہلے کندہ محلے کی مسجد سکون میں کہ جہاں لوگوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا گیا۔ لوگوں نے مخار کا استقبال کیا اور جب ہر گلی اور موڑ پر پہنچتا تھا تو لوگوں پر سلام کرتا تھا اور ان کی احوال پرسی کرتا تھا یہاں تک کہ کندہ قبیلے بنی بدامہ کے سطلے میں پہنچا برابر لوگوں کو فتح اور کامیابی کی خوشخبری دیتا تھا اس کی عبیدہ بن عمر بدی جو شیعوں میں سے ایک بزرگ شخصیت تھی ملاقات ہو گئی اور عبیدہ بن عمر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ عبیدہ شیعیت میں سب لوگوں سے زیادہ سخت اور ثابت قدم تھا اور حضرت علیؑ کی محبت میں بہت زیادہ سخت اور شجاع اور بہادر انسان تھا۔

مخار نے اس پر سلام کیا اور کہا اے عبیدہ فتح اور کفالت اور خوشی کی بشارت اور خوشخبری ہو تو ایک ایسے عقیدے پر ہے کہ جس سے گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور عیب

چھپائے جاتے ہیں۔ میں تمہیں مصائب کے ختم ہو جانے اور فتح اور کامیابی کی خوشخبری دیتا ہوں۔ مختار کا یہ جملہ ان بہت سی روایات کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں آیا ہے کہ علیؓ کی ولایت اور امامت تمام تر عیوب اور گناہوں کے بخشے جانے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ابو عمر عبیدہ نے مختار کے جواب میں خوش ہو کر کہا کہ خدا تمہیں بھی یہ خوشخبری اور بشارت نصیب کرے۔ مختار نے اس سے کہا کہ تم اور مسجد والے مجھ سے ملنا تاریخ کامل نے لکھا ہے کہ مختار نے اس سے کہا کہ آج رات مجھ سے ملنا۔ اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو عمر عبیدہ کوفہ کے شیعہ علما میں سے تھے اور ان کے پاس مسجد تھی کہ جس میں نماز پڑھاتے تھے اور ان کا قوم اور قبیلہ اور معتقدین زیادہ تھے۔

شیخ طوسی نے ابو عمر ج عبیدہ کی کنیت تھی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ علیؓ کے اصحاب میں سے تھے۔ برقی۔ یہ بھی یوں ہی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ وہ محدثین میں سے تھے اور آپ سے ایک روایت کامل الزیارات باب ۱۲ حدیث ۵ میں نقل کی گئی ہے۔

ابن حجر نے کتاب تقریب میں کہا ہے کہ عبیدہ ابن عمر سلمانی کہ جو ابو عمرو کوئی کی کنیت تھی آپ بزرگ تابعین میں سے تھے اور پھر لکھتے ہیں کہ آپ ثقہ اور ثابت قدم اور قابل اعتماد تھے۔ قاضی شریح کو جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو ابو عمرو سے پوچھا کرتا تھا۔ ابو عمرو ۶۹ھ میں انتقال کر گئے۔ جی ہاں! مختار کوفہ کے بزرگ شیعوں میں سے جس کو دیکھا کرتا تھا اس کے اچھی طرح آؤ بھگت کرتا تھا اور اسے ملاقات کرنے کا کہا کرتا تھا۔ اس نے ابو عمرو عبیدہ سے ملاقات کی یہ عبیدہ اور اسماعیل بن کثیر وہ پہلے آدمی تھے کہ جنہوں نے مختار کی بیعت کی اور اس سے اخلاص کا اظہار کیا۔

مختار نے بنی ہند کے طائفہ کے سردار سے جو اسماعیل بن کثیر تھے اور شیعہ تھے سے بھی ملاقات کی اور اسے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور اس سے کہا کہ آج رات آپ اور آپ کا بھائی میری ملاقات کے لیے میرے گھر آئیں میں تمہارے لیے وہ چیز لایا ہوں کہ جسے تم

دست رکھتے ہو۔ عمار ہمدان قبیلہ کے پاس جو کوفہ کا بہت اہم قبیلہ تھا گیا اور انہیں بھی بشارت اور خوشخبری دی اور کہا کہ میں تمہارے لیے وہ چیز لایا ہوں کہ جو تمہیں خوش کرے گی عمار اس کے بعد مسجد کوفہ میں آیا یہ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ عمار وہاں سے اٹھا اور مسجد کے گوشہ میں چلا گیا اور وہاں نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نماز جماعت کا وقت آ گیا اس نے ظہر کی نماز لوگوں کو پڑھائی اور ظہر اور عصر کی نماز کے درمیان سختی نمازیں پڑھیں اور عصر کی نماز کے بعد اپنے گھر واپس چلا گیا۔

عمار کے کوفہ آ جانے سے شہر کی فضا تبدیل ہو گئی ابھی ۶۵ھ کا آغاز تھا عراق کے لوگ بہت خوش تھے اور امیدوار تھے لوگوں نے لیکن زیادہ کے حاکم اور بنو امیہ کو باہر نکال دیا تھا اور کوفہ کے شیعہ لیکن ذہیر کو معمولی سی اہمیت بھی نہیں دے رہے تھے اور سب کی نگاہیں عمار جیسے انقلابی انسان پر جمی ہوئی تھیں بہت سے وہ لوگ کہ جن کا امام حسین علیہ السلام کے خون میں ہاتھ نہ تھا عمار کے ہمراہ ہو گئے تھے اور ان کو حسین اور حسینان کہا جانے لگا۔

کوفہ کے بزرگوں سے ملاقات:

یزید کے مرجانے اور عمر بن حریت جو ابن زیاد کا قائم مقام تھا کے نکال دینے سے عملی طور پر کوفہ بنو امیہ کے حکومت کے تسلط اور نفوذ سے خارج ہو چکا تھا کوفہ جو فوجی لحاظ سے اہمیت رکھتا تھا اس کی سیاسی فضاء نے شیعوں کی امیدوں کو عمار کی رہبری میں پورا کیا جانا قریب کر دیا تھا ابو عمر عبیدہ کوفہ کے شیعوں میں سے بزرگ شخصیت تھی اور اسماعیل بن کثیر کہ وہ بھی لوگوں کے درمیان بہت زیادہ اہم شمار ہوتے تھے اور اس کے بھائی جو کوفہ کے سرداروں میں شمار ہوتے تھے اور کچھ اور اہم شخصیات رات کے وقت عمار کے دیدار کے لیے اس کے گھر آئے۔ عمار ایک مدت سے عراق کے حالات سے دور تھا ان سے عراق اور بالخصوص کوفہ کے حالات پوچھے۔

کی شفاء اور گرہ کو کھولنا اور دشمنوں کا قتل کرنا ہے اور انجام کار اللہ کی نعمت اور رحمت سے سرشار اور قائم ہونا ہے اکثر شیعہوں نے تو ابین کے سلیمان بن مردخزائی کی رہبری میں دلی لگاؤ نگاہ رکھا تھا اور اس کے ارد گرد جمع ہو چکے تھے۔ مختار نے شیعہوں کے اس گروہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا کہ سلیمان بن مردخزائی آدمی ہے وہ جنگ کے رموز اور کاموں کا ماہر نہیں ہے وہ تمہیں ایسی جنگ میں ٹھوسنا چاہتا ہے کہ جس میں تم بھی قتل ہو جاؤ گے اور وہ بھی قتل ہو جائے گا لیکن میں ایک ایسا کام کرنا چاہتا ہوں کہ جو دنیا کی تاریخ میں ضرب القتل بن جائے اور میں اس حکم کو بجالاؤں گا کہ جس کا مجھے تمہارے امام اور ولی امر نے اس کا حکم دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دشمنوں پر عرصہ حیات تک کر کے تمام کے تمام کو تہ تیغ کر دوں اور تمہارے دلوں کو شہنشاہی کروں لہذا تمہیں میرا ساتھ دینا چاہیے اور میرے فرمان کی اطاعت کرنی چاہیے۔

ان شیعہوں نے مختار کے ساتھ عہد اور بیان باندھا کہ وہ اس کی مدد کریں گے اور لوگوں نے گروہ در گروہ مختار کے ساتھ ملنا شروع کر دیا تھا اور اسے لائق اور بزرگ حاکم اور کمانڈر تسلیم کرنا شروع کر دیا لیکن اکثر بزرگ اور پاک اور پابند شیعہ تو ابین کے گروہ میں سلیمان بن مردخزائی کی رہبری میں داخل تھے اور اس سے کنارہ کشی پر حاضر نہ تھے اور مختار کو سلیمان بن مردخزائی کے برابر نہیں جانتے تھے سلیمان بن مردخزائی کو مختار کے لیے ایک مشکل مسئلہ بنا ہوا تھا اور مختار پر سلیمان بن مردخزائی کا وجود گراں ہو رہا تھا۔

مختار کے خلاف سازش:

مختار مخفی طور پر لوگوں کو اپنے قیام اور انقلاب کی دعوت دیتا تھا اور انہیں انقلاب برپا کرنے کے لیے آمادہ کر رہا تھا اور اب تو ابین کا لشکر بھی جنگ کرنے کی غرض سے حرکت کرنے کے لیے آمادہ ہو چکا تھا عمر بن سعد جو کربلا کے واقعہ میں یزید کے لشکر کا سردار اور نمبر ایک جنایت کار اور ظالم تھا اور شمر بن ذی الجوشن امام حسین علیہ السلام کا قاتل اور یزید کے پیادہ لشکر کا کربلا

میں سرور تھا اور شہنشاہ بن رکن معنی وف ظالم اور جنایت کار اور زید بن حارثہ یہ سب کے سب کربلا کے واقعہ میں دخیل تھے ابن زبیر کے گورنر کے پاس جو کوفہ میں موجود تھا گئے اور اس سے کہا کہ عتار کا خطرہ تمہارے لیے سلیمان بن مرد کے خطرے سے زیادہ ہے سلیمان تو تمہارے دشمن شام کی حکومت سے جنگ کرنا چاہتا ہے لیکن عتار چاہتا ہے کہ تمہارے شہر کوفہ پر چڑھائی کر دے لہذا سب سے پہلے اس کا اعتماد حاصل کرو اور چالاکی سے اسے قید کر دو تا کہ لوگوں کی زندگی درست چل سکے اور تم سلیمان بن مرد کے لشکر سے خوف مت کرو ان کا ارادہ ہے کہ شام کے لشکر سے جا کر جنگ کریں لیکن کوفہ کے لوگوں سے گرچہ یہ کربلا کے واقعہ میں دخیل تھے سرور کا نہیں رکھتے۔ لیکن سب سے زیادہ خطرہ عتار سے ہے کیونکہ اس کا ارادہ کہ تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے واقعہ میں شریک تھے تہ تیغ کر دے اور ان لوگوں کا خواہ کوفہ کے ہوں یا شام اور دوسری جگہ کے ہوں جو بھی امام حسینؑ کی جنگ میں کوئی کردار رکھتے تھے تمام کا قلع قمع کر دے انہوں نے ابن زبیر کے گورنر کو پیشکش کی کہ جب تک عتار کی تحریک اپنے اوج تک نہ پہنچے اسے گرفتار کر کے قتل کر دو اور تم تو ابن اور سلیمان بن مرد سے کوئی سروکار نہ رکھو۔ ابن زبیر کی طرف سے ابراہیم بن محمد جو نماز جمعہ اور کوفہ میں امور دینی کا مسئول تھا اور دوسرے انتظامی امور کا حاکم تھا عتار کی اس تمام سرشت سے کہ جو انہیں معلوم تھی اور پھر اس کے مقام سے جو اس نے کوفہ میں حاصل کر رکھا تھا سب پریشان اور نگران تھے اور لوگوں کے عتار کی طرف چلے جانے کی جو خبریں انہیں مل رہی تھیں ان سب کو اور زیادہ مضطرب اور پریشان کر رکھا تھا لہذا ابن زبیر کے گورنر نے اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے عتار کے گرفتار کرنے کا کام شروع کر دیا۔

مقام دوسری دفعہ قید خانے میں:

ابن زبیر کے حکام نے ضد انقلاب کے حامیوں کے ساتھ ایک مناسب وقت میں عتار کے گھر پر دھاوا بول دیا اور اسے گرفتار کر کے کوفہ کے حاکم ابراہیم بن محمد کے پاس لے

آئے مختار نے بلند آواز سے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے مختار میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ابراہیم
 بن محمد نے حکم دیا کہ اس کے بازوؤں کا بھی طرح باندھ دو اس سے ننگے پاؤں قید خانے لے جاؤ
 لیکن عبداللہ بن یزید جو ابراہیم کو نہ کا سداون تھا اور نماز جس کا شہر میں امام تھا اس نے کہا کہ ایسا
 کرنا صحیح نہیں ہے جو شخص ہمارے ساتھ جنگ میں وارد نہیں ہوا ہم اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں
 کریں گے ہم نے تو اسے بدگمانی پر گرفتار کیا ہے ابراہیم کو نہ کا عبداللہ کی یہ بات مانگا اور گزری
 اور اس سے کہا کہ اس کا تم سے کوئی ربا نہیں ہے اور فضولی مت کرو اس کے بعد مختار کی طرف
 حوجہ ہوا اور اس سے کہا کہ یہ اطلاعات جو تمہاری ہمیں مل رہی ہیں یہ کیا ہیں؟ اس سے معلوم ہوتا
 ہے کہ تم کو فہم میں کیا کرنا چاہتے ہو؟ مختار نے آراہم اور سکون سے اسے جواب دیا کہ جو خبریں
 آپ کو مل رہی ہیں یا دی جا رہی ہیں یہ سب جھوٹی اور من گھڑت ہیں اور میں اللہ تعالیٰ سے پتہ
 مانگا ہوں کہ میرے اور میرے باپ کی طرح دعا باز ہوں۔ مختار کے اس جواب نے ابراہیم بن
 عمر کو غضبناک کر دیا اور فریاد بلند کی کہ اسے قید خانے لے جاؤ۔ مختار کو طوق اور زنجیر سے جو
 باندھا ہوا تھا اسی حالت میں قید کر دیا گیا کہ چہ بعض نے لکھا کہ طوق اور زنجیر اس سے اتار لیے
 گئے تھے اور اسے تنہائی کی قید میں رکھا گیا۔

قید خانے میں مختار کی گفتگو:

مختار ایک شیر کی مانند قید خانہ کے بنجرے میں دوں گز اور ہاتھ لگن مختار پر اس سختی اور
 دوسرے مقام نے اس کے ارادے اور صحیح غرض پر معمولی اثر بھی نہیں کیا ہوا تھا۔ اس نے زمان
 میں سکہ اور کچھ اشعار کی مانند ہیں جوش آور کلام کی۔

لَا تُرَبُّ الْبَحَا وَالْعَمَلُ وَالْأَجَلُ وَالْهَوَا وَالْهَوَا وَالْعَطَا وَالْمَلَكُ وَالْأَبْرَارُ
 وَالْمُصْطَفَيْنِ الْأَخْيَارُ لَا تَقْلِبُ كُلَّ جَمَلٍ وَشَيْءٍ غَالِبٍ صَدُورِ الْمَوْصِنِ وَالْمَكْتَلِ
 النَّصِيبُ لَمْ يَكُنْ عَلَى زَوَالِ الدُّنْيَا وَلَمْ يَحْطِلْ بِالْمَوْتِ الْفَتَى

قسم اس خدا کی جو سمندروں اور باغات اور سبزہ اور درختوں اور پیابان اور ملائکہ اور نیک اور برگزیدہ لوگوں کا خالق ہے میں ہر سرکش اور ظالم کو قتل کروں گا اور اس کام کے ذریعے غمزدہ مؤمنین کے دلوں کو خوشحال کروں گا اور پیغمبروں کے خون کا انتقام لوں گا اور یہ کام ہو کر رہے گا اور دنیا کا زوال اور اتار اور چڑھاؤ اور موت اسے نہیں روک سکتے۔ عمار تو امین کے اقدام کے وقت امین زبیر کی قید میں تھا۔

واقعہ یہ کیا راز ہے کہ عمار امام حسینؑ کے قیام کے وقت آرزو مند تھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہو لیکن وہ قید میں تھا اور پھر تو امین کے قیام اور جنگ کرنے کے وقت بھی قید میں ہو؟

عمار کے ساتھ باقیامہ تو امین کا مل جانا:

تو امین کی سلیمان بن مرد کی رہبری میں جنگ کرنے کے وقت عمار قید میں تھا اور قید خانے میں ہی اسے ان کے قیام کرنے کی خبر ملی۔ تو امین کے قیام نے بخوامیہ کے لشکر پر ہولناک ضربات وارد کیں اور آخری سانس تک اس سے جنگ کرتے رہے اور اکثر تو امین شہید ہو گئے اور سلیمان جو تو امین کے لشکر کا سردار تھا خود بھی شہید ہو گیا اور جو بچ گئے تھے وہ کوفہ واپس لوٹ آئے اور ان کا حتمی ارادہ تھا کہ وہ امام حسینؑ کے خون کا انتقام لیں گے۔ عمار نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی یحییٰ بن عمرو کے ذریعے ایک خط لکھا جو اسے تو امین کے باقی ماندہ سرداروں تک پہنچا دے اس نے حکومت کے آدمیوں کے خوف سے کہ کہیں یہ خط پکڑا نہ جائے اسے اپنی ٹوپی میں چھپا کر رفاعہ بن شداد اور دوسرے سرداروں کے پاس پہنچا دیا جن کو یہ خط لکھا گیا تھا وہ تمام کے تمام تو امین کے باقی ماندہ اور عمار کے قابل اعتماد افراد تھے کہ جن میں سے بعض کے یہ نام ہیں:

(۱) رفاعہ بن شداد (۲) شعی بن خزیمہ بن عبدی

- (۳) سعد بن حذیفہ (۴) یزید بن انس (۵) احمر بن شمیہ انسی
(۶) عبد اللہ بن شداد بکلی (۷) عبد اللہ بن کامل

مختار کے خط کا مضمون:

حمد اور ثناء الہی کے بعد۔ خداوند عالم نے تمہاری ظالموں کے ساتھ مخالفت اور ان سے جنگ کرنے کی وجہ سے تم کو بہت بڑا اجر و ثواب عطا کر دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے اور اطمینان رکھو کہ جو تم نے مال اور جان اس راستے میں دیا ہے اور جو قدم بھی اس کے لیے اٹھایا ہے اس کی وجہ سے خداوند عالم نے تمہارے معنوی درجات کو زیادہ بلند کر دیا ہے اور خداوند عالم نے تمہارے نیک اعمال کو بہت زیادہ اجر کہ جسے سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا تمہارے نامہ اعمال میں درج کر دیا ہے۔ آپ خوشحال ہو گئے اگر میں خدا کے اذن سے قید سے آزاد ہو گیا تو تمہارے دشمنوں کو جہاں بھی ہو گئے تہ تیغ کر کے نابود کر دوں گا اپنے خط کو اس جیلے کے ساتھ ختم کیا۔ خداوند اس کے لیے گرہ کشائی کرے کہ جو تم سے تقرب حاصل کرے اور ہدایت پائے اور سوائے گناہ گاروں اور منکرین کے کسی کو اپنے سے دور نہ کرے۔ تم ہدایت یافتوں پر سلام ہو۔

مختار کے لیے پیغام:

جب تو امین نے مختار کے خط سے اس کے ارادے کو بھانپ لیا تو ایک شخص کو کہ جس کا نام عبد اللہ بن کامل تھا ایک مخفی پیغام دے کر مختار سے قید خانے میں ملاقات کرنے کے لیے روانہ کیا ان کا پیغام یہ تھا ہماری طرف سے مختار کو کہہ دے کہ ہمیں آپ کا خط مل گیا ہے انشاء اللہ جس طرح کہ تیرا ارادہ ہے ہم اس کے لیے حاضر ہیں اور اگر تو مصلحت دیکھتا ہے تو ہم قید خانے پر دھاوا کر کے تجھے وہاں سے آزاد کرالیں۔

جس طرح بھی ہوا عبد اللہ بن کامل مختار سے قید خانے میں ملاقات کرنے پر کامیاب

ہو گیا اور تو انہیں کا پیغام مختار کو پہنچایا۔ جب مختار کو علم ہو گیا کہ شیعہ اس کی مدد کرنے پر کمر بستہ ہیں تو اس نے سوچا کہ انقلاب برپا کرنے کے لیے زمین ہموار ہو چکی ہے اس سے وہ بہت خوش ہوا لیکن قید خانے پر دھادے کر دینے میں مصلحت نہ دیکھی اور ان سرداروں کے پیغام کے جواب میں عبد اللہ سے کہا کہ انہیں جا کر کہہ دو کہ یہ کام تم نہ کرو میں انہیں دنوں میں آزاد ہو جاؤ گا۔

مختار کا قید خانے سے آزاد ہو جانا:

شیر بنجر سے سقا زاد ہو گیا۔ مختار کا ایک غلام بنام زریہ تھا مختار نے اسے مخفی طریقے سے اپنے بہنوئی عبد اللہ بن عمر کو جو دوسرے خلیفے کے فرزند تھے کے پاس بھیجا اور اسے پیغام دیا اور اسے لکھا کہ میں بے گناہ قید کر دیا گیا ہوں حکومت کے کارندے بغیر کسی ثبوت کے میرے بارے میں بدظن ہوئے ہیں خدا تم پر رحمت فرمائے اگر تم سے ہر سکتا ہے تو آپ ایک کام کریں کہ ایک خط محبت آمیز ان دو خالما کوں یعنی عبد اللہ بن یزید اور ابراہیم بن محمد طلحہ جو عبد اللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ پر حاکم ہیں کو لکھیں شاید خداوند عالم تمہارے لطف اور تمہاری شخصیت اور موقعیت سے مجھے ان کے ہاتھ سے خلاصی عنایت کر دے۔ والسلام علیک۔

یہ وضاحت ضروری ہے کہ عبد اللہ بن عمر ایک گوشہ نشین اور ہر ایک کے ساتھ بنا کر رکھنے والا آدمی تھا اور چونکہ اپنے زمانے کی حکومتوں کی سیاست سے کنارہ کش رہتا تھا اور پھر ایک خلیفہ کا فرزند ہونے کی وجہ سے خلافت سے اپنے آپ کو دور کر رکھا تھا اور پھر اس پر ایک محدث اور عالم کا عنوان بھی دیا جاتا تھا لہذا اس کی بات ہر ایک کے ہاں سنی جاتی تھی اور اسے احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور پھر اس کی بیوی صفیہ جو مختار کی بہن تھی اس کی وجہ سے اس سے رشتہ داری بھی موجود تھی۔

عبد اللہ بن عمر کا مختار کی آزادی کے لیے خط:

مختار کے خط پہنچنے کے بعد عبد اللہ بن عمر نے فوراً ایک خط ابن زبیر کے گورنر اور

حاکموں کو اس مضمون کے ساتھ لکھا کہ تم میری رشتہ داری عہد کے ساتھ اچھی طرح جانتے ہو اور آپ سے جو میری ساجدہ بنتی اور ربط ہے اسے بھی جانتے ہو میں تمہیں اس حق کی جو میرا تم پر ہے قسم دیتا ہوں کہ میرے خط کے تمہارے پاس پہنچنے کے بعد فوراً عہد کو قید سے آزاد کر دو۔ تم پر خدا کی رحمت اور سلام ہو۔ عبداللہ بن عمر کا خط موثر ہوا جس کے نتیجے میں عہد سے ضمانت اور عہد اور بیان لے کر اسے قید سے آزاد کر دیا گیا۔

آزادی کے لیے ضمانت:

حکومت کوفہ کے حاکم ایک طرف تو عبداللہ بن عمر کے خط اور سفارش کی وجہ سے مجبور تھے کہ عہد کو آزاد کر دیں دوسری طرف عہد کے نظریات اور اس کی روحی کیفیت اور غیرت اور اہل بیت عظام سے اس کی بہت زیادہ وابستگی کی وجہ سے اس کے آزاد کر دینے سے خوف زدہ تھے لہذا انہوں نے اپنے کام کو مضبوط کرنے کے لیے عہد سے بڑے آدمیوں کی ضمانت لینے اور کافی شرائط اور عہد و بیان لینے کے بعد اس کو آزاد کرنے پر رضامند ہوئے۔ جب عہد سے ضمانت کا مطالبہ کیا گیا تو کوفہ کے ایک بہت بڑے سرداروں کا گروہ اس ضمانت کے لیے حاضر ہو گیا لیکن حارث بن یزید نے ابن زبیر کے نمائندہ عبداللہ بن یزید سے کہا کہ ان کی ضمانت سے تو کیا چاہتا ہے؟ صرف قوم کے بزرگوں میں سے دس آدمیوں کی ضمانت لے لے اور باقیوں سے صرف نظر کر لے۔ عبداللہ نے اس کی بات مان لی اور صرف دس آدمی عہد کے ضامن ہو گئے لیکن اس نے پھر بھی اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ عبداللہ بن یزید اور امیر ایمن بن عبداللہ نے جو حکومت کے حاکم تھے عہد سے اس طرح کا عہد اور وعدہ لیا کہ عہد کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عالم غیب اور شہود اور رحمن اور رحیم کی قسم دلوائی کہ عہد کو کوئی شورش اور ان کے لیے کوئی مسئلہ کھڑا نہیں کرے گا اور جب تک حکومت ان کے ہاتھوں میں ہے شورش اور قیام کو اپنے سر میں پرورش نہیں دے گا اور اگر اس طرح کیا اور اپنی اس قسم کو توڑا اور عہد شکنی کی تو ایک ہزار اونٹ

خانہ کعبہ کے لیے جا کر قربانی کرے گا اور اس کے تمام غلام اور بیویاں اس کی ملکیت سے خارج ہو جائیں گے۔ اس طرح کی قسم اور حماحت دینے کے بعد غلام کئی میٹھے کے بعد قید سے آزاد ہو گیا اور اپنے گھر واپس لوٹ آیا۔

عہد اور قیام:

حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ عمار کے قید سے آزاد ہو جانے کے بعد میں نے اس سے ملا کر وہ کہہ رہا تھا خدا انہیں ہلاک کرے۔ یہ کہنے اچھے ہیں کہ وہ گمان کرتے ہیں کہ میں ان کے غم سے ہوئے عہد اور بیان پر عمل کرونگا؟ میں نے حبان کے ساتھ قسم اٹھائی تھی اس میں میں نے یہیں قصد کیا تھا کہ اگر میں اس سے بچ کر کام جن کا انہوں نے مجھ سے عہد لیا ہے وہ کھانا تو اسے علی الاعلان بجالاؤں گا اور قسم کا کفارہ ادا کروں گا اور یہ سچی اور مسلم ہے کہ ان کے خلاف انقلاب برپا کرنا میرے عہد اور قسم سے بہت تیندہ ہے اور اہم ہے میں اس قسم کا کفارہ دوں گا اور ہزار اوتوں کی قربانی کرنا اس انقلاب کے مقابلے میں میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے جتنی تعداد میں اوتوں کی قربانی کر دیا میرے لیے اپنے حق سے تھوکتے کے برابر بلکہ اس سے آسان تر ہے مگر ہزار اوتوں کی کتنی قیمت ہے؟ کہ میں اس سے ذروں سے ہلاک ہوں گا آزاد کر دیا تو بھلا میں صحت رکھتا ہوں کہ اگر میں اپنے ہدف اور مطلب کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں اپنے پاس ہرگز کوئی بھی غلام نہیں رکھوں گا میں غلاموں کو لکڑی کرونگا؟

ملاقات کے لیے آنا اور جانا:

حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ محمد قید خانے سے گھرا گیا اور جب شیعوں اور اس کے دوستوں کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس کی ملاقات کے لیے انہوں نے آنا جانا شروع کر دیا اور خفیہ جلسوں میں قیام اور انقلاب برپا کرنے میں گفتگو ہوتی تھی تمام لوگوں نے محمد کی رہبری پر خوش

اور رضایت کا اظہار کیا۔

مختار کے قریبی دوست:

جب مختار قید میں تھا تو اس کا مخفی طریقے سے باہر کے دوستوں سے رابطہ قائم تھا اور اس کے پانچ آدمی کہ جن پر اسے کامل اطمینان تھا اور وہ اس کے غلط ترین دوست تھے مختار ان کے ذریعے سے اپنے ہدف اور پروگرام اور نقشے کو اپنے قابل اعتماد دوستوں اور شیعوں تک پہنچاتے رہتے تھے اور وہ شیعوں سے مختار کی رہبری کے لیے مخفی طریقے سے بیعت لیا کرتے تھے۔ وہ پانچ آدمی یہ تھے:

- (۱) سائب بن مالک اشعری۔ عراق کے شیعوں میں سے ایک بہت بڑے سردار تھے۔
 - (۲) یزید بن انس۔ جو انقلاب میں بہترین لائق کمانڈر اور جرنیل بنا اور اپنے آخری سانس تک انقلاب اور مختار کے قیام کی حمایت کی۔
 - (۳) احمر بن حمیل۔ (یہ بھی انقلاب کے کمانڈر اور جرنیل بنے)
 - (۴) رفاعہ بن شداد غسانی۔ آپ شیعوں کے سردار اور توابعین کے انقلاب میں کمانڈر تھے۔
 - (۵) عبداللہ بن شداد بجلي۔ یہ بھی شیعوں کے سردار اور توابعین کے انقلاب میں کمانڈر تھے۔
- ان حضرات نے بہت ہی زیادہ کوشش کر کے انقلاب کے مقدمات فراہم کیے بالخصوص لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے میں بہت زیادہ سرگرمی دکھائی۔ لہذا جب مختار قید سے آزاد ہوا تو انقلاب کے اہم کام پہلے ہی سے پایہ تکمیل تک پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے انقلاب کے نقشے کو مرتب کیا اور لڑنے والے گروہوں کی صف بندی کی اور قیام اور انقلاب کے تمام مقدمات حاضر اور آمادہ تھے مختار کے ساتھ ملنے والوں اور دوستوں اور انقلابیوں کی بہت زیادہ تعداد موجود ہو گئی تھی۔



دوسرا حصہ

﴿ کوفہ کے سیاسی حالات میں تبدیلی ﴾

یزید کے ۶۴ھ میں مرجانے کے بعد عبداللہ بن زبیر نے باقاعدہ طور پر اپنے آپ کو خلیفۃ المسلمین قرار دے دیا اور حجاز، عراق، یمن، ایران کو اپنے تسلط میں لے لیا۔ عبداللہ بن زبیر نے کوفہ کے گورنر اور اس کے معاون اور مشیر ابراہیم بن محمد کو کوفہ سے تبدیل کر دیا۔ عبداللہ بن مطیع کو جو عبداللہ بن زبیر کے خالص دوستوں میں سے تھا کوفہ کا باقاعدہ طور پر گورنر معین کر دیا۔

عبدالرحمن بن حارث کہتے ہیں کہ ابن زبیر نے عبداللہ بن مطیع کو جو نبی عدل قبیلے سے تھا اسے حارث بن عبداللہ کے ساتھ اپنے پاس بلایا اور باقاعدہ طور پر ابن مطیع کو کوفہ کا گورنر بنائے جانے کا حکم دیا اور حارث بن عبداللہ کو بصرہ کا گورنر بنا دیا۔ یہ دونوں اپنے گورنری کے مرکز کی طرف روانہ ہو گئے بحیرہ حمیری جو ایک عالم دین اور نجوی تھے نے ان دونوں سے کہا کہ آج رات نہ جانا کیونکہ یہ ساعت حرکت کرنے کے لیے اچھی نہیں ہے کیونکہ آج رات چاند طلوع برج میں ہے۔ حارث نے تو اس کی بات پر عمل کر لیا اور اس نے دوسرے دن بصرہ کی طرف حرکت کی (اور بعد میں انقلاب اور دگرگون حالات سے محفوظ رہا) لیکن ابن مطیع نے غرور میں آکر اس کا جواب دیا کہ کیا ہم سوائے جنگ اور لڑائی کے کسی اور چیز کے لیے جا رہا ہیں؟ راوی کہتا کہ بخدا ابن مطیع کو بہت زیادہ صدمہ پہنچا اور مصیبت میں گرفتار ہوا۔

گورنر کا کیا گفتار:

گورنر کا قید سے آزاد ہونا اور عراق کے لوگوں اور بالخصوص کوفہ کے شیعوں کی تحریک نے شام کی عبدالملک بن مروان کے زیر قیادت حکومت اور بغداد کی زیر قیادت ابن زبیر کی حکومت کو سخت پریشانی اور اضطراب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ ابن زبیر نے ابن مطیع جیسے جہاد پرست یا متحدہ کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ ابن مطیع گیا گورنر حضرت عیسیٰ بن عثمان کا کوفہ واروں کا اس نے پہلے گورنر عبداللہ بن یزید سے کہا کہ اگر تیرا اول چاہے تو میں کوفہ میں میرے ساتھ ہوں اور میں تیرا پورا احترام کروں گا اور اگر چاہے تو امیر المؤمنین عبداللہ بن زبیر کے پاس چلے جاؤ کہ وہ بھی اپنی تیری قدر شناسی کریں گے۔ لیکن پہلے گورنر کا حوالہ ابن ابی اییم بن محمد جو بیت المال کا خزانہ دار تھا وہ کوفہ سے حجاز چلے گئے اور مدینہ میں جا کر رہ گیا اور جب وہ ابن زبیر کی ملاقات کے لیے گیا اور ابن زبیر نے اس سے خراج اور مالیات کے کم ہونے کا سوال کیا تو ابی اییم نے اسے جواب دیا کہ کوفہ میں فتنہ و فساد تھا کہ جس کی وجہ سے مالیات کم وصول ہوئے۔ ابن زبیر نے اس کا غور ملال لیا اور اسے کچھ نہ کہا۔

کوفہ کے نئے گورنر نے خود نماز جماعت چڑھانی شروع کی اور مالیات کا شعبہ اپنے پاس رکھا۔ اس نے ابی اییم بن جندب کو شہر کی پولیس کا اعلیٰ افسر منتخب کر دیا اور اسے سفارش کی کہ لوگوں سے خوش ظنی سے پیش آئے لیکن اگر کسی شخص کو مشکوک پائے تو اسے فوراً گرفتار کر لے۔

نئے گورنر کا خطبہ:

عبداللہ طاعت الہی کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ابن زبیر کا نیا گورنر ابن مطیع مسجد میں آیا اور خبر پر گیا اور مجھ اور منہ کے بعد یوں کہا کہ عبداللہ بن زبیر امیر المؤمنین نے مجھے تمہارے شہر اور سرحدوں کے لیے گورنر مقرر کیا ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم سے خراج اور

مالیات وصول کروں اور یہاں سے جو زائد اخراج نکال جائے اسے تمہارے نظریے اور رضایت سے اور دوسرے خلیفے عمر بن الخطابؓ کی سفارش اور طریقے اور جناب عثمانؓ تیسرے خلیفہ کی سیرت کے مطابق اسے مرکز میں روانہ کروں۔ خدا سے ڈرو اور زمانے کے حالات سے مقابلہ کرو اور آپس میں اختلاف نہ کرو ذلیل اور پست اور بے مغز لوگوں کے سامنے ڈٹ جاؤ اور اگر ایسا نہ کیا تو پھر اس کی ذمہ داری خود تم پر ہوگی پھر اپنے آپ کو طاعت کرنا اور مجھے طاعت نہ کرنا۔ انہی مطیع نے اپنے خلیفے میں لوگوں کو ہر طرح کی تحریک اور مخالفت کے اظہار کرنے سے ڈرایا دھمکایا اور کہا قسم خدا کہ جس کے دل میں نافرمانی اور مخالفت کی فکر ہوئی تو میں اسے سخت سزا دوں گا اور منحرف اور مشکوک افراد کو گرفتار کر لوں گا۔

تھے گورنر پر اعتراض:

جب گورنر کی تقریر یہاں پہنچی تو سائب بن مالک اشعری جو شیعوں کے سرکردہ فرد اور صاحب قدرت با نفوذ غیر متند انسان تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ابن زبیر کا یہ حکم کہ خراج اور بیت المال کا زائد مال ہماری رضایت اور نظریے سے اسے بھیجا جائے گا تو میں آپ کے سامنے کھلم کھلا اعلان کرتا ہوں کہ ہم اس پر راضی نہیں ہیں زائد مال کی اجازت دے دیں کہ وہ ہمارے شہر سے باہر بھیجا جائے بلکہ وہ مال ہمارے درمیان ہی تقسیم ہونا چاہیے اور ہم سوائے حضرت علیؓ کی سیرت اور روش کہ جس نے زندگی کے آخری لمحات تک ہمارے ساتھ عدالت کے ساتھ رفتار کی تھی کسی اور سیرت اور قانون کو قبول نہیں کریں گے۔ اس کا کیا مطلب ہے کہ آپ ہمارے مال میں جناب عثمانؓ کے طریقے اور روش پر عمل کریں؟ کیونکہ ابن کا طریقہ اور روش ظلم اور حق کشی اور تفریق اور جمیض کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اگرچہ جناب عمرؓ کی روش تھوڑی بہت نرم تھی لیکن ہمیں ان کی روش اور طریقے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

کوفہ کے بزرگوں میں یزید بن ابی سائب کی تائید کے لیے کھڑے ہوئے اور ان

کی گفتگو کی مکمل تائید کی اور کہا کہ ہمارے نظریہ وہی ہے جو سامیہ بن مالک نے بیان کیا ہے جناب گورنر صاحب ذرا نرم ہوئے اور کہا کہ کوئی حرج نہیں جس طرح تم پسند کرتے ہو میں اسی پر تمہارے ساتھ عمل کروں گا۔

مختار کے خلاف سازش:

کوفہ شہر کا پولیس افسر ایاس بن مضارب ابن مطیع گورنر کے پاس گیا اور کہا کہ میں سامیہ بن مالک سے جو مختار کا خاص الخاص دوست اور مختار کے طرفداروں کا سردار ہے اس سے خائف اور مشکوک ہوں اور پھر خود میں مختار سے بھی مطمئن نہیں ہوں جب تک وقت ہاتھ سے نہیں نکلتا آپ اس کی اجازت دیں کہ سامیہ اور مختار کو گرفتار کر لیا جائے آپ یوں کر سکتے ہیں کہ اسے دارالامارہ میں دعوت دیں اور پہلے سے تیار شدہ نقشہ کے ماتحت اسے گرفتار کر لیا جائے۔ میرے جاسوسوں نے مجھے خبر دی ہے کہ مختار انقلاب برپا کرنے پر آمادہ ہو چکا ہے۔ گورنر نے کہا کہ بہت اچھا گورنر نے اپنے دوزدہ کی آدی زائد بن قدامہ اور حسین بن عبداللہ برکی کو مختار کے پاس روانہ کیا کہ وہ اسے یہاں تک لانے کے لیے جائیں اور گورنر کی طرف سے دعوت دیں۔ ابن مطیع گورنر کے یہ دو آدمی مختار کے پاس آئے اور اسے گورنر کا یہ نام پہنچایا۔ مختار نے فوراً گورنر سے ملاقات کرنے کی موافقت کی اور کہا کہ میرا لباس لے آؤ اور میرے گھوڑے پر زین رکھو مختار جانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

سازش ناکام ہو گئی:

جب مختار ان دو آدمیوں کے ساتھ گورنر کے پاس جانا چاہتا تھا اس کے گھر سے نکلنے سے پہلے زائد نے جو گورنر کا حکم لے آیا تھا نے یہ آیت پڑھی: ”وَلَا يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا يَشْهَوْنَكَ وَيَقْتُلُونَكَ وَيُخْرِجُونَكَ وَيَمْكُرُونَ بِكَ وَاللَّهُ عَمِيدُ الْعَاكِرِينَ“ یہ آیت

پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں جب کفار نے آپ کو مکہ میں قتل کرنا چاہا واد ہوئی ہے کہ جس کا معنی یہ ہے کہ کافروں نے تیرے خلاف سازش کی تاکہ تمہیں گرفتار کر لیں یا قتل کر دیں یا تجھے مکہ سے باہر نکال دیں وہ بھی مکر کرتے اور اللہ ان کے مکر کا جواب دیتا ہے اور اللہ بہترین مکر و فریب کا ناکام کرنے والا ہے۔ مختار اس آیت کے پڑھنے سے مطلب سمجھ گیا۔

گورنر کے بھیجے ہوئے اس آدمی کے ایسا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دل سے مختار کا دوست اور چاہنے والا شیعہ تھا اور پاکیزہ نفس تھا اس کے علاوہ اس کا تعلق ثقیف قبیلے سے تھا اور مختار کے چچا زادوں میں شمار ہوتا تھا۔ جب مختار کو اصل مطلب معلوم ہو گیا تو وہ واپس لوٹ کر کمرے میں بیٹھ گیا اور اپنے آپ کو بیمار ہونا ظاہر کیا اور اپنا لباس کمرے کے کونے میں ڈال دیا اور لرزنا شروع کر دیا اور کہا کہ میں بیمار ہوں گویا کہ مجھے بخار ہو گیا ہے اور میرا جسم لرز رہا ہے اور پھر عبدالقری بن اہل کے اشعار پڑھنے لگا اور ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے جو لوگ اپنی جگہ کو چھوڑ دیں اور با آرام ہو جائیں تو کسی کو اس سے فکر مند نہ ہونا چاہیے اس کے بعد ان دو آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم چلے جاؤ اور گورنر کو میری حالت کے بارے میں جا کر اطلاع دے دو۔

زائد نے کہا۔ بہت اچھا۔ مختار نے دوسرے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ہمدانی بھائی! تم بھی میری طرف سے گورنر سے جا کر معذرت کر دینا۔ حسین نے سوچا کہ اگر مختار کو اس کا دلپسند جواب نہ دوں تو ہو سکتا ہے کہ وہ آئندہ قدرت مند اور حاکم ہو جائے اور پھر میری خوب درگست مٹا دے گا میں نے بھی اپنے سر کو بعنوان اطاعت ہلا دیا اور کہا بہت خوب۔ میں بھی گورنر کے سامنے تمہارا عذر بیان کر دوں گا اور آپ جو پیغام چاہتے ہیں انہیں پہنچا دوں گا۔ یہ دونوں آدمی خالی ہاتھ وہاں سے لوٹ آئے اور گورنر کے پاس گئے۔ دوسرے آدمی حسین کہتا ہے کہ میں نے راستے میں اپنے دوست زائدہ سے کہا کہ جب تم نے آیت پڑھی تھی تو میں آپ کا

مطلب سمجھ گیا تھا کہ تو چاہتا تھا کہ عمار کو اصل مطلب سے آگاہ کر دے اور جو شعر عمار نے پڑھے تھے اس نے تیرا مطلب سمجھ لیا تھا اس لیے وہ گورنر کے پاس نہیں آئے لیکن زمانہ نے اپنے اس دوست کی بات سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا اس آیت کے پڑھنے سے کوئی خاص مقصد نہ تھا تم بلاوجہ اس طرح کا فکر کر رہے ہو۔ میں نے کہا کہ آپ بلاوجہ اس سے انکار نہ کریں اور قسم بھی نہ اٹھائیں تم مطمئن رہو کہ میں گورنر کو کوئی تمہارے اور عمار کے خلاف شکایت اور بری خبر نہیں دوں گا لیکن میں سمجھ گیا ہوں کہ تو دل سے عمار کو چاہتا ہے اور اپنے پیچازاد کو دوست رکھتا ہے۔

خلاصہ یہ دونوں گورنر کے پاس گئے اور عمار کے نہ آنے کی وجہ بتلائی اور اسے بتلا دیا کہ عمار بیمار ہے اور آپ کے ہاں آنے سے معذرت کر رہا تھا۔ گورنر بھارے نے ہمارے کہنے کو صحیح تسلیم کر لیا اور اس کے بعد اس کے بعد کوئی آدمی نہ بھیجا اور اس کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔



تیسرا حصہ

﴿انقلاب کے لیے دعوت﴾

عمار شیعوں کے ساتھ برابر رابطہ برقرار کر رہے تھے۔ تو امین کے انقلاب کے فکست کما جانے کے بعد عمار لوگوں کو انقلاب کی دعوت دے رہے تھے لیکن یہ سب کچھ مخفی طور پر تھا۔ عمار نے قید سے آزاد ہو جانے کے بعد فوج اکٹھی کرنے اور لوگوں سے انقلاب کے لیے بیعت لینے میں بہت زیادہ کوشش شروع کر دی۔ انہوں نے انقلاب کے باقاعدہ اعلان کرنے

سے پہلے اٹھارہ ہزار شیعوں سے غنی طور سے عہد و بیان باندھ لیا تھا اور انہوں نے اس کی غنی طور پر بیعت بھی کر لی تھی۔ عتار اپنے آدمیوں کو قبائل کے سرداروں اور شیعوں اور با اعتماد آدمیوں کی طرف روانہ کیا کرتے تھے اور وہ اپنے قبیلوں کو دعوت دیتے تھے اور مختلف جگہں تکمیل دے کر قیام اور انقلاب کے مقدمات فراہم کرتے تھے عتار کا ارادہ تھا کہ سنہ ۶۶ھ کی ابتداء ماہ محرم میں انقلاب برپا کر دے۔

غنی بن مخربہ کا انقلاب کی حمایت:

طبری لکھتے ہیں کہ سنہ ۶۶ھ میں غنی بن مخربہ نے بصرہ میں لوگوں کو عتار کی بیعت کرنے کی دعوت دی۔ غنی بصرہ کے قلعہ شیعوں اور اہل بیت کے دو ستاروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس نے بصرہ میں امیر المومنین کی مدد کے لیے بصرہ کے لوگوں کو دعوت دی تھی اور جب معاویہ نے اپنے دوستوں میں سے ابن حنفیہ کو بصرہ بھیجا تھا تو اسی غنی نے اسے پیغام دیا تھا کہ وہ بصرہ سے چلا جائے ورنہ نکوار کے زور سے اسے بصرہ سے باہر نکال دوں گا اور یہ بھی کہا تھا کہ یہ ممکن نہیں کہ میں تنہا کے چچا زاد کی مدد نہ کروں اور معاویہ جیسے طاغی اور باغی کے جماعت اور گروہ میں داخل ہو جاؤں خدا کی قسم میں علی رضی اللہ عنہ سے کبھی جدا نہیں ہوں گا غنی نے تو ابین کے انقلاب میں بھی بہت زیادہ مدد کی۔ جب سلیمان بن مرادی ربری میں تو ابین نے امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے قیام کیا اور لوگوں کو اس کی دعوت دی تو غنی نے بصرہ کے لوگوں کی طرف سے اس طرح کا تو ابین کے رہبر کو خط لکھا۔ بھرا اللہ ہم شیعہ تمہارے ارادے کے بارے میں دفا دار اور ہمسفر ہیں اور بہت جلدی ہم تیری مدد کے لیے پہنچ جائیں گے اور خط کے آخر میں چند اشعار بھی لکھے۔ غنی نے اپنے وعدے پر عمل کیا اور تین سو جنگجو آدمیوں کے ساتھ تو ابین کی مدد کے لیے چل پڑا لیکن کچھ دیر سے پہنچا اور یہ اس وقت پہنچا جب سلیمان بن مرادی شہید ہو چکا تھا بلکہ اکثر تو ابین بھی شہید ہو چکے تھے۔ غنی اور اس کا لشکر کو ذرا گیا جب کہ عتار اس وقت قید میں تھا۔

ثنی نے مخفی طور سے مختار کے ساتھ رابطہ برقرار رکھا اور اس کی بیعت اور مدد کرنے کا اعلان کیا۔ اور کہا کہ جب بھی مختار قیام کرے گا میں اپنی پوری طاقت سے اس کی مدد کروں گا۔
ثنی نے بعض شیعہ سرداروں کے ساتھ کوفہ میں مختار کے خط کا جواب دیا اور اس میں انہوں نے اپنی وفاداری اور مدد کرنے کا اعلان کیا۔

بصرہ میں بیعت:

مختار نے ثنی کو کہا کہ تم اپنی شخصیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بصرہ کے لوگوں کو انقلاب کی دعوت داور ان سے میری بیعت لو۔ مختار کا مخفی فرمان ثنی کے نام یوں تھا۔
تم اپنے وطن بصرہ کی طرف جاؤ اور لوگوں کو دعوت دو لیکن بہت احتیاط اور مخفی طریقے سے ثنی بصرہ کی طرف لوٹ گیا اور لوگوں کو انقلاب اور شہداء کربلا کے خون کے انتقام لینے کی دعوت دی۔ اور اس کے قبیلے کے بہت سے شیعہ اس کے ساتھ ہو گئے اور بصرہ کی ایک جماعت نے مخفی طریقے سے مختار کی بیعت کر لی۔

کوفہ کی طرف روانگی:

مختار کے کوفہ پر مسلط ہو جانے اور ابن مطیع ابن زبیر کے گورنر کے کوفہ سے بھاگ جانے کے بعد ثنی نے علی الاعلان مختار کی حمایت کا اعلان کر دیا اور بصرہ کی مسجد میں شہرانی کی۔ اس کے قبیلے اور دوسرے لوگ اس کے ہمراہ ہوئے اور مختار کی مدد کے لیے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ثنی اپنے لشکر کے ساتھ الرزق شہر پہنچا اور وہاں پر پڑاؤ ڈالا اور وہاں سے کافی خوراک مہیا کی اور کئی اونٹ ذبح کیے۔

ثنی کی جنگ ابن زبیر کے حاکم سے:

ثنی اور اس کے لشکر نے بصرہ کے نزدیک پڑاؤ ڈالا ہوا تھا اور کوفہ کی طرف روانگی کا

قصد کیا ہوا تھا۔ مصعب ابن زبیر کے نمائندے قباہ کی طرف سے ایک فوج عباد بن حصین اور قیس بن ثمم کی سرکردگی میں کوفہ سے چل پڑی تھی اور ایک شورزار منطقہ سے گزاری اور شعی کی فوج کے نزدیک آ کر پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ شہر کے لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے ان کے سامنے بند کر لیے اور کوئی شخص بھی عباد کی مدد کے لیے نہ نکلا یہاں تک کہ کوئی ایسا شخص بھی باہر موجود نہ تھا کہ جس سے وہ کوئی سوال کر سکے عباس نے فریاد بلند کی کیا بنی تمیم میں سے کوئی بھی یہاں نہیں ہے؟

حنفیہ الامرونی ایک مرد نے کہا۔ اے امیر! یہاں وراثت نامی آدمی جو عہد شمس قبیلے سے عباس کا گھر ہے عباد نے کہا کہ تم جاؤ۔ اور اس کا دروازہ کھٹکٹاؤ اور دیکھو کہ کون گھر میں ہے۔ وہ گیا اور دق الباب کیا۔ وراثت نے اپنے گھر کا دروازہ کھولا جب عباد نے اسے دیکھا تو اس پر فریاد کرنی شروع کر دی اور اسے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ فلاں فلاں تم یہاں ہو اور میرے پاس نہیں آتے ہو وراثت نے کہا کہ میں قربان جاؤں میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ کا کیا مطلب ہے؟ اور میں کیا کام کروں؟ عباد نے کہا کہ جلدی کرو اور اپنا اسلحہ اٹھاؤ اور سوار ہو جاؤ۔ وراثت نے اپنا اسلحہ لیا اور سوار ہو گیا اور عباس اور اس کے لشکر کے پاس آ کھڑا ہوا اور وہیں ٹھہر رہا یہاں تک کہ شعی اور اس کی فوج جو کوفہ جا رہی تھی وہاں پہنچ گئی۔ وراثت نے کہا کہ تم قیس کی فوج کے ساتھ ٹھہرے رہو تا کہ میں یہاں سے جاؤں اور پھر واپس لوٹ آؤں۔ عباس نے اپنی فوج کے ساتھ حرکت کی اور ذہا حان۔ کے راستے سے اپنے آپ کو کلاء کی جگہ پہنچا دیا اور وہاں سے الرزق شہر میں آ گئے۔ الرزق شہر کہ جہاں بیت المال رکھا جاتا تھا اس کے چار دروازے تھے ایک دروازہ مسجد کی طرف اور ایک دروازہ سساران کے بازار کی طرف جو چھوٹا تھا کھلتا تھا۔ عباد اور کچھ فوج وہاں آ کر ٹھہر گئے اور ایک زینہ لائے کہ جسے الرزق شہر کی دیوار کے ساتھ لگا دیا اور چھت پر چڑھ گیا اور تقریباً تین ہزار آدمی اس کے ساتھ الرزق شہر کی چھت پر چڑھ گئے عباد

نے ان لوگوں سے کہا کہ تم ہمیں رہنا اور جب تکیر کی آواز سنو تو تم بھی بلند آواز سے تکیر کہنا۔ عباد کے فوج کے ساتھ وہاں سے اتر کر اور دروازہ قیس اور اس کی فوج کی طرف جو وہاں موجود تھی لوٹ آیا اور دروازے کہا کہ تم غشی کی فوج پر حملہ کرو۔ دروازہ اس کی فوج نے جو اس کے تحت فرمان تھی نے غشی پر حملہ کر دیا اور ان کے درمیان بہت سخت جنگ ہوئی اور غشی کے مددگاروں میں سے چالیس آدمی شہید ہو گئے اور اس کی دشمن فوج کے بھی بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے۔ عباس اور اس کے آدمیوں کی تکیر کی آواز بلند ہوئی اور جو لوگ شہر کی چھت پر تھے انہوں نے بھی تکیر کی آواز بلند کی۔ الرزق شہر میں جو بھی تھے سب فرار ہو گئے۔

غشی اور اس کی فوج نے جب اپنے پیچھے سے تکیر کی آواز سنی تو اسے بہت سخت وحشت ہوئی اور وہ متفرق اور پراگندہ ہو گئے۔ عباد نے جب دیکھا کہ غشی کی فوج نے شکست کھا لی ہے اور وہاں سے چلے گئے ہیں تو اس نے اپنی فوج سے کہا کہ ان کا پیچھا نہ کیا جائے اس طرح سے الرزق شہر پھر سے ابن زبیر کے حاکموں کے زیر تسلط آ گیا اور عباد کی فوج بصرہ کی طرف قباہ کے پاس پہنچ گئی۔

غشی کی شکست:

زیاد بن عمرو مدحی کہ جو غشی کا حامی اور ہمسفر تھا جب اس نے غشی کی جنگ ابن زبیر کی فوج سے قباہ کی سرکردگی کی خبر سنی تو فوراً گھوڑے پر سوار ہوا اور بصرہ کی مسجد میں وارد ہوا اس وقت قباہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا اس نے فریاد بلند کی اور کہا کہ اے قباہ اپنی فوج کو ہمارے بھائیوں کے مقابلے سے واپس بلا دو ورنہ ہم بھی آپ کی فوج سے جنگ کریں گے۔ قباہ نے اخف بن قیس بصرہ کے لوگوں میں سے سفید ریش اور پہلے امیر المومنین کے یار باوقا تھے اور عمرو بن عبد الرحمن کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ بصرہ کے لوگوں میں اصلاح کریں اور جنگ کرنے سے روکیں۔ اخف اور عبد الرحمن عبد شمس قبیلے کے پاس آئے اور اخف نے فریاد بلند کی۔

اے بکر اور ازو کے لوگو! کیا تم ابن زبیر کی بیعت میں نہیں ہو؟ تمام نے جواب دیا کہ۔ ہاں۔ لیکن ہم بھائیوں سے جنگ کرنے پر حاضر نہیں ہو گئے اور نہ انہیں تمہارے سپرد کریں گے۔ اخف نے کہا کہ ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ وہ آزاد ہیں جہاں چاہیں جاسکتے ہیں لیکن اس شہر اور اس کے بسنے والوں کو اسودہ کر دیں اور یہاں پر ہتھ برباندہ کریں۔ زیاد اور مالک بن مسیح غشی کے پاس گئے کہ جنہوں نے دوبارہ اپنے اطراف میں لشکر اکٹھا کر لیا تھا اور کہا کہ بخدا ہم آپ کے ہم عقیدہ نہیں ہیں اور عتار کے مخالف ہیں لیکن ہم نے نہیں چاہا کہ تمہیں ختم کر دیا جائے لہذا تم واپس کوفہ چلے جاؤ کہ جو تمہارا مرکز ہے۔ جب غشی نے دیکھا کہ اس کی دعوت زیادہ موثر نہیں ہے تو ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا اور اپنے افراد کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اخف ناراضی کے ساتھ بصرہ کی طرف لوٹ آیا اور کہا کرتا تھا کہ میں نے کبھی اپنی سوچ میں خطا نہیں کی مگر آج کے دن کہ جس میں میں نے غشی اور ان کی مہمراہوں اور ازو اور بکر کے قہیلے کو چھوڑ دیا ہے۔ عہاد اور قیس قباع کے پاس چلے گئے اور غشی اپنے دوستوں کے ساتھ عتار کی طرف روانہ ہو گیا۔

غشی عتار کے پاس:

غشی اپنے باقی ماندہ اصحاب کے ساتھ کوفہ آ گئے بصرہ کے لوگوں کی مخالفت اور لڑائی کا حال عتار کو سنایا اور کہا کہ میری زیاد بن عمرو اور مالک بن مسیح نے مخالفت نہیں کی اور میری روانگی کی ممانعت نہیں کی۔ عتار نے اس بات کے سننے سے اندازہ لگایا کہ بصرہ کے ان دو سرداروں کا میری حمایت کرنا ممکن ہے لہذا اس مضمون کا خط ان دونوں کے نام لکھا۔

ابا بعد کہ سننے اور اطاعت کیجئے تم دنیا سے جو چاہو گے وہ میں تمہیں دوں گا اور تمہارے لیے بہشت کا بھی ضامن ہوں خط کے پہنچنے کے بعد مالک نے زیاد کی طرف ہتھے ہوئے متوجہ ہو کر کہا کہ ابو اسحاق عتار تو بہت سخاوت کر کے دونوں دنیا اور آخرت ہمیں بخشا چاہتے ہیں زیاد

نے حراح میں کہا۔ اے ابوقحان! میں تو ادھار میں جگ نہیں کروں گا جس نے بھی ہمیں پیسے دیے اس کی مدد میں شمشیر زنی کروں گا۔

مختار کا ایک اور خط:

مختار نے اخف بن قیس کو بھی یوں خط لکھا۔ کہ یہ خط اخف بن قیس اور اس کے دوستوں اور مریدوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ کہ تم تو صلح میں ہو لیکن انہوں نے معز قبیلے کے اخف بن قیس پر کہ وہ خود تو جہنم میں یوں جانا چاہتا ہے کہ جسے نجات نہیں دی جاسکتی۔ میں تقدیر کو نہیں جانتا لیکن میں نے سنا ہے کہ تو نے مجھے کذاب کہا ہے۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں پیغمبروں کی طرف بھی ایسی نسبت دی جاسکتی ہے میں ان سے تو بھتر نہیں ہوں۔

فصیح لکھتے ہیں کہ میں بھرہ گیا اخف بن قیس کو مسجد میں دیکھا کہ لوگ اس کے اطراف میں جمع ہیں۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ اخف نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ میں کوہ کا ایک آدمی ہوں۔ اس نے کہا کہ تم وہی ہمارے غلام تو ہو کہ جنہیں ہم نے آزاد کرایا ہے۔

میں نے کہا کہ کیسے؟ اس نے کہا کہ تم مختار کے غلام تھے کہ جنہیں ہم نے اس سے آزاد کرایا ہے میں نے کہا کہ جانتے ہو کہ ہمرانی بوڑھے شاعر نے تمہارے اور ہمارے بارے میں کیا کہا ہے۔ اس کے بعد فصیح نے اس کے اشعار اخف کو سنائے کہ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

اگر اس پر تم فخر کرتے ہو تو تمہیں یاد ہو گا کہ ہم نے تمہارے ساتھ جنگ جمل میں کیا کیا تھا۔ ہم نے تمہارے سفیر ریش بوڑھوں کو جب کہ انہوں نے خضاب لگا رکھا تھا اور رشتہ جوانوں کو جو اپنی زرہ میں فخریہ انداز میں چلتے تھے آدھے دن میں ذبح کر دیا تھا۔ ہم نے تمہیں معاف کر دیا تھا لیکن تم نے اسے بھلا دیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کفران کیا ہے اور اس کے مقابلے میں تم نے مختار کے دوستوں کو جو تمہارے قبیلے کے ہم پلہ نہ تھے قتل کر دیا۔ اخف ان اشعار کے

سننے سے بہت زیادہ غصناک ہوا اور فریاد کی کہ اے غلام وہ خط لے آ؟ غلام نے وہ خط لے کر اخف کے سامنے رکھا۔ اخف نے خط پڑھا کہ جس میں یہ لکھا تھا کہ یہ خط عمار بن ابی عبیدہ ثقفی کی طرف سے اخف بن قیس کو لکھا جا رہا ہے کہ اسوں معتر قیلے کے ہاتھوں ارتخ۔ اخف نے فحسی سے پوچھا کہ یہ خط تمہاری طرف سے ہے یا ہماری طرف سے۔ ان دونوں کے درمیان رد و بحث ہوئی اور وہ جملہ ختم ہو گیا۔

جس طرح عمار چاہتا تھا بصرہ کے لوگوں نے اس کی مدد نہ کی اور بصرہ انقلاب کی مخالفت میں تبدیل ہو گیا اور ان کا مرکز بن گیا۔ کوفہ کے اشراف کوفہ سے فرار کر کے بصرہ میں مصعب بن زبیر کے گرد جمع ہو کر مصعب کو ابھارنے لگے کہ وہ عمار کے ساتھ جنگ کرے جس کی تفصیل بعد میں بیان ہوگی۔

کوفہ کے سرداروں کا خفیہ جلسہ:

عبدالرحمن ابن شریح عمار کے خاص معتمدین سے صاحب نفوذ اور محترم شخصیت تھی وہ عمار کے قیام اور بیعت کے سلسلے میں سعد بن ابی اسعد کے گھر جو بزرگ شیعوں سے تھے گئے۔ اتفاق سے وہاں کوفہ کے سرداروں میں سے بعض حضرات اس نام کے موجود تھے۔ (۱) سعید بن مقد ثوری۔ (۲) اسود بن جراؤکندی۔ (۳) قدامہ مالک جسی۔ عبدالرحمن ان کے وہاں موجود ہونے سے بہت خوش ہو گیا اور پھر حمد اور ثناء کے بعد اس طرح کہا کہ عمار قیام اور انقلاب برپا کرنا چاہتا ہے اور ہمیں اپنی مدد کے لیے دعوت دی ہے ہم نے اس کی بیعت کر لی ہے اور اس کی رائے کی موافقت کا وعدہ دیا ہے لیکن اس کا ہمیں علم نہیں کہ وہ واقعاً محمد بن الحنفیہ کی طرف سے قیام کرنے پر مامور کیا گیا ہے یا اس نے اپنی طرف سے اس طرح کا منصوبہ بنا رکھا ہے؟

میں آپ کے سامنے یہ تجویز کرتا ہوں کہ اس مطلب کے واضح ہونے کے لیے ہم خود جناب محمد بن الحنفیہ کے پاس جائیں اور اصل واقعہ ان سے معلوم کریں اگر انہوں نے عمار

کی اس قیام کرنے میں تصدیق کر دی اور اجازت دے دی تو پھر ہمیں عتار کے ساتھ مل جانا چاہیے اور اس کی ہمراہی کرنی چاہیے اور اگر اس نے اس کا انکار کر دیا اور ہمیں عتار کی مدد کرنے سے روک دیا تو پھر ہماری تکلیف واضح ہو جائے گی اور ہم اس سے کنارہ کشی کر لیں گے۔ آخر میں کہا کہ بخدا یہ درست نہیں ہوگا کہ ہم اپنے دنیاوی کام کو اخروی کام پر ترجیح دیں۔ ان تمام موجود افراد نے عبدالرحمن کی اس تجویز کی تصدیق کر دی اور کہا کہ خدا تمہیں ہدایت یافتہ بنائے آپ نے بہت اچھی تجویز پیش کی ہے خدا آپ کو توفیق عطایت کرے اگر تم حاضر ہو تو ہم مدینہ حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس جانے کے لیے حاضر ہیں۔

رہبر انقلاب کے نمایندہ سے ملاقات:

ان حضرات نے جانے کا ایک خاص وقت معین کیا اور مدینہ کے طرف روانہ ہو گئے اور اپنے اس سفر کا رئیس عبدالرحمن بن شریح کو قرار دیا۔ جب وہ محمد بن الحنفیہ کے پاس ان سے ملاقات کرنے کے لیے گئے تو جناب محمد بن الحنفیہ نے ان کا گرجوشی سے استقبال کیا اور احوال پرسی کی عراق کے حالات کی خبر دینے کے بعد ان کے سامنے اسود بن جراد نے اصل مطلب پیش کیا اور کہا کہ ہماری آپ سے ملاقات کے شرف حاصل کرنے کی اصل غرض ایک اہم مطلب ہے۔ جناب محمد بن الحنفیہ نے اس سے پوچھا کہ کیا وہ مخفی ہے یا ظاہر؟ اس نے کہا کہ وہ مخفی ہے۔ آپ نے کہا کہ ذرا صبر کرو آپ تھوڑی دیر کے لیے اندر گئے اور ایک خاص کمرے میں بیٹھ کر ہمیں وہاں بلایا یہ مجلس بالکل عمرمانہ اور مخفی تھی اس وقت آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اب تم اپنا مطلب بیان کرو۔ عبدالرحمن نے جو سفید ریش اور اس وفد کے رئیس تھے گفتگو کرنے کی ابتداء کی اور حمد اور ثناء کے بعد کہا کہ آپ ایسا خاندان ہیں کہ جسے خداوند عالم نے بہت بڑی فضیلت اور بزرگواری عطایت فرمائی ہے اور آپ کی پیغمبر ﷺ سے نسبت کی وجہ سے خدا نے تمہیں معتمد قرار دیا ہے اور تمہارا امت پر بہت بڑا حق قرار دیا ہے کہ

جو شخص بھی اس حق کے ادا کرنے سے گریز کرے گا وہ خطا کار اور جہی دست ہوگا۔ تمہارا خاندان امام حسینؑ کی شہادت سے بہت زیادہ مصیبت زدہ ہے اور یہ مصیبت صرف تمہارے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام امت اس مصیبت سے بے بہرہ نہیں ہے۔ اس کے بعد اس نے یہ اضافہ کیا کہ عمار بن ابی عہد یہ ثقفی ہمارے پاس آیا تھا اور کہا کہ وہ آپ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے اور مامور ہے اور اس نے ہمیں کتاب اور سنت اور اہل بیتؑ کے خون کا انتقام لینے اور مظلوموں کے دفاع کرنے کی دعوت دی ہے ہم نے بھی اس کی اس مطلب پر بیعت کر لی ہے اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے اگر آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ہم اس کی اطاعت کریں تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور اگر آپ ہمیں اس کی اجازت نہیں دیتے تو ہم اس سے کنارہ کشی کریں گے۔ والسلام۔ اس کے بعد وہاں موجود ہر ایک نے عمارؓ رضی اللہ عنہ کی گفتگو کی تائید کی اور اسی طرح کی بات کی۔

محمد بن الحنفیہ کی کلام:

جناب محمد بن الحنفیہ نے اس کے بعد گفتگو شروع کی اور محمد اور ثناء کے بعد فرمایا کہ جو کچھ تم نے ہماری فضیلت کے بارے کہا ہے وہ تو ایک فضل ہے جو اللہ جسے چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے اور اللہ ہی بڑی فضیلت کا مالک ہے ہمارا امام حسینؑ کی مصیبت میں مبتلا ہونا تو یہ ایک عہد اور بیٹا تھا اور ایک واقعہ تھا جو تقدیر قلم سے لکھا جا چکا تھا اور ایک مقدر امر تھا اور ایک شہادت اور کرامت تھی کہ خداوند عالم نے اس سے ہمیں منتخب کیا ہے اور اسی کی وجہ سے ایک جماعت خدا کے ہاں بلند مرتبے تک پہنچی ہے اور ایک جماعت کی منزلت خدا کے ہاں ساقط اور گر گئی ہے۔ ”وکان لہر اللہ مفعولا وکان قددا مقددا“ اللہ کا امر ہو کر رہنا والا ہے اور مقدرات الہی معین کیے جا چکے ہیں۔ لیکن جو اصل مطلب تم نے بیان کیا ہے کہ کسی نے تمہیں ہمارے خون کے انتقام لینے کے لیے دعوت دی ہے تو بخدا میں دوست رکھتا ہوں کہ خداوند عالم ہمارے دشمن

سے بدلا۔ لے اور ہماری اس میں مدد کرے خواہ اپنی مخلوق کے کسی فرد سے ہی کیوں نہ ہو۔ یہ میری رائے اور نظریہ ہے میں تمہارے اور اپنے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ والسلام۔

امام سجادؑ کا قیام کے لیے اذن:

علامہ مجلسی نے حضرت بنی نما اور اس نے اپنے باپ سے یوں روایت نقل کی ہے کہ کوفہ کے وفد کے اصلی مطلب کے اظہار کے بعد محمد بن الحنفیہ نے گفتگو کی جو ابھی نقل ہوئی اور آخر میں آپ نے فرمایا کہ ہمارے خون کا انتقام لینا تو پھر تم میرے ساتھ آؤ اور چلیں تمہارے اور میرے امام علی بن الحسینؑ کے پاس اور ان سے اس کے بارے میں اپنی تکلیف اور حکم معلوم کریں چنانچہ وہ گروہ جناب محمد بن الحنفیہ کے ہمراہ امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جب وہ حضرت کے پاس گئے تو جناب محمد بن الحنفیہ نے امام علیہ السلام کو وہ مطلب بتلایا کہ جس کے لیے یہ گروہ آیا تھا اور آپ سے اس کے متعلق حکم معلوم کرنا چاہا ہے۔ امام علیہ السلام نے محمد بن الحنفیہ کے جواب میں یوں فرمایا: ”یا عہد لوان عہد لہما تعصب لہما لعل البیت لوجب علی الناس موازتہ وقد ولینک هذا الامر فاصنع ما شئت“ یعنی اگر کوئی زنجبار کا قلام بھی ہم اہل بیت کی حمایت کے لیے قیام کرے تو لوگوں پر اس کی حمایت اور مدد کرنا واجب ہے۔ اور میں تمہیں اس کام کے لیے اپنا نمایندہ بناتا ہوں تم جو بھی مصلحت دیکھو اسے بجالاؤ۔ چنانچہ وہ حضرات امام علیہ السلام کی خدمت سے باہر نکلے تو وہ کہہ رہے تھے کہ امام زین العابدینؑ اور محمد حنفیہؑ نے ہمیں قیام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ شیعوں کے سردار اپنا مطلب حاصل کیے مطمئن ہو کر امام علیہ السلام سے رخصت لے کر کوفہ روانہ ہو گئے۔

نیک وری وضاحت:

محمد بن الحنفیہ کے اس جملے سے کہ ”چلو جائیں تمہارے اور میرے امام کے پاس۔“

اس سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جناب خنیہ اپنے آپ کو زین العابدین ؑ کا خالص مطیع جانتا تھا اور آپ کی امامت کا قائل اور معتقد تھا۔ یہ جملہ آپ کے راسخ العقیدہ ہونے کو بتلاتا ہے اور پھر انہوں نے عملی طور سے بھی ثابت کر دیا کہ وہ اتنے بڑے اہم مسئلے اور مطلب میں اپنا کوئی فتویٰ نہیں دینا چاہتے تھے اور جانتے تھے کہ اس اہم مسئلے کو حقیقی خون حسین ؑ کے وارث اور امام اور اولی الامر سے ہی حل کرایا جائے اور امام ہی ہیں جو اس مسئلے کو بیان کرنے کا حق رکھتے ہیں لہذا جناب خنیہ ان حضرات کو امام علیہ السلام کے پاس لے گئے اور امام علیہ السلام نے ہی قیام کرنے کی اجازت دی اور خود محمد بن الحنفیہ کو اپنا مکمل با اختیار نمایندہ قرار دے دیا۔ لہذا یہ یقین ہو گیا کہ عتار کا انقلاب اور قیام امام زین العابدین ؑ کی اجازت اور اذن سے تھا۔ آیت اللہ الخوئی نے بھی فرمایا ہے کہ بعض روایات سے واضح ہوتا ہے کہ عتار کا انقلاب اور قیام امام زین العابدین ؑ کی خصوصی اجازت سے تھا۔

عبدالرحمن بن شریح نے کہا ہے کہ جب ہمیں امام زین العابدین ؑ اور محمد بن الحنفیہ نے قیام کے بارے میں مثبت جواب دے دیا اور ہم اس سے مطمئن ہو گئے تو ہم نے کہا کہ ہمیں امام زین العابدین ؑ اور محمد بن الحنفیہ نے اجازت دے دی ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ ہم دوست رکھتے ہیں کہ خدا اپنے بندوں میں سے کسی ایک کے وسیلے سے ہمارے خون کا انتقام ہمارے دشمنوں سے لے لے اور اگر امام علیہ السلام راضی نہ ہوتے تو ہمیں انقلاب سے منع کر دیتے۔ ہم کو فدا واپس لوٹ آئے اور شیعوں میں سے جن پر اعتقاد تھا انہیں صورت حال بتلائی اور وہ منتظر تھے کہ ہم مدینہ سے واپس لوٹ آئیں اور انقلاب کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کریں اور ان کا ارادہ یہی تھا کہ عتار کی اس کے قیام میں مدد کریں عتار ہمارے مدینہ کی طرف سفر کرنے کی غرض سے باخبر ہو چکا تھا اور اسے ڈرتا تھا کہ ہم کوئی ایسی خبر نہ لے آئیں کہ جس سے شیعوں میں اختلاف پیدا ہو جائے اور شیعہ اس سے کنارہ کشی کر لیں۔ عتار کو اس گروہ نے کہ

جنہیں اس نے قیام کی دعوت دی ہوئی تھی کہا تھا کہ ہم بھڑکے ہیں تاکہ کوئی باوثوق خبر جس کی صحت پر ہمیں اعتماد ہو۔ مدینہ سے آجائے اور جب تک مدینہ گئے ہوئے لوگ لوٹ کر نہیں آتے ہم آپ کی بیعت کرنے پر حاضر نہیں ہیں۔ عمار لوگوں کے نظریے کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے ان لوگوں کے کام کی یوں تعریف کرتا تھا کہ بعض لوگوں کو میرے انقلاب کے بارے میں شک ہے اور وہ حقیر اور ناامید ہیں اگر تو انہیں اس طرح کا عندیہ ملا تو وہ میرے ساتھ مل جائیں گے اور اگر وہ اس مطلب کے حاصل کرنے پر کامیاب نہ ہو سکے کہ جس کی وہ حقیقت حال کے واضح کرنے میں گئے ہوئے ہیں تو پھر وہ تجھ سے حشر ہو جائیں گے لیکن یہ لوگ لوگوں کی نگاہوں میں گر جائیں گے اور ناامیدی اور یاس میں جا کر رہیں گے۔ عمار کی حیرانگی درست تھی کیونکہ اس کا محمد بن الحنفیہ کے ساتھ رابطہ خفیہ تھا۔ عمار اور محمد بن الحنفیہ نہیں چاہتے تھے کہ انقلاب کے اعوان سے پہلے اس کی کسی کو خبر مل جائے اور ان کا یہ راز فاش ہو جائے۔ عمار یہ احتمال دیتا تھا کہ جو گروہ مدینہ محمد بن الحنفیہ سے اپنی تکلیف معلوم کرنے گیا ہوا ہے ہو سکتا ہے کہ محمد بن الحنفیہ ان پر اعتماد نہ کریں اور تیسری جگہ سے عمار کے کام کی شاید تائید نہ کریں اور اگر وہ اسی طرح کی حالت سے واپس لوٹ آئے تو عمار کے کام میں گڑبڑ اور خلل واقع ہو سکتا ہے کہ جس سے شکست کھ جانے کا زیادہ احتمال ہے۔

ابھی خبر:

جو لوگ مدینہ گئے تھے ایک مہینے سے کچھ زیادہ مدت کے بعد واپس کو فہ لوٹ آئے اور کو فہ میں پہنچنے کے بعد اپنے گھر جانے سے پہلے عمار کے گھر گئے۔ عمار نے ان سے ان کی احوال پرسی کے بعد پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ گویا تم میرے کام میں شک میں پڑے ہوئے تھے اور امتحان اور فتنہ میں گھر گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ”بشارت ہو“ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تیرا ساتھ دیں۔ عمار اس کے سننے سے بہت زیادہ خوشحال ہو چکا تھا فوراً کہا۔ ”اللہ اکبر“ مجھے ابو

اسحاق کہا جاتا ہے۔ اٹھو اور انقلاب کے لیے کام کرنا شروع کر دو اور شیعوں کو انقلاب برپا کرنے کے لیے آمادہ کرو۔



چوتھا حصہ

﴿ابراہیم اشتر کا کردار﴾

جب شیعوں پر واضح ہو گیا کہ مختار کو انقلاب برپا کرنے کا اہل بیتؑ نے حکم دے دیا ہے اور محمد بن الحنفیہؑ نے مختار کو باقاعدہ طور پر انقلاب کرنے کا حکم دے دیا ہے، وہ سب مطمئن ہو گئے اور لوگوں کو مختار سے ملانے کا انتظام کیا اور مختار کی اطاعت اور پیروی کی ضروری جان کر انقلاب کے لیے آمادہ ہو گئے۔

شیعوں کے اجتماع میں مختار کی سخرانی:

مختار بذات خود اس مجمع میں گیا کہ جہاں شیعہ جمع تھے اور اپنے ہر طرح کے اتہامات کو دور کرنے اور اپنے طریقے کے درست ہونے کو ان کے سامنے بیان کیا اور وہاں یوں کہا۔ شیعوں کا ایک گروہ میرے کام کے صحیح ہونے کو معلوم کرنے کے لیے مدبہ کیا ہے اور نجیب اور مرتضیٰ اور زبیر ہدایت اور بہترین فرزند جناب محمد بن الحنفیہؑ سے ملاقات کی اور ان سے براہ راست مطلب کو پوچھا اور میرے اقدام کے بارے میں سوال کیا انہوں نے ان کے سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ مختار میرا اور زبیر اور مددگار اور میرا دوست ہے جو نہری طرف سے تمہاری طرف روانہ کیا گیا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ اس کے احکام کو قبول کرو اور اہل بیتؑ

علیہم السلام کے قتل کرنے والوں سے جنگ کرنے میں اس کی مدد کرو اور اہل بیت کے خون کے انتقام لینے میں اس کی ہمراہی کرو۔

عقار کی اس گفتگو کے بعد عبدالرحمن بن شرح اپنے وفد کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے سامنے کھڑے ہوئے اور حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا۔ اے شیعوں کا گروہ ہم چاہتے تھے کہ عقار کا اندام ہمارے اور تمہارے لیے واضح اور روشن ہو جائے ہم اس غرض کے ماتحت مدینہ گئے اور جناب محمد بن الحنفیہ کے ساتھ ملاقات کی اور عقار کے قیام کے بارے میں ان سے سوال کیا انہوں نے ہمارے جواب میں ہمیں حکم دیا ہے کہ عقار کی اطاعت اور حمایت کریں اور اس کے مددگار بنیں اور اس کی دعوت کو قبول کریں۔ ہم نے اطمینان اور سکون اور دلی رحمان کے ساتھ کہ جس میں ذرہ بھر شک اور تردد نہیں ہے اپنے طریقے اور راستے کو معین اور مشفق کر لیا ہے اور ہمسرت اور آگاہی سے اس کی دعوت کو قبول کر لیا ہے تاکہ عقار ہمیں اہل بیت کے دشمنوں۔۔۔ میدان جنگ میں وارد کرے۔ اے وہ حضرات جو اس جلسہ میں موجود ہو تم ان کو جو یہاں موجود نہیں ہیں یہ مطلب پہنچادو اور انہیں لڑائی کے لیے آمادہ کرو۔

جب عبدالرحمن نے اپنی گفتگو ختم کی اور بیٹھ گئے تو اس جلسہ میں بیٹھے ہوئے حضرات متفرق ہو گئے اور تم، ہم فکر اور ہم گفتگو تھے اور اس کے بعد شیعہ متحد ہو گئے اور مدد کرنے کا اعلان کر دیا۔ عبدالرحمن کا اپنی گفتگو میں امام زین العابدین علیہ السلام کا نام نہ لینا اور صرف محمد بن الحنفیہ کے نام پر انتقام کرنا شاید اس وجہ سے ہو کہ خود امام علیہ السلام نہ چاہتے ہوں کہ آپ کا ظاہری طور پر اس انقلاب میں نام لیا جائے شاید یہ ایک سیاست اور ترقیہ پر مبنی ہو اور یہ بھی احتمال موجود ہے کہ اس مطلب کو امام علیہ السلام نے بزرگ شیعوں تک پہلے پہنچایا ہوا ہو اور پھر امام علیہ السلام نے اس انقلاب کی رہبری جناب محمد بن الحنفیہ کے سپرد کر کے انہیں اپنا مکمل با اختیار نمائندہ بنایا، اور اتنا ہی ان لوگوں کے لیے کافی تھا۔

ابراہیم کامیدان میں آتا:

بہت سے بزرگ اور نامور شیعہ عمار کے ساتھ امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے میں شریک تھے۔ اور انہوں نے بہت عمدہ کارنامے انجام دیے ہیں لیکن جتنا کام ابراہیمؑ فرزند مالک اشتر جوامیر المومنین کا طاقتور بازو تھا نے انجام دیا ہے اس کا دوسرے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ابراہیم کی کارکردگی عادلترین اور موثر ترین سامنے آتی ہے کہ جس کی تفصیل یہاں ہوگی جیسا کہ ابراہیم جیسے نامور انسان کا ساتھ عمار کو حاصل نہ ہوتا تو معلوم نہیں کہ انقلاب فتح اور کامیابی تک پہنچ سکتا یا نہ کیونکہ اکثر بزرگ شیعہ انقلاب کی کامیابی میں ابراہیم کے ایک بہت بڑے مقام کے کائل ہیں اور اس کا انقلاب میں کردار کسی ایک سے بھی پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔

علامہ سید حسن امین لکھتے ہیں کہ ابراہیم ایک بہادر ہاشمیت اور صفحہ حکن اور رئیس انسان تھا وہ عالی طبع اور بلند ہمت، رکھتا تھا حق کا طرف دار اور فصیح کلام اور شعر گوئی کی طبیعت بھی رکھتا تھا خاندان عصمت اور طہار کا دوست اور عقیدت مند تھا جس طرح اس کا باپ مالک اشتر اس طرح کی خصوصیت اور امتیازات پر فائز تھا اس کا قاضا اور حق بھی تھا کہ اس کے فرزند کو بھی انہیں عادات کا مجسمہ ہونا چاہیے وہ بزرگی شجاعت سخاوت اور ایمان اور اہل بیتؑ سے اخلاص میں حراق کے لوگوں سے سب سے برتر انسان تھا۔

مراتبہ الجہان میں لکھا ہے کہ ابراہیم اپنے قبیلے فہج کا بے مثال سردار اور آقا تھا۔ علامہ مجلسی نے بحار میں ابن نما سے ابراہیم کے بارے میں یوں نقل کیا ہے۔ ابراہیم جس پر اللہ کا درود و سلام ہو شہامت اور بزرگی اور شجاعت میں مشعل بردار اور رئیس کا روان تھا۔ وہ سر سے پاؤں تک اہل بیت کا محب اور دلباختہ اور ان کا پروردگار تھا۔

بلاذری نے لکھا ہے ابراہیم ایک امیر تھا ہوا بہادر انسان تھا۔ ابراہیم باوجودیکہ کم سن تھا صفین کی جنگ میں اپنے باپ مالک اشتر کے ساتھ مل کر امیر المومنین کے پہلو میں نمایاں

کارنامے انجام دیئے تھے۔ عتار اور کوفہ کے تمام شیعوں کی ٹکاہیں ابراہیم اشتر پر لگی ہوئی تھیں اور مطمئن تھے کہ اگر ابراہیم یہ بہادر اور مہارز اور عظیم الشان انسان اپنی اس شخصیت اور حیثیت سے جو وہ رکھتا ہے انقلاب برپا کرنے میں ٹل جائے تو انقلاب کی کامیابی اور فتح یقینی ہو جائے گی۔ اس لیے شیعہ اپنی پوری کوشش سے ابراہیم کو انقلاب میں لے آئے۔

ابراہیم کو انقلاب میں شرکت کرنے کی دعوت:

ابراہیم کی بلند بالا فکر اور جنگ کے امور میں اس کی بہادری اور مہارت ایک طرف اور دوسرے طرف اس کی اعلیٰ ہیئت عظام سے شدید محبت اور خلوص اور دوسری برجستہ صفات جو اس میں موجود تھیں کی وجہ سے ابراہیم عراق کے تمام شیعوں کے لیے امید کا مرکز اور اس کی کمانڈر شپ اور طاقتور ساتھ کو وہ اپنے لیے اہم شمار کرتے تھے لہذا شیعوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جناب ابراہیم سے ملاقات کریں اور انہیں انقلاب کی دعوت دیں۔

عامر قحس کہتے ہیں کہ میں اور میرے باپ پہلے شخص تھے کہ جانا انقلاب کے ساتھ ملے تھے۔ (یہ معلوم رہے کہ قحس عامر کے باپ قحس فقیہ کے نام سے مشہور ہیں اور آپ عراق کے بزرگ فقہاء سے تھے جو عتار کے انقلاب کے ساتھ ملے تھے)

جب انقلاب کے مقدمات فراہم ہو چکے تھے اور اس کا اعلان کیا جانا نزدیک تھا تو انہیں چند حضرات نے جو مدینہ میں امام علیہ السلام کی ملاقات کے لیے گئے تھے اور محمد حنفیہ سے مشہور کیا تھا عتار سے ملاقات کی اور اسے ایک ہم پیش نہاد کی۔ انہوں نے اپنی پیشکش کو یوں بیان کیا کہ کوفہ کے تمام سردار اور بزرگ قیام کرنے اور امن زہر کے گورنر امن مطیع سے جنگ کرنے پر ہم آواز اور متفق ہیں لیکن اگر ابراہیم جیسا مرد جو مالک اشتر کا فرزند ہے ہمارے ساتھ مل جائے تو پھر کامیابی کی بہت زیادہ امید کی جاسکتی ہے اگر ابراہیم ہمارے ساتھ مل جائے تو پھر مخالفین کی کوئی حیثیت اور پروا نہیں ہوگی کیونکہ ابراہیم ایک بہادر اور شریف اور بزرگوار خوش

فکر اور دور اندیش انسان ہے اس کے علاوہ اس کا ایک قوت والا بہت زیادہ قبیلہ بھی موجود ہے
مخار نے ان کی اس پیشکش کا گرجوٹی سے استقبال کیا اور کہا بہت اچھا۔ آپ جائیں اور ابراہیم
سے ملاقات کریں اور اس سے کہہ دیں کہ ہماری غرض امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے
کے سوال اور کچھ نہیں ہے اور ان سے کہہ دیں کہ ہمیں اہل بیت کی طرف سے انقلاب کرنے
کی اجازت اور اذن بھی موجود ہے۔

فصیحی کہتے ہیں کہ وہ حضرات وہاں سے اٹھے اور سیدھے ابراہیم کے گھر کی طرف
روانہ ہو گئے ہیں اور میرا باپ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ ابراہیم کے گھر آنے کے بعد یزید بن انس
نے ان سے کہا کہ ہمارا تمہارے پاس آنا ایک اہم غرض کے تحت ہوا ہے کہ جس کی ہم آپ کو
دعوت دیں اور اسے تمہارے سامنے رکھیں اگر تو آپ نے ہماری پیشکش کو قبول کر لیا تو اس میں
تمہاری خیر اور اچھائی ہے اور اگر آپ نے اسے قبول نہ کیا تو ہم نے آپ پر حجت تمام کر دی
ہوگی اور اصل مطلب کو پہنچا دیا ہوگا اور اپنی خیر خوبی کو ادا کر دیا ہوگا آپ سے خواہشمند ہیں کہ
اس واقعہ کو خفی اور محرمانہ رکھیں۔

ابراہیم کا جواب:

جب ان حضرات نے اپنی دعوت کو بیان کیا اور ابراہیم سے چاہا کہ اس مطلب کو خفی
رکھیں تو ابراہیم نے کہنا شروع کیا کہ پہلے تو میرے جیسا انسان جاسوسی اور شکایت کے انجام
سے کوئی خوف اور ڈر نہیں رکھتا میں ایک درباری اور حکومت کا آدمی نہیں ہوں کہ آپ کو مجھ سے
کسی قسم کا خوف اور ہراس ہو اور پھر دشمن بھی معمولی ہے جو صرف چند ایک بے مغز اور پست اور
کمزور انسان ہیں کہ جن سے کسی قسم کا خوف نہیں ہے۔ یزید بن انس نے مختار کی بات کو کاٹتے
ہوئے کہا کہ ہماری آپ کو انقلاب کی دعوت اور اس کا ساتھ دینا کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ
تمام بزرگ اور سردار شیعہ اس پر ہم فکر اور ہم عقیدہ ہیں اور اس انقلاب اور دعوت کی بنیاد حکم خدا

اور منہ پر طبعاً السلام کا جاری کرنا اور اہل بیت کے خون کا ان سے انتقام لینا ہے کہ جنہوں نے امام حسین علیہ السلام کے خون بہانے کو طحال اور جگر اڑا دیا تھا اور اس کے ساتھ مظلوم اور ضعیف طبقے کا دفاع کرتا ہے یزید بن اس کی اس گفتگو کے بعد احمد بن حمید نے گفتگو شروع کی اور کہا کہ میں آپ کی خیر خواہی چاہتا ہوں اور آپ کے دوستوں میں سے ہوں۔ خداوند عالم میرے باپ مالک اشتر پر رحمت نازل کرے۔ وہ ہم سے جدا ہو گئے وہ ایک بزرگوار انسان تھے اور اگر تم بھی اللہ تعالیٰ کے حق کی رعایت کرو تو اپنے باپ کے جانشینی ہو جاؤ گے ہم آپ کو ایک ایسے مطلب کی دعوت دے رہے ہیں کہ اگر آپ اس کو قبول کر لیں تو باپ و بی بی عظمت لوگوں کے دلوں میں پیدا کرو گے اور درحقیقت اس عظمت اور عزت اور جلال کو جو علیؑ ملی ہے اسے دوبارہ زندہ جاوید کرو گے تمہارے جیسا انسان تھوڑی سی کوشش اور سعی سے اس مقام اور مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جس پر آپ کے بزرگ فخر کرتے ہیں اور پھر اس سے کوئی بلند مرتبہ کا مقام اور انہیں ہے۔ اس کے بعد ان حضرات میں سے ہر ایک نے اس بارے میں گفتگو کی اور ان تمام کی کوشش تھی کہ ابراہیم اس انقلاب میں داخل ہو جائے۔

ایک شرط پر حاضر ہونا:

ابراہیم نے اس گروہ کے جواب میں کہا کہ میں تمہارے قیام اور امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کی دعوت کو ایک شرط پر قبول کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کونسی شرط پر؟ اس شرط پر کہ جنگ کی کمان اور سرداری کا عہدہ میرے سپرد کیا جائے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم کمان اور رہبری کی لیاقت رکھتے ہو لیکن پھر عمارؓ کی کیا حیثیت ہوگی جب کہ اسے امام اور اس کے نائب سے قیام کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی طرف سے قیام کی رہبری عمارؓ کے سپرد کی گئی ہے اور انہوں نے ہمیں بھی حکم دیا کہ ہم عمارؓ کی اطاعت کریں۔ اس وقت ابراہیم چپ ہو گئے اور کوئی بات نہ کی اور جلسہ اسی پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد ہم عمارؓ

کے پاس گئے اور اپنی گفتگو کا خلاصہ ابراہیم سے بیان کیا۔

عقار کی ابراہیم سے ملاقات:

قصی نے کہا کہ اس گفتگو کو تین دن گزر چکے تھے عقار نے قوم کے بدوں میں سے دس آدمیوں کو بلایا ان میں سے ہرے باپ بھی تھے عقار ان کو ساتھ لے کر خود آگے چل رہے تھے اور ہمیں اپنے ساتھ لے کر گلی اگلی اور میدان سے گزرتے جا رہے تھے اور ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کا جانا کدھر اور کس مقصد کے لیے ہے آخر میں عقار ابراہیم کے گھر کے سامنے آ کر اڑھا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ اندر سے کہا گیا کہ تعریف لایے ہم ابراہیم کے گھر میں گئے۔ ابراہیم نے عقار کو محشی سے استقبال کیا اور ہمارے لیے نیچے ڈالے اور ہم سب وہاں بیٹھ گئے ابراہیم نے عقار کا سب سے زیادہ احترام کیا اور اس کے لیے خاص مسند بچائی اور اس پر عقار بیٹھ گئے۔

محمد بن حنفیہ کا خط ابراہیم کے سامنے:

معمول کے خلاف اور آذیت کے بعد عقار نے ابراہیم کو مخاطب کیا اور حمد اور ثناء کے بعد یوں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکائی کی گواہی دیتا ہوں اور پیغمبر آخر الزماں پر درود و سلام بھیجتا ہوں میں محمد بن حنفیہ جو مہدی اور امیر المؤمنین کے فرزند ہیں اور اس وقت روئے زمین پر لوگوں سے بہترین انسان ہیں اور اس کے فرزند ہیں جو نبی علیہ السلام کے بعد روئے زمین پر بہترین انسان تھے ان کی طرف سے ایک خط آپ کے نام لایا ہوں کہ جس میں اس نے آپ سے چاہا ہے کہ آپ ہماری مدد کریں اور ہمارے ساتھ ہو جائیں اگر تو آپ نے قبول کر لیا تو آپ نے حق کے طرف رجوع کر لیا اور اگر آپ نے اسے قبول نہ کیا تو یہ خط آپ کے لیے حجت کی تمام کر دے گا اور ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم محمد بن حنفیہ مہدی اور اس کے بعد ستوں کو آپ سے بے نیاز کر دے قصی کہتے ہیں کہ عقار نے پہلے سے خط مجھ سے لے رکھا تھا اور جب عقار

کی گفتگو ختم ہوئی تو مختار نے میری طرف رخ کیا اور کہا کہ وہ خط ابراہیم کو دے دو۔ میں نے وہ خط ابراہیم کو دیا۔ ابراہیم نے کہا کہ چراغ لے آؤ خط کی مہر کو توڑا اور اس خط کو پڑھنا شروع کر دیا۔

خط کا مضمون:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد مہدی کی طرف سے ابراہیم مالک اشتر کے فرزند کے نام! اس خدا کی تعریف کہ جس کے بغیر کوئی اور خدا نہیں ہے۔ میں نے عمار کو اپنا وزیر اور امین منتخب کیا ہے جو میرے نزدیک پسندیدہ انسان ہے میں نے اسے تیرے پاس بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ ہمارے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرے اور میرے خاندان کے خون کا انتقام لے تم اور حیرے قبیلے کے وہ افراد جو حیرے سے دوکار ہیں اس کیساتھ مل جاؤ اور انقلاب برپا کرو اگر تم نے میری مدد کی اور میری دعوت کو قبول کیا اور میرے وزیر کی مدد کی تو تو نے میرے نزدیک ایک بڑی فضیلت کو حاصل کر لیا تمام لشکر سوار اور دوسرے لڑنے والوں کی کمان اور سرداری تیرے ذمہ ہے اور جو شہر تم فتح کرو گے کو فہ سے لے کر شام تک وہ حیرے فرمان کے ماتحت ہوگا اس کا میں تم سے قسم اور عہد کر رہا ہوں اگر تم نے اقدام کیا تو خداوند عالم کے ہاں بہت بڑا احترام حاصل کرو گے اور اگر تم میرے ہمراہ نہ ہوئے تو سخت ہلاکت میں جا کر دو گے کہ جس سے رہائی نہیں پاسکو گے۔ والسلام۔

ابراہیم نے خط کو بند کیا اور تھوڑا سا غور اور فکر کرنے لگا اور اپنے چہرے کو کہ جس سے اس خط کے صحیح ہونے میں تردد ظاہر ہو رہا تھا بلند کیا اور کہا کہ میں ہمیشہ جناب محمد بن حنفیہ سے خط و کتابت کرتا رہا ہوں اور اکثر اپنا نام محمد بن علی لکھا کرتے تھے لیکن یہ خط اس طرح نہیں ہے۔ (مجھ کو ابراہیم کی طرف سے خط کا اپنے نام کے ساتھ اضافہ ابراہیم کے لیے تازہ مطلب رکھتا تھا۔) اسی واسطے خط کے بارے میں شک کر رہا تھا کہ آیا محمد بن حنفیہ کی طرف سے ہے بھی یا نہ۔ مختار نے اسے کہا کہ پہلے ویسے ہی لکھتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو لیکن اب حالات بدل چکے ہیں اور

زمانے میں فرق ہو گیا ہے کہ جس کی وجہ سے انہوں نے ایسے لکھا ہے۔

ابراہیم کا مختار سے بیعت کرنا:

ابراہیم نے مختار سے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ یہ خط محمد بن الحنفیہ نے مجھے لکھا ہے یا نہ؟
 فصی کہتے ہیں کہ اس وقت یزید بن انس اور احمد بن حمیط اور عبداللہ بن کمال ان سب نے
 سوائے میرے اور میرے والد کے گواہی دی کہ یہ خط محمد بن الحنفیہ کی طرف سے ہے اور اس
 میں کوئی تردید اور شک نہیں ہے ان کی گواہی کے بعد ابراہیم مطمئن ہو گیا اور اچانک اپنی جگہ
 سے اٹھا اور مختار کو اپنی مسند پر لا کر بٹھا دیا اور کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کی
 بیعت کروں۔ مختار نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور ابراہیم نے مختار کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد ابراہیم
 نے آواز دی کہ میرے اور شریعت لے آؤ۔ اور اس سے عمدہ پذیرائی کی اور مہمان نوازی کی۔
 فصی کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم گھر سے باہر آئے اور ابراہیم بھی مختار کے ساتھ انہیں گھر تک
 پہنچانے کے لیے ان کے گھر تک آئے ہم جب مختار کے گھر سے واپس چلے تو ابراہیم نے میرا
 ہاتھ پکڑا اور کہا کہ فصی تم میرے ساتھ آؤ۔ میں ابراہیم کے ساتھ دوبارہ اس کے گھر گیا۔
 ابراہیم نے میری طرف رخ کیا اور کہا اے فصی مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے کہ جب ان سب
 نے اس خط کے بارے میں گواہی دی تھی تو تم اور تیرے والد نے گواہی نہیں دی اور چپ رہے؟
 کیا آپ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے واقعہ کے مطابق گواہی دی ہے؟ فصی نے کہا کہ آپ نے ان
 کی گواہی کو سنا۔ جنہوں نے گواہی دی ہے وہ شیعوں میں سے بزرگ قاری اور مشائخ اور عربوں
 کے سردار ہیں میں مطمئن ہوں کہ وہ بغیر حق کے گواہی نہیں دیتے۔

فصی کہتے ہیں کہ میں نے گرچہ ابراہیم کو اس طرح کا جواب تو دے دیا لیکن بخدا
 میں بھی ان کی گواہی پر بدگمان تھا لیکن میں بہت زیادہ چاہتا تھا کہ ابراہیم اس انقلاب میں
 شریک ہو، تاکہ انقلاب کا سبب ہو جائے میں نے اسی وجہ سے ابراہیم کے سامنے اس طرح

فعلی طور سے ان حضرات کی گواہی کی تائید کی۔ اس وقت ابراہیم نے مجھے کہا کہ ان سب کا نام لکھو کچھ مکان میں سے بعض کو میں نہیں پہنچاتا۔ اس کے بعد ابراہیم نے قلم اور دو دھات لانے کا حکم دیا اور اس طرح کا ایک خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پہلے ایک مطلب ہے کہ جس کی ساری بن مالک اور بنی بنی اس سیدی اور احمد بن محمد اور مالک بن عمرو اور عمار بن سب کے نام لکھے کہ جنہوں نے اس جلسہ میں گواہی دی تھی اور لکھا کہ ان سب نے گواہی دی ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ نے ابراہیم بن اشتر کو خط لکھا ہے اور اسے حکم دیا کہ وہ مخرمین اور ان سے کہ جنہوں نے امام حسینؑ کا خون بہایا ہے انتقام لینے کے لیے جنگ کرنے میں عمار کے ساتھ شریک ہو جائے اور اس کی پاس میں بددکرے اور شریل بن عبد اللہ اور ابو عامر شععی وغیرہ اور عبد اللہ بن عبد الرحمن بھی اور عامر بن شریل شععی نے ان گواہی دینے والوں کی گواہی کی تائید کی ہے۔ شععی کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ خدا تم پر رحمت نازل کرے یہ آپ کس لیے کر رہے ہیں ابراہیم نے کہا چھوڑو اس کے لکھ کر کہنے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قیام سے پہلے بڑی کامیابی:

شاید عمار اور اس کے دوستوں کے لیے قیام سے پہلے سب سے بڑی کامیابی ان سے ایک بہادر بے مثل ابراہیم جیسے انسان کا مل جانا تھا۔ عمار کی ابراہیم سے ملاقات اور رہبر انقلاب کے نمائندے محمد بن الحنفیہ کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب محمد بن الحنفیہ ابراہیم کو بہت زیادہ اہم شمار کرتے تھے اسی لیے اسے بالخصوص ایک خط لکھا اور اسے عمار کے ساتھ مدد اور نصرت کرنے کے لیے دھت دی اور خط کے مضمون سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ محمد بن الحنفیہ اور خود ابراہیم کے مل جانے کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے اور بہت زیادہ اس کے مل جانے کی تاکید کی تھی۔ یہی مطلب ایک مستقل دلیل ہے کہ ابراہیم کی شخصیت ان کے ہاں بہت ممتاز

تھی اور وہ شیعوں کے درمیان ایک خاص عالی مقام اور رتبہ رکھتے تھے۔ مختار نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہو جانے سے ایک بہت عمدہ اور اچھی قوت اور طاقت پیدا کر لی اور ایک واضح اور روشن چہرہ اس کی فوج کا کماظر اور سردار بن گیا۔

قیام کے شروع کی طرح:

فصی نے کہا کہ ابراہیم نے مختار کی ملاقات کے بعد اپنے قبیلے اور قوم اور دوستوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے سارا واقعہ اور مطلب بیان کیا اور اس کے بعد ابراہیم کا مختار کے پاس آنا جانا شروع ہو گیا۔

حمی ابن عیسیٰ لندی کہتے ہیں کہ حید بن مسلم از دی کی ابراہیم سے دوستی تھی اور ان کے ہاں اس کا آنا جانا قہودہ ماجا ابراہیم اور مختار کے جلسوں اور مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابراہیم کا مختار کے ہاں آنا جانا اتنا زیادہ ہو گیا کہ ہر رات اول سے لے کر آخر تک ابراہیم مختار کے ہاں رہنے لگا اور ان کی گفتگو آخر شب تک ہونے لگی اور وہ قیام اور انقلاب کے نقشے کو مرتب کرنے میں مشغول رہتے تھے اور بالآخر بہت سوچ اور بچار کے بعد انہوں نے حتیٰ ارادہ کر لیا کہ ۱۳ رجب الاول ۶۶ھ میں انقلاب کی ابتداء کر دیں ابراہیم نے خفیہ طور پر اور اندرون خانہ نقشے مختار کے گھر میں بیٹھ کر مرتب کیے تاکہ وہ مختار کے قیام میں اس کی مدد کر سکے۔ اسی دوران ابن مطیع کی حکومت کے جاسوسوں کی طرف سے مختار کے قریب الوقوع انقلاب کے خطرے کی اسے اطلاع دی گئی۔ ابن مطیع گورنر نے اپنے جاسوسوں کو کوفہ کے اطراف میں پھیلا دیا کہ وہ مختار کے انقلاب کو ناکام کر دیں لیکن اس کے اس طرح کے اقدام نے سوائے اس کے کہ قیام کو دو دن پہلے برپا کر دیا۔ اور کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکا یعنی انقلاب بدھ ۱۲ رجب الاول ۶۶ھ کو برپا کر دیا گیا۔

آٹھویں فصل

انقلاب اور قیام

پہلا حصہ

﴿کوفہ میں جنگ﴾

۴ انقلاب کا اعلان:

پہلے سے کئی ایک جلسوں میں مختار اور ابراہیم کے مشورے سے انقلاب کے مقدمات اور اس کے اعلان کی تاریخ مقرر ہو چکی تھی اور تمام شیعہ آدمی کی حالت میں اس تاریخ کے منتظر تھے مغرب کا وقت تھا ابراہیم اشتر جو انقلاب میں دوسرے درجہ پر شمار ہوتا تھا مختار کی رائے کے مطابق باقاعدہ اعلان کی غرض سے مسجد کے منارے پر گیا اور اذان دی۔ اس کے بعد شیعوں نے مغرب کی نماز اس کی اقتداء میں ادا کی۔

انقلابیوں کا طاقت کا مظاہرہ:

نماز کے بعد ابراہیم نے حکم دیا کہ ایک گروہ اس کے ساتھ اس کے پیچھے چلا ہوا آئے تاکہ مختار کے گھر جائیں چنانچہ وہ گروہ مسلح ہو کر جو جنگ کے لیے آمادہ تھا ابراہیم کے ساتھ ہو لیا اور ابراہیم نے مختار کے گھر کی طرف حرکت کرنا شروع کر دی۔ ایسا بن مضارب جو کوفہ کی پولیس کا افسر تھا اس نے جلدی میں اپنے آپ کو ابن مطیع گورنر کے پاس پہنچایا اور اسے خطرے سے آگاہ کیا اور کہا کہ مختار بہت جلدی انقلاب برپا کر دے گا گویا قیام کا اعلان ہو چکا ہے اور قیام کے متعلق مختلف قسم کی اطلاعات موجب بنیں کہ حکومت نے شہر پر اپنا پوری طرح سے تسلط قائم کر لیا۔ اور مختار کی سب سے زیادہ کوشش یہ تھی کہ سب سے پہلے وہ کوفہ پر اپنا اقتدار

حکم کر لے اور کوئٹہ کو قیام انتخاب کے مخالفین سے پاک و صاف کرنے کے بعد شام کی حکومت سے غیر آزارناہ اور وار د جنگ ہو۔
فوجی حکومت کا اعلان:

مخارج کی طرف سے قیام کے لیے مصیبت شدہ تاریخ سے دو دن پہلے یعنی سوموار بارہ ربیع الاول ۶۶ھ کو کوئٹہ شہر میں فوجی حکومت قائم کر دی گئی اور کوئٹہ شہر کی حالت کا چہرہ دگرگوں ہو چکا تھا۔ ایاس بن مضارب نے اپنی فوج کو شہر میں لا کر گورنر کی طرف سے گویا فوجی حکومت کے قائم ہونے کا اعلان کر دیا۔ ایاس نے جو پولیس کا بڑا افسر تھا اپنی پولیس کو لا کر شہر کے مرکز میں مستقر کر دیا۔ ایاس اور اس کے بیٹے راشد یہ بھی پولیس کا افسر تھا نے کچھ فزری کناسہ کی طرف روانہ کر دی اور کچھ اور فزری بازار پر بھیجن کر دی پھر اپنی کارکردگی کی گورنر کو اطلاع دی اور اسے پیشکش کی کہ شہر کے تمام اہم مراکز کو اس محلے کے سرداروں کی کمان میں مسلح آدمیوں کے ذریعے اپنے تسلط میں قرار دے۔ گورنر بذاتِ خود اس پر قرار رکھے اور ہر طرح کی شورش کو روکنے کے لیے میدان میں وارد ہو گیا اور اپنے مسلح آدمیوں کو حساس مقامات پر بھیجن کر دیا۔

(۱) گورنر نے عبدالرحمن بن سعید کی کمان میں فوج کے ایک دستے کو سمیع نامی حساس میدان کی طرف روانہ کر دیا اور اسے سفارش کی اپنے قبیلے پر اپنا اثر برقرار رکھے اور ان سے مطمئن ہو جانے کے بعد شہر کے حساس مقام کی حفاظت کرے تاکہ وہاں کوئی حادثہ رونما نہ ہو ورنہ اس سے اس کی اپنی بد قسمتی ظاہر ہو جائے گی۔

(۲) کعب بن کعب خثعمی کی کمان میں بشر نامی میدان پر کنٹرول برقرار رکھنے کے لیے اسے اس کی طرف روانہ کر دیا۔

(۳) سالم نامی میدان کا کنٹرول شمر بن ذی الجوشن کی کمان میں اس کے سپرد کر دیا۔

(۴) عبدالرحمن بن یحییٰ کو ایک گروہ دے کر حصار بن نامی میدان کی طرف روانہ کر دیا۔

(۵) ابو حشب اور اس کی فوج کو مراد نامی میدان کی حفاظت پر مامور کیا اور اسے تاکید کی کہ اپنے قبیلے اور اپنے کنٹرول کے علاقے کی حفاظت کرے۔

(۶) حبیب بن ربیع کو کوفہ شہر کے باہر شورہ زار نامی جگہ پر فوج کے ساتھ بھیج دیا تاکہ وہ ہنگامی صورتحال میں ان کی باہر سے مدد کر سکے اور اسے سفارش کی کہ جب انقلاب برپا کرنے والوں کی آواز سنے تو پھر وہ ان کی طرف حرکت کرے۔

خلاصہ سوار کو کوفہ شہر فوجی حکومت کے کنٹرول میں دے دیا گیا اور شہر کے تمام حساس مقامات اور مراکز فوج کے کنٹرول میں آ گئے۔

عقار کے گھر کی طرف:

جناب ابراہیم مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک مسلح گروہ کے ساتھ عقار کے دیدار کی غرض سے عقار کے گھر کی طرف روانہ ہوا اسے شہر میں فوجی حکومت کے قائم ہو جانے کا علم ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ میدان اور شہر کے حساس مقامات فوج کے کنٹرول میں آ چکے ہیں۔ حمید بن مسلم کہتے ہیں کہ منگل کی رات ہم نے ابراہیم کے ساتھ عقار کے گھر جانے کے لیے حرکت کی اور جب ہم عمرو بن حریت کے گھر کے نزدیک پہنچے اور ہم سب سوار تھے اور اپنی قباؤں کے نیچے زہر ہیں مہین رکھی تھیں ہماری تعداد تقریباً بیڑھ سو آدمیوں کے قریب تھی اور اپنی تلواریں کندھوں پر لٹکا رکھی تھیں اور ہم سب مسلح تھے اور صرف ہمارے پاس تلواریں ہی تھیں اس کے علاوہ کوئی اور اسلحہ نہ تھا ہم سعید بن قیس کے مکان سے بھی گزر گئے یہاں تک کہ اسامہ کے گھر کے سامنے پہنچ گئے ہم نے ابراہیم سے کہا کہ کسی اسن کے راستے سے گزرنا چاہیے اور خالد بن عرفطہ کے مکان سے عبور کرتے محلہ خلیج سے ہو کر جائیں تاکہ عقار کے گھر پہنچ جائیں۔ ابراہیم چونکہ بہادر و راسخ انسان تھا اس نے ہماری اس پیشکش کو رد کر دیا اور کسی فوج سے مدد بھیج ہو جانے سے نہیں ڈرتا تھا۔ اس نے کہا بخدا میں دارالامارہ کے پہلو سے ہوتا ہوا باز اسے گزر دوں گا

تاکہ دشمن ہمیں دیکھ کر مرعوب ہو جائے اور میں اسے مرعوب کروں اور یہ بتا دوں کہ میں دشمن کو کسی شہر قطار میں نہیں لاتا ہوں۔

بالآخر ہم نے باب الخیل کا رخ کیا اور ہمارا گزر بالکل دشمن کے لشکر کے قلب سے ہو کر بننا تھا۔ ہم مرد بن حریت کے گھر سے گزرے کہ اچانک پولیس کا ایک افسر اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ ہمارے سامنے ظاہر ہوا اور اس نے ہمارے راستے کو روک دیا۔

پہلی منظر بھٹ:

پولیس کے افسر نے آواز دی کہ تم کو ہوا اور کیا کرتے ہو؟ ابراہیم نے بڑے آرام اور سکون سے جواب دیا کہ میں ابراہیم مالک اشتر کا فرزند ہوں۔ افسر کہنے لگا کہ یہ مسلح لوگ کون ہیں جو تیرے ساتھ جا رہے ہیں؟ اور ان کا تیرے ساتھ کیا مقصد ہے؟ پھر کہا کہ بخدا تمہاری حالت مشکوک نظر آتی ہے اور مجھے بتلایا گیا کہ تم ہر رات یہاں سے گزرتے ہو۔ میں تمہیں یہاں سے گزرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تو ابھی سے اپنے آپ کو گرفتار سمجھو۔ فوراً میرے ساتھ چل تاکہ میں تجھے گورنر اور امیر کے پاس لے چلوں وہ جو کچھ تیرے بارے میں حکم دے گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ غیرت مند اور بزرگوار ابراہیم کو ایک دم غصہ آیا اور پولیس کے افسر سر فریاد بلند کر کے کہا کہ اے بے پدر! یہاں سے ہٹ جا۔ پولیس کے افسر نے جواب دیا ایسا نہیں ہو سکتا۔

حمید بن مسلم جو اس واقعہ کو آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہتا ہے کہ میں نے دیکھ ابو قطن نامی ایک مرد اس پولیس افسر کے پیچھے کھڑا تھا اور غالباً وہ اس کا محافظ تھا اور لوگ اس کا خاص احترام کر رہے تھے اور اس کی ابراہیم سے پہلے سے دوستی تھی۔ ابراہیم نے اسے آواز دی اور کہا کہ ابو قطن! آگے آؤ! وہ آگے آیا اس کے ہاتھ میں ایک لمبا سائیزہ تھا۔ ابو قطن نے گمان کیا کہ ابراہیم نے اسے آگے آنے کا اس لیے کہا ہے تاکہ میں اس معاملہ میں وساطت کروں اور اپنی بزرگی سفید ڈاڑھی ہونے کی وجہ سے اس پولیس والے کو راضی کروں کہ وہ ابراہیم کو جانے سے

نہ روکے لیکن اس نے دیکھا کہ ابراہیم نے جلدی میں ہاتھ بڑھایا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھین لیا نیزے کو دیکھا اور کہا کہ بہت عمدہ لمبا نیزہ ہے اچانک نیزے کو بلند کیا اور ٹھیک پولیس افسر مضارب کی گردن پر مار دیا۔ پولیس افسر نے ذرا بھر حرکت کرنے کی کوشش کی تو ابراہیم نے نیزے پر زور دیا اور وہ زمین پر گر گیا ابراہیم نے اپنے ایک ساتھی کو حکم دیا کہ اس کا سر بدن سے جدا کر دو اس نے فوراً ابراہیم کے حکم پر عمل کیا اور اس کا سر جدا کر دیا۔ اس پولیس افسر کے ساتھ جو مسلح افراد تھے اس حالت کے دیکھنے سے وہاں سے بھاگ گئے اور ہر ایک کسی نہ کسی ایک طرف چھپ گیا وہ اس کے بعد ابن مطیع گورنر کی پاس گئے اور اسے اس واقعہ کی اطلاع دی ابن مطیع نے جب اس صورتحال کو یقینی دیکھا تو اس نے پولیس افسر کے بیٹے کو باپ کی جگہ معین کر دیا کہ جس کا نام راشد تھا راشد کی پہلی ڈیوٹی بازار کی حفاظت کرتا تھی اور وہ اس نے سوید بن عبدالرحمن مقلی کے سپرد کر دی۔

جب دشمن کے افراد نے ابراہیم کی دلیری اور مردانگی کو دیکھا تو وہ ابراہیم کے راستے سے ہٹ گئے اور ہم ابراہیم کے ساتھ مختار کے گھر پہنچ گئے۔ یہ واقعہ بدھ کی رات کو واقع ہوا۔ “ہمیں جلدی کرنا چاہیے“ ابراہیم جناب مختار کے پاس گئے اور کہا کہ مقرر یہ تھا کہ کل رات انقلاب برپا کریں لیکن آج رات جو واقعہ رونما ہوا ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے ہمیں آج رات ہی انقلاب برپا کر دینا چاہیے اور اپنے دشمن کو مہلت نہ دیں تاکہ وہ زیادہ ہوشیار ہو جائے۔ مختار نے یہ بات سن کر حیرانگی میں پوچھا مگر کیا ہوا؟ ابراہیم نے کہا کہ ایسا بن مضارب پولیس کے افسر نے ہمارے آنے کے وقت ہمارا راستہ روکا اس کا ارادہ تھا کہ مجھے گرفتار کرے میں نے اسے قتل کر دیا ہے اور یہ اس کا سر ہے جو میں یہاں لے آیا ہوں۔ مختار ابراہیم کی روحی کیفیت سے اچھی طرح آشنا تھا خوشحالی میں اسے کہا کہ خدا تجھے خیر کی بشارت دے یہ بہت اچھی قال ہے یہ ہماری فتح کی پہلی نشانی ہے۔

انقلاب برپا کرنے والے سارے سردار اور روساء بالخصوص ابراہیم جناب قمار کے گھر جمع ہو گئے اور پولیس افسر کا واقعہ سبب بنا کہ ابراہیم کی جنگلش پر کہ آج رات ہی انقلاب برپا کر دیا جائے اسی رات انقلاب کاری طور سے اعلان کر دیا گیا اور انقلابیوں نے شہر کے حساس مقامات پر تسلط حاصل کر لیا۔



دوسرا حصہ

قیام کی ابتدائی اغراض

انقلاب کے لیے سب سے اہم کام یہ تھا کہ کوفہ پر قبضہ کیا جائے اور ابن زبیر کی حکومت کو ختم کر کے کوفہ کو ان تمام افراد سے پاک اور صاف کیا جائے جو انقلاب کے مخالف ہیں اور ان تین رکاوٹوں کو جو انقلاب کے سامنے موجود ہیں انہیں دور کیا جائے۔

(۱) حکومت جو ابن زبیر کے ہاتھ میں ہے اور اس کا نمائندہ ابن مطیع جو کوفہ پر حاکم ہے سب سے پہلے اس حکومت کو ختم کیا جائے اور گورنر کو یا گرفتار کر لیا جائے یا وہ کوفہ سے بھاگ جائے۔

(۲) کوفہ شہر کو ان داخلی مخالفین سے پاک کیا جائے جو سب سے پہلے انقلاب کی ناکامی کا

موجب ہو سکتے ہیں اور وہ کوفہ کے وہ روساء اور سردار تھے جو براہ راست اور بلا واسطہ یا

بالواسطہ کر بلا کے واقعہ میں شریک تھے اور چونکہ یہ لوگ شہری تھے قوم اور قبیلہ بھی رکھتے

تھے اور وہ نفاق جو ان میں پایا جاتا تھا سب سے زیادہ انقلاب کے لیے خطرناک تھا لہذا

ابن زبیر کی حکومت کو سرنگوں کرنے کے بعد بلا فاصلہ انہیں ختم کیا جائے۔

(۳) انقلاب کے مقابلے میں جو خطرہ شام کی حکومت سے تھا اور اس کا انقلاب کے بارے میں جو رد عمل سامنے آنے والا تھا وہ بھی انقلاب کے لیے بہت زیادہ خطرناک تھا کیونکہ بنو امیہ کی حکومت کا مرکز شام تھا اور شام کی حکومت ہی بلا واسطہ کر بلا کے واقعہ کی ذمہ دار تھی وہ کبھی بھی اس پر ساکت نہ رہتی کہ عراق کا حساس اور اہم علاقہ اس کے ہاتھ سے نکل جائے۔ انقلاب کے اکثر مخالف شام میں رہتے تھے اور ان میں سے اکثر کے پاس حکومتی منصب اور عہدے تھے جیسے عبید اللہ بن زیاد جو عراق پر شمال مغرب کی طرف سے حملہ کرنے کے لیے پرتول رہا تھا اور عبید اللہ نے اپنے لیے پہلے سے عراق کی گورنری کا شام کی حکومت سے پروانہ بھی لے رکھا تھا۔ انقلاب کے سامنے اس کے لشکر سے جگ کرنا بھی انقلاب کے اغراض میں شامل تھا اور ہر وقت خطرہ تھا کہ کہیں شام کی تازہ دم فوج سے جگ نہ کرنا پڑ جائے۔ مختار اور ابراہیم نے متعدد جلسوں میں انقلاب کے کامیاب ہو جانے یا شکست کھا جانے کے اسباب پر مشورہ کیا ہوا تھا اور اس کیلئے تجاویز مرتب کر رکھی تھیں۔ اپنی طاقت کا اندازہ اور عراق کے شیعوں کو ساتھ ملانے اور انہیں انقلاب کے حامی بنانے میں انہوں نے جناب محمد بن الحنفیہ کہ جو امام سجاد علیہ السلام کی نمائندگی رکھتے تھے سے براہ راست انقلاب کا آغاز ہو گا اس کے بارے میں دشمن کے رد عمل کے بارے میں خوب سوچ بچار کی ضرورت تھی لہذا انقلاب ان تین مراحل میں خلاصہ ہوتا ہے:

(۱) کوفہ شہر کو ابن زبیر کے تسلط سے آزاد کرنا اور اس پر انقلابیوں کی حکومت قائم کرنا۔

(۲) داخلی دشمن جو انقلاب کے مخالف تھے انہیں نابود اور ختم کر دینا۔

(۳) شام کی حکومت سے جگ کرنے کے لیے بہت زیادہ فوج اور طاقت فراہم کرنا۔

قیام کا پہلے مرحلہ:

کوفہ میں ابن زبیر کے گورنری کی طرف سے فوجی حکومت قائم کرنے اور کوفہ میں پولیس

آخر کے قتل ہو جانے کے بعد انصاف کے برپا کرنے میں باخیر کیا مصلحت تھی کیونکہ کوئی کامل طور سے فوج کے کنٹرول میں تھا اور کوئی طاقت دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔

(۱) ایک طاقت فوج کے دو افراد جو اکثر انصاف کے خلاف تھے اور وہی حکومتی طاقت اور فوج تھی
(۲) دوسرے انصاف کے حامی مسلح افراد تھے جو شہر کی اکثریت پر مشتمل تھے جو پہلے سے عیثیٰ خاندان کے حکم کے ماتحت ابراہیم اشعری کمان اور سربراہی میں تھے۔

اب وقت آچکا تھا کہ انصاف کے حامی مسلح افراد دشمن کے عکس العمل سے پہلے ہی انصاف برپا کر دیں اور دشمن کو اپنے اقدام کے سناٹے قرار دیں لہذا ایک خاص نعرے اور اشتعار سے انصاف کے راہبر سے انصاف برپا کرنے کا حکم صادر ہو گیا۔

قیام کا حکم:

عیثیٰ نے باقاعدہ طور پر قیام کرنے کا حکم دے دیا اور اپنے ہر ایک آدمی کے ذمہ مختلف ذیوئیاں اور ذمہ داریاں سپرد کریں۔ سعید نامی ایک نامور بہادر کو حکم دیا کہ سعید اٹھو اور مشعل جلا کر مسلمانوں کو قیام برپا ہو جانے سے آگاہ کرو۔ اس کے بعد عبداللہ بن سدا کو حکم دیا کہ تم اٹھو اور یہ مخصوص نعرہ یا منصور امت یعنی ”کامیاب ہونے والو“ لگاؤ۔ شہر کے گلی کوچوں میں بلند کرو ”یا منصور امت“ اس نعرہ کو پہلی دفعہ مسلمانوں نے جنگ بدر کی جنگ میں لگایا اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ کے اصحاب نے بدر کی جنگ میں یہی نعرہ اپنایا تھا اس کے بعد انصافوں نے انصاف کے بعد اسے اپنا باقاعدہ نعرہ بنا لیا یزید بن علی نے بھی اپنے لیے یہی نعرہ اپنا لیا اور اسی نعرہ کو کچھ شمس ذکیہ مدینہ کے قیام میں اور ابراہیم شہید باختری نے بصرہ میں اپنایا تھا۔

جزری لکھتے ہیں کہ اس نعرہ میں دشمن کی موت کا امر ہے اور اس سے نیک قال حاصل کرنا مراد ہوتی ہے عیثیٰ نے ان دو کے بعد سفیان بن علی اور قدامہ بن مالک کو حکم دیا کہ تم اپنا نعرہ اور اشتعار لوگوں میں پھیلانے کے لیے ”یا ائمانات الحسین“ یعنی ”اے امام حسین علیہ السلام کے خون کا

انتقام لینے والوں، شیعوں کے غرہ میں سے یہ بھی ایک مشہور غرہ تھا کہ جسے تو امین نے کربلا کے واقعہ کے بعد اپنے قیام میں لگایا۔ اس کے بعد عمار اور دوسرے انقلابیوں نے بنو امیہ کی حکومت کے خلاف اسے اپنا لیا۔ اس غرہ نے شیعوں اور بہت زیادہ مسکین دلوں میں بہت زیادہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا اور یہ غرہ ان کے خون کو جوش میں لانا تھا اور دلوں کو تڑپا دینا تھا اور آنکھوں سے آنسو بہا دینا تھا اور دشمن کو بہت زیادہ مرعوب اور خوف زدہ کر دینا تھا۔ عمار کے قیام میں اس غرہ کا اثر دشمن کے سر پر پڑنے والی تباہی سے زیادہ ہوتا تھا۔

فوج کو منظم کرنا:

جناب ابراہیم نے عمار سے کہا کہ دشمن کی فوج تمام راستوں اور میدانوں میں مستقر ہو چکی ہے اور لوگوں کو ہم سے مل جانے سے رکاوٹ بنی ہوئی ہے لہذا مناسب یہ ہے کہ میں اپنے قبیلے کے پاس جاؤں اور جنہوں نے میری بیعت کی ہوئی ہے اکٹھا کر کے لے آؤں اور ان کے ساتھ شہر سے گزر کر دوں دشمن کو خوفزدہ کروں اور ہم سے مل جانے کے لیے لوگوں کے لیے راتے کھول دوں اور اسے سفارش کی یہ فوج کا دستہ جو تیرے پاس موجود ہے اسے اپنے سے متفرق نہ ہونے دینا اور انہیں اپنے پاس ہی روکے رکھنا اور اگر دشمن نے تم پر حملہ کر دیا تو تمہارے پاس اس سے مقابلہ کرنے کے لیے کافی آدمی موجود ہونے چاہیں میں فوراً بلا فاصلہ اپنے گروہ کے ساتھ تمہارے پاس لوٹ آؤں گا۔ عمار نے جواب دیا بہت جلدی جا اور جلدی واپس لوٹ آنا عمار نے ابراہیم کو سفارش کی کہ خبردار رہنا گورنر ابن مطیع سے زبردست ہونا اور حتی الامکان اس سے لڑنے سے احتراز کرنا اور میری اس سفارش کی حتمی حمایت کرنا البتہ اگر انہوں نے تیرا راستہ روکا اور لڑنا شروع کیا تو پھر تم بھی اس سے لڑنا۔

ابراہیم ایک گروہ کو جو اس کے ساتھ تھا لے کر اپنے لیے فوج کے اکٹھے کرنے کی غرض سے اپنے قبیلے کے پاس جانے کے لیے چل پڑا۔ رات کا وقت تھا گھوڑوں کی ٹاپوں کی

آواز اور ان کی ہن ہنات اطراف میں پھیل چکی تھی۔ ابراہیم نے اس راستے سے کہ جہاں دشمن کی تعداد کم ہونے کا احتمال تھا چلتا شروع کر دیا اور اپنے قبیلے کے محلے کی طرف بڑھ رہا تھا اور اگر اتفاق سے کسی مسلح دشمن سے آمتا سامتا ہو جاتا تھا تو بہت خیال رکھ رہا تھا کہ ان سے نہ لڑے اس طرح چلتے ہوئے ابراہیم سکون ٹائی مسجد تک آ پہنچا۔

حکومت کی فوج سے آمتا سامتا:

سکون مسجد کے نزدیک دشمن کے چند مسلح افراد ابراہیم کے سامنے نمودار ہوئے اور وہ زحر بن قیس بھیٹی کا ایک دستہ تھا اور وہ بہت جلدی سے ابراہیم کے پاس آگئے مظلوم پلایا ہوتا تھا کہ اس دستہ کا کوئی سربراہ نہ تھا۔ ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کو ان پر حملہ کر دینے کا حکم دے دیا اور حملے میں بہت جلدی شکست کھا کر بھاگ گئے اور پراگندہ ہو گئے۔ ابراہیم نے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی سربراہ نہ تھا؟ ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ ابراہیم نے ان پر حملہ کر دیا اور اس حملہ میں ابراہیم یہ نعرہ اور جملہ کہہ رہا تھا۔ خدایا! تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی ﷺ کے خاندان کی وجہ سے غضبناک ہوئے ہیں اور ان کی مدد کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ خدایا! ہمیں دشمنوں پر فتح اور کامیابی عنایت فرما یہ دونوں آپس میں دست و گریبان تھے کہ دشمن کا گردہ بھاگنے لگا اس وقت ابراہیم سے کہا گیا کہ ان کا سربراہ زحر بن قیس تھا۔ ابراہیم نے کہا کہ ان کے لیے اتنا کافی ہے ان کا چھانہ کرو اور پھر ابراہیم اپنے محلے کی طرف روانہ ہو گیا۔

عقار نے لڑائی کا لباس پہنا:

لوگوں کے دلوں پر جوش اور بیچانی کیفیت طاری ہے کوفہ کا شہر جوش مار رہا تھا۔ شہر کے حالات کامل طور سے غیر معمولی تھے ہر جگہ کچھاو اور حلاطم دیکھا جا رہا تھا کوفہ نے اثر دام کا کئے ہوئے کوئی دفعہ دیکھا ہے یہ شہر اپنے آپ میں کئی واقعات اور حوادث کی یاد رکھتا ہے۔

کوفہ میں امیر المؤمنینؑ کے خطبات اور آپ کا یہاں سے لکھنے لے کر معاویہؓ جیسے انسان سے جنگ کرنا۔ امام حسنؑ کا یہاں سے لکھنے لے کر معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کو جانا۔ امیر المؤمنینؑ کی شہادت کے دن کوفہ میں گریہ و بکا کے نالے وغیرہ اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ یہ شہر مسلم بن حقل کے آنے سے جوش و خروش کا گواہ ہے۔ مسلم بن حقل اللہ ہائی بن عمرو کی شہادت کو اس نے دیکھا ہے امام حسینؑ کے خاندان کی صحت و بابت مستورات کی قید کو دیکھا تھا اور ابھی تک زنب کبری کے ہلا دینے والے خطبات اس شہر میں لوگوں کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اس شہر نے تو ائین کے قیام اور ان کی امام حسینؑ کے راستے میں جان فدا کی اور قتل و عادت کو دیکھا ہے اور پھر اسی شہر نے عوامی کے حکام کے پیش و نوش اور بزم کے قتل عام کرانے کو بھی ملاحظہ کیا ہے لیکن اب یہی شہر پھر ایک دفعہ امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے اور اس کے لیے پادشاہات مسیحین کے نعرے سے گونج رہا ہے اور عجیب طرح کا جوش و خروش اس شہر پر چھایا ہوا ہے بخار نے جنگ کا لباس زیب تن کر لیا ہے اور اسلحہ ہاتھ میں لیے لیا ہے اور یہاں شہر اپنے لب مبارک سے پڑھ رہا ہے۔

یعنی سفید چہرہ نیک صورت خوش اندام جاتا ہے۔ کل کی جنگ میں صف شکن اور غالب آنے والا ہوں، ملکہ مکرور و ناتواں اور پستہ پیر اور شکست کھانے والا نکلیں ہوں۔

درست ہے کہ مختار کا معمم اپنی ارادہ دوسرے واقعات کے رونما کرنے کو ظاہر کر رہا ہے تمام جگہوں پر حسینؑ کا نام ہے اور ہر جگہ آپ کی مظلومیت کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور ہر جگہ ان مظالم کا ذکر ہو رہا ہے کہ جو امام حسینؑ پر ڈھائے گئے تھے۔

ایک عظیم بہادر امراہم جیسا انسان فوج کی کمان اور سربراہی ہاتھ میں لیے ہوئے مختار کے ساتھ ہے اور یہ امام مجاہد اور محمد بن لاضیف کے فرمان اور حکم کے تحت الہ بیت کے مظلوم خاندان کے خون کے انتقام لینے کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔ تمام شیعہ خوش اور خرم انقلاب

کے لیے ہم امداد کو کے آمادہ ہو چکے ہیں۔ محمد ﷺ اور علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کے حب دار اور دوستوں نے قیام کر دیا ہے اور گویا امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا اور غضب کبریٰ اور امام حسین علیہ السلام کی فاضلہ اولاد کا گریہ اور پکاراں اور آوازوں نے اپنا اثر ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے۔ بالآخر اللہ کا کیا حال ہو گا؟ ”یہ مسلمون الذین ظلموا ہی معطلین و منقلبون“ یعنی بہت جلد وہ لوگ کہ جنہوں نے ظلم کیا جانی پس گئے کہ کس طرح وہ جیسے تباہ ہو جائیں گے۔

خاموشی کی اطلاع:

ہر طرف سے لوگ اٹھ اٹھ رہے تھے۔ لگ بھگ عہد اہل بن حنی جو عراق کے بہت نمایاں افراد سے تھا اپنے قہقہے اور طرفداروں کے ساتھ اٹھاب میں داخل ہو گیا اور اپنے واسطے سے آئے وقتے دشمن کے افراد سے جو شہر میں موجود تھے مقابلہ ہو گیا دشمن کو انہوں نے ہما دیا اور اپنے لیے راستہ صاف کر دیا اور دشمن کے دستوں نے اپنی پناہ گاہ میں جا کر پناہ لی دشمن کو سب سے زیادہ خوف جناب ابراہیم سے تھا جو بن رقیع جو حفاظی اور کفر کا سرخیل تھا اپنی مطیع گورنری ملاکات کے لیے گیا اور اسے اٹھایوں سے جگ کرنے کی توثیق دلائی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو مختار نے جگ کرنے کے لیے جلی پڑنے کا حکم صادر کر دیا اور ایک مناسب جگہ پر اپنی فوج کا مرکز قرار دے دیا۔ اٹھایوں کے لوگ گرد گرد ابراہیم اور مختار کے ساتھ دیر بعد زاید جہان کے نزدیک سید نامی منقلب میں مقرر ہو گئے۔

ابو عثمان خبیری کا ملنا:

ابو عثمان کوڑے کے اطراف میں موجود قبائل کا سردار تھا وہ اپنے افراد کو کیا ساتھ شہر میں داخل ہو گیا اور اس کا ”یا منصور است او یا لفات الحسین“ کا نعرہ بلند تھا وہ لوگوں اور

مختلف گروہوں کو انقلاب سے مل جانے کی دعوت دیتا تھا اور فریاد کرتا تھا اے نجات پانے والے لوگو! اول محمدؐ کے امین نے قیام کر دیا ہے اور وہ اس وقت دیر بند میں اپنا لشکر جمع کر چکا ہے اس نے مجھے تھما رہا ہے پاس بھیجا تا کہ میں تمہیں بشارت دوں جاؤ اور اس کے ساتھ ملحق ہو جاؤ خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ بہت زیادہ جمعیت ملی پڑی اور مسلح مرد بالخصوص غلام اور موالی اور شیعہ جو اس وقت ضعیف اور دوسروں کے زیر دست تھے آج بڑے غرور اور عزت کے احساس سے سرشار گروہ در گروہ عتاب سے ملنے لگے۔

سرخ فوج:

اسلام کے ظہور سے پہلے عراق ایران حکومت کے زیر تسلط تھا اور عراق کے اکثر لوگ ایرانی تھے۔ جب حضرت علیؑ نے اسلامی حکومت کا سرکڑا جاز سے کوڑ بھیل کیا تو عراق کے اکثر لوگ جو ایرانی تھے اور فارسی زبان بولتے تھے حضرت علیؑ کے علائقہ اور ہمدکار ہو گئے حضرت علیؑ کے عراق کے شیعہ زیادہ تر ایرانی تھے اور اکثر خاندان انوشیرواں کے محبت اور دوستدار تھے اور علوی حکومت کے طرفدار تھے بخار کے مددگاروں میں زیادہ غیر عرب ایرانی تھے کہ جس کی وجہ سے اسے سرخ فوج کہا جاتا تھا۔ ان کو اس نام کے دیئے جانے کا سبب یہ تھا کہ ایرانی قوم جو عراق میں ساکن تھی ان کا چہرہ سرخ اور سفید تھا اس کے برعکس اکثر عرب سیاہ چہرہ یا گندم گلن تھے۔ کوفہ میں رہنے والے ایرانیوں کو "احامرہ" یعنی سرخ کہا جاتا تھا۔

اسلام کے مشہور مورخ میر سید علی نے لکھا ہے کہ کربلا میں امام حسینؑ کے قتل ہو جانے نے تمام اسلامی نقاط میں تاسف اور بے چینی پھیلا دی ہوئی تھی لیکن ایرانیوں میں خاص ہیجان برپا کر دیا تھا اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ عراق میں رہنے والے ایرانیوں کی بخار کے قیام کے ساتھ وابستگی دوسرے قبائل اور لوگوں کی نسبت زیادہ تھی۔ ہم نے اس کی علت کو قیام کے علل کے باب میں بیان کیا ہے۔

جوش دلانے والے اشعار:

جعفر بن نما اس باب میں لکھتے ہیں کہ میں نے جب یہ اشعار لکھے تو مجھے آنسوؤں کا
گر زمانے نے مجھے سوخا کر دیا ہے اور میں اس وقت نہیں تھا اور نہ میں امام حسین ؑ کے اصحاب
میں ہوتا اور ان کی مدد کرتا یا مختار کے زمانے میں اس کے گروہ میں ہوتا۔ وہ اشعار جو انہوں نے
کہے ہیں یہ ہیں:

ولمّا مال المعز لفلان القبلت
ككّيب من القوا آل محمد
قد صوّفوا فوق السور قلوبهم
عنوا بأحبار الموت فنى كل مشهد
هم ناصروا سبط النبى وربط به
وطبوا بأعدائهم من كل ملحد
فكفروا بهنات النعم وطيها وذكّ غير من لجن و
لمسجد ولو أننى يوم القى لى الوعى
لا علمت حد المسرفى السهند
فوالله لأكبر من حمانه
فكفّل لهم كل بائع ومحد

یعنی:

(۱) جب مختار نے امام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے کی دعوت دی تو آل عمر ؓ کے
شیعہ کے گروہ و گروہ اس سے مل رہے تھے۔

(۲) انہوں نے اپنے دلوں کو زور کے اوپر لیکن رکھا تھا اور اپنے آپ کو جنگ کے میدان میں۔

موت کے دیبا میں ڈال رہے تھے۔

(۳) وہ مخیر شہزادہ کے نواسے اور آپ کے خاندان کی مدد کے لیے کھڑے ہوئے اور ہر لمحہ سے انتقام لینے کے ذریعے خاندان مخیر کا قرب حاصل کر رہے تھے۔

(۴) اس کام سے وہ بہشت اور اس کی نعمتوں تک پہنچے اور یہ سونے اور چاندی سے زیادہ قیمتی ہے۔

(۵) اگر میں انتقام لینے کی جنگ میں ہوتا تو ہندی سکوار کی دھار کی تیزی کو دکھلاتا۔

(۶) مجھے افسوس ہے کہ میں اس دن نہیں تھا کہ ہر کشوں اور تہاؤ گروں کو نابود کر دیتا۔

انقلابیوں کی فوج دریا کی موج کی طرح عتار کی چھاؤنی کی طرف حرکت کر رہی تھی فوج کے سالار اور سردار اپنے افراد کے ساتھ عتار اور ابراہیم کے حملہ کر دینے کے حکم کے منتظر تھے۔ والہی اور حمید بن مسلم اور نعمان بن منذر جو معرکہ جنگ کو دیکھ رہے تھے نے کہا ہم اس رات عتار کے پہلو میں موجود تھے بخدا ابھی صبح کی سفیدی ظاہر نہیں ہوئی تھی کہ عتار نے اپنی تمام فوج کو منظم اور مرتب کر لیا تھا۔

انقلاب کی صبح:

صبح کی سفیدی ظاہر ہوئی۔ انقلابیوں نے عبادت کی فضاء میں حرکت کی عتار قیام کے رہبر آگے چلے گئے بندگان خدا اور رات کے عبادت گزار اور دن کے شیروں نے اس بہادر اور اہل بیت عظام کے عاشق اور جگر سوختہ دشمنان آل رسول کے انتقام لینے والے کی امامت میں نماز ایک خاص شکوہ و جلال سے ادا کی۔ کتنی عجیب فضاء تھی شیعہ عزت اور غرور کا احساس کر رہے تھے اور اس دفعہ امید لیے ہوئے تھے کہ اس عار اور ننگ کو جو ان پر امام حسین ؑ کی مدد نہ کرنے کی وجہ سے لاحق ہوا تھا کوفہ کے دامن سے دھو ڈالیں گے اور اس سرزمین کو علی ؑ کے دشمن اور امام حسین ؑ کے فاتکوں سے پاک اور صاف کر دیں گے اور کتنا ہی اچھا عظمیت یہ کام

عسکری رہبری اور ابراہیم جیسے شجاع انسان کی سربراہی میں انجام دیں گے۔ صبح کی نماز ادا کی گئی اس نماز کا اعجاز کرنے والے حمید بن مسلم اور صالحی اور نعمان بن ابی حمزہ نے کہا کہ ہم صبح کی امامت میں صبح کی نماز بجالائے اس نے پہلی رکعت میں سورہ ”والفجر عات“ اور دوسری رکعت میں سورہ ”محم“ فو بصورت اور دلتشین لہجہ میں پڑھی پھر امام نے کسی جماعت کھانے والے کو اس سے زیادہ صبح اور خوش آواز میں نماز پڑھانے نہیں دیکھا تھا۔

دشمن کا ٹکس باہل:

حمیرہ بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ کوفہ کے گورنر ابن مطیع نے حکم دیا کہ منادی عبادے ہمارے لوگ مسجد میں جمع ہو جائیں۔ پولیس کے افسر راشد بن ایاز اسے کہا کہ جاؤ اور اس کا شہر میں اعلان کرو اور لوگوں کو پہنچا دو کہ حجاز مسجد میں جمع ہو جائیں۔ راشد نے بلند آواز میں فریاد کی کوفہ والوں جان لو کہ جو شخص مسجد میں نہ آیا اس کا خون اباح ہو گا۔ شہر کے ضد انقلاب اور دوسرے لوگ جو تعداد میں بہت زیادہ تھے بغیر امتیاز کے مسجد کی طرف دوڑ پڑے۔ جب مسجد لوگوں سے پر ہو گئی تو ابن مطیع نے قبائل کے سرداروں کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے گروہوں کی سربراہی کرے اور ابن زہیر کی حکومت کے وفاداروں کو اکٹھا کرے کہ ان کی مکانات کرے۔ کچھ لوگ تو صرف اہل بیت (ع) کی دشمنی کی وجہ سے عسکر نے مقابلے میں آ گئے۔ ابن مطیع کا چہرہ اسی بلند آواز سے فریاد کر رہا تھا اور لوگوں کو کوفہ کے گورنر سے مسجد میں اکٹھے ہو جانے اور آٹھ کی دھمک دے رہا تھا۔

کوفہ کے منافق دروہاء اور سردار اپنے اپنے قلعوں کے ساتھ گروہ درگروہ اہل مطیع کے لڑکر مسجد کے اندر اور قصر کے اطراف اور مسجد میں جمع ہو گئے۔ ابن مطیع نے عسکر کے انقلاب سے مقابلہ کرنے کے لیے اہل بیت کے دشمنوں سے مدد طلب کی اور اپنے لشکر کے اکثر سرداروں کو بھیجا کہ جو کربلا کے واقعہ کے ذمہ دار تھے اور وہ ابھی بہت ہی زور شور سے

لوگوں کو عمار کے ساتھ مقابلہ کرنے پر راجھتہ کر رہے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر عمار اور اس کے لشکر نے تسلط پیدا کر لیا تو انقلاب کی تلواریں پہلے ان کی گردن پر چلے گی اور ان کی زمین کی تیرہ و تار کر دی جائے گی انہیں مطلع نے ان کے اس احساس اور موقعیت سے فائدہ اٹھایا اور اپنی فوج اور طاقت کو امام علیہ السلام کے انہیں قاتلوں سے جو اپنے آپ کو کوفہ کے دروساء اور اشراف جانتے تھے منظم اور مرتب کیا۔

(۱) عیسیٰ بن ریح یہ جہانگیر اور کثیف انسان عاشورہ میں اپنے قبیلے کے ساتھ ایک خاص منصب رکھتا تھا اس کی ماں میں ۴۰۰۰ چار ہزار انسان تھے۔

(۲) راشد بن ایاس یہ اہل بیتؑ کے خیمہ کا بہت سخت دشمن تھا اس کے ساتھ بھی ۴۰۰۰ چار ہزار آدمی تھے۔

(۳) شہادین ابجر کے باپ کے قاتلین میں سے تھا اس کے ساتھ تین ہزار ۳۰۰۰ آدمی تھے۔

(۴) عکرمہ بن ریح کے ساتھ تین ہزار آدمی تھے۔

(۵) عبدالرحمن بن سہید یہ بھی کربلا کا جتنا عداوت تھا اس کے ساتھ تین ہزار کی فوج تھی اس طرح سے دشمن کی فوج کی تعداد میں ہزار تک ہو گئی اور ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی گروہ در گروہ جنگ کرنے کے لیے حاضر اور آمادہ ہو گئے کوفہ شہر کی حالت دگرگون ہو چکی تھی۔

ہر جگہ مسلح آدمی نظر آ رہے تھے۔ شہر پوری طرح فوجی حکمت کے اختیار میں آ چکا تھا۔ اور انقلاب کی فوجیں اور ان کے دشمن خدا انقلاب ایک دوسرے کے سامنے صف آرانی رہی تھیں شہر کی اس حالت نے حکومت کو مجبور کر دیا تھا کہ عمار کے شہر کے حساس مقامات پر تسلط حاصل کرنے سے پہلے جنگ شروع کر کے اس کے انقلاب کو ناکام بنادے۔

طبری لکھتے ہیں کہ انہیں مطلع کے گورنر نے اپنی فوج کو منظم کر کے جنگ کرنے کے لیے تیار کر لیا تھا اس نے عیسیٰ بن ریح کو تین ہزار اور راشد بن ایاس کو کوفہ کی پولیس کے افسر کو

چار ہزار فوج دے کر اٹھائے ہوں کے مرکز کی طرف روانہ کر دیا۔ عمار کے ایک قلعہ دوست ابو سعید صیقل نے کہا ہے کہ جب عمار صبح کی نماز پڑھ چکا اور اس کا لشکر کامل طور سے جنگ کرنے کے لیے حاضر ہوا اور آدھ ہو گیا اچانک بنی سلیم کے محلے سے برید کے گونچے جنگ حیا حوا کا شور وغل سنائی دینے لگا عمار نے کہا کہ کون حاضر ہے جو نزدیک جا کر اس سرمد کا کی ہمارے لیے خبر لے آئے۔

ابو صیقل نے کہا کہ میں قربان جاؤں حاضر ہوں۔ عمار نے کہا بہت اچھا۔ اپنے ہتھیار زمین پر رکھ دو اور تماشہ دیکھنے کی حالت میں ان کے درمیان جاؤ اور جتنا جلدی ہو سکے وہاں کی ہمارے لیے خبر لے آ۔ ابو صیقل کہتے ہیں کہ میں وہاں گیا سب سے زیادہ لوگ مسجد میں جمع تھے اور ان کا مؤذن اذان دے رہا تھا اور حبیب بن ریتی اپنی کثیر فوج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آدھ تھا اس کی سوار فوج کا کمانڈر شیبان بن حریث تھا اور خود حبیب پیادہ فوج کا کمان دار تھا۔ فوج کی تعداد بہت زیادہ دکھائی دے رہی تھی۔ نماز کی اقامت کہی گئی اور حبیب بن ریتی نے خود جماعت کرائی اس نے پہلی رکعت میں سورہ ”اذا زلزلت الارض“ پڑھی میں نے اس سے ٹیک قال تی اور اپنے دل میں کہا کہ خدا سے امید رکھتا ہوں کہ تم جھڑل ہو گے۔ اس نے دوسری رکعت میں سورہ ”والعادیات“ پڑھی اور نماز کو جلدی میں ختم کر دیا۔

حبیب کے بعض لوگوں نے کہا کہ تم نے کتنی جلدی میں نماز پڑھی ہے بہت اچھا ہوتا کہ تم کوئی لکھڑی سورہ پڑھتے حبیب نے لوگوں کی طرف منہ کیا اور فریاد کی کہ دیکھنا کی قوم نے تم پر جھوم کر دیا ہے اور تم کہتے ہو کہ میں کوئی سورہ بقرہ یا آل عمران پڑھتا۔ اس کی فوج کی نظری تین ہزار کے قریب تھی ابو صیقل کہتے ہیں کہ میں جلدی سے عمار کے پاس واپس لوٹ آیا اور اپنی ساموریت کی اسے اطلاع دی میں جب عمار کے پاس آیا تو سعد بن سعد خلی جو شیعوں کی قیمتی شخصیت تھی اور عمار کے دوستوں میں سے تھے عمار کے ساتھ مراد محلے سے آئے۔ یہ ان لوگوں

میں سے تھے کہ جنہوں نے پہلے سے عتار کی بیعت کی ہوئی تھی اور راتے کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے عتار کے پاس نہیں آ سکے تھے۔ یہ راتے میں مراد محلے میں راشد بن ایاس کی کمان میں دشمن کی فوج سے رو بہ رو ہوئے تو اسے ٹھہرنے کا حکم دیا گیا لیکن اس نے اس کی پروا نہ کی اور اپنی سواری کو دوڑا کر عتار سے آ ملا۔

میں نے عتار کو صف کی فوج کی اطلاع کر دی۔

اعتلابی فوج کا دشمن کی طرف حرکت کرنا:

جب عتار کو دشمن کی فوج سے آگاہی ہو گئی تو آپ نے جناب ابراہیم اشتر کو نو سو پیادہ فوج اور نعیم بن مہرہ کو نو سو آدمی کہ جن میں سے تین سو سوار فوج اور چھ سو پیادہ تھے دے کر دشمن کی فوج کے گردہ پر جو راشد بن ایاس کی سرکردگی میں چار ہزار آدمی حملہ کرنے کے لیے آمادہ تھے روانہ کر دیا۔

اور ان کے جانے سے پہلے عتار نے انہیں کہا کہ جاؤ اور دشمن کا مقابلہ کرو اور جب دشمن کے سامنے جاؤ تو پہلے اس کی پیادہ فوج پر حملہ کرنا اور متوجہ رہنا کہ دشمن کے تیر اندازوں کے سامنے ان کا نشانہ نہ بننا کیونکہ دشمن کی فوج تم سے زیادہ ہے اور پھر تاکید کی کہ تم اپنے مرکز کی طرف پلٹ کر نہ آنا جب تک فتح نہ کر لو یا کہ سارے مارے نہ جاؤ۔

جیسے کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے دشمن نے دو جگہوں پر اپنی فوج کو مستقر کیا ہوا تھا ایک جگہ تو راشد بن ایاس کی کمان میں چار ہزار آدمی حملہ کرنے کے لیے آمادہ تھے ان کے مقابلے کے لیے ابراہیم اشتر اور نعیم بن مہرہ ہاتھارہ سو سوار اور پیادہ کے ساتھ گئے۔

اور دوسری جانب دشمن کی چار ہزار فوج صف کی کمان میں موجود تھی اس کے مقابلے کے لیے عتار نے یزید بن انس کو جو شیعوں کی ایک بہادر شخصیت تھی نو سو فوجیوں کے ساتھ روانہ کیا صف نے شہر کے وسط میں مسجد کے پہلو میں اپنی فوج کو مستقر کر رکھا تھا یزید بن انس اس

سے لڑنے کے لیے اس کی طرف روانہ ہوا۔ ابو سعید مختار نے کہا کہ میں فہیم بن مہرہ کی فوج میں تھا۔ سعد بن سعد جو ایک ہمارا برہنہ اور بزرگ انسان تھا وہ بھی میرے ساتھ اسی فوج میں تھا۔ ہم حبشہ کی فوج سے لڑے اور ہمارے درمیان بہت سخت لڑائی ہوئی فہیم نے سوار فوج کی کمان سعد بن سعد کے سپرد کی اور خود اس نے پیادہ فوج کی کمان سنبھال لی۔ یہ ان اورنگی کوچہ میں بہت سخت لڑائی ہوئی ہم نے دشمن پر اس طرح حملہ کیا کہ وہ حشرق اور حشاشی ہو گئے اور ڈر کے مارے گروں میں جا پناہ لی لیکن میں نے دیکھا کہ حبشہ فریاد کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے فوجی ہم کتنے بڑے سواہر ہو کہ غلاموں کے گروہ سے بھاگ رہے ہو اس نے اس طرح اپنے حشرق آدمیوں کو دوبارہ اکٹھا کر لیا اور ہم پر بہت سخت حملہ کر دیا اس واقعہ میں نے اس سے بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔

سہ سالہ راکش اور ایک قیدی:

ہمارے سہ سالہ نے بہت سخت پابندی سے لڑائی لڑی لیکن وہ شہید ہو گئے سعد اور خلیفہ جو ایک آزاد شدہ غلام تھا اور میں اسیر ہو گئے۔ ہم تینوں کو حبشہ کے پاس لے گئے جو نبی حبشہ کی نگاہ خلیفہ پر پڑی تو اس پر فریاد کی اور کہا اے اس غیر فتنہ شدہ عورت کے بیٹے تو بازار میں مچھلی فروشی کو چھوڑ کر اٹھابی ہو گیا ہے؟ یہ تیرے مالک کو سزا ہے کہ اس نے تجھے آزاد کر دیا تھا اور اب تم اس پر تکیوار چلا رہے ہو پھر اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دو۔ اس کی گردن اڑائی گئی اور وہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے سعد بن سعد کی طرف نگاہ کی اور اسے پہچان لیا اور کہا بہت ہی اچھا خفی بھائی؟ اور کہا افسوس تم پر تم نے سبائیوں (یعنی شیعوں) سے کیا دیکھا کہ ان کے ہمراہ ہو گئے ہو؟ خدا تیری ٹکرا برا کرے اور پھر کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ ابو سعید کہتے ہیں کہ میں اس کی روش کو سمجھ گیا کہ وہ غلاموں اور غیر عرب کو تو فوراً قتل کر دیتا ہے اور عربوں کو قتل نہیں کرتا تھا اگر اسے معلوم ہو جائے کہ میں بھی آزاد شدہ غلام ہوں تو وہ مجھے بھی

فوراً قتل کر دے گا اور پھر میرا سلب بھی صاف ہو جائے گا جس نے اپنے آپ کو دھوکہ نہیں دیا اور پریشان نہیں ہوا۔ اس نے میرے سامنے فریاد کی کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا کہ بنی نعیم سے۔ اس نے کہا عرب ہو یا آزاد شدہ؟ میں نے کہا کہ میں عرب ہوں اور زیادہ بنی خضہ کے قبیلے سے ہوں۔ گویا وہ میرے اس جواب سے خوش ہو گیا اور کہا بہت اچھا بہت اچھا تو نے ایک مستبر قبیلے کی بات کی ہے۔ جاؤ اپنے قبیلے کی طرف میں نے اس طرح حقیقی موت سے نجات حاصل کر لی اس کے بعد میں عتار کی فوج کی طرف جواکثر ایرانی تھے واپس پلٹ آیا کیونکہ مجھے ان سے محبت تھی اس کے بعد میں عتار کے پاس گیا اور وہاں میں کہا کہ یہ انصاف نہیں ہوگا کہ میں اپنے دوستوں کو چھوڑ دوں اور ان کی مدد نہ کروں بخیر ان کے بعد زندگی کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ میں اپنی فوج کے ساتھ جانا اور میں نے دیکھا کہ سعد مجھ سے بھی پہلے وہاں پہنچ چکا ہے۔

ہمارے سپہ سالار کے قتل ہو جانے کی خبر عتار اور اس کے دوستوں کو مل چکی تھی۔ نعیم کی شہادت وہ قصاص اور کاری ضرب تھی جو ہماری فوج پر لگ چکی تھی اس نے عتار کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ میں عتار کے پاس گیا اور اسے اپنے قید ہونے اور آزاد ہونے کی روکرو استائی۔ عتار نے کہا۔ بہت اچھا۔ ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ صف بن ربیع اپنی فوج کے ساتھ عتار کی فوج کے نزدیک پہنچ چکا تھا عتار اور یزید بن انس جو انصاف کے رجسٹر اور نمایاں کمان دار اور سپہ سالار تھے دشمن کے محاصرے کے خطرے میں تھے حکام کو چہرے یزید بن حارثہ دو ہزار فوج کے ساتھ عتار کی فوج کے مرکز کے نزدیک آچکا تھا۔ عتار نے اپنی سوار فوج کے کمان یزید بن انس کے پردہ کی ہوئی تھی اور وہ فوج کے ساتھ دفاع کے لیے آمادہ تھا۔ سپہ سالار کا حملے سے پہلے خطبہ:

عتار کے ایک دوست کعب بن وائس نے کہا ہے کہ صف بن ربیع کی فوج نے ہم پر دوا دھ

حملہ کیا اور ہم نے ہر ایک دفعہ اس کا خوب مقابلہ کیا اور سپہ سالار یزید بن انس نے فرما دیا

کی اسے شیعوں کا گروہ جب تم اپنے گھروں میں تھے اور دشمن کی اطاعت کرتے تھے وہ تمہیں صرف تمہارے عقیدے اور نظریے اور اعلیٰ بیتِ عظام کی محبت اور دوستی کی وجہ سے قتل کیا کرتے تھے اور مجبوروں کے درخت پر چٹائی دیا کرتے تھے کیا تم گمان کرتے ہو کہ یہ دشمن اگر آج تم پر غلبہ حاصل کرے اور فتح مند ہو جائے تو پھر تمہارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟ خدا کی قسم تم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا اور تم سب کو ہاتھ باندھ کر اس کی گردن اڑا دے گا اور تمہاری عورتوں اور اولاد اور اموال پر بری طرح تباہ کرے گا۔ بخدا سوائے خلوص اور صبر اور مقاومت اور پائیداری اور دشمن کے سر پر ضرب کاری لگانے کے نجات حاصل نہیں کر سکتے ہو حتیٰ کے لیے تیار ہو جاؤ اور حملہ کرنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور جب تم دیکھو کہ میں پرچم کو دو دفعہ حرکت دوں تو یہ حملہ کرنے کی علامت ہوگی اور تم حملہ کر دینا۔ دلی نے کہا کہ ہم سب آمادہ ہو گئے اور تیر اندازوں نے اپنے زانوں زمین پر رکھ لیے اور سپہ سالار کے حکم کے منتظر تھے۔

فضل بن خدیج نے کہا ہے کہ ابراہیم اشتر اپنی فوج کو لے کر دشمن کی اہم فوج جو چار ہزار آدمیوں پر مشتمل تھی اور اس کا سپہ سالار کفہ شہر کا پوپیس افسر راشد بن ایاس تھا کی طرف حرکت کرنے لگا اور ہمارا ان سے مراد محلے میں آ جتا سامنا ہو گیا۔ ابراہیم شجاع اور جو انہرہ کی نگاہ جب دشمن کی فوج پر پڑی اور بظاہر وہ تین گناہ ہماری فوج سے زیادہ تھے تو ابراہیم نے فریاد بلند کی اسے میرے جانثار دشمن کی کثرت سے ہراساں اور خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ تمہارا ایک آدمی ان کے دس آدمیوں سے مقابلہ کر سکتا ہے اور پھر اس آیت کے پڑھنے سے اپنی فوج کے مورال کو بلند کیا ”کہ من فتنہ غلبت فتنہ کلہ و ہاکن اللہ واللہ مع الصالحین“ یعنی بسا اوقات چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر اللہ کے اذان سے غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

کامیاب حملہ اور دشمن کے سپہ سالار کا قتل:

ابراہیم نے غزیہ بن لہر کو جو ایک فاضل شیخ فداکار اور انتخاب کالات اور قابل افسر

تھا حکم دیا اور کہا اے خزیمہ تو اپنے سواروں سے دشمن کو روکے رکھو پھر ابراہیم نے خود اپنی پیادہ فوج دشمن کی طرف بڑھا دی۔ ابراہیم نے اپنے علمدار حزام بن طفیل سے کہا کہ پرچم کو آگے لے چلو لیکن ایک ایک قدم آگے بڑھو۔

اچانک ابراہیم نے اپنی فوج کے ساتھ اور خزیمہ نے اپنی سوار فوج کے ساتھ مل کر دشمن کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا بہت سخت لڑائی ہوئی اور تلواروں کے پڑتے وقت چک چک کی آوازیں اور ادھر سے یا منصور امت کے نعروں کی صدا کو فہ کی فضا میں گونج رہی تھی۔ ابراہیم ایک دلیر انسان کی طرح ہر طرف سے دشمن پر حملہ کر رہا تھا اور دشمن کو سنبھلنے نہیں دے رہا تھا کہ اچانک خزیمہ جیسے رشید افسر کی تکبیر کی آواز بلند ہوئی تھوڑا ٹھہرے کہ دیکھیں کہ کیا پیش آیا ہے دیکھا کہ خزیمہ فریاد کر رہا تھا اللہ اکبر میں نے دشمن کے سپہ سالار کو قتل کر دیا ہے مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ اس طرح دشمن کا قوی سپہ سالار اور پولیس کا افسر قتل ہو گیا۔

اس کی باقی ماندہ فوج تتر بتر ہو گئی اور وہاں سے بھاگ کر چھپ گئی۔ یہ تاریخ ساز کامیابی تھی بالخصوص دشمن کی کاری ضربات سے جو انقلابیوں پر دشمن کے لشکر سے شہت کی سر براہی میں وارد ہوئیں تھیں یہ اس کا جواب تھا اس کامیابی اور فتح نے انقلابیوں کے دلوں سے خوف اور ہراس کو دور کر دیا اور کامیابی کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ دشمن کی فوج کی شکست اور ان کے سپہ سالار کے قتل ہو جانے کے بعد ابراہیم کی فوج معمولی نقصانات اٹھانے کے بعد سرفراز اور موفق ہو کر اور باقی ماندہ دشمن کو تار و مار کرنے کے بعد مختار کی فوج کے مرکز کی طرف واپس لوٹ آئی۔ ابراہیم نے اپنے دوستوں سے ایک آدمی نعمان بن ابی جعدہ کو مختار کے پاس روانہ کیا اور کہا کہ جلدی جا کر مختار کو فتح کی خوشخبری دو۔ نعمان بہت ہی جلدی میں فوج کے مرکز میں پہنچا اور راشد کے ہلاک ہو جانے اور دشمن کے قوی محاذ کے شکست کھا جانے کی مختار کو اطلاع دی ایک دفعہ تکبیر کی آواز نے تمام فضاء کو گھیر لیا اور حالات پوری طرح انقلاب

کے قلعے میں بدل گئے کوفہ کا گورنار بن مطلع بہت سخت مرعوب ہو گیا لیکن اپنی پوری قوت سے مقاومت کر رہا تھا اس دفعہ اپنے زور خرید مزدور حسان بن ثابت بھی کودو ہزار تازہ دم فوج دے کر انتقامیوں کی فوج کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔ اس کو سلاطین کی گئی تھی کہ ابراہیم کی فوج کو ایک طرف اور ایرانیوں کی فوج کو جو جگہ کرنے کے لیے آمادہ ہو چکی تھی دوسری طرف قاصد فرار دیدے اور ان کو آپس میں پاٹ دے اور ان کو آپس میں نہ ملنے دے انتقامیوں کی محمد و فوج ایرانیوں کی تھی۔

ابراہیم اشتر نے اپنے فوجی افسر خزیمہ کو حکم دیا کہ اپنے سواروں کی مدد سے حسان بن ثابت کو روکو اور خود ابراہیم نے اپنی پیادہ فوج سے اس کی طرف حرکت کی۔ فضل جو اس وقت کہ اپنے آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہتا ہے کہ بھلا قبل اس کے کہ ہم ان پر دھاوا بول دیں اور اپنے اسلحہ کو استعمال کریں دشمن نے شکست کھالی تھی حسان جو دشمن فوج کا سپہ سالار تھا اپنی تھوڑی سی نفری کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔ خزیمہ بن نصر نے اس پر حملہ کر دیا اور جب اسے پہچان لیا تو اس پر فریاد کی اے حسان بھلا اگر تیرے درمیان میری رشتہ داری نہ ہوتی تو تم دیکھ لیتے کہ میں تیرے قتل کرنے میں تامل نہ کرتا جلدی کر اور بھاگ جاؤ۔ اسی زد و خورد میں حسان کا گھوڑا بدمال اور اسے زمین پر بیٹھ دیا حسان نے اپنے اوپر نظرین کی اور کہہ رہا تھا کہ تیری زندگی سیاہ اور تیرا تاریخ ہو۔ اسی دوران خزیمہ کی فوج نے اس پر حملہ کر دیا تھوڑی دیر تک تو وہ اپنی تلوار سے اپنا دفاع کرتا رہا۔ خزیمہ نے آواز دی کہ اے ابو عبد اللہ میں حاضر ہوں کہ تجھے امان دے دوں۔ اپنے آپ کو مارے جانے میں نہ ڈال۔ حسان نے جب دیکھا کہ ان سے مقابلہ بے فائدہ ہے اپنی نجات کے لیے خزیمہ کے ہاں امان حاصل کر لی۔ اور اپنے آپ کو خزیمہ کے سپرد کر دیا۔ خزیمہ نے اپنے سپاہیوں کو اس سے ہٹا دیا۔ ابراہیم اشتر نے حسان کو خزیمہ کے پاس دیکھا تو خزیمہ نے کہلید پہ سالار میرے چچا کی اولاد ہے میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔

ابراہیم نے اپنی بزرگاری ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ بہت اچھا تو نے اچھا کام کیا ہے۔ اس وقت خزیمہ کو اپنا گھوڑا دیا اور کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ اور اپنے قبیلہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ اور اس کی فوج نے پہلے حملے میں کہ جن کی تعداد تین ہزار نفری تھی انھیں کو باوجودیکہ خود بھی تلغات دیئے سخت نقصان پہنچایا کہ جس کی وجہ سے عجم کا لشکر متفرق ہو گیا اور خود عجم بھی شہید ہو گیا۔ وہم نے عمار کی طرف تھوڑی بہت پیش قدمی کر لی۔ عمار نے اپنے ایک لائق افسر یزید بن انس کو ایک گروہ کے ساتھ اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا لیکن وہم بھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ عمار نے تھوڑی اور مدد اس کے لیے روانہ کر دی۔

محاصرہ تنگ بھرہ تھا:

عمار اور یزید بن انس کا لشکر بہت زیادہ مقابلہ کر رہا تھا کہ اچانک دوسری جانب سے دشمن کے ایک اور دستہ نے یزید بن حارث کی کمان میں محاصرے کو عمار اور یزید بن انس پر زیادہ تنگ کر دیا۔ حالات بہت سخت ہو رہی تھی اور اگر خداوند عالم کا لطف نہ ہوتا اور ابراہیم وہاں نہ پہنچ جاتا تو انتخاب کے شکست کھا جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا لیکن ابراہیم اشتر اپنی فوج کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔

دشمن کی شکست اور پیچھے ہٹنا:

ابراہیم اشتر کے وہاں پہنچ جانے سے پانسالٹ گیا اور انتخابی بہت سخت مقابلہ کر رہے تھے اور اپنی ناامیدی کو روحی طاقت میں بدل دیا۔ ابراہیم نے خزیمہ سے کہا کہ تم یزید بن حارث کے لشکر کے سامنے جاؤ اور اسے الجھائے رکھو اور میں وہم کے لشکر کے سامنے جاتا ہوں۔ ابراہیم نے اپنی فوج کے ساتھ وہم پر جھوم کر دیا۔ حارث بن کعب کہتے ہیں کہ جب ابراہیم اور اس کا لشکر پہنچا تو دشمن بہت وحشت زدہ ہو گیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا اور جب

امراہم نے ان پر حملہ کیا تو یزید بن انس نے بھی دوسری طرف سے ان پر حملہ کر دیا تو دشمن کو سفید کے ریوڑ کی طرح چھپ گئے اور اپنے گھروں کو فرار کر گئے۔ دوسری جانب خزیمہ کا لشکر یزید بن حارث کی فوج کا سپہ سالار تھا اس نے اپنے ایک دستہ کو جو ماہر تیر انداز تھے بلند جگہوں اور چٹوں اور گلیوں میں مصین کر دیا تاکہ وہ عتار تک مدد پہنچنے کو روکے کہ گھیس لیکن عتار براہ راست فوج سے دشمن کا تعاقب کر رہا تھا اس نے تمام دشمن کو شورزار کے علاقے سے ہٹا کر پاک اور صاف کر دیا۔
دشمن کا دوبارہ منظم ہو جانا:

شورزار کا علاقہ اور کوفہ کے اکثر محلے دشمن کی فوج سے پاک اور صاف ہو گئے تھے اور وہ شکست کھا جانے کے بعد دارالعمارہ کی طرف عقب نشینی کر گئے اسی دوران پولیس کے بڑے افسر راشد بن ایاس اپنے باپ کے قتل کے بعد خود بھی قتل ہو گیا تھا اس حالت اور کیفیت سے گورنر بہت زیادہ ناراحت اور پریشان ہو گیا۔ عمرو بن ججاج جو کوفہ کا ایک اور پلیدہ سپہ سالار تھا اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے تھا اسی زد و خورد کی حالت میں اس نے فوج کے ایک دستے کی سپہ سالاری سنبھال لی اور گورنر کے پاس آیا اور اسے تسلی دی اور کہا کہ تم پریشان نہ ہو اور اپنے کام میں سستی مت کرو اٹھو اور لوگوں کے درمیان جاؤ اور دوبارہ لوگوں کو عتار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے اکٹھا کرو اور آخری سانس تک ان سے جنگ کرو کیونکہ انھوں نے تمہاری تعداد ہم سے کمتر ہے اور ہم ان سے زیادہ ہیں اور شہر کے اکثر لوگ بھی تیرے ساتھ ہیں خدا اس عتار باغی اور اس کے تھوڑے سے گروہ کو کہ جنہوں نے لوگوں کے خلاف قیام اور جنگ برقرار کر رکھی ہے ذلیل اور نابود کر دے گا۔ اس نے گورنر کو جوش دلانے کے لیے کہا کہ میں ان میں سے پہلا ایک ہوں جو ان کے ساتھ جنگ کرنے جاؤ گا تو ایک دستہ میری فرمائگی میں قرار دے دے پھر دوسرے گروہ کو میری مدد کے لیے روانہ کر دینا۔ گورنر نے جو شکست کھا چکا تھا تھوڑا بہت عمرو بن ججاج کی گفتگو سے سنبھالا اور اس کے کہنے پر قصر سے باہر نکالا اور انھوں نے مخالف فوج میں

نے جو دارالامارہ کے باہر جمع ہو چکی تھی حاضر ہوا اور مختارؑ حضرات کی اور حمزہ اور ثناء کے بعد کہا اسے کوٹہ والو۔ مجھے بہت حیرت ہوئی ہے کہ ایک معمولی سے گروہ کے مقابلے جو تم سے کئی مرتبہ تمہارے ہیں حملہ کرو اور اپنی عزت اور ناموس سے دفاع کرو اور اپنے شہر کو ان سے محفوظ رکھنے کے لیے جنگ کرو اور ان کا مال قیمت حاصل کرو۔ اس کے بعد گورنر نے ڈراتے دھمکاتے اور لالچ دلاتے ہوئے یوں کہا۔ کہ اگر تم نے حملہ اور جنگ نہ کی تو پھر اتم قیمت سے محروم کر دئے جاؤ گے اور مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ تمہارے پانچ ہزار آزاد کردہ غلام ان انقلابیوں میں ہیں کہ جن کا کوئی سپہ سالار نہیں ہے یہ غلام اپنے ہاتھ قدرت لے لیں گے اور تمہیں ذلیل اور بد بخت کر دیں گے اور تمہارے دین کو ختم کر دیں گے اور یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔ (یہ واضح رہے کہ مختارؑ کی اکثر فوج اور دستدار اور غریب اور کمزوروں اور غلاموں سے تشکیل پائی تھی۔)

دارالامارہ کی طرف حرکت:

فوج مختارؑ نے اپنی فوج کو شور زار غلاتے سے شہر میں داخل ہو جانے کا حکم دیا اور شہر کے کنارے کے محلے حزیہ اور انس اور باریق سے عبور کر کے میدان میں جو مسجد کے سامنے تھا ان محلوں میں جا کر متمرکز ہو گیا وہاں کے گھر متفرق اور پراگندے تھے۔ مختارؑ نے حکم دیا کہ فوجیوں کے لیے پانی لے آئیں اور انہیں پانی لاکر سیراب کر دیا جائے لیکن خود مختارؑ نے پانی نہیں پیا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ وہ روزے سے ہیں مختارؑ کے دوستوں میں سے احمد بن خدیج کہتے ہیں کہ میں نے مختارؑ کے معاون عبداللہ کمال سے کہا کہ کیا تو سمجھتا ہے کہ امیر روزے سے ہے عبداللہ نے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا وہ اگر آج کے دن روزہ نہ رکھتا تو بہتر ہوتا۔ عبداللہ نے کہا کہ خود مختارؑ اپنی تکلیف ہم سے بہتر سمجھتا ہے۔ میں نے کہا کہ تم ٹھیک کہتے ہو میں اس طرح کی بات کرنے پر اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرتا ہوں مختارؑ نے اس جگہ کا ملاحظہ کرتے ہوئے اپنے اطراف انہوں سے کہا کہ یہ جگہ ہمارے جنگ کرنے والوں کے لیے بہتر ہے گویا مختارؑ کا ارادہ

تھا کہ اپنے فوجیوں کو یہاں آرام کرنے کے لیے ٹھہرا دے لیکن ابراہیم اشتر نے عتار کی بات کو کانٹے ہوئے کہا ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہاں ہمیں نہیں ٹھہرنا چاہیے کیونکہ شکست کھا جانے والے دشمن پر خوف اور حیرانگی چھائی ہوئی ہے لہذا یہاں ٹھہر جانے میں مصلحت نہیں ہے۔

آپ یہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیں بخدا دارالامادہ پر قبضہ کرنے اور انہیں تخریر کر دینے کا بہترین وقت بھی ہے وہ موجودہ حالت میں ہمارا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ عتار نے ابراہیم کے مشورے کو پسند کیا اور بلند آواز سے اپنی لڑنے والی فوج کو خطاب کیا اور کہا کہ لڑو لڑو جو جیکار ہو گئے ہیں اور زندگی سسکیں رہ جائیں اور جو خوراک وغیرہ زیادہ ہے اسے بھی ہمیں رکھ دیا جائے اور تمام تازہ دم اور جوان فوجی حرکت کرنے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔

عتار کی فوج حرکت کرنے کے لیے آمادہ کھڑی تھی عتار نے ابوحنان مہدی کو باقی رہ جانے والے افراد اور مال و محتاج اور سامان پر مہین کر کے وہیں رہ جانے کا حکم دیا۔ ابراہیم اپنی فوج کے ساتھ آگے آگے چلے لگا اور باقی تمام فوج منظم ہو کر عتار کے سر اور ابراہیم کے پیچھے شہر کے مرکز دارالامادہ پر قبضہ کرنے اور باقی ماندہ دشمن کو تباہ کرنے کے لیے چل پڑی۔ عتار کی فوج کے چل پڑنے کی گورنر کو اطلاع دی گئی اس نے فوراً ایک منظم فوج گروہ دو گروہ عتار کی فوج سے مقابلے کرنے کے لیے روانہ کر دی۔

عمر بن حجاج کثیف اور پلید انسان جو کہ بلا میں عمر بن سعد کی طرف سے نہر فرات کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا دو ہزار آدمی لے کر ثوریاں محلے سے گزرتا ہوا عتار کی فوج سے لڑنے کے لیے چل پڑا۔ عتار نے بلا قاصد ابراہیم اشتر کو کہ جس کی فوج عتار کے آگے چل رہی تھی پیغام بھیجا کہ اس گروہ کے گرد چکر لگا کر گزرے اور اس سے جنگ نہ کرے اور وہ اپنے مقصد کی طرف پیش قدمی کرتا جائے عتار کا لشکر دوسری طرف شہر کے مرکز کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ عتار نے اپنے معاونانہ یزید بن اسلم کو عمرو بن حجاج کی دو ہزار فوج کو سرکوب کرنے کے

لے روانہ کر دیا۔

عطار اپنے سوچے بچے منصوبے کے تحت اپنے لشکر کے ساتھ ابراہیم کی فوج کے پیچھے جا رہا تھا۔ ابراہیم اور عطار کی فوج مصلای خالد بن عبداللہ نامی میدان میں آپس میں ٹل گئی۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے عطار نے ابراہیم کو حکم دیا کہ وہ شہر کے مرکز کی طرف چل پڑے اور بازار کی طرف شہر کے مرکز میں داخل ہو جائے۔ ابراہیم نے لیکن عمر زانی کو سچے سے بازو کی جانب حرکت کرنے شروع کی۔ کوفہ کے گورنر نے فوج کا ایک دوسرا دستہ دو ہزار فزیر مشتمل ماشورہ کے معروف جٹا عطار اور امام حسین ؑ کے قاتل شمر بن ذی الجوشن کی سربراہی میں عطار کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔ عطار نے فوراً اپنے ایک دوست سعید بن معاذ ہمدانی نامی کو ایک مسلح گروہ دے کر شمر بن ذی الجوشن کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ اس کے سامنے ہونے کے بعد جنگ کرنا شروع کر دے اور اس کے بعد پھر ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اس دوسرے گروہ کے گرد چکر لگا کر گزرے اور ان سے لڑائی نہ کرے اور شہر کے وسط کی طرف پیٹھ دی کر جاری رکھے ابراہیم نے اپنی فوج کے ساتھ عطار کے محلے تک پیٹھ دی جاری رکھی۔

کوفہ کے گورنر نے فوج کے ایک تیسرے دستہ کو جو پانچ ہزار فزیر مشتمل تھا جو دارالامارہ کے ارد گرد اس کی حفاظت پر مامور تھا فاضل بن مساق نامی کی سرکردگی میں چل پڑنے کا حکم دیا اور خود بھی بذات خود اس دستہ کے ساتھ دارالامارہ سے باہر نکل آیا اور بازار کے مقابل میدان میں مستقر ہو گیا اور عطار بن ربیع کو جو کربلا میں جٹا عطاروں اور منافقوں کا سردار تھا ایک مسلح دستہ دے کر دارالامارہ میں مہین کر دیا اور دارالامارہ کی حفاظت اس کے سپرد کر دی۔

حسین بن عبداللہ نے کہا ہے کہ ابراہیم کی فوج تمام فوج سے پہلے دشمن کی فوج کی صفوں کے سامنے پہنچ گئی اور جب دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے تو ابراہیم نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ سب پیادہ ہو جاؤ تمام فوج پیادہ ہو گئی اس کے بعد حکم دیا کہ اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے

سے نزدیک کر لو اور اپنی تلواروں کو نیام سے نکال لو اور دشمن پر حملہ کر دو اور ان سے معمولی خوف اور ہراس نہ کرو۔ کیونکہ یہ تمام پست ترین اور بے وقعت ترین انسان تمہارے مقابلے میں صف آراء ہیں اور یہ ہنٹ کا دست اور حبیبن نہاس کی رشتہ دار اور اضعف کا کثیف خاندان اور یزید بن حارث کا قبیلہ اور دوسرے قبائل اور کوفہ کا خاندان ہے پھر تاکید کرتے ہوئے آواز دی بخدا جب یہ تمہاری تلواروں کی مار کو چٹکیں گے تو گورنر کی مدد کرنے سے ہاتھ اٹھالیں گے اور اس بزدل کی طرح جو بھیڑیے سے بھاگتا ہے تمہارے سامنے بھاگیں گے اور حشر ق ہو جائیں گے۔

حسیر کہتے ہیں میں ابراہیم کی فوج کی عالیترین ہمت کو دیکھ رہا تھا اور دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے کس طرح اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے نزدیک کیا ہوا ہے اور حملہ کرنے کے لیے آمادہ کھڑے ہیں۔ میدان جنگ کا نامور بہادر انسان ابراہیم نے اپنے بدن پر زور پہن رکھی تھی اپنی قبائ کو اس پر ڈال رکھا تھا اور سرخ کمر بند اپنی کمر میں باندھا ہوا تھا کہ جس کے کنارے پر کڑھائی کی ہوئی تھی اپنی قبائ کے دامن کو اپنی کمر پر ڈال کر اپنے کمر بند کے نیچے مضبوط باندھا ہوا تھا اور اپنی فوج کو بلند آواز دیتے ہوئے فریاد کی۔ میری پھوپھی اور ساموں تم پر فدا ہوں دشمن پر حملہ کر دو۔

حسیر کہتے ہیں خدا کی قسم انہوں نے ایک فداکارانہ حملہ کیا اور دشمن کو مہلت نہ دی اور اس طرح گورنر کی فوج کو شکست دی کہ چھوٹی چھوٹی گلیوں اور کوچوں میں بھاگ کر گروں میں پناہ لے رہے تھے۔ اور خوف کے مارے جو جمعیت دوڑ رہی تھی وہ ایک دوسرے پر گرنے کی وجہ سے راتے بند کر چکے تھے۔ ابراہیم اشتر دشمن فوج کے جرنیل ابن مساحق کے نزدیک پہنچا اور اس کے گھوڑے کی لگام کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کو بلند کیا تو وہ سخت وحشت زدہ ہو گیا اور اتنا اس کرنے لگا اور کہا اسے اشتر کے بیٹے بخدا تو میری جان کے درپے کیوں ہے اور میری جان سے کیا چاہتا ہے؟ کیا مجھ سے کسی خون کا مطالبہ رکھتا ہے یا میری تجھ سے پہلے کوئی دشمنی تھی؟

ابراہیم اشتر اس جو انہر دے اپنی جو انہر دی دکھاتے ہوئے اس کے گھوڑے کی لگام کو چھوڑ دیا اور
نگوار پیچے کر لی اور اس سے ہٹ گیا اور اسے کہا کہ یہ واقعہ یاد رکھنا اور اسے فراموش نہ کرنا۔ ابن
مسائق اس کے بعد اس سر نوشت کو اور ابراہیم کی بزرگواری کو اچھائی سے یاد کیا کرتا تھا۔
گورنر ہادس کا محاصرہ:

حصرہ جو اس جنگ کا معنی گواہ تھا کہتا ہے دشمن کی فوج کے شکست کھا جانے اور تتر بتر
ہو جانے کے بعد ابراہیم بازار میں داخل ہو گیا اور کوفہ کی بڑی مسجد تک جو کوفہ کے مرکز میں تھی
پہنچ گیا اور ابن زبیر کا بد بخت گورنر ابن مطیع اور اس کا باقی ماندہ لشکر دارالامارہ میں پناہ گزین جا
ہوا۔ مختار اور ابراہیم کی فوج اور دوسرے انقلابی دستے میدان اور مسجد اور بازار میں قبضہ کر کے
تین دن تک دارالامارہ کا محاصرہ کیے رکھے۔

نصر بن صالح نے جو اس جنگ کا معنی گواہ ہے کہا ہے کہ کوفہ کے گورنر اور جو اس کے
طرفدار تین دن تک قصر میں محاصرے میں تھے ان کی خوراک صرف آٹا تھا ان کے ساتھ
انقلاب کے مخالف اور منافقین کے سردار اور شہر کے بزرگ بھی موجود تھے صرف عمر بن حریث
نے جو انقلاب کے مخالفین کا سرخیل تھا اپنے گھر میں پناہ لے رکھی تھی اور محاصرے سے بچ نکلا تھا
حالت کے دیگر گوں ہونے اور ڈر کے مارے شہر سے بھاگ گیا اور کوفہ کے اطراف بیابان میں
جا کر پناہ لی۔

نصر کہتے ہیں کہ مختار اپنی فوج کے ساتھ شہر کے بازار والی جانب مستقر ہو گیا اور قصر
کے محاصرے کی ذمہ داری ابراہیم اشتر اور یزید بن انس اور احمر بن عقیل جو مختار کے خاص معاون
تھے کے سپرد کر دی۔ ابراہیم اشتر کی ڈیوٹی دارالامارہ اور قصر کے اصلی دروازے کی جو مسجد کے
نزدیک تھا اس پر تھی اور یزید بن انس قصر کی دوسری جانب جو بنی حذیفہ محلے دارلرومین کی
جانب تھی اس پر مین تھا اور قصر کے ایک اور طرف جو عمارہ محلے کے نزدیک اور ابو موسیٰ کے گھر

کی طرف تھا اس کی اہمیت پر غور کیا گیا تھا۔ محاصرہ بائبل کا تھا۔ کھلاپ کے قافلہ گورز کو تلی دیتے تھے لیکن ہر روز حالت خطرناک اور ان کے ضرر پر تمام ہوری تھی اور انہیں یقینی خطرہ سامنے نظر آ رہا تھا۔ عہد بن دینی حردور اور کر بلا کے واقعہ کا جتنا یاد کرنا ہوا اور گورز سے خطاب کیا خدا امیر کو اس کی اصلاح سے سرفراز فرمائے کہ آپ اپنے اور ان لوگوں کے لیے جو آپ کے ساتھ محاصرہ میں ہیں کوئی فکر کیجیے۔ بخدا ہم سے نہ اپنے اور نہ تیرے بارے کوئی کام انجام نہیں پاسکتا اور ہم اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ابن مطیع ظک زدہ نے عاجزانہ زبان سے کہا کہ تاؤ میں کیا کروں اور اب جلدی تکلیف کیا ہے؟ عہد نے کہا کہ کچھ فکر اور درست مشورہ یہ ہے کہ تم اپنے اور ہمارے لیے مختار سے امان طلب کرو تا کہ ہم اس محاصرہ سے نجات پائیں اور باہر نکلیں اور آپ اپنے آپ کو اور ہمیں قتل کے سپرد نہ کرو انہیں مطیع نے اس کے جواب میں کہا کہ بخدا کہ میں ذلت اور پستی ظاہر کرنے کو پسند نہیں کرتا اور جب تک عبد اللہ بن زبیر امیر المؤمنین جاز اور بصرہ پر قابض ہے میں مختار سے امان طلب نہیں کروں گا عہد نے کہا کہ اس صورت میں تم تجا جیسے بھی ہو یہاں سے فرار کرو جاؤ اور ایسی جگہ چلے جاؤ کہ جہاں تجھے تلاش نہ کیا جائے اور اپنے لواحقین میں کسی کے گھر میں پناہ لے لو ہو سکتا ہے کہ تم اپنے آپ کو اپنے خلیفہ ابن زبیر تک پہنچاؤ۔

ابن مطیع نے جو بہت زیادہ مضطرب اور خوف زدہ تھا اسامہ بن خاریج اور عبد الرحمن بن صفح اور عبد الرحمن بن سعید جو تمام کوفہ کے اشراف میں شمار ہوتے تھے سے کہا کہ تمہارا اس بارے میں کیا مشورہ ہے؟ اور تم عہد کے مشورہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان تمام نے ابن مطیع کو مشورہ دیا کہ وہ رات کے وقت زنانہ لباس پہن کر بھاگ جائے۔ ابن مطیع نے کہا کہ جب تم سب کا یہ مشورہ ہے تو پھر رات ہو لینے دو تا کہ میں رات میں باہر نکل جاؤں قصر کے محاصرہ کے دوران کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا صرف ایک معمولی سوانحہ ہوا کہ جس میں ایک

حالف قصر میں شدید زخمی ہو گیا۔

ابو مطلق لہی تے کہا کہ قصر کے محاصرے کے دوران ایک آدمی تمام مہل اللہ لہی رات کے وقت قصر کی چھت پر چڑھا اور وہاں سے عمار کے انصار کو نثار و اکلمات کہنے لگا عمار کے وفاداروں میں سے مالک بن عمر دھدی نامی ایک شخص نے حیرکان میں لگا کر اسے بار آور دہ تیر سہد حاس بیہودہ کو اور جنگ کرنے والے کے گلے میں جا لگا اور اسے زمین پر گرا دیا اگرچہ مر اتو نہ لیکن بہت زیادہ زخمی ہو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ مالک نے حیر بیگتے وقت اس مرد سے کہا کہ یہ مالک کا تیر آ رہا ہے اور اس کی بھی سزا ہے جو تو اس طرح کی بد گوئی کر رہا ہے۔

گورنکار نانہ لباس میں ذلت آمیز فرار:

حسان بن قاسم جو کوفہ کا سرخیل متاق تھا اور قصر میں محاصرہ میں موجود رہانے کہا ہے کہ جب تیسری رات قصر کے محاصرے میں گزر گئی تو ابن مطیع گورنکار نے جو شکست کھا چکا تھا ہمیں اپنے ارد گرد جمع کیا اور تقریر کی اس نے محمد و ثناء الہی اور خیر علیہ السلام پر دعو بھیجے کے بعد کہا کہ اس تمام حالف کردہ کو میں بچاؤں گا اور سوائے ایک دوا دیوں کے باقی تمام کے تمام بے عقل اور پست اور ادا باش اور بے سرو پا انسان ہیں تم کوفہ کے بزرگ اور نمایاں شخصیات تمام کے تمام عمارے ساتھ تھے اور فرمانبردار مطیع اور دشمن سے جنگ کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی قضاء نے اس طرح فیصلہ کیا ہے میں نے ارادہ کر لیا کہ یہاں سے چلا جاؤں۔

عہد جنایت کا سردار اٹھا اور گورنکار کی گفتگو کے درمیان چال چلی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ آپ مجھے حاکم تھے خدا آپ کو اس کی نیک جزا دے۔ بخدا تم نے عمارے اسوال سے ہاتھ کھینچا ہوا تھا ہمارے بزرگوں اور اشراف کا احترام کیا کرتا تھا اور اپنے خلیفہ ابن زہر کے خیر خواہ تھے آپ نے اپنے ولیفہ کو اچھی طرح انجام دیا خدا کی قسم کہ میرا دل نہیں چاہتا کہ میں آپ کی اجازت کے بغیر تم سے جدا ہوں۔ گورنکار نے عہد کے جواب میں کہا خدا تجھے نیک جزا

حمایت کرے۔ تم آزاد ہو جو قفس جہاں جانا چاہتا ہے چلا جائے۔

آخر کار ابن مطیع اپنے منافقین اور ائمہ مدعیوں سے ذلت آمیز طریقہ سے رخصت ہوا اور رات کی تاریکی سے قاعدہ اٹھاتے ہوئے رومیان کے دروازے سے جو دارالامارہ کا ایک حلقہ دروازہ تھا زانہ لباس پہنا کر اٹھائیوں کی نگاہ سے دور اپنے آپ کو محاصرے سے نجات دلائی اور ابو موسیٰ کے گھر چلا گیا۔ اور ہمیشہ کے لیے کوفہ اور قصر سے رخصت ہو گیا۔

کئی دنوں سے دارالامارہ کا محاصرہ ہے اور گورنر اس ذلت آمیز طریقے سے فراہم کو قرار پر ترجیح دے کر رخصت ہو چکا ہے۔ قصر اور دارالامارہ میں محصور لوگوں نے جو اکثر منافقین کے سردار اور کوفہ کے اشراف شمار ہوتے تھے اور کربلا کے واقعہ میں شریک ہو چکے تھے اس کے سوا اور کوئی صورت نہ دیکھی کہ وہ سرنگوں ہو جائیں اور عمار سے آمان طلب کریں۔ دوسرے دن کی صبح کو انہوں نے دارالامارہ کا دروازہ کھولا اور ابراہیم نے اپنی عظمت و ستائش سے کہا کہ میں نے تمہیں آمان دے دی ہے اس طرح سے دشمن کا آخری مورچہ دارالامارہ اور قصر اٹھائیوں کے ہاتھ میں آ گیا۔ محاصرہ میں موجود لوگ گردہ در گردہ قصر سے باہر نکلنے لگے اور سو فیصد انقلاب کے ساتھ ملحق ہو گئے اور عمار کی بیعت کر لی۔ عمار اور اس کے انصار نے اپنی صحیح فکر اور شدید مقاومت سے انقلاب کے پہلے اہم مرحلے کو جو کوفہ جیسے حساس شہر پر قبضہ کرنا تھا بڑی کامیابی سے اور موقعیت سے حاصل کر لیا۔ عراق کا کوفہ شہر انقلاب کے مرکز میں تبدیل ہو گیا اس ذریعے سے عمار کی انقلابی حکومت اہل بیت کے نظریہ کے مطابق ان کی اجازت اور اذن سے کوفہ میں تشکیل پائی۔



ناویں فصل

قیام اور انقلاب کی کامیابی

پہلا خطبہ

﴿ کوفہ شہر پر قبضہ ﴾

کوفہ کا دارالامارہ اختلاصیوں کے قبضے میں:

موسیٰ بن عامر جنسی کہتے ہیں: عاصمؓ سے میں موجود لوگوں کے قصر سے نکل جانے کے بعد اختلاب کا قلعہ عمار قصر میں قاتلانہ حملہ سے داخل ہوا اور مات کو وہیں قصر میں رہا۔ دوسرے دن صبح تمام قبائل کے سردار اور بزرگ اور کوفہ کے لوگ مسجد میں اور قصر کے ارد گرد جمع ہو گئے عمار نے نماز کے ادا کرنے اور اختلاب کی کامیابی کے باضابطہ اعلان کرنے اور مسجد میں تقریر کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا۔ شاید وہ دن جمعہ تھا عمار نے بذات خود نماز کی امامت کرائی اور دو بہترین خطبے پڑھے عمار نے ان دو خطبوں میں قیام و اختلاب کی اصلی غرض کو وضاحت سے بیان کیا ان دونوں خطبوں کی لب لباب ایک جملہ میں خلاصہ دیتا ہے اور وہ یہاں ہے کوفہ والو! مجھے اہل بیت عظام کی طرف سے مامور کیا گیا ہے تاکہ میں امام حسینؑ اور شہداء کربلا کے خون آلودہ کفن کا انتظام لوں اور میں اپنی پوری طاقت اور قوت سے جتنا زیادہ ہو سکے گا اس غرض کو پایہ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔ ان دونوں خطبوں کا ترجمہ بیان کیا جاتا ہے۔

عمار کی کوفہ میں بہت سی شجاعت نامہ تقریر

پہلا خطبہ:

اس خدا کی تعریف کہ جس نے اپنے ولی کو حج اور دشمن کو کشت کا حنی اور قتل و دہ

دیا ہے۔ جنہوں نے حق کو قبول نہیں کیا وہ برباد ہوئے ہیں اور نقصان اٹھایا۔ لوگو! ہمارے سامنے فرض واضح اور شخص ہے اور علم بلند ہوا کہ جس میں ہمارے لیے پیغام ہے اور پیغام ہے کہ اس فتح کے علم کو برقرار رکھیں اور اس کا دامن نہ چھوڑیں اور اپنی فرض کی سخت حفاظت کریں اور اسے نہ چھوڑیں۔ ہم نے یہ پیغام قبول کر لیا ہے اور فرمان اور حکم کو حاصل کر لیا ہے اب ہم میں اور بہت سے لوگ زن و مرد سرکش دشمن اور بے گناہ لوگ کہ جنہوں نے حق کی رعایت کی تھی مارے گئے ہیں۔

ان لوگوں پر تنگ و عار اور اللہ کی رحمت سے دوری ہے جو سرکشی اور ظلام حق ناشناس اور دروغ گو اور خدا سے بے خبر ہیں۔ اے خدا کے بند و اہل بیت کی طرف جلدی کرو اور ہم سے مل جاؤ اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کرو اور آل محمدؐ کے مقلدوں کا دفاع کرو۔ میں نے بھی مسئولیت اپنے سر لی ہے اور اسے قبول کر لیا ہے اور میں پیغمبر خدا کے فرزند کے خون کا انتقام لینے والا ہوں۔ اس خدا کی قسم کہ جس نے بادلوں کو پیدا کیا ہے اور جس کا عذاب سخت ہے میں ابن شہاب ظالم کذاب اور جتا بیکار اور بدین کی لاش قبر سے باہر نکالوں گا اور اس گروہ کو جو خدا کے نافرمان ہیں نابود کر دوں گا اور عرب کی سر زمین کو ان کے وجود کی پلیدی سے پاک کر دوں گا۔ اے لوگو! خالق جہاں کی قسم میں ظالموں کے احوال و انصار اور باقی ماندہ عہد شکن لوگوں کو تہ تیغ کروں گا۔ (بظاہر جس ابن شہاب پر اپنے اس خطبے میں حملہ کیا ہے وہ شہاب بن کثیر بن شہاب ابن حصین حارثی مراد ہے۔ یہ ظالم بنو امیہ کے سر سخت حامیوں اور مددگاروں میں سے تھے اور جناب مسلم بن عقیل کے خروج اور قیام کے وقت اس نے لوگوں کو بہت زیادہ ڈرا دھمکا کر جناب مسلم سے جدا کر دیا تھا اور اس میں بہت زیادہ کروار ادا کیا تھا یہ عید اللہ بن زیاد ظالم کا شیر خاص تھا اس نے اپنی پوری قوت سے امام حسینؑ کو بدنام کیا تھا اور کوفہ کے لوگوں کو جناب مسلم بن عقیل کی مدد کرنے سے روکا تھا۔ جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے

بعد یہ بد بخت ابن زیاد کے لشکر کے ساتھ کربلا میں امام حسینؑ سے جنگ کرنے کے لیے آیا تھا۔ کوفہ کے شیعہ اس سے بہت زیادہ نالاں اور ان کا دل اس سے بھرا ہوا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ اس سے انتقام لیا جائے لیکن کربلا کے واقعہ کے بعد خداوند عالم نے اسے زیادہ مہلت نہ دی اور جلدی مر گیا۔ عمار نے اپنے اس خطبے میں اسے کفر اور فتناء کا سرخیل قرار دیا اور کہا ہے کہ میں اس کا جسم قبر سے نکالوں گا اور اس کے مردہ جسم سے انتقام لوں گا۔

عمار کی تقریر سے انقلابیوں کے اہل بیتؑ کے دشمنوں کے بارے میں نظریات کامل طور پر واضح نظر آتے ہیں جب اہل بیتؑ کے دشمن کے جسم سے انتقام لینے کا ارادہ موجود ہے تو پھر جو دشمن زندہ موجود ہیں ان سے انتقام لیے جانے کا ارادہ خود بخود معلوم ہو جاتا ہے اور ان کا حساب صاف نظر آ رہا ہے۔

تاریخ طبری میں اس جملہ کا اضافہ اس خطبے میں موجود ہے کہ ”الافساد علو ایہا الناس فہایعوا بیعہ الہدی فدد و الذی جعل السماء سقفا مکفوفاً و الارض فجاجاً سبلاً ما ہایعہم بعد بیعتہ علی بن ابی طالب الہدی منها“ یعنی لوگو! انقلاب سے ملو اور ہدایت کی بیعت کرو اس ذات کی قسم کہ جس نے آسمان کو چھت قرار دیا ہے اور زمین میں درے اور راستے بنائے ہیں حضرت علی بن ابی طالب کی بیعت کے بعد اس سے زیادہ ہدایت یافتہ تم نے بیعت نہیں کی ہوگی۔

دوسرا خطبہ:

عمار پہلے پر شور خطبے کے بعد تھوڑا سا منبر پر بیٹھ گیا اور پھر دوسرے خطبے کے لیے کھڑا ہوا اور کہا اس خدا کی قسم کہ جس نے مجھے بصیر اور دانا قرار دیا ہے اور اپنے کام میں میرے دل کو روشن اور واضح کر دیا ہے۔ میں دشمنانِ اہل بیتؑ کے گھروں کو جلا کر راکھ کر دوں گا اور ان کی قبروں کو کھودوں گا اور دلوں کو ٹھنڈا کروں گا بہت ہی قریب ہر ایک ظالم اور کافر ملعون دعا باز کو اس

کے اعمال کی سزا دوں گا۔ کعب پیسے محترم خدا کی قسم اور لون اور ظلم کی قسم کہ وہ پرچم جو کوفہ سے لہرایا ہے اسے بہت جلدی احد پہاڑ جو حجاز میں ہے لے کر ذی سلم سرزمین تک عرب اور غیر عرب میں لہرایا جائے گا اور نئی قسم قبیلے کے زیادہ لوگوں کو پکڑوں گا۔

عقار کے ان دو خطبوں سے جو اس نے بیان کیے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ اس دن جمعہ تھا اور یہ خطبے جمعہ کے عنوان سے بیان کیے گئے تھے۔ لیکن تاریخ سے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔

بیعت کی تقریب:

کوفہ کے دارالامارہ کے قریب ہونے اور ابن زبیر کے گورنر کے کوفہ سے فرار کے بعد کوفہ کا شہر کامل طور پر انقلابیوں کے قبضے میں ہو گیا۔ عراق کے اس بڑے مرکز نے انقلابیوں کے ایک طاقتور مرکز کی حیثیت حاصل کر لی۔ عراق شہر کی جامع مسجد میں تقریر اور دو خطبوں کے بیان کرنے کے بعد منبر سے اتر اور منبر کے قریب بیٹھ گیا اور اس سے بیعت کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا گیا۔ لوگوں نے گروہ درگروہ اسلام کے اس بزرگ انسان کا جوشیوں کے پامال کیے گئے حقوق کا دفاع کرنے والا اور شہداء کے خون کا انتقام لینے والا تھا کی اہل بیعت کے نمائندے کی حیثیت سے بیعت کی۔

موسیٰ بن عامر نے کہا کہ کوفہ کے قبائل کے بزرگ آتے تھے عقار اپنا ہاتھ آگے کرنا تھا اور لوگ اس پر بیعت کرتے تھے اور عقار ان سے یوں کہتا تھا کہ مجھ سے اللہ کی کتاب اور سنت پیغمبر علیہ السلام اور اہل بیعت کے خون کے انتقام لینے اور انقلاب کے مخالف سے جنگ کرنے اور مصطفیٰ کا دفاع کرنے اور ہر اس سے جنگ کرنے پر بیعت کرو جو ہم سے جنگ کرے اور ہر اس سے صلح کرے جو بیعت کے وفادار رہیں جب کوئی کہہ دیتا کہ ہاں تو پھر عقار اس سے بیعت کرتا تھا۔ لوگ فوج در فوج کتاب خدا اور سنت پیغمبر اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام

لینے اور مستضعفین کے دفاع کی بنیاد پر بیعت کرنے لگے۔

منذر اور اس کے بیٹے کا قتل ہو جانا:

ابو اشعر جو عتار کے ساتھ لوگوں کے بیعت کرنے کے وقت موجود تھے کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ منذر بن حسان جو کوفہ کے سرداروں اور غلبہ قبیلے کا رئیس تھا عتار کے پاس آیا اور امیر کے عنوان سے اس پر سلام کیا اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس سے خدا حافظ کر کے قصر سے باہر نکلا اسی اثنا میں سعید بن مہد ثوری کی سرگردگی میں شیعوں کا ایک گروہ قصر کے خارج ہونے والے دروازے پر کھڑا ہوا تھا جب منذر کو انہوں نے قصر سے نکلتے دیکھا اور منذر کے ساتھ اس کا فرزند حیان بھی تھا۔ جب شیعوں کے ایک آدمی کی نگاہ اس پر اور اس کے بیٹے پر پڑی تو اس نے فریاد کی کہ بخدا یہ ان ظالموں اور جاہلوں کا سردار جا رہا ہے اس کی اس فریاد پر اس گروہ نے ان دونوں پر حملہ کر دیا سعید بن منذر جو اس گروہ کا سردار تھا آواز دے رہا تھا کہ اسے قتل نہ کرو اور جلدی نہ کرو بلکہ دیکھو کہ اس کے بارے میں تمہارے امیر عتار کی کیا رائے ہے؟ لیکن اس کی آواز پر کسی نے کان نہ دھرا اور منذر اور اس کے فرزند کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ کی عتار کو اطلاع ملی تو عتار نے اس واقعہ پر افسوس کیا اور اس کے چہرے سے اس کے آثار دیکھے جا سکتے تھے۔

عتار کی بزرگی:

کوفہ کے آزاد ہو جانے اور اس پر کامل تسلط اور لوگوں کے بیعت کر لینے کی تقریب کے بعد عتار نے لوگوں کو اپنی طرف جذب کرنے اور انقلاب سے ملانے کی کوشش شروع کر دی۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق اور اچھے سلوک کرنے میں بہت زیادہ کوشش کرنے لگا۔ ابو اشعر نے کہا ہے کہ بیعت کی تقریب ختم ہو جانے کے بعد اس کے ایک اچھے دوست اور مشیر عبداللہ

بن کامل نے مختار کو اطلاع دی کہ ابن مطیع کوفہ سے باہر نہیں گیا اور کوفہ میں ابو موسیٰ اشعری کے مکان میں موجود ہے۔ مختار نے یہ خبر سنی ان سنی کر دی اور عبداللہ بن کامل کو کوئی جواب نہ دیا۔ عبداللہ نے تین دفعہ اس خبر کا تکرار کیا لیکن پھر بھی مختار نے بے اعتنائی ظاہر کی۔ عبداللہ نے معلوم کر لیا کہ مختار ابن مطیع کے بارے میں کوئی بات سننے پر حاضر نہیں ہے اور شاید اس کی وجہ مختار کی اس کے ساتھ سابقہ دوستی اور روابط ہیں۔ مختار نے اسی دن عصر کے وقت ایک لاکھ درہم مخفی طور سے ابن زبیر کے اس شکست خوردہ گورنر ابن مطیع کے پاس بھیجے اور اسے پیغام بھیجوا یا کہ یہ مال میں نے تجھے راستے میں خرچ کرنے کے لیے روانہ کیا ہے اور تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ تم کہاں چھپے ہو میں نے یہ احتمال دیا ہے کہ شاید تیرے پاس مال اور راستے کا خرچ نہ ہو لہذا میں نے یہ مبلغ تیرے لیے بھیجا ہے تاکہ تو اسے راستے میں خرچ کر سکے۔ یہ واقعہ مختار کے ایک عظیم بزرگوار انسان ہونے کی نشاندہی کرتا ہے کہ جو اپنے جانی دشمن کے ساتھ ایسا سلوک کر رہا ہے۔

مجاہدین اور لوگ میں بیت المال تقسیم کرنا:

جب مختار پوری طور سے کوفہ پر مسلط ہو چکا اور اپنی حکومت کا باضابطہ اعلان کر دیا تو سب سے پہلے اس نے لوگوں کو دلجوئی مجاہدین اور انقلابیوں کو جزا دینے کا کام شروع کر دیا۔

کوفہ کے بیت المال کے خزانے سے جو مبلغ مختار کے قبضے میں آیا وہ تقریباً ۱۰۰۰ ۹۰۰۰ دینار یا درہم تھے اس مال سے ہر ایک مجاہد اور انقلابی پر جو انقلاب کے ابتداء سے اس کے ساتھ تھے اور ان کی تعداد تین ہزار آٹھ سو تھی پانچ سو درہم دیئے اور جو لوگ کوفہ کے فتح ہو جانے اور دارالامارہ کے محاصرے کے بعد انقلابیوں سے آ ملے تھے اور ان کی تعداد تقریباً چھ ہزار تھی ہر ایک کو دو سو درہم عطا کیے۔

عقار کا لوگوں سے سلوک:

تاریخ کو اسی دیتی ہے کہ عقار ان لوگوں کے برعکس جو مضر و فاسد کامیابی کے بعد انجام دیتے ہیں اس نے لوگوں سے کمال بزرگواری اور احترام اور منکسر المزاجی کے ساتھ سلوک کرنا شروع کیا اور لوگوں پر احسان اور محبت سے پیش آتا تھا بالخصوص کمزور اور مضعفاء سے۔
حقیقت عقار کی عمر وہ طاقتور و فوج تھی اور قبائل کے سرداروں اور اشراف سے ان کی حیثیت کے مطابق بزرگواری سے پیش آتا تھا اور انہیں اپنے کاموں میں شریک قرار دیتا تھا اور اپنے کاموں میں لوگوں سے مشورہ کیا کرتا تھا اور اپنے آپ کو مطلق العنان انسان اور مستبد قرار نہیں دیتا تھا۔

طبری لکھتا ہے کہ عقار نے لوگوں کو حسن سلوک اور عدل و انصاف اور حسن سیرت کی امید دلائی اور اس پر عمل کیا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ انقلاب اور عقار کی حکومت کے اصلی عناصر اور پائیز گز ار ایرانی شیعہ اور موالی اور تیسرے طبقے کے عہدہ لوگ تھے اور کوفہ کے اشراف اور سردار کہ جن میں سے اکثر کا سابقہ کردار برا تھا اور انہوں نے اہل بیت پر ظلم ڈھائے ہوئے تھے اور خالموں کے مددگار تھے وہ عقار کے ذرا اور اپنی منافقت سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے لیکن پھر بھی عقار نے کوشش کی کہ انہیں اپنی طرف جذب کرے اور ان کا ان کی حیثیت کے مطابق احترام کرے۔ اسی لحاظ سے عقار کے اطراف اور حاشیہ برادروں میں ایسے سردار اور اشراف دیکھے جا رہے تھے کہ جن میں سے اکثر ابن الوقت تھے اور وہ چڑھتے سورج کی پوجا کرنے والے تھے یہی لوگ جب ابن زیاد کوفہ پر مسلط تھا اس کے حاشیہ نشین اور مقرب تھے اور جب عبداللہ بن زہیر نے کوفہ پر تسلط حاصل کر لیا تو یہی لوگ اس کے پیلوں میں دیکھے جا رہے تھے اور دیکھا گیا ہے کہ ان لوگوں کی عقار سے دوستی اور رفاقت اور ہکاری بھی زیادہ مدت تک نہیں چل سکی اور محلی طور سے انقلاب کے مخالفین سے متحد ہو گئے اور عقار کے خلاف سازش شروع کر دی کیونکہ وہ لوگ عہدہ لوگ کی حکومت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اور اپنے آپ کو اشراف

عرب ہمارے تھے وہ کہیں عرب موالی اور غریب اور فقراء کو اپنے برابر اور مساوی برداشت کر سکتے تھے۔ (اس مطلب کی طرف بعد میں اشارہ کیا جائے گا)

انقلاب کی کامیابی کے ادائل میں یہی اشرف اور سردار لوگ ایک دن مختار کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مختار کی ان کے ساتھ مجلس گرم تھی مختار ان سے گفتگو میں مشغول تھا وہی انقلابی موالی اور فقراء و شیوخ بھی اسی مجلس میں موجود تھے ان شیعوں میں سے ایک نے مختار کی پولیس کے افسر اور شیر ابو عمرہ سے آہستہ سے کہا کہ دیکھا کہ مختار عربوں سے تو گفتگو کر رہا ہے اور ہماری طرف توجہ نہیں کرتا گویا انقلابیوں کے لیے اس طرح کا سحران پر گراں گزر رہا تھا مختار ابو عمرہ سے اس سرگوشی کی طرف متوجہ ہو گیا ابو عمرہ کو بلایا اور اس سے آہستہ سے پوچھا کہ یہ شیخ کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے دیکھا کہ وہ آہستہ سے تم سے کوئی بات کر رہے تھے؟ ابو عمرہ نے آہستہ سے مختار کے کان میں کہا کہ وہ عربوں کے سرداروں کے ساتھ حیرے گرم جوشی کے اعتبار اور ان کی طرف بے اعتنائی کی وجہ سے رنجیدہ خاطر ہوئے ہیں مختار نے ابو عمرہ سے کہا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ اس سے ناراحت نہ ہوں میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ اس کے بعد قصویٰ دیر کے لیے ساکت ہو گیا اور یہ آیت پڑھی ”ان من المجرمون منعتون“ یعنی ہم تجالہوں سے انتقام لیں گے ابو اشعر کہتے ہیں کہ جب یہ جملہ موالی اور شیعوں نے سنا تو وہ ایک دوسرے کا بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ بہت جلدی ان کا حساب پاک کر دے گا۔

ابن ہمام کے اشعار:

عبداللہ بن ہمام عراق کے مشہور شعراء سے تھا اور وہ عثمان اور اس کے بعد خواہمیری حکومت کا طرفدار تھا اور شیعوں سے عداوت اور دشمنی رکھتا تھا اگرچہ اس نے حجر بن عدی کے واقعہ میں اس کی تائید کی تھی اس نے مختار کے انقلاب سے پہلے سن رکھا تھا کہ ابو عمرہ عثمان کی بدگونی کرتا ہے لہذا اسے عثمان کی بدگونی کی وجہ سے اس نے اس کو کوڑے بھی مارے تھے۔

شیعوں اور امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام لینے والوں کا انقلاب کامیاب ہو گیا اور کوفہ میں عتار کی خاص پولیس گارڈ کا ابو عمرہ ربیع قرادیا گیا تو ابن ہمام وحشت زدہ ہو گیا اور اپنے گھر چھپ گیا عبداللہ بن شداد جو عتار کا خاص دوست اور مشیر تھا اس کی وساطت سے ابن ہمام کو امان دی گئی اور وہ اپنی چھپنے کی جگہ سے باہر نکلا اور عتار کے پاس حاضر ہوا اور سلام اور مبارکبادی کے عنوان سے ایک قصیدہ عتار کی عظمت اور انقلاب کی کامیابی کے بارے میں پڑھا کہ جس میں اس نے ان نظریات سے جو اس کے انقلاب سے پہلے تھے توبہ کا اظہار کیا اور عتار اور انقلابیوں کی اس میں حمایت ظاہر کی۔ اسی ابن ہمام کے ابن مطیع کی مدح اور بیعت کے حرام میں بھی اشعار موجود ہیں۔ خلاصہ ابن ہمام عثمانی مذہب اور ابن الوقت اور باطن میں شیعہ اور اہل بیت عظام کا دشمن تھا۔ ابن ہمام کے اشعار کا ترجمہ:

(۱) اس رات کہ جس میں عتار کے انقلاب کا اعلان ہوا ان کا نعرہ تھا کہ کہاں ہو امام حسین علیہ السلام کے خون کے انتقام لینے والو۔ ہر طرف سے انقلاب کے لیے گروہ اور ہمدان قبیلے کی فوج آئی۔

(۲) مدح قبیلے کا امیر اور ربیع اشتراپے گروہ کی کمان کرتے ہوئے انقلاب سے آگے۔

(۳) اسد قبیلے کا شیر یزید بن انس کی مدد کو آیا اور اس کے ساتھ اس کے جوان اور مددگار تھے شیبان قبیلے کے نیک لوگ فہم کے ساتھ انقلاب کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

(۴) ابن حمیہ نے اپنے قبیلے کو قیام کی حمایت کرنے اور اس سے مل جانے کی تحریک کی۔

(۵) قیس اور نہد اور حوازن کے قبائل عتار کی مدد کو آئے۔

یہ اشعار ایک تاریخی سند ہے کہ کوفہ کے قبائل اور جنگجوؤں نے عتار کے انقلاب کے حق پر ہونے کا خیر مقدم کیا اس کے بعد یہ شاعر عتار کے بعض دوستوں اور جنگ کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

اور پھر کچھ محمد بن حنفیہ رہبر انقلاب کی مدح میں شعر کہتا ہے اور آخر میں کہتا ہے کہ حق

حق وار کو مل گیا ہے اور انقلاب کی رہبری کو نبی ہاشم کی ایک ذات نے اپنے عہدے پر لیا ہوا ہے اور اس کی رہنمائی کی ہے اور ہم سب اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔

جب ابن ہمام کے اشعار ختم ہوئے تو مختاران لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جو اس مجلس میں موجود تھے اور کہا کہ شاعر نے تمہارے لیے بہت عمدہ شعر کہے ہیں اور تمہاری عزت اور حمایت کی ہے تم سے اس کا صلہ دو مختار اس کے بعد اٹھا اور اندر چلا گیا اور کہا کہ تم یہاں بیٹھے رہنا میں ابھی واپس آتا ہوں۔

اس وقت عہد اللہ بن شداد حسی نے جو عراق کے شیعوں کا سردار اور مختار کا وفادار یار تھا ابن ہمام سے کہا کہ تیرے لیے ایک گھوڑا اور قیمتی جبہ میرے پاس ہے۔ قیس بن طہر نہدی نے بھی اسی طرح کا لٹین ہمام کو وعدہ دیا یعنی ایک گھوڑا اور ایک قیمتی ردا۔ اس وقت قیس نے یزید بن انس سے کہا کہ تم ابن ہمام کو کیا دو گے؟ یزید نے کہا کہ اگر اس نے یہ اشعار خدا کے لیے کہے ہیں تو خدا کے پاس اس سے بہتر موجود ہے اور اگر اس نے مال دنیا کے طمع اور انعام کے لیے کہے ہیں تو میرے مال میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جو اس کے کام آئے اور درحقیقت میرے پاس سوائے مختصر مال کے جو میں نے اپنے انقلابی بھائیوں کو دے دیا ہے اور کوئی چیز نہیں ہے۔

مجلس کے حاضرین اور ابن ہمام شاعر کے درمیان نزاع:

اس وقت مختار کے ہادقا پاد احمد بن حمیط نے یزید بن انس کی گفتگو کی تائید کی اور ابن ہمام سے کہا کہ اگر تم نے یہ اشعار خدا کے لیے کہے ہیں تو اس کا اجر و انعام خدا سے طلب کرو اور اگر دنیا کے مال متاع اور مخلوق کو خوش کرنے کے لیے کہے ہیں تو مجھ بہتر یہ ہے کہ کیا بان کا پتھر اپنے منہ میں ڈال لے بخدا جو شخص بھی خدا کے علاوہ کسی کے لیے کوئی کام کرے تو اسے کوئی چیز نہیں ملے گی۔ ابن ہمام ان باتوں کے سننے کی توقع نہیں رکھتا تھا اس نے ابن حمیط کے ہارے

میں جسارت کی۔ یزید بن اس کی اس جسارت اور بے ادبی سے سخت ناراحت ہوا اور اپنا کڑا ہلندہ کر کے ابن ہمام کو ملایا چاہا مگر کہا اے قاصد بے دین اس طرح کی گفتگو کرتے ہو اور ابن حمیط کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تم کو اس سے سزا دو۔ ابن حمیط نے تم کو اس بلندہ کی اور ابن ہمام پر حملہ کر دیا مجلس میں موجود لوگوں نے ابن ہمام کو ہلاک ہونے سے تباہی دلائی ابراہیم اشرفیہ منہ عقار کا بازو اس حالت اور جھڑپ سے ناراحت ہوا اور اٹھا اور ابن حمیط کے ہاتھ سے تم کو اٹھائی اور اس کے پیچھے پھینک دی اور ابن حمیط سے کہا کہ یہ میری امان میں ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں یہ اہل بیت کے ماننے والا اور شیعوں کا طرفدار ہے اور ہمارے ساتھ ہم فکر اور ہم عقیدہ ہیں اس نے آپ کی عظمت بیان کی ہے اگر تم اسے انجام نہیں دے سکتے اور اس کی توثیق نہیں کر سکتے تو اس کو پے آبد و کیوں کرتے ہو اور اس کا خون کیوں بہاتے ہو۔ مذبح قبیلہ جو ابراہیم اشرفیہ کے ماتحت تھا انہوں نے ابن ہمام کو اپنے درمیان لے لیا اور کہا کہ ابراہیم نے اسے پناہ دی ہے بخدا کوئی بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

جب یہ شور اور قتل و غارت کے کالوں پر پڑا تو وہ اس مجلس میں آ گیا سب لوگ کھڑے ہو گئے غارت نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ تمام اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ جب سکون اور آرام ہو گیا تو غارت نے حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر نرم لہجے میں صومع کے ساتھ کہا کہ اگر آپ کو اچھی بات کہی گئی ہے تو آپ اس کو قبول کریں اور اگر اس کے جبران پر قدرت رکھتے ہو تو اس کا جبران کرو اور اس کا انجام دو اور اگر انجام نہیں دے سکتے تو اپنی بزرگواری کا اظہار کرو پھر فصاحت آمیز جملے کہے اور کہا: "واتقوا لسان الشاعر فلان شرہ حاضر وقولہ فاجر وسعہ بانس وھو سکو غدا غلہ" یعنی شاعر کی زبان سے ڈرو کیونکہ اس کا شر اس کے ہمراہ ہے اور اس کی بات جھوٹی اور اس کی کوشش دیرانی ہے وہ کل تم سے مکر اور دھوکا کرے گا۔ غارت کے دوستوں نے کہا کہ اگر وہ اس طرح ہے تو آپ اجازت دیں کہ ہم اسے قتل کر دیں غارت نے

کہا کہ نہیں ہم نے اسے امان دی ہوئی ہے اور تمہارے بھائی ابراہیم نے اسے پناہ دی ہے عمار کی اس گفتگو سے یہ نزاع ختم ہو گئی اور عمار میں آرام آ گیا۔

ابراہیم اشتر کا انعام:-

اس وقت ابراہیم اشتر اور ابنِ ہمام کو اپنے مہر اور اپنے گھر لے گیا اور اسے ایک گھوڑا اور قیمتی رداء اور ایک ہزار درہم بطور انعام کے دیئے شاعر جیب بھر کر واپس لوٹا لیکن عمار کے دوستوں سے سخت ناراض اور گھمبند تھا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں تمہاری پناہ نہیں چاہتا اور پھر ان سے دوری اختیار کر لی ابنِ ہمام کی اس گفتگو سے عوازن کا قبیلہ بہت ناراحت ہوا اور مسجد میں اجتماع کیا دوسری دفعہ پھر وہی نزاع ہونے لگی حتیٰ عمار نے انہیں پیغام بھیجا کہ اس سے تعرض نہ کریں اور آرام کریں۔ ابنِ ہمام ابراہیم اشتر کا ممنون ہوا اور چند ایک اشعار اس کی مدح میں کہے کہ جن میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن شداد ابنِ ہمام کے دوسرے اشعار سے ناراحت ہوا۔ عمار نے اسے اور ابنِ ہمیل اور یزید بن انس کو نصیحت کی کہ ابنِ ہمام سے اشتقام لینے کے درپے نہ ہوں اور شاعر کا گناہ اسے معاف کر دیں انہوں نے عمار کی اس نصیحت کو قبول کر لیا۔

ابنِ ہمام کے دوسرے اشعار:-

یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ابنِ ہمام نے ایک قصیدہ عمار کی مدح اور اس کی کامیابی میں بھی کہا ہے کہ جس سے عمار اور اس کے دوستوں کی بہادری اور ابنِ ہمام کی ذلت آمیز شکست کا اظہار ہوتا ہے۔



دوسرا حصہ

حکومت اور انقلاب کے ارکان کی تشکیل

جب عتار پوری طرح کوفہ پر مسلط ہو گیا تو سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ ان آدمیوں کو کہ جن سے وہ مطمئن تھا اور انقلاب میں اس کے بارہا فائدے پہنچائے گئے۔ اس زمانے میں کوفہ شہر ایک اہم مرکز تھا اور اس پر تسلط کرنا عراق کے تمام اطراف عرب پر کہ جنوب ایران بھی اس میں شامل تھا سمجھا جاتا تھا۔ انقلابیوں کی حکومت کے کوفہ میں مستقر ہونے کے بعد عتار نے اپنے گورنر اور فوج کے سپہ سالار اپنے زیر تسلط علاقے پر متعین کرنے شروع کیے۔

(۱) اپنی مخصوص پولیس گارڈ کاربیس ابو عمرہ کیسانی کو جو موالیٰ میں سے تھا مین کیا۔ عتار نے ابتداء میں شہر کی سطح پر اپنی پولیس کو منظم کیا۔ ابو عمرہ عتار کا خاص مشیر تھا وہ ایک بہادر اور مدبر اور انقلابی انسان بھی تھا اس کی وجہ کوفہ شہر کا حساس ہونا تھا کیونکہ انقلاب کے سب سے زیادہ مخالف اور امام حسین علیہ السلام کے قاتل اور بنو امیہ حکومت کے طرفدار کوفہ میں ہی موجود تھے اس چیز کی ضرورت تھی کہ کوفہ میں ابو عمرہ جیسے بکے انقلابی انسان کو پولیس کا رئیس مین کیا جائے۔ ابو عمرہ کے انقلاب کے مخالفین کو جیت دیا اور کرنے کی کہانی لوگوں میں عام ہو گئی۔

(۲) عتار نے تمام مسلح فوج کی کمان اور سپہ سالاری ابراہیم بن اشتر کے سپرد کر دی عتار کا ایسا کردار تھا بہترین اور عالی ترین انتخاب تھا اور یہ انتخاب ابراہیم کی شجاعت اور اقتدار اور قوت اور ایمان اور نافذ الرائے ہونا عراق میں اس کے مسلح قبیلے کے رکھنے کی وجہ سے بہت کارآمد ثابت ہوا۔

(۳) مختار نے تمام پولیس کا افسر عبداللہ بن کمال شاکری کو قرار دیا۔ عبداللہ شیعوں میں سے نمایاں اور قلم شیعہ تھا اور مختار کا باوقار اور اہل بیت علیہم السلام کا طرفدار اور قوی اور دور اندیش انسان تھا۔

مختار کے گورنر اور سالار:

(۱) عبداللہ بن حارث غلی ارمیہ کے گورنر ہوئے۔

طبری نے لکھا ہے کہ مختار کے مقبوضہ علاقے میں پہلا جنڈا جو بلند کیا گیا وہ عبداللہ بن حارث کا جنڈا تھا۔ آپ مالک اشتر کے بھائی اور ابراہیم اشتر کے چچا تھے درحقیقت آپ پہلے گورنر تھے جو مختار کی طرف سے ایک وسیع علاقے ارمیہ میں مقرر کیے گئے تھے۔

ارمیہ کا وسیع علاقہ شمالی عراق کے وسیع علاقے پر مشتمل تھا۔ شہروں کے بارے میں کسی گئی کتابوں میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

حموی نے عجم البلدان میں لکھا ہے۔ کہ ارمیہ ایک وسیع منطقے کا نام ہے جو شمال کی طرف تھا۔ اور بظاہر شمال عراق اور ایران اور ترکیہ کے جنوب سے لے کر جنوب روس تک پھیلا ہوا تھا۔

عبداللہ بھی اپنے بھائی مالک کی طرح ایک عظیم الشان بہادر فوجی اور اہل بیت کا سخت محب انسان تھا۔

(۲) محمد بن عمیر ازربجان کے گورنر بنائے گئے۔ محمد بن عمیر بن عطار دایک قبیلہ دارم کی جو عراق کے قبائل میں سے ایک معروف و مشہور شخصیت تھی اور آپ کا نام ہمیشہ بزرگی سے یاد کیا جاتا تھا۔

ابن الحدید نے لکھا ہے کہ ایک دن عبدالملک مروان اموی خلیفہ کی مجلس میں دارم قبیلے کے بارے میں گفتگو شروع ہو گئی تو وہاں بیٹھے ایک آدمی نے عبدالملک سے کہا کہ اے امیر

امویہ بنی دارم قبیلہ کے شہرت ایک وجہ یہ ہے کہ اس قبیلہ کے آدمی زیادہ اولاد والے ہوا کرتے تھے اور ان کی تعداد کے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس قبیلہ کا نام باقی نہ گیا ہے۔

عبدالملک جو خود بھی انسان شہاس اور نسب شہاس تھا کہنے لگا۔ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس قبیلہ کی شہرت اس کے اولاد اور نسل کے زیادہ ہونے کی وجہ سے نکلتی ہے۔ کیا قبیلہ بنی زہراء اور قحطان بن عبد اور محمد بن عبید اس قبیلہ سے نہ تھے؟ باوجودیکہ یہ بنی اولاد تھے اور اپنے پیچھے کوئی نسل نہیں چھوڑی لیکن ان کی عربوں میں بہت زیادہ شہرت موجود ہے۔ بخدا عرب ان تینوں کو کبھی نہیں بھلا سکتے۔

یہ جان کیا جانا ضروری ہے کہ محمد بن عبید عراق کے شیعوں میں سے معروف و مشہور انسان تھے اور دارم قبیلہ کی عظیم شخصیت تھے۔ غدار نے اسے آذر بائیجان جیسے وسیع علاقے کا گورنر بتایا تھا آذر بائیجان عراق کے شمال اور ایران کے شمال غربی حصہ پر مشتمل تھا۔ یہ انسان کوفہ کے اشراف اور انقلاب کے مخالفین کی شورش میں مخالفین سے جا ملتا تھا۔

(۳) عبدالرحمن بن سعید بن قیس کو موصل کا گورنر بتایا گیا۔

عبدالرحمن کا باپ سعید بن قیس حضرت علیؑ کے ساتھ صفین کی جنگ میں ایک عالی رتبہ سالار اور عربوں کا مسودہ بیگموش رہتا تھا۔ مالک اشتر کے بعد حضرت علیؑ کے اصحاب میں کوئی بھی اس کی عظمت کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اس نے صفین کی جنگ میں اپنے کلائے کا بھرتین مظاہرہ کیا تھا اس کے فرزند عبدالرحمن نے باوجودیکہ ابھی جوان تھا مردانہ وار حضرت علیؑ کی معاونیت کے ساتھ جنگ میں اپنے باپ کے ساتھ لڑ کر امیر امویہ بن ابی سفیان کی مدد کی تھی۔

سعید ہمدان کے قبیلہ کا عظیم سردار تھا حضرت علیؑ نے ہمدان قبیلہ کی تمام فوج کی صفین کی جنگ میں کمان اس کے سپرد کر دی تھی جب حکمت کے معاملے میں امیر امویہ بن ابی سفیان یاروں میں اختلاف رونما ہوا تو سعید امام علیہ السلام کی خدمت حاضر ہوا اور کہا کہ ہم اور ہمدان

قیلے کے تمام افراد آپ کے حکم کے تابع ہیں آپ جو بھی حکم دیں گے ہم اسے دل و جان سے بجا لائیں گے۔ عتار کے انقلاب میں عبدالرحمن نے اپنے باپ کی جگہ لے لی تھی، مہمان قیلے عراق میں حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے شمار ہوتا تھا ان کا سردار اور رئیس عبدالرحمن مومل کے ملاقات کا گورنر بنایا گیا۔ لیکن اس کی حضرت عتار کے ساتھ وفاداری زیادہ دیر تک نہ چل سکی اور عبدالرحمن کوفہ کے اشراف کی شورش میں انقلاب کے مخالفوں کے ساتھ مل گیا اور عتار کے ساتھ جنگ کی اور اس میں ہلاک ہو گیا۔

محمد بن اصف جو کربلا کے واقعہ میں ایک مشہور جتایہ کار اور امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے ایک تھا ابن زبیر کی طرف سے مومل کا گورنر تھا عتار کے انقلاب کے کامیاب ہو جانے اور ابن زبیر کے حاکموں کو عراق سے نکال دیے جانے کے بعد جب عبدالرحمن گورنر کی حیثیت سے مومل میں داخل ہوا تو محمد بن اصف نے جان لیا کہ اب اس کے مومل میں رہ جانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ عتار کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مجبوراً وہ مومل سے بھاگ گیا اور بکریہ نامی جگہ پر جا کر پناہ لی اور وہاں انقلاب کے مخالفین کے ساتھ مل کر انقلاب کے خلاف سازش کرنا شروع کر دی اور پھڑپھڑا کر حالات کس کسٹ بیٹھے ہیں۔ وہ کافی مدت مومل میں رہا اور فرصت طیبی طبیعت اور چالاکی سے کام لیتا شروع کیا اور جان گیا کہ عتار فی الحال عراق پر فتح پاچکا ہے اسی بنا پر اس نے اپنا ایک توبہ نامہ عتار کے پاس بھیجا اور اس کی بیعت کر لی اور اپنے قیلے کے ساتھ کوفہ میں واپس آ گیا۔ عتار کے خلاف سازش میں جب اسے تلاش کرنا شروع کیا گیا تو وہ کوفہ سے بھاگ کر بصرہ آ گیا اور مصعب بن زبیر کے ساتھ مل گیا۔ عتار کی مصعب سے جنگ میں وہ قتل ہو گیا اور اپنے جناح کا بارانا خال کی سزا سے مل گئی (اس کی تفصیل بعد میں آئے گی)

(۴) اسحاق بن مسعود آپ کو عتار کی طرف سے مدائن اور حنفی کا گورنر مقرر کیا گیا

مائن مدینہ کی صحیح ہے یہ سات شہروں پر جو عراق کے شمال میں واقع تھے مشتمل تھا۔ مائن ساسانی بادشاہوں کا دار الخلافہ تھا اور انہوں نے ہی اس کی بنیاد رکھی تھی یہ شہر سنہ ۱۶ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوا اس شہر کے اکثر لوگ شیعہ تھے جناب سلمان فارسی حضرت عمر کی طرف سے اس شہر کے گورنر مقرر ہوئے تھے سلمان فارسی کی قبر بھی اسی شہر میں ہے اور ابھی تک موجود ہے۔ اس شہر کے اکثر لوگ فارسی زبان میں بات چیت کرتے تھے۔

(۵) قدامہ بن ابی عیسیٰ نصری بمقباد بالا کے علاقہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔

مجم البلدان میں آیا ہے کہ بمقباد تین وسیع علاقے کہ جس میں بغداد بھی آ جاتا تھا پر مشتمل تھا دریائے فرات کے پانی سے وہ علاقے سیراب ہوتے تھے ان علاقوں کا بانی بمقباد ابن خیر وز تھا جو شیروان ساسانی بادشاہ کا باپ تھا۔ بمقباد تین علاقوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

(۱) بمقباد بالا (۲) بمقباد میانی (۳) بمقباد پائین

بمقباد بالا: کے یہ علاقے تھے خطر نیہ، نہرین، عین اتر، قلوچہ بالا اور پائین اور بائیں بمقباد میانہ۔ کے یہ مناطق تھے سورا، بروسا، جبہ، بداء، نہر ملک، بمقباد پائین کے یہ مناطق تھا کوفہ، فرات، بادقہ، سلجین، حیرہ، تسر، حر حر در۔

(۶) محمد بن کعب بن قریظ آپ کو بمقباد میانی کا گورنر بنایا گیا۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۸ھ میں ہوئی آپ شیعوں کے بزرگوں میں سے تھے آپ اہل علم نمایاں راویوں میں سے تھے اور آپ تابعین کا مشہور چہرہ تھے۔

آپ سے احادیث کی کتابوں میں احادیث نقل کی گئی ہیں۔ آپ سے ابن اثیر اور ابن ابی الحدید نے بھی نقل کیا ہے۔

(۷) حبیب بن مہر ثوری آپ کو بمقباد پائین کا گورنر بنایا گیا۔

(۸) سعید بن حذیفہ بن یحییٰ انہیں طوان کا گورنر مقرر کیا گیا۔

مجم البلدان میں لکھا ہے:

حلوان عراق کے اہم شہروں میں سے ایک شہر ہے کوفہ اور بصرہ اور واسطہ اور بغداد اور سامرہ کے بعد عراق کا بہت بڑا شہر ہے۔ وہاں پہاڑی علاقہ بھی ہے کہ جس کی آب و ہوا سرد ہے سنہ ۱۹ھ میں مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ حلوان کی دو مسجدوں کا قصہ بلدان کی کتابوں میں مشہور ہے۔

سعد بن حذیفہ بن یمان مدائن کے بزرگ اور سردار شیعوں میں سے تھے۔ مدائن کے تمام شیعوں نے تو ابین کے انقلاب کی حمایت کی تھی سعد نے سلیمان کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ ہم آپ کے قیام کے ساتھ ملنے چل پڑنے کے لیے آمادہ ہیں۔ لیکن جب سعد کی فوج سلیمان کی مدد کے لیے تو ابین کے ساتھ ملنے کے لیے چل پڑی تو بہت دیر ہو چکی تھی انہیں راستے میں سلیمان بن مرد کے شہید ہو جانے کی خبر ملی سعد مجبوراً کوفہ آ گیا اور عتار کے بارے میں تلاش شروع کی اور کوفہ کے سرداروں میں سے بعض نے عتار کو پیغام بھیج دیا کہ ہم حاضر ہیں کہ تمہیں قید خانے سے آزاد کر لیں اور اور انقلاب برپا کر دیں۔ عتار نے انقلاب کی کامیابی کے بعد سعد بن حذیفہ کو جو عتار کا قریبی مشیر تھا حلوان کا گورنر بنادیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ سعد کے زیر نگرانی فوج کا ایک ہزار آدمیوں کا ایک گروہ اس کے ہمراہ تھا اور وہ انہیں کولے کر اپنے گورنر ہاؤس گئے۔ عتار نے اس کے لیے ماہانہ ایک ہزار درہم انقلابیوں کے کاموں اور مجاہدین کی تنخواہ کے لیے مقرر کیے اور سعد کو سلاطین کی کہ جب حلوان پہنچے تو پہلے بد معاش کردوں اور ڈاکوؤں اور غریب کاروں کو سرکوب کرے اور پورا ابن بالخصوص راستوں پر قائم کرے اور اس کے علاوہ اس نے عراق کے شمال کے تمام علاقے کے حاکموں کو حکم دیا کہ وہ حلوان کے گورنر سعد بن حذیفہ کے ماتحت ہو کر کام کریں اور تمام مراکز کے مالیات سعد بن حذیفہ کو بھیجیں۔

عقار کی قضاوت:

مسلم بن عبد اللہ مہدیانے کہا ہے کہ عقار جب عراق پر مسلط ہو چکا تو قضاوت کا منصب خود اس نے سنبھال لیا اور اسے بڑے قفل اور سکون کے ساتھ لوگوں میں انجام دیا۔ ہر روز صبح سے لے کر مغرب تک قضاوت کی خصوصی جگہ پر بیٹھتے تھے اور جھڑے کرنے والوں اور دوسرے دعوایہ کرنے والوں کے درمیان قضاوت کیا کرتے تھے اور حکم صادر کرتے تھے۔ لیکن جب انقلاب کے کام بہت زیادہ ہو گئے اور اسے قضاوت کے لیے وقت نہیں ملا تھا تو ایک دن اپنے دوستوں سے کہا بھائی میں نے کام زیادہ ہونے کی وجہ سے ارادہ کیا ہے کہ عراق کے مشہور قاضی شریح کو قضاوت کا عہدہ سپرد کروں عقار اس بابے میں اپنے مشیروں سے مشورہ کرنے کے لیے بیٹھا۔

عقار کا قاضی:

عقار نے اپنے مشیروں سے چاہا کہ کسی شخص کو قاضی بنائے جانے کے لیے اسے بتائیں لیکن عقار کا اپنا نظریہ شریح کو قضاوت کے لیے معین کر دینا تھا لیکن شریح ڈر گیا اور اس نے اپنے آپ کو پیار ہونا ظاہر کیا اور یہ بیانہ بنایا۔ عقار کے مشیروں نے شریح کے قاضی بنائے جانے سے اسے روکا اور کہا کہ وہ عثمانی ہے اور اس نے عجز بن عدی کے خلاف بغاوت کی گواہی دی تھی اور اس نے ہانی بن مروہ کا اس کے قہقے کے نام پر کام نہیں پہنچایا تھا اور اسے حضرت علیؑ نے قضاوت سے معزول کر دیا تھا۔ وہ عثمان کے ماننے والا ہے اس کی زندگی سیاہ اور تاریک ہے بعض نے کہا کہ شریح کو اس گفتگو کی خبر ہو گئی تو اس نے اپنے آپ کو بے لعل ظاہر کر دیا۔

عقار نے عبد اللہ بن حبیب بن مسعود کو قاضی معین کرنا چاہا تو اس نے بھی معذرت کر لی اور کہا کہ میں پیار ہوں قضاوت نہیں کر سکتا اس کے بعد عقار نے عبد اللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا

قاضی معین کر دیا۔

یہ معلوم رہے کہ سب سے پہلے جناب عمر بن الخطاب نے شریع کو کوفہ پر قاضی معین کیا تھا۔ شریع تقریباً ساٹھ سال تک قضاوت کے منصب پر عمر اور عثمان اور علیؓ کے زمانے اور پھر عوامیہ کی خلافت تک فائز رہا اور تقریباً سو سال عمر پائی۔

شریع یزید کی حکومت میں امین زید کو کوفہ کے گورنر کے حکم سے کوفہ پر قاضی بنایا گیا اور مختار کی شہادت کے بعد ابن زبیر کے حکم سے پھر کوفہ کا قاضی بنایا گیا اور عبدالملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں بھی مروانی خلیفہ کا کوفہ پر قاضی تھا کئی سال تک قضاوت کے منصب پر متمکن رہا اور سنہ ۹۷ھ میں حجاج کی حکمرانی کے زمانے میں حجاج کو اس نے استعفیٰ دے دیا تو حجاج نے اس کا استعفیٰ منظور کر لیا۔

قاضی شریع کا شہر بدر کیا جانا:

عراق کے بزرگ عالم اعمش نے ابراہیم تہمی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام شریع قاضی پر جب اس نے ایک غلط قضاوت کی تھی غصے ہوئے اور اسے خطاب کر کے کہا کہ بخدا میں تمہیں مالیتا کی طرف تبعید کر دوں گا تا کہ وہاں جا کر یہودیوں کے درمیان قضاوت کرے راوی کہتا ہے کہ یہ واقعہ گزر گیا اور بہت زمانہ اس پر بیت گیا یہاں تک کہ مختار نے کوفہ پر تسلط حاصل کر لیا مختار نے شریع کو بلوایا اور کہا کہ فلان دن امیر المؤمنین علیہ السلام نے تجھے کیا کہا تھا؟

شریع نے کہا کہ یوں کہا تھا اور پھر اسی مطلب کو دہرایا۔ مختار نے کہا بخدا میں تجھے آرام کرنے کی مہلت نہیں دوں گا اور تجھے دو مہینے کے لیے مالیتا کی طرف تبعید کروں گا اور پھر حکم دیا کہ اسے مالیتا بھیج دیا جائے اور وہاں جا کر یہودیوں کے درمیان قضاوت کرے۔

کیا شریع قاضی نے امام حسینؑ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا؟

ایک مطلب ہے کہ جسے مناہر اور مجالس میں عام کہا جاتا ہے اور مشہور ہے اور وہ یہ ہے کہ شریع قاضی نے امام حسینؑ کے قتل کا فتویٰ دیا تھا اگر یہ مطلب درست ہو تو پھر مختار نے کیسے اس طرح کے انسان کو کوفہ میں اپنا قاضی مقرر کرنا چاہا؟ کیا یہ درست اور مقبول ہے کہ مختار جو امام حسینؑ کے قاتلوں اور جو بھی کر بلا کے واقعہ میں کسی طرح شریک ہوا انتقام لینے کے لیے خردوج کرے یہاں تک کہ اگر امام حسینؑ کے قتل پر اہل بیتؑ کے ایک دشمن نے خوشی کے طور پر نذر کی تھی اور اس نے گوشت تقسم کیا تھا تو مختار نے حکم دیا تھا کہ جس گھر میں وہ گوشت گیا ہے اسے خراب کر دیا جائے کس طرح ممکن ہے کہ شریع قاضی جو مدت تک عراق میں قاضی رہا اور امام حسینؑ کے قتل کا فتویٰ دے اور اس کی مختار کو خبر بھی نہ ہوئی ہو یا اس نے اسے نظر انداز کر دیا ہو اور اس کو اس کی سزا نہ دے بلکہ اسے اپنی طرف سے قاضی بنائے جانے کی پیشکش کرے آیا ایسا ہو سکتا ہے؟ جواب۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شریع قاضی بدکردار جہان دیدہ دنیا پرست اور ظالم حکومتوں کا حامی اور مددگار تھا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ وہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے شیعوں سے دشمنی اور عناد رکھتا تھا کیونکہ اس نے حجر بن عدی کے خلاف گواہی میں دستخط کر دیئے تھے اور ہانی بن عروہ کے بارے میں بھی خیانت کی تھی قاضی شریع کے ایک درباری اور حکومتی ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا لیکن اس نے امام حسینؑ کے قتل میں دخالت کی ہے یا قتل کا فتویٰ دیا ہے اس کی بارے میں معمولی سا مد رک اور دلیل موجود نہیں ہے۔ یہاں آیت اللہ شہید قاضی طباطبائی کے نظریہ کو اس بارے میں نقل کیے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تہریز میں ایک رات مسجد شعبان میں منبر پر کئی ایک مطالب اجتماعی امور کے بارے میں اور دینی اور اعتقاداتی مطالب بیان کرنے کے بعد اظہار کیا کہ اگر کسی اہل علم اور متفکر کے پاس اس مطلب کا مد رک اور دلیل موجود ہو یا کسی کتاب میں

لکھا ہو جو خبروں پر اظہار کیا جاتا ہے اور مجالس پڑھنے والوں کا زبان زد عام ہے اور لوگوں میں مشہور ہے کہ قاضی شریح نے امام حسینؑ کے واجب القتل کا فتویٰ دیا تھا تو وہ اس کی مجھے اطلاع دیں میں اس کا شکریہ ادا کروں گا لیکن کسی نے مجھے زندگی بھر اس کی اطلاع نہ دی۔

(اس کتاب کے مؤلف نے بھی معتبر مدارک اور قاضی شریح کے حالات میں جو کتابیں مورد اعتماد موجود ہیں رجوع کیا لیکن کسی جگہ بھی اس کا معمولی اثر موجود نہیں پایا)

شاید یہ نسبت اس کی طرف اس وجہ سے دی گئی کہ وہ شیعوں سے عناد اور دشمنی رکھتا تھا اور ظالم اور غاصب حکومتوں کا طرفدار تھا اسی بنا پر مختار نے بھی عدالت کے قاضی کے ماتحت اور حضرت علیؑ کے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی نیت سے اسے کوفہ سے بدر کر دیا تھا کہ کہونکہ حضرت علیؑ اسے شہید ہو جانے کی وجہ سے شہر بدر نہیں کر سکے تھے۔

مختار کی پولیس کا افسر:

بعض نے لکھا ہے کہ مختار کیسان کے لقب سے اس لیے مشہور ہو گیا تھا کہ اسے امیر المؤمنین علیہ السلام کے ایک محب اور صحابی جو کیسان نام رکھتا تھا بہت زیادہ محبت تھی اور اس کا ارادہ تھا کہ جال کشی نے لکھا ہے: ”حملہ علی الطلب بدہم الحسین علیہ السلام و دله علی قتله و کان صاحب سرہ و الغالب علی امرہ“ یعنی یہی کیسان وہ شخص تھا کہ جس نے مختار کو قیام اور امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینے کے لیے توثیق دلائی یہ مختار کا محرم راز اور قیام کا پلان بنا کر دینے والا تھا۔ اس کا مختار کے قیام میں بہت زیادہ دخل تھا اور امام علیہ السلام کے قاتلوں کے گرفتار کرنے اور انہیں سزا دلوانے میں بہت زیادہ کردار تھا اور یہی مختار کی پولیس کا بڑا افسر تھا۔ اس نے امام حسینؑ کے قاتلوں اور جو بھی کربلا کے واقعہ میں دخل تھا ان رزندی کو شک کر دیا تھا جہاں بھی کسی جنایت کا نشان پاتا تھا عقاب کی طرح اس کے سر پر جا پڑتا اور اسے قتل کر دیتا اور اگر ان میں سے کوئی گھر سے فرار کر گیا ہوتا تو اس کے گھر کو ویران اور خراب کر

دینا اور جو کچھ گھر میں ہوتا اسے چاہو برباد کر دیتا تھا کونے میں جتنے گھر مختار کے تسلط کے زمانے میں خراب کیے گئے تھے سب اسی کیمان نے خراب کیے تھے۔

جنايتكار اور ظالم اس سے اتنے ڈرتے تھے کہ کیمان قتل اور ویران کرنے اور وحشت زدہ بنانے کا نمونہ اور ضرب المثل بن گیا۔ کوفہ کے لوگ جن کا گھر خراب ہو جاتا یا گھر میں جتلا ہو جاتا تو کہا کرتے تھے کہ اس گھر میں ابو عمر کیمان داخل ہوا ہوگا۔ شاعر نے بھی اس کے بارے میں یہ شعر کہا ہے۔

لعل من ماله عمر من لعل عمره

يعورك ويعطيك ولا يعطيك كره

یعنی شیطان سب برائیوں کے باوجود ابو عمرہ سے بہتر ہے کہ وہ تجھے فریب دیتا ہے اور تجھ کو تباہ کرتا ہے اور تجھے معمولی چیز بھی نہیں دیتا۔



تیسرا حصہ

﴿مختار کے سامنے تین محاذ﴾

- (۱) ایک محاذ تو بنو امیہ کی شام میں حکومت تھی۔ شام کی حکومت بہت قوی اور فوج کی تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ قوی تھی اور اس کی فوج کا سپہ سالار ابن زیاد تھا یہ محاذ اہم تھا۔
- (۲) دوسرا محاذ عبداللہ بن زبیر کا کہ جس کی رہبری اس کا بھائی مصعب ابن زبیر کر رہا تھا۔
- (۳) تیسرا محاذ خود کوفہ میں انقلاب کے مخالفین کا کہ جس کی رہبری امام حسینؑ کے قاتل

کر رہے تھے جیسے عربین سعد شمر، خولی، سلطان ابن انس، عیسیٰ اور دوسرے منافق۔ اس داخلی محاذ کا خطرہ ان دو سے بھی زیادہ تھا۔

عقار کا نظریہ یہ تھا کہ عراق پر تسلط حاصل کرنے اور کوفہ میں اپنی حکومت کے برقرار کرنے کے بعد پہلے کربلا کے واقعہ کو جوڈ میں لانے والوں کو نیست و نابود کرے اس کے بعد اپنے اصلی دشمن اور شام کے مرکز بنو امیہ کی شام میں حکومت سے غرور آڑا ہو۔ لہذا عقار نے چاہا ابن مطیع ابن زبیر کے گورنر کے حکمت کھا جانے اور اپنے کوفہ پر تسلط حاصل کرنے کے بعد کوفہ کو جو اس کی حکومت کا مرکز تھا پاک اور صاف کر دے تاکہ وہ ادھر سے بے فکر ہو جائے اور پھر شام کی حکومت سے جنگ کرنے کے لیے اپنی فوج کو روانہ کرے۔ لیکن کربلا کے واقعہ کو جوڈ میں لانے والوں نے جو سب کے سب کوفہ میں موجود تھے حالات کو غنیمت شمار کرتے ہوئے عقار کے خلاف سازشیں شروع کر دیں کہ جس کی وجہ سے عقار مجبور ہو گیا کہ وہ بہت جلد انقلاب کے مخالفین اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کا قلع قمع کر دے اور یہی اس کے انقلاب کا اصلی مقصد اور جزو انقلاب تھا۔ (اب ہم اصل واقعہ کا ذکر کرتے ہیں) تمام مسلمان مورخین نے لکھا ہے کہ ۶۱ھ میں عقار نے امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں اور واقعہ کربلا کے جوڈ میں لانے والوں پر حملہ کر دیا اور تمام کا حساب پاک کر دیا۔ یعنی عقار کوفہ میں موجود امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں اور ان کے پیروکاروں پر کود پڑا اور جن کو پکڑا انہیں قتل کر دیا اور کچھ کوفہ سے بھاگ گئے کہ جنہیں عقار نہ پکڑ سکا۔

طبری اور ابن اثیر وغیرہ مورخین نے لکھا ہے کہ عقار کا امام حسین علیہ السلام کے کوفہ میں موجود قاتلوں پر کود پڑنے اور عقار کے داخلی جنگ کرنے کا سبب یہ ہوا کہ مروان بن الحکم اس اموی بوڑھے نے یزید کے مرنے اور اس کے بیٹے کے خلافت سے علیحدگی کے بعد شام میں خود کو مسلمانوں کا خلیفہ بنا لیا اور شام کے بڑوں نے اس کی بیعت کر لی اس نے شام میں اپنی خلافت کے مضبوط کرنے کے بعد اپنی خلافت اور بنو امیہ کی حکومت کے مخالفین سے رو برو ہونے اور

جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لہذا اس نے ایک لشکر حجاز کی طرف ابن زبیر کو کہ جس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ بنا رکھا تھا سرکوب کرنے کے لیے روانہ کر دیا اور ایک لشکر کوفہ میں انقلاب کے برہمخیز راہبر ابراہیم اشتر کو زیر کرنے کے لیے بھیج دیا۔ یہ دونوں لشکروں نے ایک کا سردار اور فرماندہ جیش بن دلہ قسبی تھا کہ جسے حجاز روانہ کیا گیا اور دوسرا لشکر عبید اللہ بن زیاد کی کمان اور سردار میں عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ (ابن زیاد اس سے پہلے تو بنی سے جنگ کر چکا تھا کہ جس کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے)

مردان نے ابن زیاد کو حکم دیا کہ جب عراق پر مسلط ہو جائے اور کوفہ پر قبضہ کر لے تو تم ہی کوفہ میں عراق کے حاکم اور گورنر ہو گے۔ اور کوفہ پر قبضے کے بعد تین دن تک تمہارے لیے اور تمہارے لشکر کے لیے کوفہ والوں کا جان و مال اور ناموس حلال ہوگا جو چاہو کرو۔ لیکن ابن زیاد ابھی زبیر کے گورنر سے جزیرہ کے علاقہ میں ایک سال تک جنگ کرنے کی وجہ سے وہ عراق پر حملہ نہ کر سکا۔

مردان کا مرجانا اور عبدالملک کا خلیفہ ہو جانا:

۶۶ھ میں مردان تھوڑے دن خلافت کرنے کے بعد مر گیا اور اس کا سیاسی بیٹا خلافت کے عنوان سے اپنے باپ کی جگہ بیٹھ گیا عبدالملک کا بھی سب سے زیادہ مقصد ان دو اہم علاقوں حجاز اور عراق پر قبضہ کرنا تھا لہذا اس نے اپنے باپ کے پلان کے مطابق عمل کرنا شروع کیا اور ابن زیاد کو دوبارہ عراق پر قبضہ کرنے کے لیے حکم دیا اور تاکید کی کہ عراق کا معاملہ صاف کرے اور خود ہی وہاں پر حکومت کرے اور بہت زیادہ زور دیا کہ اپنے کام کو مضبوطی اور طاقت سے انجام دے۔ ابن زیاد جزیرہ کے علاقہ پر ابن زبیر کے گورنر کے مقابلہ میں قبضہ نہ کر سکا مجبور ہو کر اپنا رخ موصل کی طرف کر دیا۔ اس زمانے میں موصل پر عثمان کی طرف سے عبدالرحمن بن سفید حکومت کر رہا تھا۔ عبدالرحمن نے ابن زیاد کے لشکر کے موصل کے علاقے میں داخل ہو

جانے کی مختار کو خبر دی عبدالرحمن نے وقتی طور سے موصل کا علاقہ خالی کر دیا اور خود مکریت کے علاقے میں جا کر مستقر ہو گیا۔

عبدالرحمن کا خط مختار کے نام:

اما بعد! عبید اللہ بن زیاد موصل میں داخل ہو چکا ہے اور اپنی فوج یہاں پر مستقر کر دی ہے میں موصل سے مکریت کی طرف چلا گیا ہوں تاکہ آپ کا حکم مجھے ملے۔ والسلام۔

مختار نے اسے فوراً جواب دیا اور لکھا کہ تمہارا خط مجھے مل گیا اور میں اس کے مضمون سے مطلع ہوا ہوں۔ آپ نے اچھا کیا کہ مکریت چلے گئے ہو آپ وہیں رہیں اور وہاں سے نہ ہٹیں یہاں تک کہ میرا حکم تجھے پہنچے۔ والسلام۔

مختار کا پروگرام تو یہ تھا کہ سب سے پہلے کربلا کے واقعہ میں جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے خون بہانے میں شریک تھے اور ان سے مختار کو اپنے انقلاب سے بھی زیادہ خطرہ تھا انہیں اپنے راستے سے ہٹا دے لیکن شام کے لشکر کا عراق کی طرف حرکت کرنے کی وجہ سے مختار کا ارادہ بدل گیا اور پہلے شام کے لشکر پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔

انقلابی لشکر کی روانگی:

مختار نے فوراً یزید بن انس کو بلوایا اور اس سے کہا کہ عالم جاہل کی طرح اور حق باطل کی طرح نہیں ہوتا میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ جس میں میں نے جھوٹ نہیں بولا ہوگا اور جھٹلایا بھی نہیں جاؤنگا اور یہ خبر درست ہے ہم مومن خوش بخت ہیں اور فاتح مسلمان ہیں اور تم اے یزید بن انس لشکر کا سپہ سالار ہو کہ جس کی لشکر اطاعت کرتا ہے ان کا اختیار تیرے قوی بازو میں ہے تو ان کو زمین کی سر زمین اور سرسبز مناطق اور جاری چشموں کی طرف لے جا اور موصل کی طرف حرکت کر اور سرحد کے نزدیک ترین منطقہ میں جا کر مستقر ہو جا اور بے فکرہ میں تمہاری مدد کے

لیے مرحب فوج بھیجا رہوگا۔ یزید نے اپنے پورے شوق اور دلی رغبت سے اس مهم ڈیوٹی اور عہدے کو قبول کر لیا اس نے مطمئن اور سکون کے انداز میں مختار سے کہا کہ میں تین ہزار جنگی مرد سے زیادہ فوج نہیں چاہتا اور ان کا میں خود ہی انتخاب کروں گا۔ مجھے ایسی فوج کی آزادی دے دے اور اگر اس کے علاوہ کسی فوج مدد کی مجھے ضرورت ہوئی تو میں آپ کو خود لکھوں گا۔

مختار یزید کی اس طرح کی روحی طاقت سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ اٹھ اور خدا کا نام لے کر اس طرح کی فوج کا انتخاب کر کہ جسے تو پسند کرتا ہے۔ یزید بن انس نے اپنا کام شروع کر دیا اور تین ہزار عہدہ اور بہترین جنگجو اور شہادت کے متمنی افراد کا انتخاب کیا اور ہر گروہ اور دستے کے کمان دار اور سالار اس طرح ترتیب دیئے نعمان بن ازدی کو مدینہ کے طائفہ کے گروہ پر مہمیں کیا۔ حاصم بن قیس ہمدانی کو تميم اور ہمدان پر اور ورقان بن عازب اسدی کو مخرج اور اسد قبیلے پر اور سعد بن ابی سعد خثعمی کو ربیعہ اور کنندہ قبیلے پر منصوب کیا۔

یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اشخاص عراق کے نمایاں افراد تھے اور جن قبائل کا انتخاب کیا گیا تھا وہ تمام شیعہ اور قطیف اور اہل بیت کے بہت زیادہ حب دار تھے۔ یہ رضا کارانہ فوج مختار اور کوفہ کے شیعوں کے باقاعدہ رخصت کرنے کے بعد اپنی ماموریت کے نقطے کے طرف روانہ ہو گئی۔ مختار نے بذات خود انہیں کافی فاصلہ دیر یا موسمی تک جا کر خدا کا قطیف کی اور رخصت کرتے وقت مختار نے یزید بن انس کو چند نصیحتیں کیں اور کہا۔ کہ جب تم دشمن ملک کے سامنے جاؤ تو فوراً ان پر حملہ کر دینا اور انہیں مہلت نہ دینا اور وقت کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دینا اور مجھے مرحب اپنے کاموں سے خبر دیتے رہنا اور اگر مدد کے لیے فوج کی ضرورت ہو تو مجھے فوراً لکھنا اور اگر تجھے مدد کی ضرورت نہ بھی ہوئی تب بھی میں تیری مدد کے لیے فوج روانہ کرتا رہوں گا کیونکہ لڑنے والی فوج کی ہمت افزائی کے لیے ایسا کرنا اچھا ہوتا ہے اور لڑنے والوں پر اس کا مثبت اثر ہوتا ہے اور دشمن کو زیادہ مرحب کر دیتا ہے۔

دعا کریں کہ شہید ہو جائوں

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یزید بن انس مختار کا باوقار دوست مخلص اور فداکار اور بہادر انسان تھا اور اہل بیت علیہم السلام کی محبت میں غرق اور ان کے راستے میں شہید ہو جانے کو اپنے لیے بزرگ ترین سعادت سمجھتا تھا جب یہ ابن زیادہ کے ساتھ جنگ کرنے جا رہا تھا تو اس نے مختار سے یوں کہا کہ مجھے مدد دینے کے لیے تقویٰ فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے صرف میرے لیے دعا کرنا تیری دعا ہی میرے لیے کافی ہے۔ جب لوگ اس کو اور اس کی فوج کو رخصت کرنے کے لیے گئے تو لوگوں نے اس کے لیے اس طرح کی دعا کی ”صحبك الله و اميدك و ابدك“ یعنی خدا تیرے ساتھ ہو اور فتح اور کامیابی تجھے نصیب ہو اور خدا تیری مدد کرے۔ یزید بن انس نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ”سلو الله لي الشهادة“ تم اللہ تعالیٰ سے میرے شہید ہو جانے کی دعا کرو۔

اس نے خداوند عالم کے عشق اور غم میں اپنے اور اس کی اہل بیت کی محبت سے پردل ہے کہا تھا جب میں دشمن کے روبرو ہوں گا اور اگر فتح مجھے حاصل نہ ہوئی تب بھی اپنی شہادت کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا انشاء اللہ۔ یہ دلیر انسان تین ہزار کا جنگجو لشکر اپنی کمان میں لے کر شہادت کی تمنا کے ساتھ موصل کی سرزمین کی طرف روانہ ہو گیا جہاں ابن زیاد نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑا ڈنڈا لا ہوا تھا۔

مختار کا خط:

مختار نے اسی سپہ سالار کے توسط سے اپنے موصل کے گورنر عبدالرحمن بن سعید کو ایک خط لکھا کہ یزید بن انس کو آزادی دینا تاکہ وہ اپنی ماموریت پر عمل کر سکے۔ والسلام۔ انقلاب کا یہ رضا کارانہ لشکر روانہ ہو گیا اور پہلی رات سوار نامی علاقے میں بسر کی دوسری صبح کو روانہ ہو گئے

اور مدائن میں وارد ہو گئے۔ لشکر نے یزید بن انس سے تیز رفتاری کی شکایت کی اس نے ان کی خواہش پر ایک اور رات مدائن میں انہیں آرام کرنے کے لیے ٹھہرنے دیا اس کے بعد جو فی نامے علاقے سے گزرتے ہوئے اور اذنان کے راستے موصل پہنچ گئے۔ اور بنات نامی نیلے کے نزدیک لشکر کو مستقر کر دیا۔

دشمن کو خبر مل گئی:

ابن زیاد کو انقلابی فوج کے چل پڑنے کی خبر مل گئی اور ان کے ٹھہر جانے کی جگہ سے بھی مطلع ہو گیا اس نے ایک جاسوس کو اس کی فوج کی تعداد اور حالات معلوم کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔ ابن زیاد کو اطلاع دی گئی کہ انقلابیوں کی جنگی فوج کی تعداد تین ہزار کوفہ کے لوگوں پر مشتمل ہے۔ ابن زیاد نے غرور آمیز انداز میں کہا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہیں میں ان کے ہر ایک ہزار کے مقابلے میں دو ہزار آدمی بھیجوں گا۔ اس کے بعد اپنے دو دوست ربیعہ بن عمارق اور عبداللہ بن حملہ غمی کو بلوایا اور ان میں سے ہر ایک کو تین ہزار فوج دی سب سے پہلے ربیعہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے تین ہزار آدمی لے کر چل پڑے اس کے ایک دن بعد عبداللہ بن حملہ کو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ انقلابیوں سے مقابلہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ ان میں سے جو پہلے ان کے مقابلہ میں پہنچ جائے وہ سالار ہوگا اور دوسرا اس کی اطاعت کرے ربیعہ اپنے لشکر کے ساتھ پہلے پہنچ گیا اور اسی بنات نامی نیلے کے پہلو میں جا کر اپنی فوج ٹھہرائی۔

فرماندہ کی بیماری:

مستافانہ انقلابیوں کی فوج کا سردار اور سالار اس خطرناک موقع پر بیمار پڑ گیا اور شاید اس کی بیماری کا سبب اس کا تیز سفر کرنا اور راستے میں آرام نہ کرنا تھا۔ ابو میقل کہتا ہے ہمارا سردار اور سالار جب فجر پر سوار ہو کر لشکر کا معائنہ کرنے نکلا تو وہ

بیمار نظر آ رہا تھا اور اسے دوا دیموں نے دائیں اور بائیں سے پکڑ رکھا تھا اور اس کا خیال رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اپنی فوج کی پریڈ دیکھی اور جب کسی دستے کے آخری نقطہ تک پہنچتا تو ٹھہر جاتا اور بلند ایمانی طاقت سے انہیں آواز دیتا: ”یا شرطہ اللہ اصبر و توجروا و صبروا عدوکم تظفروا قاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفا“ یعنی اے خدا کی فوج صبر کرو تمہیں اجر دیا جائے گا۔ دشمن کے مقابلے میں پامردی اور استقامت کرو تا کہ فتح حاصل کرو۔ شیطان کے لشکر سے لڑو اور جان لو کہ شیطان کا مرکز و راسخ ہوتا ہے۔ اس کے بعد کہا کہ اگر میں مارا گیا تو تمہارا سپہ سالار اور قائم بن عازب ہوگا اور اگر وہ بھی مارا گیا تو پھر تمہارا سپہ سالار عبداللہ بن صمرہ عزری ہوگا اور اگر وہ بھی مارا جائے تو پھر تمہارا سپہ سالار سعد بن ابی سعد حنفی ہوگا۔ ابوصقل کہتے ہیں کہ بخدا میں اس کے ساتھ تھا میں اس کی مرض کی شدت سے اس کے چہرے پر موت کے آثار دیکھ رہا تھا۔

جنگی تیاری:

ابوصقل نے کہا ہے کہ ہمارے بیمار سپہ سالار یزید بن اس نے اپنی فوج کو منظم کیا اور عبداللہ بن حمزہ کو لشکر کے میمنہ پر معین کیا اور سعد بن ابی سعد کو لشکر کے میسرہ پر معین کیا اور قائم بن عازب کو سوار فوج کی کمان دی اور خود اپنے گھوڑے سے اترا اور تخت پر بیٹھ گیا اور پیادہ فوج کی کمان اپنے ذمہ لے لی۔

فوج کو منظم کرنے اور کامل حملہ کی تیاری کے بعد حکم دیا کہ کھلے میدان میں دشمن سے جنگ شروع کر دو اور مجھے پیادہ فوج کے ساتھ آگے لڑنے کے لیے روانہ کر دو اس کے بعد تم اگر چاہو تو اپنے اپنے سپہ سالار کی اطاعت کرو اور لڑائی شروع کر دو اور اگر لڑنے پر حاضر نہ ہو تو پھر فرار کر جاؤ۔ صقل جو اس لڑائی کا عینی گواہ ہے کہتے ہیں کہ لڑائی شروع ہو گئی لڑائی کی ابتدا عرفہ ۶۶ھ میں ہوئی۔ فوج کا چیف کمانڈر اور سپہ سالار جو بیمار تھا بہت مشکل سے تخت پر بیٹھا رہا کبھی

کہتا تھا کہ اس طرف بیٹھوں یا اس طرف بیٹھنا بہتر ہے اور کبھی اسے اتنا شدید درد ہوتا تھا کہ اپنا سر تھوڑی دیر کے لیے تخت پر رکھ دیتا تھا اور تھوڑا سا آرام کر لیتا تھا اور پھر اپنا سر اٹھاتا اور اسی حالت میں لڑائی لڑنے کی نگرانی کرتا تھا اس کی فوج اس کے حکم کے تحت دشمن سے لڑ رہی تھی اور یہ لڑائی اس دن سورج نکلنے سے پہلے رات کی سفیدی میں ہو رہی تھی۔

ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ دشمن کے میسرہ کی فوج ہماری میمنہ کی فوج سے لڑ رہی تھی اور اس کے درمیان بہت سخت جنگ ہو رہی تھی۔ ہماری میسرہ کی فوج نے دشمن کی میمنہ فوج پر حملہ کر دیا اور انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ ورقاء بن عازب نے جو پیادہ فوج کا سپہ سالار تھا پھادی بہادری سے دشمن کے لشکر کے قلب پر حملہ کر دیا اور دشمن نے شکست اٹھائی اور بھاگ نکلا اور ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ دشمن کی فوج تڑپا ہو گئی اور ہم نے ان کے سپہ سالار کے مرکز پر قبضہ کر لیا اور ان کی جہادنی کو حاصل کر لیا۔

دشمن کے سپہ سالار کا قتل:

موسیٰ بن عمر نے کہا ہے کہ شام کی فوج تڑپا ہو گئی تھی میں اپنی شام کی فوج کے سپہ سالار کے قریب پہنچا لوگ اس سے متفرق ہو چکے تھے اور وہ پیادہ ہو چکا تھا اور فریاد کر رہا تھا اے اطاعت کرنے والو اور بات قبول کرنے والو میری طرف آؤ میں تمہارا سپہ سالار ابن عمارؓ ہوں۔ موسیٰ کہتا ہے کہ اسی دوران جب کہ میں کم سال تھا اپنے سپہ سالار کے ڈر کے مارے اس کے پاس کھڑا ہو گیا اچانک شیعوں کے دو آدمی عبداللہ بن ورقاء اسدی اور عبداللہ بن حزمہ عذری نے ہمارے سپہ سالار پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا۔

دشمن کی فوج کی حالت:

شام کی فوج کے سپہ سالار ابن عمارؓ نے اپنے قتل ہونے سے پہلے اور فوج کی

فلکست کہا جانے کے بعد اپنی فوج کو دوبارہ منظم کر لیا تھا۔

عمرو بن مالک نسی نے کہا ہے کہ میں جوان تھا اور اپنے چچا کے ساتھ ابن الحارث کی فوج میں تھا جب ہم کو فوجوں کے آمنے سامنے ہوئے ابن الحارث نے اپنی فوج کو بہت اچھی طرح منظم کیا ہوا تھا اس نے اپنی فوج کے سینہ کو اپنے پیچھے کے سپرد کیا ہوا تھا اور میسرہ کو منہ پر بہ سہلی کے سپرد کیا ہوا تھا۔ اور خود سوار فوج کے ہمراہ لشکر کے سامنے کھڑا ہوا اور بلند آواز سے کہا۔ شاید اتم ان فلاموں کے آمنے سامنے ہو کہ جن کو تم نے آزاد کیا تھا یہ اپنے آقاؤں سے بھاگے ہوئے ہیں تمہاری جگہ ایک ایسے گروہ سے ہے کہ جنہوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے اور دین سے خارج ہو چکے ہیں یہ آزاد اور بے پرواہ لوگ ہیں ان کا کوئی نگاہ بان نہیں ہے یہ عربی زبان نہیں بولتے۔ عمرو کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اپنے لشکر کے سپہ سالار کی باتوں پر یقین کر لیا تھا۔ ہم ان سے لڑ پڑے میں نے جگہ کی گرما گری میں دیکھا کہ عراق کی فوج کا ایک آدمی اپنی تلوار لے کر شام کے فوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور اس طرح کا شعر پڑھنے لگا۔ کہ ہم حکمیت کے حامیوں سے بیزار ہیں اور یہ مذہب ہماری نگاہ میں باطل ہے۔ اس وقت ہماری جگہ انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ عراق کے شیعوں نے ہمیں فلکست دے دی اور ہم فرار ہو گئے اور ظہر کے وقت تک ہم تڑپتے ہوئے تھے ہمارا کما ڈر اور سپہ سالار ابن حنظلہ قتل ہو چکا تھا اور ہماری چھاؤنی عراقیوں کے قبضے میں آ چکی تھی۔

دشمن کی فوج کا دوبارہ منظم ہو جانا:

ابن حنظلہ کی تین ہزار فوج کی فلکست کے بعد اور عمار کی فوج کے قحط پالینے کے بعد عراق کی فوج کے سپہ سالار یزید بن انس نے ہماری فلکست خوردہ فوج کو پیچھے دیکھ لیا۔ اسی اثناء میں ابن زیاد کی فوج کا تین ہزار آدمی پر مشتمل دوسرا دستہ عبداللہ بن حنظلہ کی ہر کردگی میں آ پہنچا ابن حنظلہ کی بھاگی ہوئی فوج کو دوبارہ لوٹا لایا اور پھر انہیں منظم کر کے انقلابی فوج کے

ساٹے مقابلہ کرنے کے لیے سامنے آ گیا اور اسی بات نامی ٹیلے کے پہلو میں آ کر پڑا و ڈال دیا دشمن کی فوج کے سردار عبداللہ نے رات کو اپنی فوج کو آرام کرایا اور صبح کی نماز کے بعد اپنی فوج کو ترتیب دے کر منظم کیا اور یمنہ پرزید بن خزیمہ کو اور ابن قیسرحامی کو لشکر کے میسرہ پر معین کیا اور خود سوار اور پیادہ فوج کی کمان سنبھال کر عراقی فوج کے سامنے آ گیا اور اس دن عید قربان ۶۶ھ کا دن تھا۔

جنگ کا طبل بجایا اور دونوں لشکروں میں ایک خاص اہتمام سے جنگ شروع ہو گئی دشمن کی فوج کا ایک آدمی مرد کہتا ہے کہ اس دن بھی ہم نے بہت بری طرح عراقیوں سے شکست کھائی اور رسوا اور ذلیل ہو کر بھاگے اور ہم نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا اس دفعہ بھی ہماری چھاؤنی شیعوں کے قبضے میں آ گئی اور شام کی باقی ماندہ فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور اپنے آپ کو ابن زیادہ کے لشکر تک پہنچایا اور تمام واقعہ ابن زیادہ سے بیان کیا گیا دشمن کی چھ ہزار فوج نے شیعوں کی تین ہزار مؤمن فوج سے شکست کھائی اور ان کے دوسرے سالار اور سپہ سالار بھی قتل ہو چکے تھے اور ان کی فوج بہت زیادہ تعداد بھی ہلاک ہو چکی تھی۔ موسیٰ بن عامر نے کہا ہے کہ عبداللہ بن حنظلہ جو دوسرے تین ہزار دستے کا سپہ سالار تھا وہ بھی عبداللہ بن قرداد کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور شام کی فوج کو شکست اٹھانا پڑی۔

اسی حالت میں شیعوں کے سردار اور سپہ سالار یزید بن انس کی بیماری شدید ہو گئی اور وہ جان کنی کے عالم میں پہنچ گئے۔ دشمن کے تیس آدمی گرفتار کئے ہوئے یزید بن انس کے سامنے پیش کیے گئے یزید بات کرنے کی طاقت کو چھوچکا تھا اپنے ہاتھ کے اشارہ سے اپنی انگلی اپنے گلے پر رکھی کہ ان کی گردن اڑا دو چنانچہ ان تمام کو قتل کر دیا گیا۔ مختار کی فوج کی جنگ یزید بن انس کی سپہ سالاری میں ابن زیادہ کی فوج سے عرفہ کے دن ۶۶ھ میں واقع ہوئی اور عید کے دن شام کی فوج کے شکست کھانا جانے سے ختم ہو گئی۔

سپہ سالار کی موت:

مختار کی فوج کا بہادر اور نامور سپہ سالار یزید بن انس اپنی بیماری کی شدت سے ابن زیاد کی فوج پر فتح حاصل کرنے کے تیسرے دن اللہ سے جا ملا اور وفات پا گیا اور اپنے مقدس دفاع اور اہل بیت کی محبت اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان خالق جان کے سپرد کر دی۔ (اس کی پاک روح پر خدا کی رحمت نازل ہو)

یزید بن انس مختار کی فوج کے سپہ سالار ہے جس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح نبھایا اور انجام دیا تھا اور دشمن کے لشکر کو جو اس سے دو گنا تھا درس عبرت تھا اور اپنی جان اپنے ہدف پر قربان کر گیا تھا اس کی نماز جنازہ اس کے جانشین و رقاء نے پڑھائی اور اسے اسی جنگ کے میدان میں دفن کر دیا گیا۔ اس کی موت نے فتح کی خوشی کی شیرینی کو جو اس کی شہادت طلب فوج میں موجود ہوئی تھی تلخی میں بدل دیا اور ایک غم و اندوہ اور حسرت اور اشکبار آنکھوں سے انہوں نے اس کے بدن کو خاک کے سپرد کر دیا۔ کفن و دفن کے مراسم کے ادا کرنے کے بعد نئے سپہ سالار نے فوج سے خطاب کیا اور کہا کہ مجھے قابل اعتماد ذریعے سے اطلاع دی گئی ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کے لیے بنو امیہ کے خلیفہ کی طرف سے اسی ہزار فوج ہمارے مقابلہ کے لیے روانہ ہو چکی ہے اب ہمیں اپنی تین ہزار فوج کے ساتھ اتنی بڑی فوج سے جنگ کرنی چاہیے یا اسی کامیابی اور فتح پر اکتفا کر کے واپس مختار کے پاس لوٹ جانا چاہیے تاکہ دیکھیں کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ و رقاء کی گفتگو نے فوج کے درمیان چھ میگوئیاں شروع کر دیں اور ان میں سے اکثر کا خیال واپس لوٹ جانے کا تھا تاکہ اپنی پوزیشن بہتر بنا کر دشمن سے جنگ کریں۔

سپہ سالاروں کا مشورہ:

نئے سپہ سالار نے فوج کے سرداروں اور سپہ سالاروں کو مشورہ کرنے کے لیے اکٹھا کیا اور حالات کو ان کے سامنے بیان کیا اور اس بارے میں ان کی رائے معلوم کی اور کہا کہ

تمہاری کیا رائے ہے اور یہ خیال نہ کرنا کہ میں تمہارا سپہ سالار اور حاکم ہوں نہ بلکہ میں بھی تم میں سے ایک فرد ہوں میری رائے اور فکر تمہاری رائے اور فکر سے بہتر اور بالاتر نہیں ہے تم بتلاؤ کہ ہم کیا فیصلہ کریں؟ انہیں زیادہ ایک عظیم لشکر کے ساتھ ہماری طرف چل پڑا ہے اور اس عظیم لشکر کی اپنے ساز و سامان کے ساتھ ہم نئے لڑنے کے سوا کوئی اور غرض نہیں ہے میری رائے یہ ہے اور میں اپنی اور تمہاری مصلحت اس میں دیکھتا ہوں کہ ہم اپنی اس تھوڑی سی فوج سے دشمن کی اسی ہزار فوج کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ہماری فوج کو ہمارے سپہ سالار کی موت کے زخم نے ان کی روحیت کو کمزور کر دیا ہے اور ایک گروہ جنگ کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہیں اب جبکہ ابھی تک دشمن کی فوج ہم تک نہیں پہنچ پائی یہاں سے واپس چلے جائیں تو دشمن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ انہوں نے اپنے سپہ سالار کے مرجانے کی وجہ سے میدان چھوڑ دیا ہے اور ہمارا سابقہ رعب ان کے دلوں پر برقرار رہے گا کیونکہ ہم اس سے پہلے ان کی فوج کو شکست دے چکے ہیں اور ان کے سپہ سالاروں کو بھی قتل کر چکے ہیں ان کی نگاہ میں ہمارے واپس چلے جانے کا معقول عذر ہمارے سپہ سالار کی موت ہوگی نہ ان سے خوف اور ڈر اور اگر موجودہ حالت میں رہ جائیں اور ان سے جنگ کریں تو یقیناً ہم سب کی جان خطرے میں ہوگی اور اگر ہم نے شکست اٹھالی اور بھاگ گئے تو پھر ہماری پہلی فتح اور کامیابی بے قیمت اور بے ارزش ہو جائے گی۔ میں بہتر یہ دیکھتا ہوں کہ ہمیں وقتی طور سے یہاں سے چلا جانا چاہیے تاکہ کوئی بہتر صورت بعد میں سوچ کر ان سے جنگ کریں ایک سپہ سالار جو بہت غور سے درقائ کی بات سن رہا تھا اس نے درقائ کی تمام گفتگو کی تائید کی اور کہا کہ تم درست کہہ رہے ہو اور کہا کہ اللہ کا نام لے کر اپنی فوج کو واپس جانے کا حکم دو۔ خدا آپ پر رحمت نازل کرے اس طرح سے شیعوں کا طالب شہادت لشکر دشمن پر کاری ضرب لگا کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

یزید بن انس کی موت کا رد عمل:

انقلابی فوج کے واپس لوٹ آنے اور ان کے سپہ سالار کے فوت ہو جانے کو کوفہ میں بہت زیادہ غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ مختار نے خود اس بات کی تحقیق اپنے ہاتھ میں لے لی لیکن کوفہ میں انقلابیوں کے مخالفوں نے مختار اور اس کے شیعوں کے خلاف ماحول خراب کر دیا اور کہنے لگے نہیں یزید بن انس فوت نہیں ہوا بلکہ وہ قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی فوج نے شکست کھائی ہے اور اب وہ واپس آ گئے ہیں۔ مختار خود بھی شک میں پڑ گیا اس نے بہت جلد اپنے معتد جاسوس کو مدائن کے گورنر کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ وہاں جا کر نزدیک سے حالات معلوم کرے۔ اس نے جا کر معلوم کیا تو اسے بتلایا گیا کہ یزید بن انس کی فوج نے فتح حاصل کی ہے اور وہ بیماری کی وجہ سے فوت ہو گیا ہے۔

ابراہیم اشتر کی روانگی:

جب مختار نے کوفہ میں مخالفوں کے اس طرح کے پروپیگنڈے کو دیکھا تو فوراً ابراہیم اشتر کو جو شکست ناپزیر اور تمام فوج کا چیف کمانڈر تھا بلایا اور اسے حکم دیا کہ فوراً سات ہزار تازہ دم فوج لے کر یزید بن انس کی فوج جو واپس آرہی ہے سے جا ملے اور جہاں بھی ان سے ملاقات ہو جائے ان کو بھی اپنی سپہ سالاری میں لے کر وہیں سے دشمن کی طرف چل پڑے۔ ابراہیم بھی بلافاصلہ اپنی فوج کو لے کر چل پڑا اور کوفہ کے نزدیک ایک علاقے میں کہ جسے حمام امین کہا جاتا تھا یزید بن انس کی فوج سے جا ملا۔ اور وہیں ٹھہر گیا تاکہ تمام فوج کو منظم کر کے دشمن کی طرف چل پڑے۔



دسویں فصل

کونہ میں گزرتا

پہلا حصہ

﴿کوفہ میں شورش﴾

یزید بن انس کی موت کی خبر اور مختار کی فوج کے واپس آ جانے اور مخالفین انقلاب کے پریکٹس کی وجہ سے ضد انقلاب کے سرکردہ لوگوں کو فرصت ملی اور انہوں نے مختار کے خلاف خطرناک سازشیں شروع کر دی اور سازش کے لیے کوفہ میں زمین بھی ہموار ہو چکی تھی کیونکہ امام حسین علیہ السلام کے اکثر قاتل کوئی تھے اور کوفہ میں ہی رہتے تھے مختار کا کامیاب ہو جانے کو وہ اپنے لیے خطرناک سمجھتے تھے حالانکہ مختار نے اس وقت تک انہیں معمولی بہانہ بھی نہیں دیا تھا بلکہ وہ اس طرح ظاہر کرتا تھا کہ شام کی حکومت سے جنگ کرنے کے سوا اس کی کوئی اور غرض نہیں ہے یا ان لوگوں سے جنگ کرنا مقصود ہے جو خود اس سے جنگ کرنا چاہیں گے اور دوسرے لوگوں سے وہ معترض نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے باوجود امام حسین علیہ السلام کے قاتل اور دوسرے وہ لوگ جو واقعہ کر بلا میں شریک تھے مختار سے مطمئن نہ تھے خوف اور ڈر کے مارے بظاہر تو مختار کی بیعت بھی کر لی تھی اور اس کا ساتھی ہونے کو بھی ظاہر کرتے تھے لیکن ہر وقت انہیں ڈر رہتا تھا کہ کسی وقت بھی وہ مختار کے دام میں پھنس سکتے ہیں لہذا انہوں نے موجودہ حالات کو اپنے لیے ہموار دیکھا اور مختار کے خلاف ایک نیا محاذ کھول دیا تاکہ مختار کے کام کا خاتمہ کر دیں اور شیعوں کے کامیاب انقلاب کو ختم کر دیں۔ انقلاب کے مخالف اور امام حسین علیہ السلام کے قاتل مختار سے کئی ایک وجوہ سے غضبناک تھے اور اس کے خلاف مناسب وقت کی تاڑ میں تھے تاکہ اس کے خلاف شورش برپا کر دیں۔

(۱) مختار مہل بہت عظیم السلام کا بہت سخت حامی اور محب تھا اور اس نے امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے کی غرض سے انقلاب برپا کیا تھا اور یہ واضح ہے کہ اگر وہ امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینا چاہتے تو ہر اس شخص سے کہ جس کا امام حسین علیہ السلام کے خون بہانے میں دخل تھا اس پر انتقام کی تلوار چلے گی اور اسے چھوڑ انہیں جائے گا۔

(۲) کوفہ کے محروم طبقے اور فقراء بالخصوص موالی اور ایرانیوں کا جو اس وقت تک اپنے حقوق حق سے بنو امیہ کی حکومت اور ابن زبیر کے تسلط میں محروم تھے اور تعصب بڑا دی میں پس رہے تھے ان سب کو کوفہ کے اشراف اور سردوروں کے خلاف غضبناک کر رکھا تھا اور وہ اپنے ان تلخ حقائق کا اظہار کیا کرتے تھے۔

(۳) اگر مختار کا انقلاب کامیاب رہے اور اس کی حکومت دوام پیدا کر لے تو پھر قیمتی تھا کہ محروم طبقے اور شیعوں کا ہاتھ مضبوط رہے گا تو اس حالت میں کوفہ کے بڑے سردار اور اشراف اپنی موت کو قطعی قرار دیتے تھے۔

ان سابقہ بیان کردہ امور کی وضاحت ان بیانات سے ہو جاتی ہے جو انقلاب کے مخالف کوفہ کے سردار دیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ کوفہ میں موجود حالات میں انقلاب کی مخالفت کے رہبر دو منافق چہرے کر رہے تھے۔ ایک عیث بن ربیع جو انقلاب کی مخالفت میں خیانت کا اصلی عنصر تھا۔ ہم یہاں تھوڑا سا اس پلید چہرے کی نقاب کشائی کرتے ہیں تاکہ مختار کے خلاف کوفہ میں شورش برپا کرنے کی اصل حقیقت اور ماہیت واضح ہو جائے۔

عیث کون تھا:

آیت اللہ خوئی عیث کے بارے میں یوں تحریر کرتے ہیں عیث پہلے امیر المؤمنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا لیکن بعد میں خوارج سے مل گیا۔ عیث نے امام حسین علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے شکرانے میں ایک مسجد بنائی تھی۔ اس مطلب کو سالم نے امام محمد باقر علیہ السلام

سے نقل کیا ہے حضرت علیؑ نے لوگوں کو پانچ مسجدوں میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا تھا ان میں سے ایک یہی مسجد تھی کہ جسے حبش نے از سر نو تعمیر کر دیا تھا۔ جن لوگوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت کے لیے مخاطب کیا تھے ان میں سے ایک یہی حبش تھا جو بعد میں امام حسینؑ کا مخالف ہو گیا اور کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ جنگ کی امام حسینؑ نے عاشوراء کے دن اپنے خطبے کے بیان کرتے وقت اسی حبش کو آواز دی تھی اور فرمایا تھا۔ اے حبش بن ربیعہ اور اے حجار بن ابجر اور قیس بن اشعث اور اے یزید بن حارث کیا تم نے مجھے کوفہ آنے کے لیے خط نہیں لکھا تھا؟ ایک دفعہ امیر المومنین علیہ السلام نے حبش سے فرمایا کہ اے حبش اور حریت کے بیٹے تم دونوں میرے بیٹے حسینؑ سے جنگ کرو گے۔

منہاج البربر میں حبش کے بارے میں یوں لکھا ہے کہ حبش بن ربیعہ ہزار چھڑے والا تنکوں حراج انسان تھا اور گھج راستے پر نہیں تھا وہ ایک منافق خونی اور بے باک اور بے پرواہ تھا جو ہر آواز کے پیچھے جاتا اور فتنہ اور فساد کا سردار تھا۔ حبش عمار کے خلاف سازش کرنے میں ان معروف منافقین میں سے ایک تھا اور کوفہ کے بڑے لوگوں کا سر کردہ تھا۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حبش بن ربیعہ تھیں ریاحی کوفہ کے شیعوں میں سے ایک سردار تھا اور حضرت علیؑ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مل کر معاویہ سے جنگ کی تھی حضرت علیؑ علیہ السلام کی حکومت کے آخری دنوں تک گھج راستے پر اور حق کا طرفدار رہا لیکن خوارج کی جنگ میں حضرت علیؑ سے علیحدہ ہو گیا اور خوارج کے ساتھ مل گیا۔ حبش امام حسنؑ کی شہادت کے بعد جب معاویہ کوفہ پر مسلط ہو گیا تو معاویہ سے مل گیا اور معاویہ کے مرجانے کے بعد کوفہ کے ان ہمداروں میں سے ایک تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی لیکن جب ابن زیاد کوفہ پر مسلط ہو گیا تو یہ ابن زیاد کے ساتھ مل گیا اور حضرت مسلم بن عقیل کے ساتھ جنگ کی ابن زیاد کے امام حسینؑ کے خلاف کربلا میں فوج بھیجنے کے وقت یہ حبش بھی ایک

فوج کے دست کا ابن سعد کی طرف سے کمان دار تھا اور کربلا کے واقعہ کے بعد تھوڑا سا پیشیمان ہوا اور اپنے آپ کی ملامت کیا کرتا تھا جب ابن زبیر کوفہ پر مسلط ہو گیا تو یہ بھی ابن زبیر کی حکومت کا طرفدار ہو گیا۔ تو انہیں کے انقلاب میں تو ابین کے مخالفین میں سے تھا اور بالاخر مختار کی ابن مطیع سے جنگ میں حصہ ہی ابن مطیع کی فوج کا سپہ سالار اور سردار تھا اور مختار سے جنگ کی اور جب مختار کا مہاب ہو گیا تو اس نے خوف کے مارے مختار کی بیعت کر لی۔

وہ مخلص شیعوں اور مختار کے انقلاب کی کامیابی سے خوفزدہ تھا اور مناسب وقت کی تاڑ میں تھا کہ جس میں وہ انقلاب اور مختار پر وار کر سکے۔ اس کو یہ فرصت اس وقت حاصل ہو گئی جب مختار کا لشکر یزید بن انس کی سرگردگی میں شام کی حکومت سے لڑنے کے لیے ابن زیاد کے مقابلے میں گیا اور یزید بن انس کے فوت ہو جانے کی وجہ سے واپس کوفہ کی طرف لوٹ آیا۔ مختار کے انقلاب کے شکست کھا جانے کا کوفہ میں منافقین کی طرف سے خوب پروپیگنڈا کیا گیا۔ اس وقت حصہ مختار کے خلاف سازش کرنے کے لیے میدان میں وارد ہو گیا۔

انقلاب کے خلاف پروپیگنڈا:

طبری لکھتے ہیں کہ یزید بن انس کی موت اور ابن زیاد کے مقابلہ مختار کی فوج کی واپسی پر کوفہ میں عکس العمل موجب ہوا کہ کوفہ کے بڑے اور سردار لوگ انقلاب کے خلاف متحد ہو کر سازش کرنے لگے اور انہیں اتنی جرات پیدا ہو گئی کہ انہوں نے اپنا ایک جلسہ منعقد کیا یزید بن انس شام کی فوج سے جنگ میں فوت ہو گیا تھا اور ابن زیاد کے لشکر نے شکست فاش اٹھالی تھی لیکن ان منافقین نے کہنا شروع کر دیا کہ یزید فوت نہیں ہوا بلکہ قتل کیا گیا اور مختار نے ہماری رائے کے بغیر یزید بن انس کو لشکر کا حاکم اور سردار معین کر دیا تھا اور مختار برابر موالی اور غلاموں کو ہم پر ترجیح دیتا جا رہا ہے اور انہیں بہت عمدہ گھوڑوں پر سوار کرتا ہے اور غنیمت اور بیت المال سے انہیں مال دے دیتا ہے مختار کا ایسا کرنا اس کا موجب ہے کہ ہمارے غلام اور زیر دست ہم پر

مسلط ہو چکے ہیں اور ہماری زندگی کو تلخ کر دیا ہے اب ہماری کوئی بھی بات نہیں سنتا لہذا اس کے بارے میں سوچ بچار کرنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ کوفہ کے اشراف اور بڑے لوگ حبش بن ربیع جیسے بڑے آدمی اور رئیس کے ہاں اکٹھے ہوں ان تمام لوگوں نے اس تجویز کو قبول کرتے ہوئے اتفاق کیا کہ وہ حبش کے گھر اکٹھے ہو جائیں گے۔ حبش زمانہ جاہلیت کے ان باقی زندہ رہنے والوں میں سے تھا جو بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔

حبش کے گھر سازش:

مختار کے حلقہ میں سے وہ لوگ جو کربلا کے واقعہ کے اصلی سبب تھے اور خود کوفہ میں ہی رہتے تھے مختار کے انقلاب کے کامیاب ہو جانے سے بہت زیادہ خوفزدہ تھے لیکن انہوں نے مختار کے تسلط حاصل کر لینے کے بعد ڈر کے مارے انقلاب کی حمایت کا اظہار کر دیا تھا لیکن باطن میں اس کے درپے تھے کہ مختار کی پیٹھ میں خنجر ماریں۔ جب مختار کا لشکر اہم اشتر کی کمان میں ابن زیاد کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کوفہ سے روانہ ہو گیا ان منافقین نے اس وقت کو اپنے لیے غیبت شمار کیا اور مختار اور انقلابیوں کے خلاف خوب پروپیگنڈا کیا اور حبش بن ربیع کے گھر میٹنگ کی اور اس کے خلاف سازش کا پلان بنایا۔ انہوں نے اپنے سازش کے پلان کے لیے بہترین وقت کا انتخاب کیا تھا کیونکہ مختار کا لشکر ابن زیاد کے ساتھ جنگ کرنے کی غرض سے باہر گیا ہوا تھا اور کوفہ انقلابی فوج سے بالکل خالی ہو چکا تھا۔ ان کے لیے انقلاب کو ختم کر دینے کا بہترین وقت فراہم ہو چکا تھا ان سازش کرنے والوں کے سردار اور نمایاں شخص شمر بن ذی الجوشن، محمد بن احنف، عبدالرحمن بن سعید جیسے بڑے لوگ تھے۔ انہوں نے حبش کے ساتھ نماز پڑھنے کے بعد اس سے کہا کہ تم خود اچھی طرح جانتے ہو کہ مختار کے مسلط ہو جانے سے ہم پر کیا بدبختی اور فلاکت مسلط ہو چکی ہے ہم سے تمام غلام اور موالی بھاگ گئے ہیں اور مختار سے مل گئے ہیں اور بیت المال انہیں لوہاں اور پست انسانوں میں تقسیم ہو رہا ہے لیکن سب سے ہم یہ کہ ہمیں اس شہر

میں کوئی اس بھی حاصل نہیں ہے اب تم ہی بتاؤ کہ اس بارے میں کیا کرنا چاہیے اس بڑے
نے کوفہ کے ان سرداروں کی گفتگو کو خوب غور سے سنا اور اس کے بعد کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے
اجازت دیں کہ میں عتار سے ملاقات کروں اور ان مسائل اور مشکلات کو اس کے سامنے رکھوں۔
جلسہ میں موجود تمام افراد نے اس کی اس رائے سے اتفاق کیا۔

عتار سے حبش کی ملاقات

منافقین کوفہ کے رہبر اور سرکردہ انقلاب کے مخالف حبش نے عتار سے ملاقات کی
اپنی بات اور اپنے ہم خیال لوگوں کے گلے شکوے عتار کو بیان کیے۔ عتار اپنی ذکاوت اور
ہوشمندی اور عقل کے ذریعے اس کی باتوں کی تہہ تک پہنچ گیا اس حالت میں جب کہ شام کی
حکومت سے جنگ میں الجھتا ہوا ہے اگر اس کے سامنے کوفہ میں ایک اور محاذ منافقین کے خلاف
کھل جائے تو اس سے سخت پریشان ہو گا لہذا عتار نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ حبش کو نرمی اور
مہربانی سے جواب دے اور ناراض لوگوں کو راضی کرے اور وہ جو چاہتے ہیں اس کو بجالائے
بالخصوص غلاموں اور موالی نے عتار کے لیے انقلاب کی مخالفت کو زیادہ بھڑکار رکھا تھا۔ عتار نے
اس سے کہا کہ میں لوگوں کو ان کے غلام واپس لوٹا دوں گا۔ حبش نے موالیوں کے بارے میں
جو اکثر ایرانی تھے اور عتار کی عمدہ فوج تھی یوں کہا کہ آپ نے ان موالی اور غلاموں کو عربوں پر
مسلط کر دیا ہے وہ ایک غلام اور زیر دست تھے ہم نے خدا کے لیے انہیں آزاد کیا تھا آپ نے
اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہیں بیت المال میں ہمارے برابر قرار دیا؟ حبش نے ان کے بارے
میں بہت زیادہ اصرار کیا تو عتار نے اس وقت حبش سے کہا کہ اگر میں موالیوں کو تمہارے
اختیار میں دے دوں اور بیت المال سے اتنا حصہ دوں کہ جس پر تم راضی ہو جاؤ گے کہ میرے
ساتھ مل کر عوامیہ کے خلاف جنگ کرو گے اور ابن زبیر کے ساتھ لڑائی لڑو گے؟ میرے ساتھ
اس بارے میں ایک مضبوط عہد اور بیان باندھو گے؟ حبش نے عتار کے اس قطعی اور محکم سوال

کا کوئی جواب نہ دیا۔ اور کہا کہ آپ مجھے مہلت دیں کہ میں اپنے دوستوں سے اس بارے میں مشورہ کر لوں اور اس کا نتیجہ آپ سے آ کر بیان کروں گا۔ اس وقت مختار سے رخصت لی اور چلا گیا اور ہیبت کی مختار سے یہ پہلی اور آخری ملاقات تھی اس کے بعد پھر وہ کبھی مختار کے پاس نہ گیا۔ اس کے بعد ہیبت نے اپنے منافقین اور انقلاب کے مخالف دوستوں کے ساتھ متعدد میٹنگ کیں مختار کے ساتھ جنگ کرنے کا حتمی ارادہ کر لیا اور مختار کے سامنے ایک اور محاذ کھل گیا۔

شورش کے مقدمات:

تاریخ میں نقل ہوا ہے کہ کربلا کے واقعہ کو وجود میں لانے والے اشراف اور سردار مختار کے خلاف جمع ہو گئے اور اپنے لشکر کو منظم کر لیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ ہیبت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں سے تین آدمیوں شمر بن ذی الجوشن، محمد بن اشعث، عبدالرحمن بن سعید کے ساتھ کعب بن ابی کعب کے پاس گیا جو خود کوفہ کے سردار اور اشراف اور شیعوں کے مخالفین سے تھا اور اسے مختار کے خلاف لڑنے کے لیے دعوت دی۔ ہیبت نے کعب کے گھر منعقد ہونے والی میٹنگ میں اٹھ کر مختصر خطاب کیا اور حمد اور ثناء کے بعد اصل مطلب بیان کیا اور اپنے دوستوں کے ارادے کو جو انہوں نے مختار کے خلاف شورش برپا کرنے کا کر رکھا تھا کعب کو بتلایا اور اس کو دعوت دی کہ وہ بھی ان کے گروہ کے ساتھ مل جائے۔ ہیبت نے مختار اور اس کے کردار کی بہت سختی سے مذمت کی اور بتلایا کہ مختار نے اپنے آپ اس انقلاب کا آغاز کیا ہے اور ہم پر مسلط ہو گیا اور اس نے اوعا کیا کہ وہ محمد بن الحنفیہ کا اس کام کے لیے بھیجا ہوا ہے جب کہ وہ اس میں جھوٹ بول رہا ہے اور محمد بن الحنفیہ نے اسے اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیا ہے مختار ہمیں موالیوں اور غیر عرب کے ساتھ برابری نگاہ سے نہیں دیکھتا یہت المال انہیں دے رہا ہے ہمارے غلاموں کو اس نے ہم سے چھین لیا ہے اور ان کی مدد سے ہمارے خلاف انقلاب برپا کر دیا ہے اور سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ اس

نے اپنے سپاہیہ گروہ کے ساتھ ہمارے بزرگوں کی سیرت کو ترک کر دیا ہے اور یہ اب ہمارے لیے واضح ہو گیا ہے۔

کعب نے شبث جیسے منافق اور اس کے ہمراہوں کی بات کو قبول کر لیا اور صراحت سے ان کی مدد کرنے کی حامی بھری اور ان سے وعدہ کر لیا کہ مختار کے خلاف جنگ کرے گا۔

کوفہ کے اس گروہ نے ایک اور مرد جو کافی اثر و نفوذ رکھتا تھا بنام عبدالرحمن بن عوف اس کے گھر میں اکٹھ کیا اور اسے اپنے ساتھ مل جانے کی دعوت دی اور اس سے بھی چاہا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل کر مختار کے خلاف قیام کرے۔ عبدالرحمن نے ان بڑے لوگوں کی گفتگو سننے کے بعد انہیں یوں جواب دیا کہ اگر تم نے مختار کے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو میں اس سے مانع نہیں ہوں گا اور اگر میری بات کو سنو گے تو پھر تم اس ارادے سے پلٹ جاؤ گے۔ انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیسے؟

عبدالرحمن نے کہا کہ میں تمہارے اکٹھ سے مطمئن نہیں ہوں اور تم حساس موقع پر ایک دوسرے سے متفرق ہو جاؤ گے اور آپس میں اختلاف کرو گے اور ایک دوسرے کو ختم کر دو گے جب کہ خدا کی قسم تمہارے مقابلے میں مختار ہے کہ جس کے ساتھ تمہارے بہادر آدمی موجود ہیں کیا فلاں اور فلاں اس کے ساتھ نہیں ہیں؟ اور پھر غلام اور موالیٰ اس کے حامی اور مددگار ہیں اور وہ متحد اور منظم ہیں اور سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ تمہارے غلام اور نوکر تم سے بہت زیادہ دشمنی رکھتے ہیں ان کا خطرہ تمہارے لیے مختار سے بھی زیادہ یقینی ہے۔ تم نے اپنے دشمنوں کو معمولی سمجھا ہے جب کہ مختار تم عربوں میں سے بہادروں اور عجم کے ملانے سے لڑے گا۔ اس کے بعد عبدالرحمن نے خیر خواہی کے طور سے کہا تم جلد بازی نہ کرو اور تھوڑا سا صبر کرو اور رہنے دو تا کہ مختار شام کی حکومت سے جنگ شروع کر دے اور شام کی با قدرت حکومت مختار کا حساب پاک کر لے گی اور یا مصعب بن زبیر جو بصرہ میں ہے مختار کے لشکر کو شکست دے دے گا ایسی صورت

میں تم اپنے مقصد کو پہنچ جاؤ گے اور تم بغیر کسی جانی اور مالی نقصان کے اپنے دشمن سے نجات حاصل کر لو گے۔ مبر کرو اور جلد بازی سے کام نہ لو۔ عبدالرحمن کی ناامید کرنے والی گفتگو کوفہ کے منافقین کو پسند نہ آئی اور وہ اس کے اس طرح کے اظہار کرنے سے بہت زیادہ ناراحت ہوئے اور کہا کہ بس کرو ہم تجھے خدا کی قسم دیتے ہیں اور تجھے متنبہ کرتے ہیں کہ ہمارے کام میں اختلاف پیدا نہ کرو اور ہمارے بچے ارادے کو کنز ورنہ کرو اور ہمارے گروہ کو متفرق اور متلاشی نہ کرو۔

عبدالرحمن نے جب دیکھا کہ وہ اپنے ارادے پر عمل کرنے کا اصرار کر رہے ہیں تو ان نے اس طرح ظاہر کیا کہ وہ ان کے ارادے کو ختم کر دینے کا قصد نہیں کر رہا اور کہا کہ میں بھی تمہارا ایک فرد ہوں اور اگر تم قیام کرنا چاہتے ہو تو قیام کرو میں تمہارا مخالف نہیں ہوں اور عبدالرحمن بھی ان کے ہمراہ ہو گیا۔ کوفہ کے بڑے لوگوں کے گروہ نے اپنے قصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ اس طرح کی پلاننگ کی کہ تھوڑا سا صبر کرو تا کہ ابراہیم اشتر کا لشکر جو کوفہ سے باہر جا رہا ہے کوفہ سے دور ہو جائے اور شام کی سرحد تک پہنچ جائے اور کوفہ کو ہمارے لیے خالی کر دے اس وقت مختار کے خلاف کارروائی شروع کر دی جائے۔

شورش کے عناصر اور سر کردہ:

کوفہ کے سر کردہ اور اشراف جو تمام کے تمام کربلا کے واقعہ میں دخیل تھے انہوں نے ذی الحجہ ۶۶ھ کے مہینے میں اپنے لشکر کو منظم کیا اور کوفہ میں کہ جس پر مختار مسلط تھا اس کے خلاف شورش برپا کر دی یہ وہ وقت تھا جب مختار کا عہدہ اور بہترین لشکر ابراہیم اشتر کی کمان میں کوفہ سے خارج ہو چکا تھا شورش برپا کرنے والوں میں ہر ایک نے اپنے محلے میں اپنے اپنے گروہ کو مستقر کر رکھا تھا۔ ان کے محلوں میں گروہوں کے مستقر ہونے کی اس طرح سے ترتیب تھی:

(۱) عبدالرحمن بن قیس اپنے گروہ کے ساتھ جو ہمدان قبیلے سے تھے جہان سہج محلے میں مستقر تھا۔

(۲) زحر بن قیس اور اسحاق بن محمد اشعث اپنے گروہ کے ساتھ جہان کندہ میں مستقر تھا۔

(۳) کعب بن ابی کعب جہانہ بشر میں موجود تھا۔

(۴) بشر بن جریہ اپنے حملہ قبیلہ کے ساتھ عبدالرحمن بن سعید کے ہمراہ جہانہ سہج میں مستقر تھا۔

(۵) اسحاق بن محمد اور زحر بن قیس کے گروہ عبدالرحمن بن سعید کے ساتھ جہانہ سہج میں ملے ہو گئے اور وہاں جا کر مستقر ہو گئے۔

(۶) حمیلہ اور خشم قبیلہ کے لوگ عبدالرحمن بن محمد کی سپہ سالاری میں چلے گئے اور آزد محلے میں مستقر ہو گئے۔

(۷) شمر بن ذی الجوشن جہانہ بن سلول میں مستقر تھا۔

(۸) شہب بن ربیع اور سان بن قادمہ اور ربیعہ بن ثروان مصر قبیلہ کے ساتھ کنانہ میں مستقر تھے۔

(۹) حجاز بن ابجر اور یزید بن حارث اپنے ربیعہ قبیلہ کے ساتھ غمافر دشوں کے بازار اور سہ محلے میں محکم تھے۔

(۱۰) عمر بن حجاج زبیدی اپنے حرج قبیلہ اور دوسرے قبائل کے ساتھ جہانہ مراد محلے میں مستقر ہو گئے۔

یمن کے قبیلہ نے عمرو کو پیش کش کی کہ وہ ان کے محلے میں مستقر ہو جائے لیکن عمرو نے ان کی یہ پیشکش قبول نہ کی اور انہیں پیغام دیا کہ تم کو شش اور مدد کرد اور گویا یوں سمجھو کہ میں تم میں موجود ہوں۔ (مطالعہ کرنے والے تم اس ترتیب کو اس نقشے سے ملاحظہ کر سکتے ہیں جو اس کتاب میں موجود ہے) بہر حال غلامہ کے خلاف شورش کرنے والوں کے سردار اور سپہ سالار جو تمام کے تمام کر بلا کے واقعہ میں ذخیل تھے اور جن کے نام اوپر ذکر ہو چکے ہیں کوفہ کے اہم مراکز پر مستقر ہو چکے تھے لیکن ان کی عمدہ فوج سہج میدان میں اکٹھی موجود تھی اور غلامہ کے اس

ضعیف نقطہ سے بہت خوشحال تھے اور اسے امید تھی کہ وہ ان سب کا محاصرہ کر کے ان کا قلع قمع کر دے گا۔

سیح میدان میں موجود شورشی متوجہ ہو گئے تھے کہ مختار سب سے پہلے ان پر حملہ کرے گا لہذا انہوں نے دوسرے شورشی گروہوں شعم اور ازاد اور جملہ کو پیغام بھیجا اور ان سے اصرار کر کے مطالبہ کیا کہ وہ بھی ان کے ساتھ سیح میدان میں آ جائیں چنانچہ یہ قبیلے بھی سیح میدان میں آ گئے مختار ان سے کہ عمدہ شورشی قبائل ایک جگہ اکٹھے ہو چکے ہیں بہت خوشحال تھا کیونکہ وہ ان کا بہتر طریقے سے محاصرہ کر کے قلع قمع کر سکتا ہے۔

مختار کا عکس العمل:

مختار کو اچھی طرح کوفہ کے اشراف کی طرف سے سازش کا علم ہو چکا تھا اور اسے احساس تھا کہ وہ پوری قدرت اور طاقت سے ان کا مقابلہ بغیر ابراہیم اشتر کے نہیں کر سکتا اس لیے اس نے فوراً ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ بہت تیز رفتاری سے ابراہیم اشتر کے پاس چلا جائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ وہ جتنا جلدی ہو سکے کوفہ واپس آ جائے۔ جس آدمی کو مختار نے ابراہیم کے پاس روانہ کیا تھا وہ مختار کا دوست عمرو بن نوفہ تھا۔ مختار نے اسے تاکید کی تھی کہ بہت تیزی سے اپنے آپ کو ابراہیم کے پاس پہنچاؤ اور مختار کا خط اسے پہنچا دے اور اسے یہ پیغام بھی دے کہ خط کے ملنے کے فوراً بعد بغیر مہلت کے اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔

مختار اور اس کے یارہ انصار بہت سختی سے دشمن کے محاصرے میں واقع ہو چکے تھے اور کوفہ کے حالات بہت زیادہ حساس اور خطرناک ہو چکے تھے اور جلدی بازی بغیر سوچ سمجھے کوئی بھی اقدام مختار اور اس کے مددگاروں پر سخت گراں ہو سکتا تھا۔ لہذا مختار نے اس طرح کا پلان ترتیب دیا کہ دشمن اور شورشیوں کو مشغول رکھا جائے تاکہ ابراہیم کی فوج کوفہ میں واپس آ جائے۔ مختار نے سب سے پہلے اپنے کسی رد عمل کے اظہار کیے اور مسلح اقدام کے بغیر اپنی طرف سے چند

نمائندے اپنے مخالفین کی طرف روانہ کیے اور انہیں پیغام دیا کہ شورش اور قیام کرنے سے کیا تمہارا مقصد اور غرض کیا ہے؟ تم اپنے مطالبات مجھ سے بیان کرو میں انہیں پورا کر دوں گا۔

لیکن شورش اپنی حالت کو دیکھتے ہوئے اتنے مغرور ہو چکے تھے اور اپنے خیال میں اپنی جنگ میں عیار کو محاصرے میں لے چکے تھے لہذا صراحت سے عیار کو جواب دیا کہ ہم تم سے چاہتے ہیں کہ تم یہاں سے نکل کر چلے جاؤ اور انہوں نے تاکید کی تم جھوٹ بولتے ہو اور تم جناب محمد بن الحنفیہ کے نمائندے نہیں ہو اور تم نے اپنی طرف سے انقلاب کیا ہے اور ابن الحنفیہ تمہیں قبول نہیں کرتے۔ عیار نے اپنے ان مخالفوں کو جواب دیا کہ جس طرح تم نے بیان کیا ہے یوں نہیں ہے بلکہ میں اہل بیتؑ اور محمد بن الحنفیہ کی طرف سے مامور ہوں اور اگر تم میری بات کو نہیں مانتے ہو تو ایک یا چننا آدمی مدینہ روانہ کر دو تا کہ وہ جا کر اس مسئلے کی تحقیق کریں اور محمد بن الحنفیہ سے ملاقات کریں کہ آیا میرا دعو اور کہا درست ہے یا نہ؟ عیار کا قصد اس طرح کے نقشے سے یہ تھا کہ دشمن کو الجھائے رکھے تا کہ ابراہیم اشتر کو فہم پہنچ جائے۔ عیار نے اپنے مددگاروں اور دوستوں کو سختی سے تاکید کی کہ وہ اپنی طرف سے کسی بھی درگیری اور زور و خور سے پرہیز کریں۔

عیار محاصرہ میں:

عیار کے مخالف اور ضد انقلاب سر کردہ اشراف نے تمام محلوں اور مراکز کو کنٹرول کر لیا تھا اور تمام راستے اور میدان اور دروازے ان کی طرف سے بند کیے جا چکے تھے اور دارالامارہ جو شہر کے وسط میں تھا اور عیار اور انقلابی لشکر وہاں موجود تھا پوری طرح سے محاصرہ میں آ گیا تھا محاصرہ اتنا شدید تھا کہ عیار اور اس کے مددگاروں کے لیے خوراک وغیرہ کا حاصل کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ کبھی شورشیوں کی غفلت کی وجہ سے کچھ خوراک اور آب و دانہ حاصل کر لیتے تھے حالات بہت زیادہ سخت اور پریشان کن ہو گئے تھے عیار کسی طرح سے بھی حاضر نہ تھا کہ ابراہیم اشتر کے

آ جانے کے بغیر شورشوں سے جنگ شروع کر دے لیکن محاصرے کی شدت نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے بہت تھوڑے انقلابیوں کے ذریعے شورشوں سے جنگ شروع کر دے اور یہ بھی مختارؓ کے ایک چال تھی تاکہ دشمن کو مشغول رکھے تاکہ ابراہیم اشتر کو فہم پہنچ جائے۔

شورشوں کا لشکر ان سرداروں کی سرکردگی میں جو کربلا کے واقعہ میں دخیل تھے پوری طرح مختارؓ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو چکا تھا اور ہر وقت دارالامارہ کے دشمن کے قبضے میں چلے جانے کا خطرہ پیدا ہو چکا تھا اور مختارؓ اور اس کے دوستوں کے قتل کیے جانے کا بھی خطرہ موجود تھا مختارؓ بڑی ہوشمندی اور سیاست اور سکون سے دشمن کو یکدم حملے کو دینے سے روکے ہوئے تھے صرف مختاری زدو خور مختارؓ کی طرف سے دشمن کو مشغول رکھنے کے لیے وجود میں آئی اور وہ عبداللہ بن سبیح کا ایک گروہ انقلابیوں سے جو شاہ کی کمان میں تھے درگیر ہوا اور ایک گروہ عقبہ بن طارق جشمی کا عبداللہ کی مدد کے لیے آیا اور انہوں نے اپنے لیے سبیح میدان تک جانے کے لیے راستہ کھلوا لیا اور دونوں گروہ سبیح میدان میں پہنچ گئے۔ عبداللہ کا گروہ یعنی شورشوں کے ساتھ سبیح میدان میں مستقر ہو گیا اور عقبہ بن طارق کا گروہ جو قیس قبیلے پر مشتمل تھا وہ بنی سلول کے میدان میں چلا گیا۔

شر بن ذی الجوشن پست فطرت انسان جو کربلا کے واقعہ میں امام حسینؑ کا قاتل تھا اور اب کے شورشوں کا سپہ سالار شمار کیا جاتا تھا اس نے تمام گروہوں کے منظم کرنے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی ہوئی تھی۔

یونس بن اسحاق کہتے ہیں کہ شر بن ذی الجوشن یعنی شورش کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اگر تم ایک وسیع اور کھلے میدان میں مستقر ہو سکتے ہو تو ہم دو پناہ گاہوں کی وجہ سے مختارؓ کے لشکر کے حملے سے محفوظ ہو جاتے اور میدان کے ایک طرف کوڑائی کے لیے کھول دیتے اور پیچھے کی طرف سے ہم مطمئن ہو جاتے اگر تم یہ کام کر لو تو میں تمہارے ساتھ ہو جاتا ہوں ورنہ نہیں؟

اس کے بعد فریاد کی بھڑا میں اس جگہ اور کوچہ کوچہ میں جنگ نہیں کرونگا۔ شہر اس پرانی گروہ سے جدا ہو گیا اور اپنے مرکز بنی سلول کے میدان میں واپس لوٹ آیا۔ شورشی سو فیصدی مختار اور اس کے تھوڑے سے مددگاروں کے خلاف جوان کے محاصرے میں آچکے تھے کسی وقت بھی جنگ کر سکتے تھے اور مختار کا تازہ انقلاب جمابھگی اپنے مقصد یعنی امام حسینؑ کے قاتلوں سے خون کا بدلہ لینا تھا حاصل کیے بغیر شکست کھا کر ختم ہو جانا اچانک خبر ملی کہ ابراہیم اشتر اور اس کی فوج شہر کے نزدیک پہنچ چکی ہے۔

ابراہیم اشتر کا کوفہ پلٹ آنا:

ابراہیم اشتر اور اس کی فوج کے کوفہ میں واپس لوٹ آنے کی خبر نے مختار اور اس کے مددگاروں کے دلوں کو خوشی کی ایک لہر دوڑادی اور اس سے شورشیوں اور مخالفوں کے دل پر سخت خوف طاری ہو گیا۔ مختار کے بھیجے ہوئے انسان نے بہت تیزی سے اپنے آپ کو ابراہیم تک پہنچایا اور اس سے رابطہ کے علاقے میں جا ملا اور اسے مختار کا کوفہ کے حالات متغیر ہو جانے اور فوراً کوفہ واپس لوٹ آنے کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ ابراہیم نے اسی رات بلافاصلہ اپنے لشکر کو کوفہ واپس چلے جانے کا حکم دے دیا اور ایک دن رات میں بغیر کہیں رکے سفر طے کیا۔ رات کے اول حصے میں مختار نے اپنی فوج کو مختصر آرام کرنے کی غرض سے سہلت دی تاکہ فوج اپنی تھکاوٹ دور کر لے اور تھوڑا سا آرام کر لے اور اپنے گھوڑوں کو گھاس وغیرہ کھالیں اور پھر فوراً حرکت کر دیں۔ رات کے بقیہ حصے میں انہوں نے سفر کرنا شروع کر دیا اور صبح سوار کے مقام پر جو کوفہ کے نزدیک تھا پہنچ گئے۔ ابراہیم نے صبح کی نماز اپنی فوج کے ساتھ پڑھی اور اس کے بعد پھر سفر کرنا شروع کر دیا اور ظہر کے بعد عصر کی نماز کوفہ شہر کے دروازے باب الجسر محلے میں آ کر پڑھی اور غروب کے نزدیک ابراہیم کی فوج اس کے حکم سے کوفہ شہر میں وارد ہو گئی اور مسجد کوفہ میں دارالامارہ کے نزدیک مستقر ہو گئی۔ ابراہیم نے عمدہ جنگی فوج کا دستہ مسجد میں مستقر کر دیا اور

رات سے صبح تک وہیں قیام کیا۔ صبح کے وقت مختار اور اس کے مددگار قوت قلب کے ساتھ بر ملا مسجد میں وارد ہوئے مختار منبر پر گیا اور حاضرین سے خطاب کیا۔

دشمن کی چال:

ابراہیم اور اس کی فوج کے کوفہ میں آ جانے سے کوفہ کے اشراف اور سرداروں کی جو مختار کے انقلاب کے مخالف تھے اور شورش برپا کرنا چاہتے تھے چال ناکام ہو گئی ان کو امید تھی کہ ابراہیم کے کوفہ سے غائب ہونے کے زمانے میں مختار کی باقی ماندہ مختصر فوج سے جو محاصرے میں آج کی تھی جگ کر کے اسے شکست دے دیں گے لیکن اب پلان تبدیل ہو چکا تھا کیونکہ ابراہیم اپنی فوج کے ساتھ کوفہ میں داخل ہو چکا تھا اور یہ شورشوں کے لیے کامل طور سے موجب نقصان اور ضرر تھا لہذا کوفہ کے شوشی اشراف میں سے حبیب بن ربیع نے ایک اور چال اور حیلہ بنایا تاکہ مختار کو دھوکہ دے کر ایک اور فرصت کا زمانہ حاصل کر سکے اور وہ یوں کہ مختار کو یقین دلائے اور فریب دے کہ ہم تم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے تھوڑے سے آدمیوں نے ہیا ہو کی تھی جو خود بخود ختم ہو چکی ہے تاکہ اس حیلے سے مختار کو فریب دے اور مختار پھر سے ابراہیم اشتر کو شام کی حکومت سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کر دے تاکہ پھر حالات مخالفین کے لیے سازگار ہو جائیں اور وہ مختار کو ختم کر دیں حبیب یہ منافق کئی چہرے والا خطرناک انسان نے اسی دن کہ جس دن ابراہیم کوفہ میں وارد ہوا تھا اور حالات شیعوں کے لیے سازگار اور مفید ہو چکے تھے ایک پیغام اس مضمون کا مختار کے لیے اپنے بیٹے عبدالمومن کے توسط سے بھیجا کہ ہم تیرا قاتل و بازو اور قہیلہ ہیں اور بخدا ہم تم سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تم ہم پر احمدا کرو۔

حبیب کا یہ فریب آور پیغام سوائے ایک چال کے اور کچھ نہ تھا اور اس کے ذریعے وہ کوفہ کے اشراف کو نجات دلانا چاہتا تھا اور بقول ابن جہف کے اس کا یہ ایک جال تھا لیکن مختار اپنی اس ہوشمندی اور مدبرانہ سوچ سے جو وہ رکھتا تھا اس کے اس جال میں نہ پھنسا اور اس سے دھوکا نہ

کھایا اور شہد کے اس پیغام کو کوئی اہمیت نہ دی اور ان سے جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔
شورشیں کے درمیان اختلاف:

کوفہ کا شہر حوادث اور انقلابات کا مرکز رہا ہے۔ کوفہ کے اشراف اور سردار جو امام حسینؑ کے قاتل اور کربلا کے واقعہ میں ذخیل تھے ان کی شورش ایک طرف اور ادھر سے مختار اور ابراہیم اور شیعوں کے مضبوط اقدام کر دینے کی وجہ سے کوفہ ایک دفعہ پھر جنگ کے دہانے پہنچ گیا۔ کوفہ کے شورشوں کی اکثر فوج اور فوری سیاح میدان میں مستقر تھی اور ان میں سے زیادہ یمن قبیلے کے لوگ تھے ان کا نماز کی امامت کرانے میں یمنی شورشوں سے اختلافات ہو گیا اور قریب تھا کہ ان کی آپس میں جنگ ہو جائے عبدالرحمن بن ملجم کے درمیان میں پڑ جانے سے ان کا اختلاف دور ہو گیا عبدالرحمن نے آواز دی کہ یہ تو اختلاف کا آغاز ہو گیا ہے آؤ ہم سب مل کر اس کے ساتھ نماز پڑھیں کہ جس کی تمام حمایت کرتے ہیں اور وہ کوفہ والوں کا قاری ہے اور وہ راعہ بن شداد عثمانی ہے۔ یہ شخص شورشوں کی جنگ سے پہلے مختار کے ساتھ تھا اور امامت کرنا تھا۔

ایک اچھی خبر:

انس بن عمرو نے کہا ہے کہ میں یمنی شورشوں کے لشکر میں تھا ان میں اس پر بحث شروع ہو گئی کہ اگر مختار کی فوج نے معز قبیلہ پر حملہ کر دیا تو انہیں اس کی مدد کے لیے جلدی جانا چاہیے اور اگر مختار نے یمنی قبیلہ پر حملہ کر دیا تو معز کی قبیلے کو ان کی مدد کے لیے آنا چاہیے۔ مختار کے ایک خاص معتمد دوست نے ان کی یہ گفتگو اور معاہدے کو سنا اور فوراً مسجد میں آ گیا اس وقت مختار منبر پر تھا اور حملہ کرنے کی ترغیب دینے کا فیصلہ کرنے والا تھا اس نے فرصت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور فوراً منبر کے زینوں پر چڑھ کر اس واقعہ کی تفصیل مختار کو بتلا دی۔ مختار اس خبر کے سننے سے بہت خوشحال ہوا اور خبر دینے والے کو اپنی شفقت اور محبت کا مورد قرار دیا اور اٹھارہ لاکھ دینار

کہ میں دونوں قبیلوں کو اچھی طرح جانتا ہوں ان کی ایک طرف سے بات تو درست ہے یعنی اگر معمری قبیلے پر حملہ ہوا تو یعنی قبیلہ ان کی مدد کو پہنچے گا کیونکہ ان کا ان سے عہد و پیمان ہے لیکن میں مطمئن ہوں کہ اگر یعنی قبیلے پر حملہ ہوا تو معمری قبیلہ ان کی مدد کو نہیں آئے گا۔



دوسرا حصہ

﴿ کوفہ میں جنگ ﴾

مختار نے اپنے لشکر کو منظم کرنے کے بعد کوفہ کے مخالفین کی سرکوبی کے لیے اقدام شروع کر دیا اپنی فوج کے دویم حصے بنائے اور کئی ایک چھوٹے گروپ تشکیل دیئے۔ فوج کے ایک اہم حصے کی کمان ابراہیم اشتر کے سپرد کی اور دوسرے حصے کی کمان خود سنبال لی۔ مختار نے اپنی فوج کے بازار اور مسجد کے اطراف میں معین گروہوں کا معائنہ کیا اور ابراہیم اشتر سے کہا۔ ابراہیم دشمن کی عمدہ فوج دو علاقوں میں ہے اور اس میں دو ہی قبیلے موجود ہیں ایک معمر کا قبیلہ اور دوسرا یعنی قبیلہ اب تم ان میں کس سے لڑنے کو اختیار کرتے ہو؟ کیا معمر قبیلے سے جنگ کرنے جاؤ گے یا یعنی قبیلے سے؟ ابراہیم نے بڑے احترام اور مختار کے مرتبے کا خیال رکھتے اور اس کے مرتبے کی حفاظت کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے کوئی فرق نہیں ہے کہ جس کے مقابلہ کا آپ حکم دیں گے انہیں سے لڑوں گا۔

مختار جنگی امور میں ایک مدبر اور پختہ کار انسان تھا تھوڑے سے غور کرنے کے بعد

ابراہیم کے جواب میں کہا کہ تم معقلہ کی طرف جاؤ جو کنارہ محلے میں مستقر ہے اور میں یعنی قیلے کے مقابلے میں جاتا ہوں جو میدان سطح میں موجود ہیں اور یہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ معقلہ قیلے کی پہ سالاری عصف بن رستمی اور محمد بن عیمر کے سپرد ہے۔ مختار نے یہاں بہت ہی عاقلانہ فکر کی کیونکہ یعنی قیلے کے ابراہیم اشتر کے قیلے سے روابط موجود تھے اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ ابراہیم کے اپنے قیلے سے روابط جو یعنی تھے اس کا سبب نہ بن جائیں کہ ابراہیم ان پر زیادہ شدت سے حملہ نہ کرے اسی لیے ابراہیم کو یعنی قیلے سے لڑنے سے دور رکھا اور خود ان کے مقابلے کے لیے چلا گیا اور ابراہیم اور اس کی فوج کو معقلہ کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا۔

فوجوں کا صف آراء ہو جانا:

ابو جناب کلی نے کہا کہ مختار اور اس کی فوج یعنی قیلے سے مقابلہ کرنے کے لیے چلی گئی مختار یعنی قیلے سے زیادہ متفرق تھا اور ان پر بہت زیادہ سختی سے پیش آتا تھا اور وہ طبیعت کے لحاظ سے بھی دشمنوں پر سخت مزاج اور سخت گیر تھا۔ ابراہیم اپنی فوج کے ساتھ معقلہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابو جناب نے کہا کہ مختار عمر بن سعد کے گھر کے نزدیک محلے میں جب دشمن کے نزدیک پہنچا تو اپنے لشکر کے دو حصے کر دیئے ایک حصہ کی کمان احمد بن حمید کو دے کر دشمن کے لیے بھیجا اور دوسرے حصے کی کمان عبداللہ بن کامل کو دے کر دشمن کی دوسری طرف روانہ کر دیا اور ان دونوں کی خود راہنمائی کرتے ہوئے کہا کہ کوئی راستے سے جاؤ تاکہ میدان سطح تک پہنچ جاؤ اور پھر دشمن سے رو برو ہو کر جنگ کر دو اور ان دونوں کو خصوصی طور سے کہا کہ مجھے شان قیلے نے خبر دی ہے کہ وہ بھی دشمن سے پیچھے کی طرف سے حملہ کر دیں گے۔ یعنی قیلے کی فوج مختار کی فوج کے آجانے سے مطلع ہو گئی اور انہیں معلوم ہوا کہ اس پر کئی طرف سے حملہ کیا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ محاصرے میں واقع ہو جائیں لہذا انہوں نے اپنی فوج کی تقسیم بندی کی ایک گروہ کو عبدالرحمن بن سعید اور اسحاق ابن عصف اور زحر بن قیس کی کمان

میں دے کر مسجد کو اور میدان میں مستقر کر دیا اور ایک دوسری گروہ کی عہد ارض بن بھٹ اور شیر بن جریر اور کعب بن ابی کعب کی کمان میں میدان اور کوچے کے اس طرف جو فرات کی طرف جاتا تھا مستقر کر دیا اور تمام لشکر جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا۔

وشن کی وقتی فتح:

پورے زور شور سے جنگ شروع ہو گئی ایک دفعہ پھر کوفہ حق و باطل کی جنگ کا میدان بن گیا ایک طرف شیعہ اور اہل بیت عظام کے طرفداروں اور امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لینے والوں کا لشکر جس کی اکثریت موالی اور قلام اور کنزور طبقے کے لوگ تھے لیکن ان کے دل ایمان اور اخلاص اور اہل بیت عظام کی محبت سے پر تھے ان کے مقابلے میں دوسری طرف کوفہ کے منافق اشراف اور سردار کہ جن کے منافع خطرے میں تھے اور مقام اور منصب کے چلے جانے کا ان کو خوف تھا اور ان کے اکثر افراد وہ تھے جو امام حسین علیہ السلام کے قاتل اور واقعہ کربلا کو دھولانے والے تھے مگر چہ ان کے بعض افراد نے عمار کے انقلاب کے کامیاب ہو جانے کے اوائل میں عمار کی بھی بیعت کر لی تھی لیکن انہوں نے عمار کی بیعت کو توڑ دیا اور ایسا کرنا کوفہ والے لوگوں سے کوئی تعجب خیر بات نہیں ہے کیونکہ ان کا عہد ٹکنی کرنا ان کے لیے پہلی یا آخری دفعہ کی بات نہیں ہے کئی دفعہ وہ ایسا غیر انسانی اور ضد اسلام برا اور منافقانہ اور ابن الوثقی کام انجام دے چکے ہیں۔

ابو جناب نے جو اس جنگ کے مبنی گواہ ہیں کہا ہے کہ بہت سخت جنگ ہوئی اور اس دن جنگ کی آگ کوفہ کے ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ شور شیعوں نے بہت زیادہ مقاومت اور مقابلہ کیا کہ جس کی وجہ سے عمار کے کمان دار ابن حمیط نے شکست کھائی اور پیچھے ہٹ گیا اور عبداللہ بن کمال کی کمان کی فوج کی حالت بھی ابن حمیط سے بہتر نہ تھی۔ جب عبداللہ بن کمال نے اس طرح کی حالت دیکھی تو فوراً ایک آدمی عمار کے پاس روانہ کیا۔ عمار نے اس سے پوچھا

کہ کیا خبر ہے؟ اس نے جواب دیا۔ اے امیر! ہم نے گھست کھائی ہے اور وہ کامیاب ہو گئے ہیں۔ اللہ نے آرام اور تھوڑی سی پریشانی سے کہا کہ ابن ہبید کے گروہ کا کیا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے بھی ہماری طرح گھست کھائی ہے میں نے اس کی فوج کو دیکھا کہ وہ تہہ گو مسجد کے نزدیک پیادہ ہے اور دشمن سے لڑ رہا ہے ہم اس سے جدا ہو گئے ہیں۔ ابن کمال کا گروہ متفرق ہو چکا تھا انہیں اپنے سپہ سالار کی خبر نہ تھی اور بغیر سپہ سالار کے کھڑے ہوئے تھے ابو جناب کہتے ہیں کہ عطار نے آواز دی اور کمال کے متفرق گروہ سے کہا کہ حرکت کرو اور دنیا کو آگے آنے سے روکو۔ خود عطار نے انہیں عبداللہ ثقفی، عبداللہ بکلی کے گھر کے نزدیک محلے تب راہنمائی کی اور پھر چار سو آدمیوں کا دستہ عبداللہ بن قراذخی کے سرکردگی میں ان کی مدد کے لیے روانہ کیا اور عبداللہ سے کہا کہ تو اپنے آپ کو عبداللہ کمال تک پہنچا دے اور اگر وہ زندہ ہوا تو تم اس کے زیر فرمان ہو کر سخت مقابلہ کرنا اور صرف سو آدمی اپنے ہمراہ لیے رہنا اور باقی آدمیوں کو عبداللہ کمال کی کمان میں دے دینا اور انہیں تاکید کرنا کہ وہ کمال کی اطاعت کریں اسی میں میری خوشنودی ہے اور اگر ابن کمال قتل ہو چکا ہو تو تم تمام فوج کی سپہ سالاری اپنے ذمہ لے لینا اور اگر ابن کمال زندہ ہوا تو اپنے سو آدمیوں کے ساتھ قطن بن عبداللہ حمام کی جانب سے میدان سحیح کی طرف پیش قدمی کرنا جو دشمن کے لشکر کا مرکز ہے۔

ابو جناب کہتا ہے کہ عبداللہ قراذخی نے اپنے آپ کو اپنی فوج کے ساتھ ابن کمال کی فوج کے مرکز تک پہنچا دیا اور دیکھا کہ ابن کمال زندہ ہے اور عمرو بن حریث حمام کے سامنے اپنی فوج کا مرکز قرار دیا ہوا ہے اور اپنی فوج کو سخت لڑائی لڑنے اور استقامت کا کہہ رہا ہے۔ عبداللہ نے عطار کے حکم کے مطابق تین سو جنگجو ابن کمال کے اختیار میں دے دیئے اور خود ایک سو آدمی لے کر میدان سحیح کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے اس کے اطراف سے کوچوں سے چلنا شروع کیا یہاں تک کہ عبداللہ کی مسجد تک پہنچ گیا اور اپنے دوستوں سے کہا۔ اب تمہاری کیا رائے

جہانپوں نے کہا کہ ہم تیرے حکم کے تابع ہیں جو تم حکم دو گے۔ عبداللہ نے کہا بخدا میری آرزو یہ ہے کہ مختار کا مایاب ہو جائے لیکن میرا دل نہیں چاہتا کہ میرے قبیلے کے بزرگ اس جنگ میں مارے جائیں۔ بخدا میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ خود قتل ہو جاؤ لیکن میرے قبیلے کے افراد میرے ہاتھ سے قتل نہ ہوں۔ تھوڑی سی فکر کے بعد کہا۔ تھوڑا سا صبر کرو۔ قرار یہ تھا کہ شام قبیلے کے لوگ پیچھے سے حملہ کریں گے اگر وہ ایسا کر لیں تو اس سے اور کیا بہتر ہے اور ہم اپنے قبیلے سے جنگ کرنے سے بچ جائیں گے اور ہمارا عذر قبول ہو جائے گا۔ عبداللہ کے ساتھیوں نے کہا رائے آپ کی رائے ہے۔ اس طرح سے عبداللہ شورشیوں کی فوج سے نہ لڑا اور وہیں عبدالقیس کی فوج کا انتظار کرتا رہا تا کہ شام قبیلہ حملہ کر دے مختار نے ابن ہمیٹ کے کردہ کو دوبارہ منظم کیا اور ایک دلیر اور بہادر انسان مالک بن عمر و نہدی کو دوسرا آدی پیادہ اور عبداللہ بن شریک نہدی کو دوسرا آدی سوار ابن ہمیٹ کی مدد کے لیے جو شکست کھا چکا تھا اور قریب تھا کہ دشمن ان پر پوری طرح مسلط ہو جائے بھیج دیا اس مددگار فوج آ جانے پر ابن کمال کی حالت تبدیل ہو گئی۔ ابن ہمیٹ اور اس کی فوج بہت سخت مقابلہ کر رہی تھی اور ان میں تازہ جان آگئی اور سخت لڑائی ہوئی۔

کنانہ کی جنگ:

حناہین اور شورشیوں کی عمدہ فوج کو ف کے دواہم مقامات پر مستقر تھی۔

(۱) میدان اور صحرا سبج (۲) میدان اور صحرا کنانہ

ذکر کیا جا چکا ہے کہ مختار کی فوج دو حصوں میں تقسیم کر دی گئی تھی ایک لشکر مختار کی کمان میں میدان سبج میں دشمن کی فوج کی سرکوبی کے لیے محین کیا گیا تھا اور دوسرا حصہ ابراہیم اشتری کمان میں مصر قبیلے کے مقابلے کے لیے میدان کنانہ کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ مختار نے اپنی پہلی شکست کو مدد کے بھیج جانے کی وجہ سے تدارک کر لیا اور دشمن سے سخت جنگ کی۔ ابراہیم کے لشکر نے جیسا کہ اسے حکم دیا گیا تھا کنانہ میدان کی طرف روانہ ہو گیا اور مصر قبیلے کے مقابلے

میں کہ جس کی فرماندگی شہد بن ربیعہ بن عقیل کا سردار کر رہا تھا اور اس کے ساتھ حسان بن فاہد عسی بھی تھا جنگ کرنے لگا معمری قبائل کی فطری بہت زیادہ تھی اور تمام کے تمام شہد بن ربیعہ کی کمان میں تھے۔

ابراہیم جب دشمن کے مقابل گیا تو خدا کی قسم اٹھائی اور ان سے کہا کہ میں حاضر نہیں ہوں کہ تمہارا ایک آدمی بھی میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے جنگ کرنے سے باز آ جاؤ اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ لیکن معمری قبیلے نے غرور اور تکبر کی وجہ سے ابراہیم کی اس پیشکش کو رد کر دیا اور ابراہیم کی بہت سخت جنگ شہد کی سپہ سالاری میں معمری قبیلے سے ہوئی اس واقعہ بھی ابراہیم مرد میدان اور بہادر انسان نے ان شورشیں اور مخالفین کو بہت سخت شکست دی اور انہیں ذلت آمیز شکست دے کر ان کا قلع قمع کر دیا۔

فتح کی بشارت:

ابراہیم نے معمری قبیلے کی شکست کی خبر فوراً مختار کو دی اس خبر نے انقلابیوں کے درمیان ایک عجیب سا بھجان پیدا کر دیا اور مختار نے فوراً بلا فاصلہ ابن حنیفہ اور عبداللہ کمال کی کمان میں موجود فوج کو میدانِ سیح کی طرف روانہ کر دیا اور انہوں نے اپنے دشمن یعنی فوج کے مقابلے ”البشارۃ البشارۃ“ کے نعرے لگانے شروع کر دیے اور کہنا شروع کر دیا کہ معمری قبیلے کے لوگ شکست کھا چکے ہیں اور ابراہیم کی فوج نے فتح پالی ہے۔ اس خبر نے مختار کی انقلابی فوج کو اپنے ہدف حاصل کرنے کے لیے مستحکم کر دیا اور سیح میدان میں جنگ کمال طریقے سے انقلاب کی فتح میں تمام ہو گئی۔

شام کا گروہ جنگ میں وارد ہو گیا:

بیان ہو چکا ہے کہ یہ بڑے پانچا تھا کہ شام کا قبیلہ شورشیں پر پیچھے سے حملہ کریں گے لہذا اشبان قبیلے کے ایک جہاندیدہ جنگی امور کے ماہر بوڑھے ابو القلوں کی سپہ سالاری میں

میدانِ معرکہ میں وارد ہو گیا لیکن جنگ میں وارد ہونے سے پہلے قبیلے کے چند افراد نے ابو القلوص سے کہا کہ یہ درست نہیں کہ ہم اپنے قبیلے یعنی سے جنگ کریں بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی قبیلے مصریوں سے یا ربیعہ قبیلے سے لڑیں۔

ابو القلوص نے جو اس قبیلے کا سردار اور رہبر تھا ان کو جواب دینے میں سکت رہا اور جواب نہ دیا انہوں نے کہا اے ابو القلوص آخر آپ کیا کہتے ہیں اور آپ کی کیا رائے ہے؟ اس نے ان کے جواب میں کہا کہ قرآن مجید یوں کہتا ہے کہ: ”فَاتْلُوا الذِّمِّنَ يَلُوذُ كُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْطَةً“ یعنی وہ کافر جو تمہارے نزدیک ہیں ان سے جنگ کرو اور وہ تم میں خشونت اور سختی دیکھیں۔ پھر بلند آواز سے کہا کہ اٹھو وہ کھڑے ہو گئے وہ انہیں دو تین تیروں فاصلے تک لے گیا اور پھر ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ تمام بیٹھ گئے پھر کہا کہ کھڑے ہو جاؤ پھر تھوڑا سا فاصلہ طے کیا اور ان سے پھر اسی طرح بیٹھنے اور کھڑے ہونے کا حکم دیتا گیا۔ بعض لوگوں نے تعجب سے پوچھا اے ابو القلوص۔ بخدا تم ہم سب سے زیادہ بہادر اور تمام عربوں سے زیادہ دلیر ہو یہ آپ کا کام کس لیے ہوا ہے؟

اس نے جواب دیا کہ تجربہ کار انسان بے تجربے انسان کے برابر نہیں ہوتا یہ کام اس لیے ہے کہ تمہارے دل مضبوط بنیں اور لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاؤ اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں بغیر تیاری کے اور حیرانگی اور خوف سے جنگ کرنے میں ٹھونس دوں وہ لوگ آپ کی وضاحت کر دینے سے آرام میں آ گئے اور اس کے اس کام کی تعریف کی اور کہا کہ تم ہم سے بہتر جانتے ہو۔

شامی قبیلے کا حملہ:

پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق شامی قبیلے نے شورشیں پر پیچھے سے حملہ کر دیا اور دشمن کا دفاعی راستہ کہ جو گلی کو بند کر دینے سے مضبوط کیا جا چکا تھا توڑ ڈالا۔ شورشوں کے ایک گروہ نے جو ہر عسکری کی سرگردگی میں تھا ان کے گزرنے کے راستے سے ان کے مقابلے

میں آگئے انتھکابیوں کے دو آدمی جبری اور ابوالترہید نے ان شورشیوں پر حملہ کر دیا اور راستے کو کھلوایا اور اپنے مقابل کو قتل کر دیا اور میدانِ سبغ میں داخل ہو گئے اور یا لثارات الحسین کا نعرہ لگایا۔ ابنِ شعیبہ کا لشکر جو شورشیوں سے آگے کی طرف سے جنگ کر رہا تھا جب انہوں نے یہ نعرہ کو سنا تو انہوں نے بھی جواب میں یا لثارات الحسین کا نعرہ لگایا۔ ابو جناب جو اس معرکہ کا معنی گواہ ہے کہتا ہے کہ شورشیوں نے ان کے نعرے کے جواب میں یا لثارات عثمان کا نعرہ لگایا اور یہ نعرہ عمیر بن ذی مران لگوا رہا تھا۔

رقاعہ کا انتھکابیوں سے ٹل جانا:

رقاعہ بن شداد معنیٰ سے جدا ہو گیا تھا اور شورشیوں کے لشکر کے سردار کے عنوان سے معنیٰ کے لشکر کے مقابل لڑ رہا تھا۔ جب اس نے یہ نعرہ یا لثارات عثمان سنا تو اس میں ایک عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی اور آواز بلند کی کہ ہمیں عثمان سے کیا واسطہ؟ میں اس قوم کے ساتھ جو عثمان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے آئی ہو ہرگز مدد اور ہکاری نہیں کروں گا لہذا وہ فوراً شورشیوں سے علیحدہ ہو گیا اس کے جانے کے وقت اس کے اطرافیوں میں سے کچھ لوگوں نے آواز دی اے رقاہ تم ہمیں یہاں تک لے آئے ہو اور ہم تیرے تابع تھے اور جب جنگ شروع ہو چکی ہے اور داریں کھل آئی ہیں ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو اور ہمیں بھی کہتے ہو کہ جنگ نہ کریں۔ رقاہ جو قلعہ شیعہ اور اچھا سابقہ رکھتا تھا ان کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر انتھکابیوں سے ٹل گیا اور شورشیوں کے مقابل کھڑا ہوا اور یہ شعر کہے کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ شداد کا بیٹا ہوں اور علیؑ کے مذہب پر ہوں اور میں عثمانِ ارودی نامی عورت کے بیٹے کا حیدار نہیں ہوں۔ رقاہ نے بہت سختی جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

رقاعہ ایک عبادت گزار انسان تھا اس کی شہادت میدانِ سبغ کے نزدیک حمامِ ہمدان میں ہوئی۔ عمر بن زیاد نے کہا ہے کہ سبغ کے میدان کی جنگ میں عبدالرحمن بن قیس

نے جو شورشیدوں کے لشکر کا سردار تھا آواز دی کہ یہ کون ہیں کہ جنہوں نے ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیا ہے۔ جواب دیا گیا کہ شبای قبیلہ ہے۔ اس نے کہا کہ تعجب ہے کہ بخار کہ جس کے پاس اپنی قوم اور قبیلہ نہیں ہے ہم سے ہماری قبیلے کے لوگوں سے جنگ کرانے آیا ہے۔

شورشیدوں کی شکست اور ان کے سرداروں کا قتل ہو جانا:

شبای قبیلے کی اس جنگ میں جو کونے کے شورشیدوں اور افغانیوں کے درمیان تھی۔ شورشیدوں کو بہت سخت شکست ہوئی اور ان کے سرداروں میں سے بعض قتل ہو گئے اور بعض زخمی ہوئے قتل ہونے والوں میں سے (۱) عبدالرحمن بن سعید جو شورشیدوں کے لشکر کے سپہ سالار تھے (۲) فرات بن زحر بن قیس (۳) نعمان بن مصعبان جری (۴) عمر بن محف تھے اور زخمیوں میں سے زحر بن قیس۔ عبدالرحمن بن محف جنگ کرتے وقت شدید زخمی ہوا۔ اس کے قبیلے کے لوگوں نے اسے اپنے ہاتھوں پر بلند کیا اور وہ شدید زخموں کی وجہ سے بے ہوش تھا اس کے قبیلے کے لوگ اس کے ارد گرد جنگ کر رہے تھے۔ حمید بن مسلم ان لوگوں میں سے تھا جو عبدالرحمن کے حواری تھے عبدالرحمن کی کنیت ابو حکیم تھی وہ لڑائی لڑتے پید جز پڑھ رہا تھا:

لَا تُدْرِي مَنْ لَمْ يَكُنْ

مَنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ

سراقہ بن مرداس پید جز پڑھ رہا تھا:

مَا لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ

لَا تُدْرِي مَنْ لَمْ يَكُنْ

شورشیدوں کی پریشانی اور شرجیل کا قتل ہو جانا:

ابوروق کہتے ہیں کہ میدان سحیح کی جنگ میں شرجیل بن بقدان ہمرانی قبیلے کا سردار بہت زیادہ زخمی ہو گیا اور بھر قتل ہو گیا۔ قتل ہونے سے پہلے حیرانگی اور انسو سے کہا کہ کیا قتل

کیا جانا کہ جو قتل ہو جانے والا گمراہ ہے یہ جنگ بغیر امام اور بغیر کسی فرض کے ہے اور دوستوں سے جلدی جدا ہو جانا ہے اور اگر ہم ان کو قتل بھی کر دیں تب بھی ان کے ہاتھوں سے رہائی نصیب نہ ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں صرف اپنے قبیلے کی مدد کے لیے آیا تھا کہ کہیں شکست نہ کھالیں بخدا اپنے آپ کو نجات دے سکا اور نہ اپنے قبیلے کو اور نہ ہر اقبیلہ میرے کام آ سکا اور نہ میں ان کے کام آ سکا۔ ابو ورق کہتے ہیں کہ شرجیل اس تیر سے جو احمر بن ہدیل نے مارا قاتل ہو گیا تھا۔

شورشویوں کے بونے کا قتل:

شورشویوں میں سے میدان سحیح میں ایک قتل ہونے والے عبدالرحمن بن سعید ہمرانی تھا یہ شورشویوں کا اہل رتبہ کا سپہ سالار تھے۔ عتار کے سامنے اس کے قتل کرنے والے کے بارے میں بات ہوئی تو عتار کے قریبی دوستوں میں سے سعد بن سعد اخی نے کہا کہ اسے میں نے قتل کیا ہے اور اس پر ایک نیزہ مارا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ ابو لہب جو شبائی قبیلے سے تھا اس نے کہا کہ میں نے عبدالرحمن کو قتل کیا ہے۔ عبدالرحمن کے بیٹے نے آواز بلند کی اے ابو لہب اپنے قبیلے کے سردار کو قتل کیا ہے؟ میں نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ خدا اور قیامت پر ایمان لے آئے ہیں تو وہ خدا اور اس کے رسول سے دشمنی کرنے والوں سے اگرچہ ان کے باپ اور اولاد دیا بھائی ہوں دوستی نہیں کرتے عتار نے ان سے کہا کہ تم سب محسن اور اچھے ہو اور اس لشکر کو ختم کرادیا۔

شورشویوں کے نقصانات:

سحیح کے میدان کی جنگ میں شورشویوں کی بہت زیادہ تعداد قتل ہوئی سب سے زیادہ یعنی قبیلے کے لوگ تھے ان کے سات سو تیر سے زیادہ آدمی مارے گئے معز یوں کے دس سے زیادہ آدمی مارے گئے معز یوں کے قبیلے کی ابراہیم اشتر کے لشکر سے شکست کھا جانے کے بعد

جوان کے سرداروں میں سے غنی ہو گئے تھے ان میں سے ایک جبار بن امیر، یزید بن حارث، شداد بن منذر تھے۔ عکرمہ بن ربیع نے بہت زیادہ استقامت کی لیکن وہ بھی اپنے گھر بھاگ گیا اور زخمی ہو گیا تھا اپنے گھر میں باہر سے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنتے ہی اپنے گھر کی دیوار اپنے غلاموں کی مدد سے پھلانگ کر فرار کر گیا۔

میدان سہج کی جنگ بدھ کے دن چومیس ذی الحجہ ۶۶ھ میں واقع ہوئی اور اسی دن کوفہ کی بغاوت خاموش کر دی گئی یہ جنگ دو مہم محاذوں پر کوفہ کے سرداروں اور کربلا کے واقعہ کو وجود لانے والے قبائل اور طوائف نے بغاوت کر کے شروع کی تھی مختار نے اشتر کی مدد سے ایک اہم بغاوت کو سرکوب کر دیا اور دشمنان اہل بیتؑ پر ایک کاری ضرب لگائی اور اپنے قیام کی غرض کو پایا جو امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا تھا۔ امام حسینؑ کے قاتلوں نے خود اپنے پیروں پر کلباڑی ماری اور خود انہوں نے جنگ بڑا کر کے مختار کے لیے انتقام لینے کا بہترین موقع فراہم کر دیا۔

پانچ سو قیدی:

شورش برپا کرنے والوں کے سرداروں کی ایک کافی تعداد قتل ہوئی اور بہت سے شورش برپا کرنے والے عوام مارے گئے۔ انقلابی فوج نے ان کے پانچ سو آدمی قیدی بنا لیے اور تمام کے ہاتھ باندھ کر مختار کے سامنے لے آئے۔ مختار کے دوستوں میں سے ایک عبد اللہ بن شریک نہدی جو ان قیدیوں کے کنٹرول کرنے پر معین تھے اپنے عربی اور قویٰ تہصیب کی بنا پر کئی ایک قبیلوں کو جو عرب سردار تھے چھوڑ دیا درہم نامی غلام نے کہ جس کا علق بنی نہد سے تھا مختار کے پاس جا کر مختار سے اس کی شکایت کی مختار ابن شریک کے اس کام سے بہت زیادہ ناراض ہوا اور حکم دیا کہ قیدیوں کے ہاتھ باندھ کر مختار کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ ان کے بارے میں فیصلہ کیا جائے۔

امام حسینؑ کا قاتل عدالت میں:

اب اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوئے والا ہے اللہ نے فرمایا تھا کہ ہم مجرموں سے انتقام لیتے ہیں اب اس وعدہ پر عمل ہونے والا ہے۔ مختار کو ظلم تھا کہ شورش اور بغاوت کرنے والے اکثر وہ لوگ ہیں جو امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھے اور ان کے سردار شمر بن ذی الجوشن، ہبش بن ربیعہ عبدالرحمن سعید وغیرہ کو مختار اچھی طرح پہچانتا تھا۔ کچھ تو اسی شورش میں قتل ہو چکے تھے اور اب پانچ سو قیدی مختار کے ہاتھ میں گرفتار ہو چکے ہیں اور اب وہ عدالت اور انتقام لیے جانے کے لیے عدالت میں حاضر ہیں۔

مختار نے حکم دیا کہ ان قیدیوں کو ان کے سامنے قطار میں گزارا جائے اور حکم دیا کہ ان میں سے جو کربلا میں کسی عنوان سے موجود تھا اسے علیحدہ کر لیا جائے تاکہ ان کے بارے میں فیصلہ دیا جائے۔ مختار کے حکم پر عمل درآء شروع ہوا۔ قیدیوں کو رسی میں باندھے ان کے ہاتھ ان کی پشت پر بندھے تھے مختار کے سامنے سے گزارا گیا۔ مختار کے سرداروں اور دوستوں میں سے اکثر ان لوگوں کو جاننے اور پہچانتے تھے جو کربلا کے واقعہ میں شریک تھے ان کی شناسائی پر ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ کر لیا جاتا رہا جو کربلا میں شریک تھے گویا امام حسینؑ کی مظلومیت نے اپنے کام کر دکھایا اور امام حسینؑ کے اہل بیتؑ کی آہ و بکاہ نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔ تاریخ ان کے بارے میں فیصلہ کی گواہ ہے۔

تمام کی گریون اڑا دو:

اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے اور حتمی وعدہ ہے۔ دیکھنے والوں نے کو اسی دی کہ مختار کے ملازموں نے عمل درآء شروع کر دیا ایک کہتا ہے کہ ہاں یہ وہی ہے جو کربلا میں شریک تھا اور اس نے کربلا میں اس طرح کا ظلم کیا تھا ان پانچو قیدیوں میں دو سواڑ تالیس کو جو واقعہ کربلا میں شریک تھے شناخت کر کے علیحدہ کیا گیا۔ مختار اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اس کے ملازم اس کے حکم پر

عمل کرنے پر آمادہ تھے۔ مختار کو علم تھا کہ کربلا کے واقعہ میں شریک ہونے والوں کی سزا قتل کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے ملازم اپنی تلوار بھینچنے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ لوگ فیصلہ پر عمل درآمد ہونے کو دیکھ رہے تھے۔ مختار نے حکم دیا کہ تمام کی گردنیں اڑا دو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے بعد سامنے لاتے تھے اور گردن اڑادی جاتی تھی۔ تھوڑے سے وقت میں دو سواڑ تالیس کی گردنیں اڑادی گئیں۔ اور تمام لوگوں کے سامنے وہ اپنی سزا کو پہنچ گئے اور ان کی سیاہ زندگی خیانت اور ننگ کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مختار کا یہ کام شیعہ عدالتی عمل تاریخ میں ثبت ہو کر درخشاں اور روشن ہو گیا۔ خداوند عالم ان لوگوں کو اجر عظیم عنایت کرے کہ جنہوں نے اہل بیت عظام کے دشمنوں کو سزا دے کر عدالت کی۔

انتقام لینا:

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ شورش کی اس زد و خورد میں بعض لوگوں نے اس فرصت کو غنیمت شمار کرتے ہوئے جس شخص کی کسی سے دشمنی یا عداوت تھا اس سے وہ حساب صاف کر لیتا تھا اور اسے اس عنوان سے کہ اس کا واقعہ کربلا میں دخل تھا خود قتل کر دیتا تھا کہا گیا ہے کہ کافی لوگوں کو مختار کی اجازت کے بغیر لوگوں نے اپنی طرف سے قتل کر دیا تھا۔

سوائے ایک آدمی کے باقی ماعدہ لوگوں کو آزاد کر دیا گیا:

مختار نے کئی دفعہ اپنی بزرگی اور آقا کا اپنے دشمنوں سے معاملہ کیا۔ کیا مختار نے ابن مطیع کی شکست کے بعد اپنے تمام مخالفین کو معاف نہیں کر دیا تھا۔ سوائے ان لوگوں کے جو جنگ میں قتل ہو گئے تھے باقی تمام کو اس شرط پر کہ وہ دوبارہ انقلاب کے خلاف سازش نہیں کریں گے مختار نے آزاد کر دیا تھا۔ اس دفعہ بھی مختار نے کمال بزرگی کا اظہار کرتے ہوئے ان لوگوں کو کہ جنہوں نے مختار کے ساتھ جنگ کی تھی اور انقلاب کے خلاف سازش کی تھی سوائے ان لوگوں کے کہ جو کربلا کے واقعہ میں دخل تھے آزاد کر دیا صرف ایک آدمی کو جو سراقہ بن

مرد اس تھا کہ اس کے بارے میں عمار نے کہا کہ اس کے ہاتھ ہاتھ کر مسجد میں لے آؤ وہ کوفہ کے شعراء اور بنو امیہ کا حب دار تھا۔ یونس ابن اسحاق نے کہا ہے کہ عمار جب میدان سیح کے شور شیوں کے ختم کر دینے کے بعد قاتحانہ انداز میں دارالامارہ کی طرف چار ہاتھ تو سراقہ بن مراد نے اس شعر کے پڑھنے سے فریاد بلند کی اور عاجزانہ طریقے سے معاف کر دینے کو طلب کیا۔

اے محد ملائفہ کے مردوں سے بہترین انسان مجھ پر احسان کراے بہترین مرد کہ جس نے زندگی کی اور لبیک کہا۔ عمار نے اسے قید کر دیا اور اس کے قتل کرنے سے درگزر کیا۔ دوسرے دن اسے قید خانے سے نکال کر اپنے سامنے پیش کیا۔ وہ عمار کے سامنے حاضر ہوا اور یہ اشعار پڑھے۔

ابو اسحاق عمار سے کہہ دو کہ ہمارا کام ہمارے خلاف تمام ہوا۔ ہم نے شورش کی اور کمزوری کو معمولی شمار کرتے تھے ہماری شورش سوائے غرور اور خطا کے کچھ نہ تھی۔ ہم نے اپنے مقابل کو کمزور جانا لیکن ہم نے جنگ میں دیکھا کہ وہ کتنا طاقت ور ہے۔ ہم نے قیام کیا اور ہم نے دیکھ لیا کہ وہ ہمارے مقابلے میں ڈٹے رہے اور ہماری مثل مقابلہ کیا ہم نے ان سے سخت شکست اٹھائی اور انہوں نے ہمیں زہر کا گھونٹ پلایا۔

اے ابو اسحاق تم اپنے دشمنوں پر فتح مند ہوئے ہو اور ان لوگوں کے ساتھ جو امام حسین ؑ کے خون کے انتقام لینے کے لیے بکڑے ہوئے تھے فتح حاصل کر لی ہے۔ اسی طرح جس طرح رسول خدا نے بدر کے دن دشمنوں پر فتح حاصل کی تھی اور اسی طرح کہ جس طرح رسول خدا نے حنین کی جنگ میں درہ میں فتح حاصل کی تھی تم نے فتح حاصل کی ہے۔ اب جب کہ تم فتح حاصل کر چکے ہو نری بر تو اور اگر ہم تم پر مسلط ہوتے تو ہم ظلم اور تعدی کرتے میری توبہ کو قبول کرو اور میں ہمیشہ کے لیے حیران شکر گزار رہوں گا اگر اس نقد کو ادھار سمجھو۔

سراقہ کا مصلحت:

سراقہ نے اشعار کے پڑھنے کے بعد چالیسی کے طور پر یوں کہا کہ اے امیر! خدا

نہیجے کام کو رو بہ راہ کرے کہ سراقہ قسم اٹھاتا ہے اس خدا کی کہ جس کا کوئی شریک نہیں ہے کہ میں نے اپنے آنکھوں سے جنگ کے دن دیکھا ہے کہ ملائکہ ابلیق گھوڑوں پر سوار ہو کر زمین اور آسمان کے درمیان تیری مدد کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ مختار نے اسے کہا کہ منبر پر جاؤ اور حبیہ اس مطلب کو لوگوں کے سامنے بیان کرو وہ منبر پر گیا اور بھی مطلب لوگوں کے سامنے بیان کیا اور جب منبر سے اتر تو مختار نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا اے دھوکہ باز۔ میں جانتا ہوں کہ نہ تم نے فرشتے دیکھے ہیں اور نہ ہی تجھے مکاشفہ ہوا ہے لیکن تم نے اپنی جان کو نجات دینے کے لیے جھوٹ گھڑا ہے۔ یہاں سے جتنا جلدی ہو نکل جاؤ اور میرے دوستوں کو اپنے فکری فساد سے دور رکھو

سراقہ کو نجات ملی اور بھاگ جانے کی فکر کرنے لگا۔ حجاج یارقی کہتا ہے کہ میں نے سراقہ کو دیکھا کہ جس نے اپنے جھوٹے واقعہ کو میرے لیے بیان کیا اور کہا کہ میں نے آج تک کوئی اتنا محکم اور حقیقی جھوٹ نہیں کہا میں نے ان سے کہا کہ اس نے فرشتوں کو اس طرح اور اس طرح دیکھا ہے۔ سراقہ نے نجات حاصل کی اور بصرہ کی طرف بھاگ گیا اور عبدالرحمن بن صفح سے جو کوفہ کے سرداروں میں سے تھا ملحق ہو گیا یارقی نے کہا کہ جب سراقہ جا رہا تھا تو اس طرح کے اشعار کہتے جا رہا تھا ابواسحاق مختار سے کہہ دو کہ میں نے ابلیق گھوڑوں کو دیکھا ہے۔ میں تیری وحی کا منکر ہوں اور نذر کر لی ہے کہ آخری عمر تک تم سے لڑتا رہوں گا۔ میری آنکھوں نے وہ دیکھا کہ جو تم نے نہیں دیکھا اور ہم دونوں جانتے ہیں کہ میں بکو اس کر رہا ہوں۔ جب کوئی تم بات کر دو تو میں کہتا ہوں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور اگر کسی نے قیام کیا تو میں اس سے مل کر تم سے جنگ کروں گا۔ (یہ تمام اشعار پہلے اشعار کے برعکس ان کی ضد اور مخالف ہیں)

بعض نے لکھا ہے کہ جب سراقہ پکڑا گیا تو اس نے مختار کے ملازمین سے کہا کہ تم نے مجھے قید نہیں کیا بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ سفید پوش ابلیق گھوڑے پر سوار آدمیوں نے مجھے گرفتار کیا ہے۔ اور مختار کہتا تھا کہ وہ فرشتے تھے پھر اس نے سراقہ کو آزاد کر دیا۔

کوفہ میں ایمان عام کا اعلان:

مختار نے کوفہ پر دوبارہ مسلط ہو جانے اور دشمنوں کے قلع قمع کر دینے اور دوسو چاس کے قریب کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو قتل کر دینے کے بعد حکم دیا کہ مثنوی ملازمہ پر جا کر اعلان کرے کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے تو سوائے آلِ محمد کے خون میں شریک کے سب ایمان میں ہیں۔

دشمنوں کی علامہ پیری:

کوفہ میں ایمان کے اعلان کے بعد کوفہ کے اشراف میں سے دو آدمی یزید بن عمارت اور حجاز بن ابجر بہت ہی خوف زدہ ہوئے ان کا خیال تھا کہ ابھی شورشِ مقابلہ کر رہے ہیں لہذا انہوں نے ایک آدمی کو مہین کیا کہ وہ میدانِ جنگ میں جا کر دیکھے کہ اگر تو شورشِ کامیاب ہو گئے ہیں تو انہیں ”صرفان“ کے لفظ سے اطلاع دے اور اگر شورشِ شکست اٹھا چکے ہوں تو پھر اس لفظ ”جران“ کے دوسرے ذریعے خبردار کرے۔ جب شورشیدوں کی اکثر فوج جو میدانِ سیح میں لڑ رہی تھی شکست اٹھا چکی اور اس شخص نے جا کر یہ حالت دیکھی تو وہ فوراً واپس آیا اور حجاز اور یزید کو لفظ ”جران“ کے بولنے سے خبر دی تو ان دونوں نے سمجھ لیا کہ معاملہ ختم ہو چکا ہے انہوں نے اپنے باقی ماندہ فوج کو اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو پیغام دیا کہ فوراً منتشر ہو کر غلی ہو جاؤ اور فوراً اپنے گھروں میں چلے جاؤ تاکہ ایمان میں ہو جاؤ۔ لہذا اتمامِ شورش اور انقلاب کے مخالف مختار کے کامیاب ہو جانے کے بعد مایوس ہو گئے۔

امام حسینؑ کے قاتل غلی ہو جاتے ہیں:

شورشیدوں کے سرکردہ لوگ جو اکثر امام حسینؑ کے خون میں ملوث تھے انہوں نے اپنا انجام دیکھ لیا اور سمجھ گئے کہ اس دفعہ کی مخالفت سے ان کے لیے سخت اور حتمی خطرہ سامنے آچکا ہے مختار نے فتح حاصل کر لی جناب کے انتقام لینے کے لیے ان لوگوں کا حساب صاف کر دے گا

اور عمار کی اصلی غرض سوائے امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے اور کچھ بھی نہیں تھی انہیں احساس ہو چکا تھا کہ سازش کے ناکام ہو جانے اور عمار کے غلبہ حاصل کر لینے کے بعد اب اس کا مقابلہ کرنے کی ان میں طاقت نہیں رہی لہذا جتنا جلدی ہو سکے وہ اپنی جان کی فکر کریں اور ان کی سب سے زیادہ کوشش یہ تھی کہ کوئی حیلہ پیدا کریں کہ جس کے ذریعے وہ چھپ جائیں بلور کسی اس کی جگہ فرار کر جائیں۔ کوفہ کے اشراف اور سرداروں نے وہاں رہ جانے پر فرار کر جانے کو ترجیح دی اور اپنے آپ کو انہوں نے بھرہ پہنچایا اور مصعب بن زبیر کے ہاں جا کر پناہ لی۔

حبیب بن ربیع کا فرار:

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اس شورش کا محرک اصلی عمار کے خلاف کوفہ کے ناکام ہونے والے سرداروں میں سے حبیب بن ربیع تھا۔ اس شخص کی سابقہ سیاہ اور گناہوں سے پر زہمگی تھی اور یہ اس شورش میں ایک مہم محاذ میدان کنانہ کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ شورشوں کی سخت شکست کے بعد اور کنانہ کی فوج کی جو اس کی کمان میں تھی شکست فاش کے بعد اس نے کوفہ سے فرار کرنے کو وہاں رہ جانے پر ترجیح دی اور وہ خود خوب جانتا تھا کہ اگر وہ عمار کے ہتھے چڑھ گیا تو اس کے سابقہ کردار کی بنا پر عمار اسے بدترین سزا دے گا لہذا وہ کوفہ سے فرار کر گیا اور عجیب کیفیت سے بھرہ میں اپنے آپ کو مصعب کی پناہ میں پہنچایا۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ حبیب فرار ہو کر بھرہ پہنچا اور وہ ایک خچر پر سوار تھا کہ جس کی دم اور کانوں کو کاٹا ہوا تھا ان سے خون بہہ رہا تھا اس نے اپنی قبا کو چاک کیا ہوا تھا وہ اس حالت میں بھرہ میں داخل ہوا جب لوگوں نے اسے اس عجیب حالت میں دیکھا تو اس نے فریاد بلند کی اور واغواہ واغواہ کہا اور اسی حالت سے مصعب کے ہاں وارد ہوا اور فریاد کی اور مصعب کو عمار کے خلاف بھڑکایا اور آخر کار وہ خود مصعب کی عمار کے ساتھ جو جنگ ہوئی مارا گیا کہ جس کی تفصیل عمار کے ساتھ مصعب کی جنگ میں بیان ہوگی۔

یاروین فصل

انشاء

پہلا حصہ

﴿مختار کی اصلی غرض﴾

مختار ایک تجربہ کار زندگی کی اونچ اور نیچ سے واقف انسان تھا اس کی کوشش تھی کہ اپنے ہدف اور غرض کی جو کہ امام حسین ؑ کے خون کا انتقام لینا تھا پراگھی طرح کامل طریقے سے عمل کرے۔ مختاریہ چاہتا تھا کہ اگر قاتل ہو جائے تو ظلم کے تمام نظام کو جڑوں سے نکال دے اور باطل اور عالم حکومت کا خاتمہ کر دے اور ایک انقلابی ایسی حکومت قائم کرے کہ جس کی بنیاد کتاب و سنت و خیر و اہل بیت عظام کی ولایت پر مبنی ہو اسی لیے مختار مختلف محاذوں پر لڑ رہا تھا اور ایک حد تک وہ اپنی اس غرض کو حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تھا لیکن اس کی اصلی غرض جو کہ امام حسین ؑ کے خون کا انتقام لینا تھا اس کو اس نے احسن طریقے سے انجام دیا۔ اب ہم اس فصل میں مختار کا واقعہ کر بلا کے وجود لانے والے لوگوں سے انتقام لینے کی تاریخ کے لحاظ سے تفصیل بیان کرتے ہیں۔

بلا و جراثیم

ممکن ہے کہ بعض لوگ اشکال کریں کہ مختار نے کیوں اس طرح سے سنگدلی اور بے رحمی کے ساتھ ان لوگوں سے معاملہ انجام دیا جو کر بلا کے واقعہ میں دخل تھے اور کوڑہ کو ایک وحشت ناک اور عمومی قتل گاہ میں تبدیل کر دیا ہو سکتا ہے کہ اس طرح سے بدلہ لینے پر کسی کو دل ہیج جائے۔ لیکن اگر ان جنایات اور مظالم کو دیکھا جائے کہ جو ان لوگوں نے کر بلا میں اہل بیت

حکام پہناتے تھے تو اسے اس طرح کی سزا دیا جانا چاہیے اور کمتر نظر آئیگا۔

سید جعفر شہیدی معروف مؤرخ لکھتے ہیں اور انہوں نے اس مطلب کو اپنی کتاب نہضت امام حسینؑ میں بہت اچھے طریقے سے ادا کیا ہے اور وہاں میں تحریر فرماتے ہیں۔ ایک قتل گاہ سے کئی قتل گاہ وجود میں آئیں لیکن ان دفعہ کی قتل گاہ میں قربان ہونے والے خدا کے نیک اور عزیز بندے نہ تھے بلکہ ایسے ظالم تھے کہ جن کے ہاتھ آزاد مردوں کے خون سے رنگین تھے ہم جب عراق کی داستان کو پڑھتے ہیں اگر ہم نے حقوق کی کچھ کتابوں کو پڑھا ہوا ہو تو شاید ہمیں بھی اس طرح کا انتقام لینا سخت نظر آئے اور کہہ دیں کہ عراق نے ایسا کیوں کیا تھا؟ کسی کا کوسفند کی طرح سر کاٹ رہے ہیں اور کسی کا پیٹ پھاڑ رہے ہیں اور اس کو کہ جس نے کوئی تیر امام حسینؑ کے فرزند کو مارا تھا اور آپ نے اپنے ہاتھ کو سپر بٹایا تو اس تیر نے ہاتھ کو چیرتے ہوئے آپ کی پیشانی کو زخمی کر دیا تھا مجید اس کو اسی طرح کی سزا دے رہا ہے۔ کسی کو کھولتے ہوئے تیل کی دیک میں ڈال دیتا ہے۔ کسی کے ہاتھ اور پاؤں میں کیل ٹھونک کر اس پر گھوڑے دوڑا دیتا ہے اور جیسا کہ لکھا ہے کہ دو سواڑ تالیس آدمیوں کو جو امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب کے قتل میں شریک تھے ایک دفعہ گردنیں اڑا دیتے ہیں۔ ہم اس طرح کے واقعات اور داستان کو پڑھتے ہیں اور اس میں ایک طرح کی قسارت قلب دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ واضح اور معلوم ہونا چاہیے کہ تیرہ صدی بعد میں آنے والے لوگوں کا تیرہ صدی پہلے کے لوگوں کے حق میں اس طرح کا فیصلہ دینا درست نہیں ہے اور پھر جب کوئی انقلاب کا سیلاب ہو جاتا ہے تو حالات دگرگوں ہو جاتے ہیں اور عام طور سے انقلاب قسارت اور غصے کو ساتھ لے کر آتا ہے بلکہ انقلاب کے ساتھ غیظ اور غضب نہ ہو تو وہ انقلاب ہی نہیں ہوتا۔

قمر، عبید اللہ ابن زیاد، عمر سعد، مخنف، خوئی، شان اور اس طرح کے کوفہ کے سرداروں میں سے سنگتوں انسانوں نے اس طرح کی سزا پائی۔ لیکن تاریخ نے اسی انقلاب پر

اکتفاء نہیں کی اور نہ یہ پہلا اور آخری انقلاب تھا۔

دانش اہل شیعہ بزرگ دانشمند تحریر کرتے ہیں۔ امام حسینؑ کے قاتل اس طرح کے بے رحمانہ عدل میں گرفتار ہوئے۔ اس طرح کے انتقام اور قساوت قلبی کا طرز تاریخ قبول کرتی ہے اور اسی کو عقار کا عاقلانہ کردار سمجھتی ہے۔

خون کا حساب لیا جاتا:

اب وقت آ پہنچا تھا کہ عمار خون کے انتقام کا درست فیصلہ کرے اور کوفہ کے پست ظالم و خائن اور مطابق لوگ کہ جنہوں نے کربلا میں امام حسینؑ سے جنگ کی تھی کو عدالت کے سپرد کر دے اور انہیں ان کے جرائم کے مطابق سزا دے۔ کوفہ کے منافق اور خائن لوگوں نے عمار کی غرض کو اچھی طرح سمجھا ہوا تھا لہذا وہ شورش کے شکست کھا جانے کے بعد عمار سے جنگ کرنے سے ناامید ہو جانے کے بعد چھپ گئے تھے۔ عمار نے اپنے انتقامی لشکر کی مدد سے ان ظالموں کی تلاش شروع کر دی۔ ہم اس کے بارے میں معتبر تاریخوں اور معتبر مدارک سے یہاں تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں۔

امام حسینؑ کے قاتلوں کی تلاش:

طبری نے لکھا ہے کہ کوفہ شہر میں بدھ چوبیس ذی الحجہ ۶۶ھ کو عمار کے خلاف بغاوت ناکام ہو گئی اور دشمن بہت زیادہ نقصان اٹھانے کے بعد نیست و نابود ہو گئے۔ کوفہ کے بچے کچھے سردار بصرہ بھاگ گئے اور عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب بن زبیر کے ہاں جا کر پناہ لے لی۔ عمار نے جب امام حسینؑ کے قاتلوں کو ختم کرنے کا حتمی ارادہ کر لیا تو اس نے یوں کہا ہمارا دین اجازت نہیں دیتا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو قتل کیا اس دنیا میں اسن و اماں سے زندگی بسر کریں اگر وہ اس طرح رہیں تو پھر میں پیغمبر علیہ السلام کے فرزند کا مددگار اور ان کے خون کا

انتقام لینے والا نہیں ہونگا بلکہ میں وہی کذاب بنی ہونگا جو مجھے کہا جا رہا ہے۔ میں ان ظالموں پر غالب آنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا ہوں اور خدا کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے ان کے سروں پر تلوار قرار دے دیا ہے اور مجھے وہ غزوہ بتایا ہے جو ان پر وارد ہوگا اس سے میں اہل بیت علیہم السلام کے خون ناحق کا انتقام لینے والا بنوں گا۔ اور خدا کے لیے یہ ضروری ہے کہ جن لوگوں کا امام حسینؑ کے خون میں ہاتھ رنگا ہوا ہے انہیں قتل کرے اور جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کا حق ادا نہیں کیا ہے انہیں ذلیل و خوار کرے لہذا مجھے ان لوگوں کی نشاندہی کر دتا کہ میں انہیں گرفتار کر کے ان کی بیخ و بن کو ختم کر دوں۔ آلِ محمد کے مددگار اور خون حسین کے انتقام لینے والے مختار نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنی تمام ہمت اپنے اس مقدس مقصد کے لیے انجام دی اور اپنے کام کا آغاز کر دیا۔

موسیٰ بن عامر نے کہا کہ مختار نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کے قاتلوں کو تلاش کرو اور کہا کرتا تھا کہ بھلا کہ مجھے اس وقت تک آب و دانہ گوارہ نہیں ہوگا جب تک میں ان ناپاک ظالموں سے اللہ کی زمین کو پاک نہ کر لوں۔ مختار کا حکم صادر ہو گیا اور اس پر عمل کرنے کا آغاز ہو گیا۔ تلاش کرنے کے لیے گروہ بنائے گئے اور مختار اور اس کے فرماندہ اپنی جان ہاتھ پر رکھ کر شکاری بازی طرح کوفہ کے ظالم اور جانی لوگوں پر ٹوٹ پڑے سب سے پہلے ان لوگوں کی تلاش میں گئے جو کربلا کے واقعہ کے کلیدی عہدوں پر ایک نمبر ظالم تھے۔ اس دفعہ کوفہ ایک نئی شجاعت اور دلچسپ اور قابل دید واقعات کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ کربلا کے واقعہ میں بے رحم اور شریر قاتل ایک کے بعد دوسرا گرفتار کیا جا رہا ہے اور عدالت کے سپرد ہو رہا ہے کبھی ان کو اجتماعی شکل میں اور کبھی انفرادی صورت میں سزا دی جا رہی ہے۔

اجتماعی قصاص:

(۱)۔ تمام وہ افراد کہ جنہوں نے کربلا میں امام حسینؑ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے

تھے اور آپ کے جسم مبارک کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا مختار نے ان دس آدمی کے بارے میں حکم دیا کہ انہیں گرفتار کیا جائے اور پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں کو باندھ کر پیٹھ کے بل لٹا کر بیچ کو بک دیا جائے اور گھوڑوں کی تازہ نعل بندی کر کے ان پر دوڑا دیے جائیں ان کے جسموں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور وہ ہلاک ہو گئے اور پھر باقی ماندہ جسم کے اجڑا کو آگ لگا دی گئی۔

(۲) اور ان دو سو اڑتالیس آدمیوں کو جو کر بلا کے واقعہ میں دخل اور مختار کے خلاف بغاوت میں گرفتار کیے گئے تھے ان تمام کی ایک کے بعد دوسرے کی گردن اڑا دی گئی۔ یہ ان پانچ سو قیدیوں میں سے تھے کہ جنہیں انکی بغاوت کو سرکوب کرنے کے بعد گرفتار کیا گیا تھا۔

(۳) شہر بن ذی الجوشن اس اونٹ کو جو امام حسین ؑ کی سواری کے لیے مخصوص تھا ماموشا کے دن بطور غنیمت کوفہ میں لے آیا اور قتل حسین ؑ کے شکرانے میں اس اونٹ کو ذبح کیا اور اس کا گوشت اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں میں تقسیم کیا۔ مختار نے حکم دیا کہ تمام وہ گھر کہ جن کے ہاں اس کا گوشت بھیجا گیا تھا اور تمام وہ افراد کہ جنہوں نے اس کا گوشت جانتے ہوئے کھایا تھا ان کی نشاندہی کی جائے ان تمام گھروں کو مختار نے گرا دیا اور جن لوگوں نے اس اونٹ کا گوشت کھایا تھا انہیں قتل کر دیا۔

یہ معلوم رہے کہ مختار صرف ان بالعموم کو جو کر بلا کے واقعہ میں کسی طرح سے شریک ہوئے تھے سزا دیتا تھا کسی تاریخ میں یہ نہیں ملتا کہ مختار نے عورتوں یا بچوں کو معمولی سی سزا یا کوئی آزار دیا ہو۔

یہاں وہ فہرست دی جاتی ہے کہ جن لوگوں کو مختار نے سزا دی کہ جسے تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، بحار الانوار نے نقل کیا ہے۔

(۱) عمر بن سعد: یہ کر بلا میں شام اور کوفہ کی تمام فوج کا سپہ سالار تھا اور اس نے کئی ایک ظلم کیے تھے مختار نے اسے نکوا کر کے کئی ایک وار کر کے اس کے گھر میں قتل کیا اور اس کا سر بدن

سے جدا کر لیا۔

(۲) **حُصَیْن بن عِزْز بن سَعْد:** اس نے اپنے باپ کے ساتھ اس کی مدد کی۔ اسے قتل کیا گیا اور اس کا سر عمار کے سامنے جدا کیا گیا۔

(۳) **شمر بن ذی الجوش:** کربلا میں پیادہ و سوار کا سپہ سالار تھا اس نے کئی ایک ظلم کیے۔ اسے لڑتے ہوئے گرفتار کیا گیا اور اس کا سر اس کے بدن سے جدا کر دیا گیا۔

(۴) **سنان بن انس:** اس کے اور ظلم کے علاوہ اس نے امام حسینؑ کا سر مبارک آپ کے بدن سے جدا کیا تھا عمار نے اس کی انگلیوں اور ہاتھ اور پاؤں کو جدا کیا اور ابھی زخمی تھا کہ اسے جلے جلے کی دیک میں ڈال دیا۔

(۵) **غولی بن یزید:** اس نے کربلا میں کئی ایک ظلم کیے اس نے عاشورا کے دن عثمان بن علی اور جعفر بن علی کو شہید کیا اور ابھی امام حسینؑ کے سر مبارک کا حال تھا عمار نے اسے لٹوارے قتل کیا اور اس کے بدن کو آگ میں جلا دیا۔

(۶) **بجیل بن سلیم:** اس ملعون نے امام حسینؑ کی انگلی کو جدا کیا تھا۔ عمار نے اس کی انگلیوں اور ہاتھ پاؤں کو کاٹا اور اسی سے یہ ہلاک ہو گیا۔

(۷) **حرطہ بن کاعل اسدی:** یہ تیر اندازی کا ماہر تھا۔ اس نے حضرت علی اصغر اور عبد اللہ بن حسن کو شہید کیا تھا اس کے علاوہ اور بہت ظلم کیے تھے۔ عمار نے اس کے ہاتھ پاؤں کے کاٹنے کے بعد اسے آگ میں میں جلا دیا۔

(۸) **حکیم بن طفیل سندسی:** اس نے حضرت عباس علیہ السلام کا لباس غارت میں لیا تھا اور امام حسینؑ پر تیر اندازی کی اور ابھی حضرت عباسؑ کا قاتل بھی تھا۔

(۹) **مرہ بن جندب عہدی:** دوسرے مظالم کے علاوہ یہ حضرت علی اکبرؑ کا قاتل تھا۔ اس کا

ایک ہاتھ گرفتار کیے جانے کے وقت دشمن ہو گیا تھا اور نہ سے جانچ ہو گیا اور یہ فرار کر گیا۔

(۱۰) زید بن عرقہ بن رقا و جھنی: یہ شخص کربلا میں تیر انداز تھا اس نے عبداللہ فرزند مسلم بن عقیل کو قتل کیا تھا اور حضرت ابوالفضل کے قتل کرنے میں بھی شریک تھا۔ اسے عتار نے تیر باران کرنے کے علاوہ سنگسار کر دیا۔

(۱۱) عمر بن صحیح: واقعہ کربلا کے وجود لانے والوں میں سے تھا اور اس نے عبداللہ بن مسلم کو قتل بھی کیا اسے عتار نے نیزے مار کر ہلاک کیا اور ایک روایت کے مطابق یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جن پر عتار نے گھوڑے دوڑائے تھے اور قتل ہوئے۔

(۱۲) مالک بن ہشام بدائی: اس نے امام حسینؑ کی خود کو لوٹا تھا۔ عتار نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ہلاک کیا۔

(۱۳) عبداللہ بن اسیر بن جھنی: اس نے عاشور کے حادثہ میں بہت زیادہ فعالیت کی تھی۔ اس کی گردن اڑادی گئی۔

(۱۴) حمل بن مالک حارثی: یہ بھی واقعہ کربلا میں فعالیت کرتا رہا۔ اس کی بھی گردن اڑا دی گئی۔

(۱۵) رقا و بن مالک بکلی: جنگ میں شریک تھا اور اس نے امام حسینؑ کے اموال کو عاشورا کے دن لوٹا تھا۔

(۱۶) عمر بن خالد بکلی: کربلا کی جنگ میں شریک اور عاشورا کے دن امام حسینؑ کے اموال لوٹے تھے بازار کے سامنے تمام لوگوں کے سامنے اس کی گردن اڑادی گئی۔

(۱۷) عبدالرحمن بن بکلی: کربلا کی جنگ میں شریک تھا اور اس نے بھی خیموں سے مال لوٹا تھا اس کی بھی تمام لوگوں کے سامنے گردن اڑادی گئی۔

(۱۸) عبداللہ بن قیس خولانی: کربلا میں شریک تھا اور امام حسینؑ کے اموال لوٹے تھے بازار میں سرعام لوگوں کے سامنے گردن اڑادی گئی۔

(۱۹) مالک بن بشیر بدی: کربلا میں شریک تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹے گئے اور ہلاک ہو گیا۔

(۲۰) عثمان بن خالد جہنی: اس نے عبدالرحمن بن عقیل کو شہید کیا اور ان کا لباس اتار کر لے گیا اس کی گردن اڑا کر اس کے بدن کو آگ لگا دی گئی۔

(۲۱) زیاد بن مالک: کربلا کی جنگ میں شریک تھا اور اس نے امام حسینؑ کا خصوصی لباس اتار لیا تھا بازار میں لوگوں کے سامنے اس کی گردن اڑادی گئی۔

(۲۲) عبدالرحمن بن ابی خشکارہ: اس نے بھی امام حسینؑ کا لباس اتار کر عارت کیا تھا اس کی عام لوگوں کے سامنے گردن اڑادی گئی۔

(۲۳) اسحاق بن حوبہ: یہ ان دس آدمیوں میں تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے بدن پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ اور پاؤں کو پتھروں سے زمین میں گھاڑ کر اس کے بدن پر گھوڑے دوڑا کر ہلاک کیا گیا۔

(۲۴) اخنس بن مرشد: یہ بھی ان دس آدمیوں میں سے ایک تھا۔ اسے بھی اسحاق بن حوبہ کی طرح قتل کیا گیا۔

(۲۵) عبداللہ بن صہب قیس: عاشور کی جنگ میں فعالیت کی تھی عام لوگوں کے سامنے اس کی گردن اڑادی گئی۔

(۲۶) عبدالرحمن بن حلوب: عاشور کی جنگ میں شریک تھا اور اسے اپنے بھائی کی طرح قتل کیا گیا۔

(۲۷) عبداللہ بن وہب ہمدانی: ماحور کی جگہ میں شریک تھا اور اپنے بھائی کی طرح قتل کیا گیا۔

(۲۸) عثمان بن خالد وحمانی: اس نے بنی ہاشم کے ایک جوان کو ماحور کے دن قتل کیا تھا اس کے مکان کے سامنے کنواں میں اس کی گردن کاٹی گئی۔

(۲۹) صبیاط و عبدالرحمن بن زرعہ: کربلا میں شریک تھا۔ یہ اپنے گھر میں جگہ کے دوران قتل کیا گیا۔

(۳۰) رجاہ بن محمد عہدی: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میخوں سے زمین میں گھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۳۱) سالم بن خثیمہ: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میخوں سے زمین میں گھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۳۲) واحظہ بن ناعم: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میخوں سے زمین میں گھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۳۳) صالح بن وہب: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم مبارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میخوں سے زمین میں گھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۳۴) ہانی بن شیف: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم

مہارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میلوں سے زمین میں کھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

(۳۵) اسید بن مالک: یہ ان دس آدمیوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کے جسم مہارک پر گھوڑے دوڑائے تھے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کو زنجیر سے باندھ کر میلوں سے زمین میں کھاڑا گیا اور اس کے بدن پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

جن لوگوں کے گھرانے کے فرار کر جانے کے بعد خراب کپے گئے اور ان کے مال ضبط کر لیے گئے:

کوفہ کے لوگوں میں سے جن لوگوں کے ناموں کی تاریخ میں تصریح کی گئی ہے یہ ان کی فہرست تھی۔ مورخین نے لکھا کہ صرف کوفہ کے لوگوں میں سے کہ جنہوں نے کربلا کے واقعہ میں شرکت کی تھی اٹھارہ ہزار آدمی امام حسین علیہ السلام کے خون کے قصاص میں قتل کیے گئے۔ یہ ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جن کو شام میں ابراہیم اشتر نے جنگ کے دوران قتل کیا تھا اور جن کی تعداد ستر ہزار کے قریب بتلائی گئی ہے۔

(۱) شان ابن انس کا گھر گرا دیا گیا اور وہ بصرہ میں جا چھپا لیکن اس کے بعد اسے قادیسیہ میں گرفتار کر لیا گیا اور اسے سخت سزا دی گئی۔

(۲) محمد بن اصف جو کربلا کے واقعہ میں ظالم تر انسان تھا اس کا قصر قادیسیہ میں ویران کر دیا گیا اور اس کے مال پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے قصر کے اسباب اور آلات سے حجر بن عدی کا مکان بنوایا گیا کہ جسے ابن زیاد نے گرا دیا تھا۔ محمد بن اصف بھی بصرہ بھاگ گیا اور مصعب نے جو مختار کے خلاف جنگ کی تھی اس میں شریک ہوا اور مختار کی فوج کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

(۳) عبداللہ غنوی بصرہ فرار ہو گیا اور اس کا گھر گرا دیا گیا۔

(۴) عمرو بن حجاج زہدی جو کربلا میں فوج کا سالار تھا اور جسے امام حسینؑ پر ایرانی بند کر

دینے پر مامور کیا گیا تھا۔ وہ جنت کی جنگ میں ناپید اور غائب ہو گیا۔
 (۵) اسماء بن خاتمہ کے واقعہ میں دخل تھا اور حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت میں
 شریک تھا یہ بھی چھپ گیا اس کا گھر خراب کر دیا گیا اور جو اس کے رشتہ دار اس کی مدد کرتے تھے
 ان کے گھر بھی گرا دیئے گئے۔

- (۶) حمید بن مسلم پر کربلا کے واقعہ میں شریک تھا اور نام لکھاری کے عنوان سے کام کر رہا تھا
 (۷) سہم بن عبد الرحمن جعفی یہ بنی ہاشم کے جوانوں کے قتل میں شریک تھا اور چھپ گیا۔
 (۸) ابی اسامہ بن بشر یہ بھی بنی ہاشم کے جوانوں کے قتل میں شریک تھا اور چھپ گیا۔

یہ ان لوگوں کا سیاہ کارنامہ تھا کہ جو کربلا کے واقعہ میں جنایت کا ارتکاب ہم تاریخ طبری
 کمال ابن اثیر، بحار الانوار میں جو کربلا کے واقعہ کی تفصیل نقل ہوئی ہے یہاں درج کرتے ہیں۔
 شمر کا چھپ جانا:

کربلا کے واقعہ میں یہ ایک نمبر عالم عمار کی فہرست میں اول نمبر پر تھا۔ عمار چاہتا تھا
 کہ جیسے بھی ہو یہ جنتی کار گرفتار کیا جائے اور اسے سزا دی جائے۔ عمار کے ساتھ شور و فساد کی
 جنگ میں یہ ایک دستے کا کمانڈر تھا جنگ کے ختم ہونے کے بعد چھپ گیا۔ اس خبیث انسان
 کے خبیث باطنی کو بہتر جاننے کے لیے اس کے ظلم اور جنایت کی مختصر کہانی بیان کی جاتی ہے۔

دینوری نے اس کے بھاگ جانے اور اس کی ہلاکت کو طبری کے برعکس نقل کیا ہے
 دینوری لکھتا ہے کہ شمر اپنے رشتہ داروں کے ایک گروہ کے ساتھ قحطی ہو گیا۔ عمار اس کی تلاش
 میں تھا۔ یہ شرم کے مارے اس ذلت اور شکست کی وجہ سے بھرہ میں داخل نہیں ہونا چاہتا تھا
 تاکہ دوسرے بھگتوں کی طرح ابن زبیر کی پناہ میں چلا جائے۔ یہ ایک مدت تک اپنے افراد
 کے ساتھ بیٹان نامی بیابان میں قحطی رہا اور اچھے موقع کا منتظر رہا۔ جب اس نے بھرہ کی فوج کا
 عمار کے خلاف جنگ کرنے کے لیے حرکت کرنے کا سنا تو اپنے افراد کے ساتھ بھرہ کے

نزدیک آ گیا لیکن شہر میں داخل نہ ہوا اور دجلہ کے کنارے ایک بستی میں قحطی رہا۔ اہل اہر بھی شہید ہو چکی تھیں فوج کا سالار تھا اور مصعب بن زہیر کے خلاف جنگ کرنے کے لیے دجلہ کے ساحل کے قریب اپنی فوج کو مستقر کیے ہوئے تھا اسے شہر کے قحطی ہونے کی جگہ کی اطلاع دی گئی اہر نے دوسوا دیوں کو شہر کے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ ان لوگوں نے شہر کو غارت میں پایا اسے اور اس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اہر نے شہر کا سر کاٹ کر غار کے پاس کوفہ بھیج دیا۔ دینوری نے شہر کی ہلاکت کا واقعہ یوں نقل کیا ہے لیکن طبری نے شہر کے گرفتار اور ہلاک ہو جانے کو دوسری طرح نقل کیا ہے۔

شہر کی سابقہ سیاہی دھوئی:

شہر بن ذی الجوش ضبابی کوفہ کے بہادروں اور سرداروں میں سے ایک تھا۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کا حامی اور شیعہ شمار ہوتا تھا۔ یہ صفین کی جنگ میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے لشکر میں تھا اور اس نے معاویہ کے ساتھ جنگ کی تھی اور اپنی شجاعت کے جوہر بھی دکھائے تھے۔ وہ صفین کی جنگ میں ایک دن جب جنگ زوروں پر تھی میدان جنگ میں اتر اور اپنے لیے مبارز کو طلب کیا معاویہ کے لشکر سے ایک آدمی بن محرز نامی اس کے مقابلے کے لیے آیا اور ایک دوسرے پر حملہ کر دیا آدمی نے ایک زوردار تلووار شہر کے سر پر ماری اور اسے سخت زخمی کر دیا۔ شہر نے بھی اپنے مد مقابل پر تلووار سے سخت حملہ کیا لیکن اس کا حملہ بیکار گیا شہر اپنے لشکر کے طرف واپس لوٹ آیا اور بہت سخت پیا سا تھا توڑا سا پانی پیا اور پھر میدان کے طرف پلٹ گیا اور جڑ پڑھتے ہوئے اپنے مد مقابل کو مبارزہ کی دعوت دی۔ شہر آدمی کے سامنے آیا اور اسے اچھی طرح پچھاننا تھا اور آدمی اس کے سامنے بغیر خوف کے کھڑا تھا۔ شہر نے اس پر نیزے کا وار کیا اور اسے گھوڑے سے گرا دیا شہر نے آواز بلند کہا کہ یہ اس وار کے عوض ہے جو تو نے مجھ پر کیا تھا اس کے بعد پھر واپس اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا۔

شمر بھی کوفہ کے دوسرے لوگوں کی طرح اپنے مذہب پر برقرار نہ رہا اور اپنی منافقانہ سرشت کی وجہ سے جو اس میں تھی دشمنوں کے گروہ میں داخل ہو گیا اور بنو امیہ کی حکومت کے ہوا خواہوں میں داخل ہو گیا۔ شمر نے ان جرائم کا ارتکاب کیا ہے۔

(۱) حضرت مسلم بن عقیل کی شہادت میں شمر نے بہت زیادہ رول ادا کیا تھا۔ یہ کوفہ کے دوسرے جتنا بیکاروں شہت بن رقی، حجار بن ابجر، تنکھاع بن شوری، ماندا بن زیاد کی طرف سے مسلم بن عقیل کے انتخاب کو درہم برہم کر دینے پر مامور کیا گیا تھا۔ شمر حضرت مسلم بن عقیل کے قیام میں ابن زیاد کے خاص مشیروں میں سے تھا۔

(۲) جب عمر بن سعد نے کربلا سے خط لکھا کہ امام حسین ؑ سے جنگ کرنے کی نوبت نہ آئے تو شمر ابن زیاد کے دربار میں بیٹھا ہوا تھا اس نے ابن زیاد سے کہا کہ امام حسین ؑ سی صورت میں بھی تسلیم نہ ہوگا اور اس کے ساتھ جنگ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اس نے ابن زیاد کو امام حسین ؑ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

(۳) شمر نے ابن زیاد سے خط لیا اور ایک مسلح گروہ کے ساتھ کربلا میں وارد ہوا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ اگر عمر بن سعد امام حسین ؑ سے جنگ کرنے کو تیار نہ ہو تو تم اسے معزول کر کے تمام فوج کے سپہ سالار ہو گے۔

(۴) شمر جب نو بی محرم کو کربلا میں آیا تو اپنے آنے کے فوراً بعد عمر بن سعد کو دھمکی دی کہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں سستی اور مساحہ سے کام نہ لے اس کے اور عمر سعد کے درمیان تھوڑی سی جھڑپ بھی ہوئی تھی۔

(۵) ایک روایت کے مطابق ام المہنین حضرت عباس ؑ اور ان کے تین دوسرے بھائیوں کی والدہ کا شمار شمر کے قبیلے سے ہوتا تھا شمر چاہتا تھا کہ حضرت عباس ؑ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ امام حسین ؑ سے جدا کر دے اس نے ابن زیاد سے ان کے لیے امان نامہ لیا تھا لیکن

حضرت عباسؓ آئے امان نامہ کو ستر دکر دیا۔

(۶) شمر کو بہت جلدی تھی کہ عاشورا کی رات ہی امام حسینؓ سے جنگ ہو جائے لیکن ایسا نہ ہو سکا اس کے کردار اور گفتگو سے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ امام حسینؓ کے سخت ترین کینہ و دشمنوں میں سے تھا اور اس کی بے رحمی اور قساوت قلبی نے عمر بن سعد کو بھی تعجب میں ڈال دیا ہوا تھا۔

(۷) شمر کربلا میں عمر سعد کی طرف سے کوفہ اور شام کی فوج کے میسرہ کا ذمہ دار تھا۔

(۸) عاشورا کے دن امام حسینؓ نے شمر کو مخاطب کیا آنحضرتؐ نے شمر اور دوسرے آدمیوں کو نام ہیام خطاب کیا اور فرمایا کہ کیا تم نے مجھے کوفہ آنے کے لیے خط نہیں لکھے تھے؟ انہوں نے آپ کے خطاب پر معمولی سا رد عمل بھی ظاہر نہ کیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

(۹) عاشورا کے دن شمر اور زہیر بن قیس کے درمیان بہت سخت گفتگو ہوئی۔ یہ اس وقت جب زہیر بن قیس عمر بن سعد کی فوج سے خطاب کر رہے تھے تو شمر نے انہیں نشانہ بنا کر ان کی طرف تیر پھینکا اور فریاد کی کہ بس کرو اور بات نہ کرو زہیر نے اس کا جواب دیا کہ اے اس کے فرزند جو اپنے پاؤں پر پیشاب کرتا ہے یعنی شتر کینہ و رتم کیا کہتے ہو میں تم سے بات نہیں کر رہا تم تو ایک پست حیوان ہو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے شہر ہو۔ شمر نے زہیر کو جواب دیا کہ خدا تمہیں تیرے آقا کو بہت جلدی قتل کر دے گا؟ زہیر نے کہا اے خبیث تم مجھے موت سے ڈراتے ہو؟ جب کہ موت اور شہادت سے میرے لیے کوئی اور چیز لذت بخش نہیں ہے۔ زہیر نے اس کے بعد اپنے گفتگو کو جاری رکھا۔

(۱۰) عمر بن سعد کے امام حسینؓ پر عاشورا کے دن یکدم حملہ کر دینے کے وقت شمر کو ابن سعد کی فوج کے میسرہ پر کمان دی گئی تھی اور اس نے امام حسینؓ اور آپ کے اصحاب پر بہت سخت حملہ کیا تھا۔

(۱۱) نافع بن ہلال قلعہ شیدا اور امام حسینؑ کے اصحاب میں سے بہادر انسان تھا۔ اس نے عاشورا کے دن اپنے زہر آلودہ نیزے سے عمر بن سعد کے لشکر سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا اور کئی ایک کو زخمی کیا اس کے دو بازو جنگ کرتے وقت ٹوٹ گئے تو اسے قہر کر لیا گیا۔ شمر نے جب کہ اس کے چہرے سے خون بہہ رہا تھا گرفتار کیا اور عمر بن سعد کے پاس لے گیا ہلال اس حالت میں کہتا جا رہا تھا کہ میں نے تمہارے بارہ آدمی قتل کیے ہیں اور کئی ایک کو زخمی بھی کیا ہے اگر میرے بازو سالم رہتے تو تم مجھے قید نہیں کر سکتے تھے۔ شمر نے اسے قتل کرنے کے لیے کھوار نکالی تو اس نے اس سے کہا کہ خدا کا شکر ہے میری شہادت ایک بدترین انسان کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ شمر نے ایسے بے وقاف قیدی کو شہید کر دیا اور پھر پلٹ کر امام حسینؑ کے اصحاب سے جنگ کرنا شروع کر دی۔

(۱۲) عاشورا کے دن جب امام حسینؑ کے تمام اصحاب شہید ہو چکے اور حضرت سخت جنگ کرنے کے بعد شدید زخمی ہو چکے تھے اور آپ جنگ نہیں کر سکتے تھے۔ شمر نے اس حالت کو قیمت شمار کرتے ہوئے اپنے بارہ آدمیوں کے ساتھ امام حسینؑ کے خیموں پر حملہ کر دیا امام حسینؑ نے اس سے کہا کہ اگر تم دین نہیں رکھتے ہو اور قیامت سے نہیں ڈرتے ہو تو کم از کم آزاد انسان بنو۔ میرے اہل و عیال پر کیوں حملہ کرتے ہو شمر کا سب سے بڑا گناہ اور ظلم یہ تھا کہ اس نے امام حسینؑ کا آخری وقت میں سر مبارک بدن سے جدا کیا۔

(۱۳) جب گیارہ محرم کو عمر بن سعد کے لشکر نے کوفہ کی طرف حرکت کی تو اہل بیتؑ کے قیدیوں اور سر مبارک کے لیے جانے کی ذمہ داری شمر کو دی گئی تھی اور قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج اور عروہ بن قیس بھی اس کی ہمراہی کر رہے تھے۔

(۱۴) بعض نے لکھا ہے کہ شہداء کے سروں کی کوفہ سے شام تک لے جانے کی ذمہ داری بھی شمر نے لی ہوئی تھی۔

(۱۵) عاشورا کے دن عمر بن سعد کے لشکر کے پیسرہ کی ذمہ داری کے علاوہ شمر و اذن قبیلہ کی راہنمائی بھی کر رہا تھا اور جب شہداء کربلا کے سر تقسیم کیے گئے تو میں سر مبارک شمر اور حوازن قبیلہ کو دیے گئے تھے تاکہ وہ ان کا انعام و اکرام ابن زیاد سے وصول کریں۔

(۱۶) عتار کے قیام کے ابتدائی ایام میں جب عتار کی ابن مطیع سے جنگ ہوئی تو شمر ابن مطیع کے لشکر کا سالار تھا اور عتار سے جنگ کرتا رہا۔

(۱۷) عتار کے خلاف کوفہ کے اشراف اور سرداروں نے جو بغاوت برپا کی تھی اس میں بھی شمر ابن سرکردہ افراد سے تھا اور عتار سے جنگ کرتا رہا۔

(۱۸) عتار کے ساتھ جنگ میں شمر نے عتار کے غلام ذوبی کو قتل کیا۔

یہ مختصر مظالم اور جنایات تھیں جو شمر اپنی سیاہ زندگی میں بجالایا۔

ان مظالم کو دیکھتے ہوئے عتار جن افراد کو سب سے پہلے گرفتار کرنا چاہتا تھا ان میں سے ایک بچی شمر تھا کہ اسے اس کے اعمال کی سزا دے۔ جب عتار نے یہ ارادہ کر لیا کہ کربلا کے واقعہ کو جو دمیں لانے والے افراد اور ذلیل انسانوں کو ان کی جنایات اور مظالم کی سزا دے تو شمر ان افراد میں سے عتار کے نزدیک اول نمبر پر تھا۔ شمر کو بھی اس کا علم تھا لہذا جب شمر نے دیکھا کہ عتار کے خلاف تمام حیلے اور بغاوت اور شورش ناکام ہو چکی ہیں تو جان گیا تھا کہ وہ عتار کے لشکر سے مقابلہ نہیں کر سکتا لہذا کوفہ سے فرار کر کے چھپ گیا۔

شمر کی تلاش:

شمر کوفہ سے سلامتی کے ساتھ فرار کر گیا۔ عتار کا ایک غلام زربی نامی بظاہر ایرانی تھا یہ اہل بیت کے محبوں اور شیعوں میں سے تھا یہ چالاک اور چھند انسان تھا۔ عتار نے زربی کو دس آدی دے کر شمر کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔

مسلم بن عبد اللہ ضہابی نے کہا ہے کہ میں بھی شمر کے ساتھ فرار کرنے والوں میں تھا جو کوفہ سے

فرار کر کے چھپ گئے تھے۔ زربئی ہماری تلاش میں تھا یہاں تک کہ ہم کوفہ سے نکل گئے۔
 ہمارے گھوڑے کمرور اور بے طاقت تھے لیکن زربئی کا گھوڑا موٹا اور جیز تھا اس نے
 ہمارا پیچھا کیا تو وہ ہم تک پہنچ گیا۔ جب وہ ہمارے نزدیک آیا تو شمر نے ہم سے کہا تم مجھ سے
 دور ہو جاؤ کیونکہ یہ غلام میرے سوا اور کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ ہم ان اپنے گھوڑے دوڑائے
 اور دور ہو گئے۔ زربئی شمر کے پیچھے اس کے قتل کرنے کے لیے دوڑا۔ شمر نے ایک خاص چال
 سے زربئی کو اپنے پیچھے آنے کا فریب دیا اور اسے اس کے ساتھیوں سے جدا کر دیا۔ جب شمر
 نے دیکھا کہ زربئی تھا ہو گیا ہے تو اس پر حملہ کر دیا اور تلوار کا ایک قلم وار اس کی پشت پر کیا جسے
 اس کی پشت ٹوٹ گئی اور زربئی شہید ہو گیا اور شمر نے ہلاک ہونے سے نجات حاصل کر لی جب
 زربئی کے ناکام ہو جانے کی خبر عمار کو ملی تو عمار نے ناراحت ہو کر کہا کہ اگر بچا رہ زربئی مجھ سے
 مشہور کرتا تو میں اسے سفارش کرتا کہ تم شمر کے پیچھے نہ جانا مسلم نہابی کہتے ہیں کہ ہم شمر کے
 ہمراہ ایک ساتیر مانی جبکہ تک پہنچ گئے ایک نہر کے کنارے نیلے پراترے شمر نے اس دیہات
 کے آدی کو پکڑ لیا اور اسے تہہ پہ کی اور کہا کہ میرا ایک خط جلدی سے بصرہ جا کر مصعب بن زبیر کو
 پہنچاؤ۔ وہ آدی شمر کے اس کام کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ شمر نے اسے مارنا شروع کر دیا اس نے
 اپنی جان کے خوف سے شمر کا وہ خط لے لیا اور اپنے سر کے مقدمات فراہم کرنے کے لیے اسی
 دیہات میں گیا۔ اس دیہات میں سوائے چند ایک گھروں کے اور کچھ نہ تھا۔ بعد میں معلوم ہوا
 کہ عمار کی پولیس کا افسر ابو عمرہ اس دیہات میں مقیم تھا اور وہ کوفہ سے بصرہ جانے والے راستے
 کو اپنے کنٹرول میں کرنے کے لیے وہاں ڈیرا ڈالے ہوئے تھا کیونکہ کوفہ سے فرار کرنے
 والے اسی راستے سے بصرہ کی طرف مصعب بن زبیر کے پاس جا رہے تھے۔

یہ بھی معلوم رہے کہ ابو عمرہ عمار کے بہت قیمتی انسانوں میں سے تھا اور غلط دوست
 تھا اور امام حسینؑ کے قاتلوں کے ہارے میں اتنا بغض اور حساسیت رکھتا کہ انہیں جہاں بھی پا

لیتا تھا تو پوری شدت اور سختی سے ان کا حساب صاف کر دیتا تھا۔

جس شخص کو شمر نے مٹا دیا تھا اس کی ایک اور آدمی سے راستے میں ملاقات ہو گئی اس نے اسے اپنے شمر سے مار کھانے کا واقعہ سنایا جب یہ دونوں آدمی آپس میں بات چیت کر رہے تھے تو ابو عمرہ کے گروہ کا ایک آدمی ان کی بات کو سن رہا تھا اور اصل مطلب کی تہہ تک پہنچ گیا کہ یہ آدمی شمر کی طرف سے ایک خط مصعب بن زہیر کے لیے لے جا رہا ہے۔ اس نے اس آدمی سے بڑی ہوشیاری سے شمر کے خیمے کی جگہ کا پتہ معلوم کر لیا اور اس آدمی سے تحقیق کی اور معلوم ہوا کہ شمر جہاں رہ رہا ہے یہاں سے تقریباً تین فرسخ کا فاصلہ ہے۔ ابو عمرہ کے اس آدمی نے آ کر ان کی اطلاع ابو عمرہ کو دی۔ ابو عمرہ فوراً اپنے مسلح افراد کے ساتھ شمر کے قتل ہونے والے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔

مسلم بن عبداللہ شمر کے ساتھ فراہ کرنے والوں میں سے ایک آدمی تھی وہ کہتا ہے کہ بخدا میں اس رات شمر کے ساتھ تھا میں نے شمر سے کہا کہ یہاں رہنے کے لیے اچھی اور مناسب جگہ نہیں ہے بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں مجھے یہاں رہنے میں خوف اور ڈر محسوس ہوتا ہے۔

شمر نے کہا کہ کیا اس کذاب یعنی عمار کا سایہ ہر جگہ پھیل چکا ہے؟ یہاں تک کہ یہاں بھی پہنچ گیا ہے؟ نہ بخدا میں تین دن تک یہاں رہوں گا اور مجھے کوئی خوف نہیں ہے کوئی بھی یہاں نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد غصے کی حالت میں مجھ سے کہا کہ خدا تمہارے دلوں کو ڈر اور خوف سے پر کر دے۔

شمر قتل ہو جاتا ہے:

مسلم بن عبداللہ ضبابی نے کہا ہے کہ جس جگہ ہم شمر کے ساتھ چھپے ہوئے تھے وہاں کھڑیاں زیادہ تھیں اور رات کو آوازیں دیتی تھیں میں اس رات اچانک بیدار ہوا اور میں نے

گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ رات کا وقت ہے اس وقت اور تو کوئی آ نہیں سکتا ہونہ ہو یہ مکر دیوں کی آواز ہوگی لیکن تھوڑی دیر بعد میں نے آواز زیادہ صاف سنی اس وقت رات اندھیری تھی دور سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور آنکھیں ملیں اور غور سے دیکھا اور اپنے آپ سے کہا کہ نہیں یہ مکر دیوں کی آواز نہیں ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھنا چاہا کہ اچانک ٹیلے سے کچھ آدمی ظاہر ہوئے جب ان کی نگاہ ہمارے خیمے پر پڑی تو انہوں نے بگبیر کی آواز بلند کی۔ ہم اچھی طرح محاصرے میں آچکے تھے اور غفلت میں تھے اور اپنے دفاع اور مقابلہ کرنے کا وقت نہ تھا۔ ہم سب وہاں سے بھاگے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر فرار کرنے کا بھی موقع نہ ملا۔ ہم اپنے گھوڑوں کو چھوڑ کر پیدل بھاگ نکلے۔ میں نے شمر کو دیکھا کہ اس نے اپنے جسم پر عمدہ کپڑا پہنا ہوا تھا اور اس کے جسم پر برص کے سفید داغ تھے میں نے اس کے تمام جسم پر سفیدی کے داغ دیکھے۔ کیونکہ شمر برص ہو چکا تھا اور اس کے جسم پر سفیدی کے دھبے تھے۔ اسے مہلت نہ ملی کہ جنگی لباس پہن سکے اور اسے اپنے اسلحہ اٹھانے کا بھی موقع نہ ملا۔ ہم بھاگ کھڑے ہوئے لیکن شمر نے دیکھا کہ بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس نے لڑنے کا ارادہ کر لیا اور اپنے جگہ ٹھہرا رہا۔ مسلم نے کہا کہ ان لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا میں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا کہ شمر قتل کر دیا گیا۔

عبدالرحمن بن مسلم نے کہا کہ وہ شخص کہ جس نے شمر کے خط کی اطلاع اور اس دیہاتی آدمی کا واقعہ ابو عمرہ سے بیان کیا تھا وہ میں تھا میں اور میرے اور ابو عمرہ کے دوسرے ساتھی تھے کہ جنہوں نے شمر کا محاصرہ کیا تھا اس نے ادعا کیا تھا کہ شمر کو میں نے قتل کیا تھا۔

ایک اور روایت:

شیخ طوسی نے امالی میں شمر کے قتل ہونے کے واقعہ کو یوں نقل کیا ہے کہ ابو عمرہ ایک گروہ کے ساتھ شمر کی تلاش میں نکلا اور ایک حملے کی صورت میں اسے زخمی کر دیا اور پھر اسے

قیدی بنالیا اور اسے عمار کے پاس بھیجا۔ عمار نے حکم دیا کہ اس کی گردن اڑادی جائے اور اس کے جسم کو قتل کی کھولتی ہوئی دیک میں ڈالا جائے۔ عمار کے ایک ساتھی نے شر کے سر کو اپنے پاؤں سے روندنا۔

ان دو طرح کی روایت کو اکٹھا کیا جاسکتا ہے کہ شر اس رات بھگتے ہوئے حملہ کی صورت میں ڈھی ہو گیا ہوا اور اسے پکڑ کر عمار کے پاس بھیج دیا گیا ہوا اور عمار نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دیا ہوا اور اس کے بدن کو قتل کی کھولتی ہوئی دیک میں جلا دیا ہو۔

عبدالرحمن سے پوچھا گیا کہ شر نے اس رات کے حملے اور مارے جانے کے وقت آخری دفعہ کیا کہا تھا تو عبدالرحمن نے کہا کہ اس رات ہم نے شر کے خیمے کا محاصرہ کر لیا تھا اور شر کو دیکھ لیا۔ شر نے اپنے نیزے کے ساتھ ہم پر حملہ کیا اس کے بعد نیزے کو پھینک دیا اور جلدی سے خیمہ کے اندر چلا گیا اور تگوار اٹھا لایا اور ہمارے سامنے کھڑا ہو گیا اور ہم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہوا اور یہ جڑ پڑھی:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ

یعنی تم نے شیر انسان کو بیدار کیا ہے کہ جو سخت بہادر ہے اور پشت کو توڑ دینے والا ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

وہ ہرگز دشمن سے منہ نہیں پھیرتا اور ہمیشہ میدان جنگ کا مرکز میدان رہا ہے۔

عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے شر کو قتل کیا۔

مسلم بن خمیری نے کہا ہے کہ اللہ اکبر خدا نے اس غیث کو قتل کیا ہے۔

درست ہے کہ ابو عمرہ جیسے طاقتور انسان کے ہاتھوں یہ غیث اور زلنی اور عالم انسان

قتل ہوا اور اس کے چند ایک ساتھی بھی قتل ہو گئے۔ ان کے سروں کو کاٹ کر مختار کے پاس روانہ کیا گیا مختار کی جب شمر کے کئے ہوئے سر پر نگاہ پڑی تو شمر کا جسد بجا لایا اور حکم دیا کہ اس کے غص سر کو مسجد کے سامنے فزے پر نصب کر دیا جائے تاکہ دوسروں کے لیے موجب عبرت ہو۔

پہلا ہم محل انتقام:

پہلے گروہ کہ جن کو مختار نے ان کے اعمال کی سزا دی اور ان سے انتقام لیا وہ تھا کہ جس نے عاشورا کے دن اپنے گھوڑوں کی فعل بندی کر کے امام حسینؑ کے بدن مبارک اور شہداء کو بلا پر دوڑائے تھے۔ مختار نے اس گروہ کو پکڑا اور تمام کو پیٹھ کے بل لٹا کر آہنی میخوں سے ان کے ہاتھ پاؤں کو بیچ کوب کیا اور حکم دیا کہ گھوڑوں کی فعل بندی کر کے ان نجس جسموں پر دوڑ لیا جائے اور اتنا دوڑ لیا گیا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور پھر ان کے جسموں کو آگ لگا دی گئی۔ ان کے نام یہ ہیں:

- (۱) اسحاق بن حوہ (۲) انیس بن مرشد (۳) حکیم بن طفیل
- (۴) عمرو بن مہج (۵) رجاہ بن مہد
- (۶) سالم بن خیمہ (۷) واھب بن نام (۸) صالح بن
- وہب (۹) حالی بن شیبہ (۱۰) اسید بن مالک

ابو عمرو زاہد نے کہا ہے کہ جب ہم نے ان کی رباقتہ زندگی کی تحقیق کی تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ تمام کے تمام حرام زادے تھے۔

بجل بن سلیم کا قتل:

بجل بن سلیم نے عاشورا کے دن امام حسینؑ کی انگلی کو انگوٹھی اتارنے کے لیے کہا تھا۔ مختار نے حکم دیا کہ اس کی پہلے انگلیاں کاٹی جائیں اس کے بعد اس کے دونوں پاؤں کو کاٹا جائے اس سے اس کا اتنا خون نکل گیا کہ وہ مر گیا۔

خولی بھی سرفہرست تھا:

خوامیہ حکومت کا بہت زیادہ دلدادہ اور ان کے اعمال میں شریک تھا بہت کثیف اور خبیث انسان تھا۔ اس نے کربلا میں بہت ہی مظالم اور جہالتیں اچھام دی تھیں۔

(۱) کربلا کے واقعہ میں بہت زیادہ دخل تھا۔

(۲) امام حسین ؑ کے بھائی عثمان بن علی کو حیرا مارا تھا کہ جس کی وجہ سے آپ کی شہادت ہو گئی تھی۔

(۳) خولی اور حمید بن مسلم امام حسین ؑ کے سر مبارک کو کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس لے آئے تھے۔ خولی رات کے وقت کوفہ پہنچا اس وقت قصر ابن زیاد بند ہو چکا تھا۔ یہ امام حسین کے سر مبارک کو اپنے گھر لے آیا اور اپنے کمرے میں سونے کے لیے گیا اپنے بیوی سے کہا کہ میں کربلا سے ایسی چیز لایا ہوں کہ ہمیں ہمیشہ کے لیے مالدار بنا دے گی۔ اس کی زوجہ نے پوچھا کہ کیا لائے ہو؟ اس نے کہا کہ فرزند رسول کا سر لایا ہوں خولی کی بیوی اہل بیت کے محبوں میں سے تھی اور شیعہ تھی اس کا نام نوار تھا۔ جب اس نے ایسا جواب سنا تو کمرے سے نکل کر فریاد بلند کی۔ کہ تم پر عذاب ہو لوگ سونا اور چاندی لائے ہیں اور تو فرزند رسول کا سر مبارک۔ اس نے اپنا لباس پہنا اور گھر سے باہر چلی گئی اور یوں کہتی جا رہی تھی کہ میں اس کے بعد تیرے گھر میں نہیں رہو گی۔ نوار نے کہا ہے کہ بخدا میں نے اپنے باورچی خانہ میں کہ جہاں امام حسین ؑ کا سر مبارک رکھا تھا دیکھا ہے کہ سفید رنگ کے پرندے سر مبارک کے ارد گرد پرواز کر رہے تھے۔ صبح کو آپ کا سر مبارک یہ ملعون انسان ابن زیاد کے دربار میں لے گیا۔

خولی کے گھر کا محاصرہ:

خولی یہ مکینہ اور خبیث انسان ان میں سے ایک تھا کہ جن کی مختار تلاش میں تھا۔ مختار نے اپنی پولیس کے سربراہ ابو عمرہ کو کہ جسے شکاری باز کے نام سے شہرت ہو گئی تھی اور معاذ بن

حانی کندی کو کئی ایک مسلح دستہ دے کر حکم دیا کہ خولی کو گرفتار کیا جائے۔ یہ چلے اور خولی کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ خولی بے خبر تھا اور اپنی نجات اور فرار کا کوئی راستہ نہیں پاتا تھا وہ حیران ہو گیا اور اپنے گھر کے بیت الخلاء میں کہ جس کے نیچے کثافت کے جمع ہونے کا کنواں تھا جا کر چھپ گیا تھا کہ اسے نہ دیکھا جاسکے۔ عطار کے آدمی اس کے گھر میں داخل ہوئے خولی کی بیوی سامنے آئی اور پوچھا کہ کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے اس پوچھا کہ تیرا خاوند کہاں ہے۔ اس کی بیوی اپنے شوہر سے ایک خاص عناد اور دشمنی رکھتی تھی اور اہل بیت کی حب دار تھی اس نے ایسی حالت میں اس کی سزا دیئے جانے کا اچھا موقع دیکھا بلند آواز سے ان کو جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا شوہر کہاں ہے لیکن ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے بیت الخلاء کی طرف اشارہ کیا۔ وہ لوگ بیت الخلاء میں داخل ہو گئے اور کنویں سے لکڑی ہٹائی تو خولی کو اس گند کے کنویں سے کثافت آلودہ حالت میں باہر نکالا اور اسے باندھ کر اسی حالت میں عطار کے پاس لے آئے۔

قتل کردو اور آگ لگا دو:

اتفاق سے عطار اپنے چند آدمیوں کے ساتھ اپنے قصر سے باہر آ رہا تھا اور امام حسین کے قاتلوں کی تلاش میں نکلا ہوا تھا کہ راستے میں اسے خولی کے گرفتار کیے جانے کی اطلاع ملی۔ عطار نے اپنا راستہ تبدیل کر کے خولی کے گھر کی طرف چلنا شروع کیا عطار کے ساتھ ابن کمال بھی تھا عطار اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں پہنچا خولی کو اسی کثافت آلودہ حالت میں اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ عطار نے حکم دیا کہ اسے اس کے گھر کے سامنے اس کے اعمال کی سزا دی جائے اور حکم دیا کہ اسے قتل کردو اور اس کے جسم کو جلا دو اور وہ اتنا جلایا گیا کہ راکھ ہو گیا۔

سنان بن انس کے حاشورا کے دن ظلم:

سنان بن انس ان میں سے ایک تھا کہ جنہیں سخت سزا دی گئی۔ سنان بن انس کا نام

بہت سنا گیا ہوگا۔ اس خبیث انسان کی جنائیات اور مظالم کو جو بھی سنتا ہے اس کے رونگٹے

کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ستان بن انس بدکار اور پست ترین شخصیت کا مالک ہے جو قساوت قلب میں شمر اور عمر بن سعد سے بھی پست تر تھا۔

(۱) عاشورا کے دن جب امام حسینؑ اٹھارہ گئے تھے اور آپ نے بہت زبردست جنگ کی تھی تو آپ کے جسم مبارک پر تگوار اور نیزے کے بہت سخت زخم آچکے تھے اس وقت شمر اور ستان بن انس نے دس آدمیوں کے ساتھ عیسوں پر بلہ بول دیا تو امام علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے ان کی طرف اشارہ کیا اور وہ مشہور جملہ فرمایا کہ اگر تم دین نہیں رکھتے ہو اور قیامت کا خوف تم میں نہیں ہے تو کم از کم آزاد انسان بنو۔ میرے اہل و عیال کے ساتھ تمہارا کیا کام ہے؟ عمر سعد نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کے خاندان کے در پے نہ ہوا جائے۔

(۲) جب امام حسینؑ پر تگوار اور نیزے کے بہت زیادہ زخم لگ چکے اور آپ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے تو ستان بن انس نے مظلوم کو بلا کے سینے پر نیزے کا وار کیا تو آپ زمین پر گر گئے ستان نے خولی سے کہا کہ جلدی کرو اور آپ کے سر مبارک کو بدن سے جدا کر دو۔ خولی آگے آ گیا لیکن اس پر امام علیہ السلام کا اتنا رعب اور ہیبت طاری ہوئی کہ اس کا جسم لرزنے لگا۔ اس نے آگے جانے کی جرات نہ کی اور واپس لوٹ آیا ستان نے غصے میں فریاد کی اے خولی! خدا تیرے بازو اور چہرے کو توڑ دے کیوں ڈرتے ہو۔ مگر وہ خود ملعون اپنے گھوڑے سے اترا اور بغیر خدا کے فرزند کا سر مبارک آپ کے بدن سے جدا کر دیا اور وہ سر خولی کو دے دیا۔

(۳) ستان کے اس طرح ظلم ڈھانے کے بعد اس کے اطرافوں نے ستان کو کہا کہ تم نے بہت اہم کام انجام دیا ہے تو نے عربوں کے بزرگ ترین انسان کو قتل کیا ہے تو نے حسینؑ فرزند فاطمہؑ و دختر رسولؐ کو قتل کیا ہے حاکم کی طرف سے تجھے بہت زیادہ انعام ملے گا جاؤ اور عمر سعد اور دوسرے سرداروں سے بڑے انعام کا مطالبہ کرو اگر یہ تمہیں اپنا سارا مال بھی دے دیں تو بھی تمہارے اس کام کے مقابلے میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ ستان اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے شعر

کئی کا بھی ذوق تھا آواز سے یہ شعر پڑھتے ہوئے عمر سعد کے خیمے کی طرف گیا۔

لَوْ كُنْتُ كَلْبِي فَهَلْ وَهَمَا

اِنْ كُنْتُ كَلْبِي لَسَدْتُ سَعْدًا

یعنی اے امیر! مجھے سونے اور چاندی میں فرق کر دے میں نے ایک بزرگوار سردار کو قتل کیا ہے۔

قُلْتُ عَمْرٍو لَسْتُ كَلْبًا

عَمْرٍو لَاحِقٌ بِسَوْدَاوَنٍ

میں نے ماں اور باپ کے لحاظ سے بہترین انسان کو قتل کیا ہے اور اس کو قتل کیا جو نسب کے لحاظ سے شریف ترین انسان ہے۔

عمر سعد نے تعجب اور ناراضی سے آواز دی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو دیوانہ ہے۔ اسے اپنے خیمہ میں لے گیا اور کہا اے احقر! سمجھ رہے ہو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ بخدا اگر ابن زیاد تیری اس کلام کو سنتا تو تیری گردن اڑا دیا۔

نخت مرزا:

عطار سان بن انس کی تلاش میں تھا کیونکہ عطار سے امام حسینؑ کا اصلی قاتل سمجھا تھا اور سان کو بھی علم تھا کہ اگر عطار کے پنجے میں آ گیا تو وہ اس کی خوب خبر لے گا اسی لیے وہ سب سے پہلے کوفہ سے بھاگ کر یمرہ چلا گیا۔ عطار نے حکم دیا کہ اس کے گھر کو خراب کر دیا جائے کئی دن کے بعد سان یمرہ سے قادسیہ کے طرف فرار کر گیا۔ عطار کے آدمی جو اچھی طرح سے اس پر نظر رکھے ہوئے تھے انہوں نے عطار کو اطلاع دی کہ سان قادسیہ میں آ گیا ہے۔ عطار نے کئی ایک آدمی اس کے گرفتار کرنے کے لیے قادسیہ روانہ کیے۔ سان بالکل غافل تھا اور وہ عذیب اور قادسیہ کے درمیان عطار کے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا۔ سان کے ہاتھ باندھ کر اسے عطار

کے پاس لے آیا کیا یہ قسی القلب ظالم انسان عمار کی عدالت میں آچکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق کا وعدہ پورا ہونے والا ہے۔ عمار نے حکم دیا کہ پہلے اس خبیث کی انگلیوں کو کاٹا جائے اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ دیا جائے اور ایک بڑی دیگ کہ جس میں تیل کھول رہا تھا وہاں موجود تھی ابھی یہ ملعون زندہ تھا کہ اسے تیل کی کھولتی دیگ میں ڈال دیا گیا یوں سنان اپنے اعمال کی سزا کو پہنچا۔

دوسرا قاتل گرفتار ہوا:

مقاتل کی کتابوں میں حکیم بن طفیل کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ شخص کوفہ کے سرداروں میں سے تھا اور یزید کی حکومت کا بہت زیادہ حامی اور مددگار تھا۔ اس کا کر بلا کے واقعہ میں قتل و غارت میں بہت زیادہ ہاتھ تھا۔ حکیم وہ شخص ہے کہ جس نے امام علیہ السلام پر تیر اندازی کی تھی۔ اس نے حضرت عباسؓ کو شہید کیا تھا اور آنحضرتؐ کا لباس اور اسلحہ لوٹا تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا تھا کہ تم نے کیوں فرزند زہراءؑ پر تیر اندازی کی تھی تو اس نے گستاخانہ جواب دیا کہ میرا تیر انہیں نہیں لگا تھا صرف آپ کے لباس پر تیر لگا تھا اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچایا تھا لیکن اس کا یہ عذر قابل قبول نہیں سمجھا جائے گا۔ عبد اللہ کامل اپنے چند آدمیوں کے ساتھ اس کے گھر گیا اور اسے گرفتار کر لیا اور اسے دارالامارہ لے آیا گیا۔

عدی بن حاتم کی سفارش:

حکیم کے رشتہ دار فوراً عدی بن حاتم کے پاس گئے۔ عدی عراقی کے شیعوں میں سردار اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے سخت حامیوں اور محبوں سے تھا۔ اس نے اپنے رشتہ داروں اور اولاد کے ساتھ صفین کی جنگ معاویہ اور اس کے لشکر کے خلاف لڑی تھی اور اس کے تین لڑکے طرفہ، طریف، طارف صفین کی جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ عدی عمار کے ہاں بہت زیادہ

محترم تھا۔ مختاران کی بات اور سفارش کو رد نہیں کیا کرتا تھا حکیم بن طفیل کے رشتہ دار جو عدی کے قبیلے سے تھے عدی سے جا کر خواہش کی کہ وہ مختار کے ہاں جائے اور مختار سے حکیم بن طفیل کو معاف کر دینے کی سفارش کرے انہوں نے عدی سے کہا کہ حکیم کے متعلق مختار کو جھوٹی خبریں دی گئی ہیں۔ عدی نے ان سے کہا کہ مجھ سے یہ کام تو نہیں ہو سکے گا لیکن پھر بھی میں مختار کے پاس جاتا ہوں۔ جب ابن کامل اور شیعوں نے دیکھا کہ عدی جلدی میں دارالامارہ کی طرف جا رہا ہے اور اس کا اس سے مقصد حکیم کے بارے میں سفارش کرنا ہے تو وہ سخت مضطرب اور پریشان ہو گئے کہ کہیں مختار جیسے پہلے ہی قبیلے کے کئی ایک افراد کو جو میدان سہج کی شورش میں شریک تھے عدی کی سفارش پر چھوڑ چکا ہے کہیں اسے بھی عدی کی سفارش پر چھوڑ نہ دے۔ شیعوں اور محبان اہل بیتؑ نے کامل سے کہا کہ ہمیں خوف ہے کہ کہیں مختار اس غیبت کے بارے میں عدی کی سفارش کو قبول نہ کر لے جب کہ اس کے ظلم معلوم ہو چکے ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس کا کام اس سے پہلے تمام کر دیں ابن کامل خود بھی اس کے بارے میں پریشان تھا لہذا ان حضرات کے جواب میں کہا کہ میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں جو چاہو کر لو۔ حکیم بن طفیل کو تیر بار ان کیا جاتا ہے:

ابن کامل کے دوست اور شیعہ اس جواب سے خوشحال ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ابن کامل بھی دل سے حکیم کے زندہ رہ جانے پر راضی نہیں ہے وہ حکیم کے ہاتھ باندھ کر عزیزیان نامی جگہ پر لے گئے اور اسے ایک دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا اور اس سے کہا گیا تم نے حضرت عباس علیہ السلام کا لباس ان کی شہادت کے بعد نہیں اتار تھا اور ان کے جسم کو ننگا نہیں کیا تھا اب ہم بھی تیرے جسم سے حیرالباس اتار دیں گے اور مرنے سے پہلے اپنے عمل کے انتقام کا مزہ چکھو۔ ابن کامل کے آدمیوں نے اسے ننگا کیا اور ہاتھ باندھ کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ پھر اس سے کہا کہ تم نے عاشوراء کے دن امام حسینؑ کے جسم پر حیر نہیں چلایا تھا اور کہتا تھا کہ میرا تیر بدن پر نہیں لگا تھا

بلکہ صرف ان کے لباس پر لگا تھا۔ اب تیار ہو جاؤ اور اپنے کردار کی سزا پاؤ۔ تمام نے اپنے تیروں کا نشانہ اس کے جسم کو قرار دے دیا اور حیر مارنے کا حکم دیا گیا اور کہا لو اس کا حرا اس کے جسم پر اتنے تیر مارے کہ وہ زمین پر گر پڑا۔

ابو جارد نامی انسان جو اس واقعہ کا مشاہدہ کر رہا تھا اس نے کہا کہ حکیم کے جسم پر اتنے تیر مارے گئے کہ صورت شاخ دار حیوان سی کی طرح ہو گئی ہے۔ عدی بن حاتم کو اس کام کی خبر نہیں تھی وہ مختار سے پاس گیا تا کہ وہ حکیم بن طفیل کے بارے میں سفارش کرے۔ مختار نے عدی کا بہت احترام کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ مختار نے عدی سے کہا کہ اے ابوطریف آپ کی کیا فرمائش ہے؟ عدی نے کہا کہ حکیم بن طفیل کے معاف کر دینے کی خواہش کرتا ہوں۔ مختار نے کمال تعجب سے عدی کی طرف دیکھا اور کہا اے ابوطریف آپ سے یہ بعید ہے کہ آپ ایک خبیث قاتل کی سفارش کریں وہ تو امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے ہے۔ عدی نے کہا اے امیر آپ کو جھوٹی خبریں دی گئی ہیں اس کا امام حسینؑ کے قتل میں زیادہ دخل نہیں تھا۔ مختار چونکہ عدی کا بہت زیادہ احترام کرتا تھا اسے کہا کہ اچھا میں نے وہ آپ کو بخش دیا ہے اسی گفتگو کے وقت ابن کمال مختار کے پاس آیا۔ مختار ابن کمال کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اس مرد کے بارے میں کیا کیا ہے یعنی میں حکیم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔ ابن کمال نے کہا میں قربان جاؤ اسے تو شیعوں اور ماموزین نے قتل کر دیا ہے۔ مختار دل سے تو حکیم کے قتل ہو جانے پر خوش ہوا لیکن نرمی سے کمال سے کہا کہ کیوں تم نے جلدی کی اور اسے میرے پاس نہیں لائے ہو یہ بزرگوار عدی میرے پاس اس کی سفارش کرنے کے لیے آئے ہیں میں نے بھی ان کے احترام کی وجہ جو میرے دل میں ان کی سفارش کو قبول کر لیا ہے ابن کمال نے کہا کہ میں قربان جاؤ شیعوں نے میری بات نہیں سنی میں ان پر قابو نہیں پاسکا میری اجازت کے بغیر اسے انہوں نے تیر باران کر دیا ہے۔ عدی اس خبر کے سننے سے حیران ہو چکا تھا بہت غصے میں ابن کمال سے کہا اے خدا کے

دشمن تو جھوٹ بولتا ہے تو نے محسوس کر لیا تھا کہ میں اس کی سازش کرنے کے لیے مختار کے پاس جا رہا ہوں اس سے پہلے کہ تو اسے امیر کے پاس لے آتا تو نے اسے قتل کر دیا ہے تاکہ تجھے کوئی اس قتل کر دینے سے روک نہ دے۔ عدی نے ابن کمال سے سخت گفتگو کی۔ ابن کمال نے عدی کا جواب دینا چاہا تو مختار نے اپنی اقل اپنے منہ پر رکھ کر اشارہ کیا کہ عدی کا احترام کرو اور جواب نہ دو۔ ابن کمال چپ ہو گیا عدی نے غضب ناک اور ناراضگی کی حالت میں مختار سے خدا کا نکل کی اور اسٹھ کر چلا گیا۔

حرمہ پر امام سجادؑ کی نفرین:

شیخ طوسی نے امالی میں لکھا ہے کہ منہال بن عمرو کہ جو شیعہ اور امام زین العابدینؑ کے اصحاب میں سے متحدہ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ گیا اور امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ اے منہال۔ حرمہ بن کمال اسدی کے بارے میں کیا خبر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جب میں کوفہ سے آیا تھا تو اس وقت تک وہ زندہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور اس طرح سے بددعا کی ”اللہم افقه حرا الحدید اللہم افقه حرا الحدید اللہم افقه حرا الحدید“ یعنی خدایا اسے تلواریں کا چراچکا اسے لوہے یعنی تلواریں کا چراچکا۔ اسے آگ کا چراچکا۔ اس بھیڑے صفت انسان نے کربلا میں ایسی جتایات کی ہیں کہ جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا امام علیہ السلام کی اس بددعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمہ کے ظلم سے زیادہ امام اور اہل بیت علیہم السلام کے دلوں کو کسی اور مصیبت نے اتار نیچیدہ نہیں کیا تھا۔

ابو یوسف نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی اصغر کو امام حسینؑ کے دامن میں تیر کا نشانہ بتایا گیا تو آپ نے دشمن پر نفرین کی تھی اور فرمایا تھا کہ ”واللہم لیس من ہولاء الظالمین“ یعنی خدایا ہمارا ان ظالموں سے انتقام لے۔

حرمہ پکڑا گیا:

منہال نے کہا کہ میں مدینہ کی زیارت کے بعد کوفہ روانہ ہوا اور جب میں کوفہ پہنچا تو عمار کر بلا کے قاتلوں کو نیست و نابود کرنے میں مشغول تھا۔ میری پہلے سے عمار کے ساتھ دوستی تھی۔ میں کئی دن گھر میں رہا لوگ میری ملاقات کے لیے آ جا رہے تھے اس کے بعد ایک دن میں عمار کی ملاقات کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا۔ عمار کے ساتھ میری ملاقات اس وقت ہوئی جب وہ ایک گروہ کے ساتھ گھر سے باہر جا رہا تھا جب عمار کی نگاہ مجھ پر پڑی تو مجھے کہا اے منہال کیوں تو میری ملاقات کے لیے میرے پاس نہیں آیا اور مجھے انقلاب کے کامیاب ہو جانے اور حکومت کے قائم کرنے پر مبارک باد دینے کے لیے نہیں آیا؟ اور انقلاب میں ہماری مدد کیوں نہیں کی؟ منہال نے عمار سے کہا کہ میں حج کو گیا ہوا تھا اور ابھی واپس آیا ہوں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں میں عمار کے ساتھ چل پڑا عمار جب کنارہ محلہ پہنچا تو وہ وہاں ٹھہر گیا گویا کسی چیز کا وہ انتظار کر رہا تھا اور اس کی نگاہ ایک خاص نقطہ پر جمی ہوئی تھی۔ عمار کو بتلایا گیا تھا کہ یہاں پر حرمہ چھپا ہوا ہے عمار نے چند ایک آدمیوں کو حرمہ کو تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا اور خود وہیں ٹھہرا رہا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آپ کے بھیجے ہوئے آدمی دوڑتے ہوئے آئے اور خوشحالی میں فریاد کی اے امیر! بشارت اور مبارک ہو حرمہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ چند آدمی حرمہ کو گھسیٹے ہوئے اسے عمار کے پاس لے آئے عمار نے کہا کہ ہاں یہی حرمہ سنگ دل انسان کر بلا میں علی اصغر کا قتل کرنے والا ہے۔

حرمہ کی سزا:

جب عمار کی نگاہ حرمہ کے دشت زدہ چہرے پر پڑی اور اسے تند نگاہ سے دیکھا تو کہا ”الحمد لله الذی مکننی مفلک“ یعنی خدا کا شکر کہ اس نے تجھے میرے قبضے میں دے دیا

اور فوراً آواز دی کہ جلااد۔ جلااد۔ جلااد جو پہلے سے حاضر تھا اس نے کہا کہ فرمائیے میں آپ پر قربان جاؤں۔ مختار نے حکم دیا کہ پہلے اس کے ہاتھ کاٹ دو۔ جلااد نے بلا فاصلہ ایک ضربت لگائی اور اس کے دونوں ہاتھوں کو جدا کر دیا۔ جی ہاں یہ وہی دونوں ہاتھ تھے کہ ایک کمان کو پکڑتا تھا اور دوسرا تیر چلا کر علی اصغر کے گلو مبارک کو چیر چکا تھا اور ایک دفعہ حضرت عباس علیہ السلام کی آنکھ پر اور ایک دفعہ امام حسین ؑ کے دل کو پار کر گیا تھا۔ ان دونوں پلید ہاتھوں کو کٹنا چاہیے۔ اس کے بعد مختار نے آواز دی کہ اس کے دونوں پاؤں کو کاٹ دیا جائے۔ جلااد نے اس حکم کی تعمیل کی۔ حرمہ کا جسم ہاتھ اور پاؤں سے کٹا ہوا خون میں غلٹاں تھا کہ مختار نے پھر بلند آواز سے کہا کہ آگ۔ آگ۔ فوراً کٹڑیاں اکٹھی کر کے اس کے جسم پر ڈال کر آگ لگا دی مٹی اور اس مٹھون کا جسم جلنے لگا۔

منہال کہتے ہیں کہ میں حیرانگی سے مختار کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور اس کے نظارہ کر رہا تھا جب حرمہ کا بدن جل رہا تھا تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ سبحان اللہ مختار نے یکدم میری طرف نگاہ کی اور کہا کہ اے منہال تو نے اللہ کی تسبیح کی لیکن بتلاؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ میں نے کہا اے امیر! خوب غور سے سنو تا کہ میں آپ کو اس کی علت بتلاؤں۔ میں اسی سفر میں جب مکہ سے واپس آ رہا تھا تو میں امام زین العابدین ؑ کی خدمت میں مدینہ گیا۔ آپ نے مجھ سے حرمہ کا حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور دو دفعہ فرمایا خدا یا حرمہ کو تلواریں کا درد چکھا اور خدا یا اسے آگ کی تپش کا مزا چکھا۔ مختار نے تعجب سے پوچھا کہ واقعاً تو نے امام علیہ السلام سے ایسا سنا ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم میں نے آپ سے ایسا ہی سنا ہے۔ منہال کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مختار اپنے گھوڑے سے اتر اور دو رکعت نماز ادا کی اور ایک طولانی سجدہ کیا۔ پھر اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اس وقت تک حرمہ کا جسم کوئلہ ہو چکا تھا۔ ہم اکٹھے روانہ ہوئے یہاں تک

میرے گلے میں میرے گھر کے نزدیک پہنچے۔ میں نے غار سے تعارف کیا اور کہا کہ اے امیر! اگر آپ لطف فرمائیں تو مجھے سرفراز کیجیے اور تھوڑا سا آرام کرنے کے لیے میرے گھر تشریف لائیں اور یہیں میرے ہاں غذا تناول فرمائیں۔

روزہ شکر:

غار نے مجھے دیکھا اور کہا کہ اے منہال تم نے چار دعائیں امام جواد علیہ السلام کی میرے لیے بیان کی ہیں۔ خداوند عالم نے آپ کی دعاؤں کو میرے ہاتھ سے قبولیت کا شرف بخشا ہے پھر بھی تم مجھے خدا کھانے کی دعوت دیتے ہو؟ میں نے آج شکرانہ کے روزے کی نیت کر لی ہے اور یہ موقع جو خداوند عالم نے مجھے عبادت کی ہے میں نے اس کے شکرانے میں روزہ رکھ لیا ہے۔ یہ حرم مدنی ہے کہ جس نے امام حسین علیہ السلام کا سرب مبارک اٹھائے رکھا تھا۔

علی اکبر علیہ السلام کا قاتل مجاصرہ میں:

غار نے عبداللہ بن کمال کو ایک گروہ کے ساتھ مرۃ بن مہر جو قیس قبیلے سے تھا گرفتار کرنے کا حکم دیا یہ ملعون ایک دلیر اور بہادر انسان تھا یہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کا قاتل تھا۔ عبداللہ بن کمال نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کے گھر کا محاصرہ کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کے فرار کرنے کا کوئی راستہ نہیں تو اس نے اپنا نیزہ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر عبداللہ بن کمال کے آدمیوں پر حملہ کر دیا تاکہ ان کے محاصرہ کو توڑ کر فرار کر جائے۔ اس نے عبداللہ بن کمال کے ایک آدمی عبداللہ شامی پر نیزہ مارا اور اسے زخمی کر دیا۔ عبداللہ بن کمال نے اس کا پیچھا کیا اور اس پر اپنی تلوار سے اس کے دائیں ہاتھ پر حملہ کیا اور اسے زخمی کر دیا لیکن وہ جدانہ ہوا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے اپنا دفاع کیا اور ہوشیاری سے اس کے گھوڑے نے محاصرہ توڑا اور نجات پیدا کر کے اپنے اسی زخمی ہاتھ سے فرار کر کے پھر پہنچ گیا اور مصعب بن

زہر کے ساتھ مل گیا اس کا آخری عریک ہاتھ بے حس رہا اور مفلوج ہو گیا۔

ایک اور قابلِ مصالحت کے کٹہرے میں:

موسیٰ بن عامر نے کہا کہ عمار نے اپنے ایک دوست عبداللہ شاکری کو ایک مسلح گروہ کے ساتھ زید بن رقادہ کے گرفتار کرنے کا حکم دیا یہ زید جب قبیلے سے تھا اس نے کربلا میں عبداللہ بن مسلم کو حیر مار کر شہید کر دیا تھا اس اس زید نے کہا ہے کہ میں نے امام حسین ؑ کے ایک چھوٹے فرزند پر جب کہ اس نے اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا ہوا تھا غیر مارا تھا اور اس طرح پیشانی کا جج انداز لگا کر حیر مارا تھا کہ اس بچے کا ہاتھ اس کی پیشانی سے جڑ گیا اور وہ اپنے ہاتھ کو اپنے پیشانی سے نہیں ہٹا سکا تھا ابو عبداللہ ؑ زہری نے کہا کہ وہ جو ان کے جسے زید بن رقادہ نے مارا تھا وہ عبداللہ جناب مسلم کا فرزند تھا جب اس کا ہاتھ اس کی پیشانی سے جڑ گیا تو اس نے یوں بددعا کی کہ خدایا انہوں نے ہماری قدر کو کم کیا ہمیں خوار کیا خدایا جس طرح یہ ہمیں قتل کر رہے ہیں انہیں قتل کر اور جس طرح یہ ہمیں خوار کر رہے ہیں انہیں ذلیل اور خوار کر۔ زہر نے کہا ہے کہ اس لہون آدمی نے اسے دوسرا حیر مارا اور اس سے اسے شہید کر دیا۔ زید لہون خود بیان کرتا ہے کہ جب میں اس بچے کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔ میں نے حیر کو اس کے جسم سے نکالا لیکن وہ حیر جو میں نے اس کی پیشانی پر مارا تھا اور پیشانی سے وصل ہو چکا تھا میں نے جتنی کوشش کی کہ حیر کو اس کی پیشانی سے نکالوں تو میں اسے نہ نکال سکا۔ میں نے اسے اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ تاریخ طبری اور کامل میں اس کا نام زید بن رقادہ لکھا ہے لیکن اس کا نام زید بن ورقادہ بھی آیا ہے عمار نے جب اس زید کو گرفتار کیا یہ لہون عمار کے ساتھ عبداللہ کامل کے آدمیوں سے مقابلہ کر رہا تھا۔ عبداللہ بن کامل نے انہیں حکم دیا کہ اپنے کوار سے نہ مارنا بلکہ اسے حیروں اور پتھروں سے سنگسار کرو۔ انہوں نے ایسے ہی کیا۔ اور یہ زمین پر گر پڑا اس وقت عبداللہ بن کامل نے حکم دیا کہ اسے زندہ آگ میں جلا دو ایک عالم کہہ رہا تھا۔

عمر بن جراح ان میں سے تھا کہ جنہوں نے کربلا میں ظلم کیے تھے اور عمر بن سعد کے لشکر کے سینہ پر سپہ سالاری کا ذمہ دار تھا اور شمر بنسروہ پر تھا اس عمرو کو نہ فرات کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا۔ اسے عاشورا کے دن پانچو آدمیوں کے ساتھ نہ فرات سے الہ بیت کو پانی نہ دینے پر متعین کیا گیا تھا۔ اس نے عاشورا کے دن امام حسینؑ سے جنگ کی تھی۔ یہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کے خط لکھے تھے لیکن اس نے پھر ابن زیاد کے حکم سے جناب مسلم بن عقیل کے ساتھ جنگ کی تھی اور مسلم بن عقیل کے گرفتار کرنے میں اس کا ہاتھ تھا۔ اس نے ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد مذبح قیلے کی طرف سے ابن زیاد کے ساتھ وفاداری کا اعلان کر دیا تھا۔ عاشورا کے دن اپنے لشکر کو امام حسینؑ کے خلاف براہیختہ کیا تھا یہی عمرو بن جراح عتار کی ابن مطیع کے ساتھ جنگ میں ابن مطیع کے مشیروں میں سے تھا اور لوگوں کو عتار کے خلاف تحریک کر رہا تھا۔ عمرو کو اپنی سابقہ سیاہ زندگی کے کردار کا علم تھا اور جانتا تھا کہ اگر عتار نے اس پر قابو پا لیا تو کم از کم اس کی سزا موت ہے لہذا اس نے کوفہ میں رہ جانے پر فرار کر جانے کو ترجیح دی اور اسی جنگ کے زور شور کے وقت شرافہ اور رواسفہ کے راستے سے بھاگ گیا اور اس کے بعد وہ ناپید ہو گیا اس کے بعد اس کا پتہ نہ چل سکا کہ اسے زمین نگل گئی یا آسمان پر چلا گیا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ عتار کے آدمیوں نے اسے بیابان میں دیکھا کہ پیاس کی شدت سے آخری رتق پر ہے تو انہوں نے اسے گرفتار کر کے اس کا سر اس کا بدن سے جدا کر دیا تھا۔

تین ظالم عتار کی ہدالت میں:

ابو سعد مصل نے کہا ہے کہ عتار کو کربلا کے واقعہ میں شریک چار آدمیوں کی تھی جبکہ کی اطلاع دی گئی اس کی خبر دینے والا سحر بن سحر تھا جو عتار کے قریبی دوستوں میں سے تھا۔ عتار نے عبد اللہ کامل کو ایک گروہ کے ساتھ حکم دیا کہ ان کی تلاش میں جائے۔ ابو سعید مصل جو خود بھی

عبداللہ بن کمال کے اس گروہ میں شامل تھانے کہا ہے کہ ہم بنی ضیحہ قبیلے میں پہنچے اور ان چار میں سے ایک آدمی بنام زیاد بن مالک کو گرفتار کر لیا اس کے بعد ابن کمال نے ایک اور جگہ جانے کا حکم دیا ہم حمرانی منطقہ میں ایک گھر میں آئے اور ان چار میں سے دو اور آدمیوں کو گرفتار کر لیا ایک کا نام عبدالرحمن بن ابی خشکارہ بجلی یہ وہ تھا کہ جس نے مسلم بن عویض کو شہید کیا تھا اور دوسرے کا نام عبداللہ بن قیس تھا ان تمام قیدیوں کو ہم عتار کے پاس لے آئے جب عتار کی ان پر نگاہ پڑی تو ان پر آواز بلند کی اور کہا اے جوانان جنت کے قتل کرنے والو! تم نے دیکھا کہ خداوند عالم نے تم سے انتقام لیتا میرے سپرد کر دیا ہے۔ دیکھا کہ وہ سرخ عیڑا من تمہارے لیے کوئی خواست لے آیا یا ان لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے امام حسین ؑ کا سرخ عیڑا من اتار کر لوٹا تھا۔ پھر عتار نے حکم دیا کہ ان تمام کو بازار میں لے جا کر مجمع عام میں ان کی گردن اڑا دو۔ بلافاصلہ عتار کے اس حکم پر عمل کیا گیا۔

حمید بن مسلم کی تلاش اور تین خالموں کو سزا:

حمید بن مسلم کوئی امام حسین ؑ کے قیام میں اول سے آخر تک حاضر تھا اور تقریباً اسے نائنگاری کا عنوان دیا جاسکتا ہے کہ بلا کے بہت سے واقعات کو اس نے اول سے آخر تک نقل کیا ہے۔ عتار نے سائب بن مالک کو ایک گروہ کے ساتھ اس کی تلاش میں روانہ کیا حمید کہتا ہے کہ میں کوفہ کے باہر عبدالقیس قبیلے میں غفلت اور پناہ لے چکا تھا۔

عبداللہ اور عبدالرحمن فرزند ان اصلح بھی میرے پیچھے وہاں پہنچ گئے تھے اور ہم سب چھپ گئے تھے۔ سائب کے گروہ نے ہم سب کا پیچھا کیا میں نے اس فرصت سے استفادہ کیا اور فرار کرنے پر موفق ہو کر نجات پیدا کر لی لیکن وہ دو آدمی گرفتار کر لیے گئے اسی دوران ایک اور آدمی بنام عبداللہ بن وہب جو کہ بلا کے واقعہ میں شریک تھا گرفتار کر لیا گیا ان تمام کو عتار کے پاس لے گئے۔ عتار ان کے جرم سے اچھی طرح آگاہ تھا فوراً حکم دیا کہ انہیں بازار لے جا

کر کھج کام میں لگ کر دیا جائے۔ حمید بن مسلم نے کہا ہے کہ جب میں عطار کے پونے سے آزاد ہوا تو یہ شعر کہے:

دیکھا کہ میں نے اس وحشت سے کیسے نجات حاصل کر لی جب کہ مجھے اس کی امید نہ تھی خدا پر امید نے مجھے نجات دی اور میں سوائے خدا کے کسی سے امید نہیں رکھتا۔
دو اور کامل حدیثیں ہیں:

موسیٰ بن عاص رحمہ فیہ کا کہنا ہے کہ ان تین آدمیوں کے گرفتار ہونے کی خبر مصمم بن عبدالرحمن جعفی اور ابی اسامہ بن بشیر کاغشی کو ملی اور ان دونوں نے بھی کربلا کے واقعہ میں بہت زیادہ ضایعت کی ہوئی تھی اور عبدالرحمن بن عقیل کی شہادت میں شریک تھے ان کا ہاتھ بھی اٹلی بیت کے خون سے رنگین تھا یہ دونوں خوف کے مارے چھپ گئے۔ عبداللہ کامل اپنے مسلح گروہ کے ساتھ مصر کے وقت بنی دھان محلے کی مسجد کے سامنے مستقر ہوا اور بنی دھان قبیلے کو اطلاع کیا اور قسم اٹھائی کہ اگر وہ عثمان بن خالد کو اس کے سپرد نہیں کریں گے تو میں تمام قبیلے کو قتل کر دوں گا۔ ہم تمام قبیلے کے افراد کا مصرہ میں تھے ہم نے کہا کہ آپ ہمیں ہمت دیں تا کہ اسے تلاش کریں اور آپ کے سپرد کر دیں۔ ہمارے کچھ آدمی کامل کے سپاہیوں کے ساتھ ہو لیے اور ان دونوں آدمیوں کے تلاش کرنے کے لیے چل پڑے اور اسے اس میدان میں جو باہر نکلنے کا راستہ تھا جا کر ڈھونڈ نکالا جو عراق کے شمالی جزیرے کی طرف بھاگ کر جانے کا ارادہ رکھتے تھے پولیس نے ان دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا اور عبداللہ بن کامل کے پاس لے آئے۔ عبداللہ بن کامل نے عثمان سے کہا کہ اس خدا کا شکر کہ جس نے جگ میں مومنین کی مدد کی اگر یہ دونوں نہ ملنے تو ہم مجبور ان کے گھر پر حملہ کر دیتے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسے نے مجھے تم پر غلبہ دیا ہے۔ اس وقت عبداللہ انہیں جعد نامی کنوئیں کی طرف لے گیا اور دونوں کی گردن اڑا دی اور پھر عطار کے پاس واپس لوٹ آیا اور اپنی کارکردگی کی عطا کو اطلاع دی۔ عطار ان دو خبیث انسانوں کے بارے

میں بہت سخت حسرت رکھتا تھا غم دیا کہ ان دونوں کے جسموں کو دفن نہ کیا جائے بلکہ دونوں کو آگ میں جلا دیا جائے۔

اُسی ہمدانی نے ان دونوں کے لیے مرثیہ اس مضمون سے لکھا ہے:

اے آنکھ صحن جوان پر گریہ کر کہ وہ کیا جوان تھا۔ دھماں قیلے اس جیسے خوبصورت اور شیریں جوان کو جو بہادری اور جوانمردی میں مثل نہیں رکھتا کبھی فراموش نہیں کروں گا۔



دوسرا حصہ

﴿عقار اور عمر سعد﴾

جن دونوں عقار امام حسینؑ کے قاتلوں اور کربلا کے واقعہ میں داخل لوگوں کو گرفتار کر رہا تھا اور ایک کے بعد دوسرا قتل کیا جا رہا تھا۔

موسیٰ بن عامر کہتا ہے کہ میں اس مجلس میں موجود تھا کہ جسے عقار نے چند آدمیوں کے رو برو منعقد کیا تھا عمر بن قحط کہتے ہیں کہ میں عقار کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اس نے خوشحالی اور توقع کے اظہار کے کیلئے یہ جملہ کہا کہ کل میں اس آدمی کو قتل کروں گا کہ جس کے پاؤں بڑے اس کی آنکھیں دھنسی ہوئی آہو کہتے جو اس آنکھوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے قتل سے آسمان کے ملائکہ اور زمین خوشحال ہو گئے۔ عمر بن قحط عقار کا مطلب سمجھ گیا طبری نے لکھا ہے کہ اس جلسے میں قحط نے بیٹھا ہوا تھا اس نے عقار کا نام سے اچھی طرح کھانا لیا کہ اس نے

عقار کا قصد سوائے عمر بن سعد کے اور کوئی نہیں ہے۔ یہ آدمی اپنے گھر آیا اس کی عمر بن سعد سے پہلے سے رفاقت اور دوستی تھی اس نے اپنے بیٹے حریان سے کہا کہ فوراً اٹھو اور عمر بن سعد کے گھر چلے جاؤ اور اس سے کہو کہ اپنے آپ کو سنبھالو اور اپنی جان کی نجات کی فکر کرو عقار تجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ حریان جلدی میں عمر سعد کے گھر گیا اور خفیہ طور سے اس واقعہ کی اسے خبر دی۔ عمر سعد اس خبر کے سننے سے بہت ہی پریشان ہو چکا تھا حریان سے کہا کہ خدا تیرے باپ کو بخش دے اور اس برادری کی اسے اللہ جزائے خیر عنایت فرمائے بہت اچھے وقت میں خبر کی ہے۔ میں اگرچہ اس کام کو بعید سمجھتا ہوں کیونکہ عقار نے مجھے امان دے رکھی ہے اس معاہدے اور بیثاق اور ضمانت کا کیا حال ہوگا؟ میں نے عقار کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا ہے۔ عمر سعد پوری طرح حیرت زدہ ہو چکا تھا اور امان نامہ کی بنا پر جو عقار نے اپنے آپ کو رکھا تھا اور عقار کے درگزر کرنے کی عادت اور بزرگواری سے جو عقار کی عادت تھی اور اس کی لوگوں سے جو حسن سیرت تھی اس کی بنا پر بعید جانتا تھا کہ عقار اس طرح کا اقدام کرے گا۔

امان نامہ کا واقعہ:

یہاں پر ضروری ہے کہ اس امان نامہ کی طرف جو عقار نے عمر سعد کو دیا تھا اشارہ کیا جائے اور مثال مشہور ہے کہ الخائن خائف یعنی خیانت کار انسان ڈر پوک ہوتا ہے۔ عمر سعد اچھی طرح سے جانتا تھا کہ عقار کا قیام سے اصلی پہلی امام حسین ؑ اور شہداء کربلا کے خون کا انتقام لینا ہے اور جب بھی اس کے لیے حالات سازگار ہونگے اس پر عمل کرے گا اور چونکہ کربلا کے واقعہ میں سب سے زیادہ عمل و دخل عمر سعد کا تھا اور یہ ابن زیاد کی قیام نامہ کا سالار اعظم تھا اور اس نے امام حسین ؑ سے جنگ کی تھی اور پورے کربلا کے ظلم اور جتلیات کی ذمہ داری اسی کی گردن پر تھی لہذا عقار کے کوفہ پر مسلط ہونے کے بعد اس سے پہلے کہ عقار انتقام لینا شروع کرے عمر سعد نے عقار کے مقرب ترین انسان عبداللہ بن جعدہؓ کو

واسطہ بنا کر مختار سے امان نامہ لکھ لیا۔ عبداللہ بن جعد اس رشتہ داری سے جو اسے حضرت علیؓ سے حاصل تھی مختار کے نزدیک بہت محترم اور عزیز انسان تھا۔ عبداللہ نے مختار سے تقاضا کیا کہ عمر سعد آپ سے خواہش کرتا ہے کہ آپ اسے امان دے دیں اور اس کے گزرے اعمال کو فراموش کرتے ہوئے معاف کر دیں اور موردِ رحمت قرار دیں۔ عمر سعد وعدہ کرتا ہے کہ معمولی سی حرکت بھی آپ کے خلاف اس سے سرزد نہ ہوگی۔ مختار نے اس مصلحت کی بنا پر کہ اپنے دشمنوں کی بغاوت اور شورش کو روک لے جناب عبداللہ کی سفارش کو قبول کر لیا اور ایک امان نامہ لکھ کر عمر سعد کو دے دیا۔

اصل امان نامہ کی عبارت:

امان نامہ کی اصل عبارت کا ترجمہ یہ ہے: ”بسم اللہ الرحمن الرحیم مختار کی جانب سے عمر بن سعد امین وقاص کو امان دی جاتی ہے۔ اس خدائی امان میں تیرے مال اور جان اور خاندان و اولاد کو تیرے گزشتہ اعمال کے نتیجے میں کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی لیکن اس شرط پر کہ تم ہماری اطاعت کرنے اور حکم کی بجا آوری کا عہد کرو اور صرف اپنے گھر اپنے خاندان میں رہو اور کوفہ سے باہر نہ جاؤ۔ ہماری فوج اور پولیس اور آل محمدؐ کے شیعہ اور تمام لوگ تم سے سمائے اچھائی کے کوئی اعتراض اور تنگدروی نہیں کریں گے۔ اس امان نامہ کے گواہ یہ ہیں:

(۱) سائب بن مالک (۲) احمد بن شعیب (۳)

عبداللہ بن شداد (۴) عبداللہ بن کامل

اور مختار خود بھی ضمانت دیتا ہے کہ اس عہد اور پیمان کا پاس کرے گا مگر یہ کہ تم سے کوئی کام سرزد ہو یا حدیث رونما ہو یا امان نامہ کے شرائط کو زیر پا کر دو۔ والسلام۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی توجیہ اور وضاحت:

امام محمد باقر علیہ السلام نے مختار کے امان نامہ کو نقل کر دینے کی یوں وضاحت کی کہ

عقار نے امان نامہ میں یہ لکھا تھا: لعن من بعد بن سعد بن ابی انی بعدت حدیثا اور
عقار کی مراد حدیث کے لفظ سے جو امان نامہ میں ہے یہ تھی کہ وہ بیت الحکام میں جا کر حدیث کا خاوریہ
کے روز عقار امان نامہ کا پابند نہ ہوگا اور عقار نے اس لفظ سے تو یہ کیا تھا اور اس کا ظاہری معنی
مراد نہ لیا تھا بلکہ اس سے خاص معنی یعنی محدود حدیث قصہ کیا تھا اور حدیث ہر انسان سے صادر ہوا
کرتی ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ جب عقار نے عرسہ کو امان نامہ دیا تو وہ مرتبہ عقار کے پاس
آتا تھا اور آمد و رفت جاری رکھتا تھا اور عقار کے پاس کرسی پر بیٹھا کرتا تھا کبھی خود آپ اور کبھی
اپنے لڑکے کو عقار کے پاس بھیجا کرتا تھا تا کہ اسے سمجھا سکے کہ میں تیرے پاس ہوں اور بھاگ
جانے کا ارادہ نہیں رکھتا یا کسی سبب سے ملنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

محمد بن الحنفیہ کی حیرت:

موسیٰ بن عامر نے کہا ہے کہ ایک وجہ کہ جس کے بعد عقار نے عرسہ کو جلدی نقل کیا وہ
خبر تھی جو اسے محمد بن الحنفیہ سے پہنچی تھی کہ جس میں انہوں نے حیرانگی کا اظہار کیا ہے کہ عقار نے
عرسہ کو امان دے دی ہے۔

موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک آدمی عام یزید بن شراحیل انصاری حضرت محمد بن الحنفیہ کی
زیارت کے لیے مدینہ گیا سلام اور احوال پرسی کے بعد عقار اور کوفہ کے حالات کے بارے میں
گفتگو ہوئی اور کہا گیا کہ عقار نے اہل بیت عظام کے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام کر دیا
محمد بن الحنفیہ نے حیرانگی کی حالت میں اظہار کیا کہ بہت ہی عجیب اور حیرانگی ہے کہ عقار
پہ کوشیہ کھلاتا ہے اور شہداء کو بلا کے خون کا انتقام لینے والا بناتا ہے لیکن میں نے سنا
ہے کہ امام حسینؑ کے قاتلوں سے رفاقت اور دوستی کر رہی ہے اور انہیں اپنے پہلو میں کرسی پر
بیٹھا ہے اور گفتگو کرتا ہے اس انصاری نے جناب محمد حنفیہ کی کلام کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا

اور جب کوفہ لوٹ آیا تو عمار کے دیکھنے کے لیے اس کے اس گیا۔ چونکہ یہ آدی جاز سے آیا تھا تو عمار نے اس کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ اچھا یہ ملاؤ کہ مدینہ میں کیا خبر تھی؟ آیا مہدی یعنی محمد بن الحنفیہ سے بھی آپ نے ملاقات کی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں میں ان کی زیارت کے لیے گیا تھا۔ اچھا تو انہوں نے کیا فرمایا؟ اس آدی نے محمد بن الحنفیہ کے ساتھ گفتگو کا حال سنایا اور ساتھ ہی ان کی حیرانگی اور پریشانی کا جو محمد بن حنفیہ امام حسین ؑ کے قاتلوں کے بارے میں عمار کے سامنے ذکر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ عمار نے ارادہ کر لیا کہ عمر سعد اور اس کے فرزند کو قتل کر دے جب ان دونوں کو عمار نے قتل کر دیا تو دونوں کے سر ایک کثیر مال اور تحائف کے ساتھ بطور ہدیہ محمد بن الحنفیہ کے ہاں بھیج دیے اور ایک خط بھی آپ کو لکھا کہ جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عمار کا عمر سعد کے بارے میں جلدی اقدام نہ کرنے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابھی تک عمار نے حالات مناسب نہ دیکھے ہوں کہ ان لوگوں کو جو امام حسین ؑ کے قاتل تھے ان کے قتل کرنے سے پہلے عمر سعد کو قتل کر دے لہذا جب اس نے اس اقدام کے لیے حالات کو مناسب دیکھا تو اس وقت اسے قتل کیا اور اہل بیت عظام اور شیعوں کے دل کو تسکین دی۔

عمر سعد کا قتل:

جب عمار امام حسین ؑ کے قاتلوں کو قتل کر دیا تھا عمر سعد کے بارے میں بھی بہت ہی سخت ارادہ رکھتا تھا لیکن اس نے عمر سعد کو بعض مصالح کی بنا پر امان نامہ بھی دے دیا تھا اور عمر سعد نے بھی کوئی بہانہ عمار کو اپنے قتل کا نہیں دیا تھا عمر سعد نے بغاوت میں بھی شرکت نہیں کی تھی اس لیے عمار کو قتل کر دینے میں دیر ہو گئی لیکن کیا ممکن تھا کہ عمار عمر سعد جیسے جانی اور عالم ہنر ایک کو جو کہ بلا کے واقعہ کا تمام تر ذمہ دار تھا چھوڑ دے گا؟ کیا ممکن تھا اہل بیت عظام کا یہ اصلی دشمن پیش کی زندگی بسر کرتا رہے گا؟ جب کہ اس سے کمتر دشمن عمار کے ہاتھوں قتل کیے جا رہے ہوں

اور یہ اپنے اعمال بد کی سزا نہ پائے اور پھر عمار سے نے امان نامہ میں اسے قتل کر دینے کے لیے ایک ایسے جملے کا اضافہ کر لیا تھا کہ جسے وہ نہ سمجھ سکا تھا اور وہ جملہ ایسے امان نامہ پر عمل کرنے کو ضروری قرار نہیں دیتا تھا اور اسے غیر مؤثر کر دیتا تھا اسی واسطے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ امان نامہ میں یہ شرط تھی کہ عمر سعد حدیث یعنی بیت الخلاء میں نہ جائے تب اس پر عمل کیا جائے گا۔

عمر سعد کا فرار کا ارادہ:

عمر سعد کو معلوم ہو گیا کہ عمار سے گرفتار کرنا چاہتا ہے اور اسے سزا دینا چاہتا ہے۔ عمر سعد اپنی گرفتاری کی خبر سننے سے گھبرا چکا تھا اور حیران تھا کہ وہ کیا کرے اور کہاں جائے کیا عمار مجھے قتل کر دے گا؟ یا اپنے امان نامہ کا حرام کرے گا؟ اس خوف نے اسے ہوشیار رہنے پر مجبور کیا اور اس نے فرار کر جانے کو ترجیح دی۔ اور ارادہ کر لیا کہ وقت کے ہاتھ سے نکلنے سے پہلے کوفہ سے فرار کر جائے۔ عمر سعد نے بنی تمیم قبیلے سے مالک بام کے اپنے ایک دوست کو اپنے پاس بلایا۔ یہ مالک ایک بہادر اور چالاک انسان تھا۔ عمر سعد نے اسے چار سو دینار دیئے اور کہا کہ یہ رقم ہمارے راستے کے خرچ کے لیے رکھ لو اور آج ہی رات مجھے کوفہ سے ہر نکال کر لے جاؤ۔ ان دونوں نے حرکت کی اور گلی کوچے سے گزرتے ہوئے شہر کے آخر تک پہنچ گئے وہاں عمر نامی حمام یا نہر کے نزدیک عبد الرحمن موجود تھا عمر سعد ٹھہر گیا اور دوست مالک سے کہا کہ جانتے ہو کہ میں کوفہ سے کیوں جا رہا ہوں۔ مالک نے کہا کہ نہیں عمر سعد نے کہا ایک بہت اہم وجہ ہے؟ مالک نے کہا کہ کوئی؟ عمر سعد نے کہا کہ عمار کے ڈر سے مالک نے کہا کہ اسی عمار دومہ کے فرزند کا کہہ رہے ہو؟ اس کی ظنان جبکہ تنگ تر ہے کہ وہ تجھے قتل کر سکے (عمار کو گالی دی) تیرا ڈر بلا وجہ ہے۔ اور اگر تو بھاگ گیا تو وہ تیرے گھر کو خراب کر دے گا اور تیرے اہل و عیال کو قتل کر دے گا اور تیرا مال غارت کر لے گا اور تیری ساری جائیداد کو تباہ کر دے گا تم نے اس طرح کے فرار

کرنے کو اس کے لیے بہانہ دے دیا ہوگا اور پھر تم کوئی معمولی آدمی نہیں ہو تم عربوں میں محترم اور باوقار انسان ہو۔ خلاصہ اس نے اتنا عمر سعد کو پھنسا دیا اور اسے دھوکا دیا اور ڈرایا کہ عمر سعد کو اس کی باتوں پر یقین آ گیا عمر سعد نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو پس ہم کوفہ واپس لوٹ جائیں دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے۔ عمر سعد اسی وقت واپس لوٹ آیا اور صبح کے وقت اپنے گھر میں موجود تھا۔ ابن نمانہ لکھا ہے کہ اسے مرزہانی نے ذکر کیا ہے لیکن بعض دوسرے مؤرخین نے عمر سعد کے واپس لوٹ آنے کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ عمر سعد اونٹ پر کچادہ میں سوار ہو کر کوفہ سے فرار کرنے کے قصد سے باہر نکلا لیکن بہت جھکنا اور بے خوابی کی وجہ سے اونٹ پر سونگیا اور اونٹ سیدھا پھرے واپس اسے کوفہ میں لے آ کر صبح اس کے گھر کے سامنے بیٹھ گیا۔ طبری نے کہا ہے کہ عمر سعد کے غلام نے اسے کہا کہ ہرگز نہ جانا تو عتار سے عہد نامہ توڑ دے گا اور عتار کے ہاتھ میں بہانہ دے دے گا۔

عتار عمر سعد کے فرار کر جانے کے قصد سے مطلع ہو گیا تھا اور اسے معلوم ہو گیا کہ وہ شہر سے باہر گیا تھا اور پھر واپس گھر لوٹ آیا ہے۔ اس سے عتار خوش ہو گیا اور کہا کہ اچھا ہوا کہ اس نے عہد نامہ کو توڑ دیا ہے کیونکہ عتار نے شرط کی تھی کہ عمر سعد تب تک امان میں ہے جب تک کہ شہر سے خارج نہ ہوگا اب تو امان نامہ عمر سعد کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے لہذا عتار اس امان نامہ کی پروا کیے بغیر اس پر دست درازی کر سکتا تھا جب عتار سے کہا گیا کہ عمر سعد فرار کرنے کی فکر میں ہے تو عتار نے کہا کہ نہیں اس کی گردن میں ایسے مجاہدے کا زنجیر ہے کہ اس کی رو سے وہ مجبور ہے کہ وہ واپس لوٹ آئے۔ عتار نے پوچھا اے حفص تیرا باپ کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اپنے گھر میں ہے لیکن وہ مکر مند ہوا کہ عتار اس امان نامہ کی پابندی کرے گا یا نہ؟ عتار نے حفص سے کہا کہ تم ابھی یہاں بیٹھے رہو اور بعد میں دیکھا جائے گا۔

ابو عمر و کو حکم:

عقار کی پولیس کے افسر ابو عمر و کو عمر سعد کے لے آنے کے لیے متعین کیا گیا۔ عقار نے ابو عمر و سے کہا کہ یہاں آؤ جب وہ آیا تو عقار نے ابو عمر و سے کہا کہ چہ ایک آدمیوں کے ساتھ جاؤ اور عمر سعد کو لے آؤ اور اگر اس نے کہا کہ میرا جبہ لے آؤ تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کھوار مانگ رہا ہے نہ کہ جب اسے مہلت نہ دینا اور اس کا کام تمام کر دینا۔ ابو عمر و فوراً محل پڑا اور عمر سعد کے کمر آیا اور آواز دی اے عمر سعد! تجھے امیر بنا رہا ہے عمر سعد خوف سے اپنی جگہ پر ٹنگ ہو گیا اور جب چاہا کہ کہے کہ میرا جبہ لے آؤ تو فوراً ابو عمر و کھوار کھینچ کر اس کے سامنے آ گیا۔ عمر سعد نے اپنے آپ کو اس کیوتر کی طرح دیکھا جو باز کے پیچھے میں ہو۔ عمر سعد ابو عمر و جس کو وہ اچھی طرح جانتا تھا کے خوف سے اس طرح لرزنے لگا جیسے مردہ کفن میں لرز رہا ہو وہ اس کے رعب سے نہ مل سکا۔ ابو عمر و نے دیکھا کہ اسے زیادہ مہلت نہیں دینی چاہیے اس نے اپنی کھوار نکالی اور اس پر اتنے دار کیے کہ اسے یقین ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے اس وقت عمر سعد کا سر اس کے بدن سے جدا کیا اور اسے اپنی تبا کے دامن میں ڈال کر عقار کے سامنے لے آیا۔

عمر سعد کا کٹا ہوا سر:

عقار اور اس کے بعض دست پیٹھے ہوئے تھے اور عمر سعد کا بیٹا بھی عقار کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا ابو عمر و عقار کے پاس آیا سلام کیا اور اپنے دامن کو کھولا اور عمر سعد کا سر عقار کے سامنے زمین پر رکھ دیا جی ہاں ایہ اس انسان کا سر ہے کہ جس کے ظلم ایک سو نہیں ہیں۔ اللہ کی مخلوقات میں بدترین مخلوق کا سر ہے۔ یہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل ہے اور اتنے زیادتی فوج کا سالار اعلیٰ ہے یہ اس خبیث کا سر ہے کہ جس نے عاشورا کے دن اہل بیت علیہم السلام پر بدترین مظالم ڈھائے۔ یہ اس جنایت کار کا سر ہے جو اس کے منوں بدن سے جدا ہو کر عقار کی عدالت میں موجود ہے۔ یہ اس کا

سر ہے کہ جو آزاد مسلمان اسے دیکھتا تھا اس پر لعنت اور نفرین کیا کرتا ہے۔ یہ کربلا کے واقعہ میں نمبر ایک جناح کار کا سر ہے۔

عقار نے ایک گہری نگاہ عرسد پر ڈالی ایک لحاظ سے تو عقار خوشحال ہے کہ کربلا کے ظالم نمبر ایک کا سر اس کے حکم سے اور ابوجہرہ کی تلوار سے بدن سے جدا کیا گیا ہے اور دوسرے لحاظ سے اس کے دل پر غم اندوہ کا ایک بھوم تھا اس سے جو عرسد نے کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور خاندان نبوت پر جو ظلم ڈھائے تھے اس کے سامنے وہ سارے واقعات مجسم ہو رہے تھے۔

عقار کی نگاہ عرسد کے سر سے ایک لختہ بھی نہیں ہٹ رہی تھی اچانک اپنی نگاہ کو جو اس نے عرسد کے سر پر لگائی ہوئی تھی پھیری اور عرسد غیبیٹ کے بیٹے حفص کی طرف ڈالی۔ حفص اپنے باپ کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر بہت متعجب و حیرت زدہ ہو گیا تھا عقار نے حفص سے اس کے باپ کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا اے حفص اس سر کو پہچانتے ہو؟ حفص نے ایک آہ بھری اور کہا کہ ہاں! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ میرے باپ عرسد کا سر ہے اور پریشانی اور اضطراب میں کہا اے امیر اب زندگی باپ کے بعد بے قیمت ہے عقار نے حفص کی بات کو کانٹا اور حتمی زبان اور لہجے میں کہا۔ ٹھیک کہتے ہو تم بھی باپ کے بعد زندہ نہیں رہو گے اور بلند آواز سے کہا اے جلاد۔ جلاد سامنے آیا عقار نے حکم دیا کہ حفص کو اس کے باپ کے ساتھ ملحق کر دو۔ جلاد حفص کو ایک طرف لے گیا اور اس کا سر بھی بدن سے جدا کر دیا۔

یہ امام حسین علیہ السلام کا بدلہ ہے:

باپ اور بیٹے کے دوسرا ایک وہ سر تھا جو کوفہ اور شام کے سردار اور کا سپہ سالار تھا اور دوسرا اس کے بیٹے کا جو باپ کے ساتھ ظلم ڈھانے اور جنایت کرنے میں شریک تھا۔ جب ان دونوں سروں کو عقار کے سامنے رکھا گیا تو عقار نے یوں کہا کہ ایک امام حسین علیہ السلام کا بدلہ اور دوسرا حضرت علی اکبر کا بدلہ لیکن کہاں وہ اور کہاں یہ۔ ایسا کہنا غیر عادلانہ ہے امام حسین علیہ السلام اور

حضرت علی اکبرؑ کی کون برابری کر سکتا ہے اور پھر کہا کہ بخدا اگر میں قریش کے تین تہائی مرد بھی قتل کر دوں تو بھی وہ ان کی انگلیوں کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ بخدا میں امام حسینؑ کے انتقام لینے کے لیے ستر ہزار آدمی قتل کروں گا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے جناب زکریا علیہ السلام کا انتقام اتنی تعداد سے لیا تھا۔

عمر سعد کا سر جناب محمد بن الحنفیہ کے حضور:

موسیٰ بن عامر نے کہا ہے کہ عمار نے اپنے دوستوں میں سے دو آدمی مسافر بن سعید اور حنیان بن عمارہ کو ایک خط کے ساتھ حکم دیا کہ ان دونوں سروں کو مدینہ لے جاؤ وہ دونوں سروں کو مدینہ لے گئے اور محمد بن حنفیہ کے سامنے رکھا اور بہت زیادہ مال اور رقم بھی بنی ہاشم کے لیے ان سروں کے ساتھ روانہ کی خوشخبری اور اپنے اقدامات کے بارے میں خط بھی دیا کہ کس طرح سے اس نے امام حسینؑ کے خون کا انتقام لیا ہے۔

عمار کا خوشخبری کا خط محمد بن الحنفیہ کے نام:

یہ خط بہت ہی مودبانہ طریقے سے لکھا گیا۔ عمار نے اس پاک عقیدت اور خالص ایمان کی بنا پر جو وہ اہل بیتؑ پیغمبر علیہ السلام سے رکھتا تھا اپنا نام خط میں جناب محمد بن الحنفیہ کے نام سے پہلے تحریر نہیں کیا۔ وہ خط یوں تحریر کیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ برائے مہدی محمد بن علیؑ از طرف عمار بن ابی عبیدہ ثقفی! اے مہدی! میرا سلام قبول کیجیے۔ میں اللہ تعالیٰ واحد لا شریک کا شکر کرتا ہوں خداوند عالم نے مجھے ایک بلا کی طرح تمہارے دشمنوں پر مسلط کر دیا ہے۔ وہ یا تو قتل ہو چکے ہیں یا قید ہو گئے اور کچھ فرار کر گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے قاتلوں کو قتل کیا ہے اور تمہارے دوستوں کی مدد کی ہے میں نے آپ کے پاس عمر سعد اور اس کے بیٹے کا سر بھیجا ہے۔ جو شخص بھی

امام حسینؓ اور اہل بیتؓ کے خون میں شریک تھا اور وہ میرے ہاتھ آیا ہے میں نے اسے تہ تیغ کر دیا ہے۔ اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ ظالم اور جانی بھی خداوند عالم کے ارادے کے سامنے کوئی کام نہیں کر سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی تلوار سے اپنے آپ کو نجات نہیں دے سکیں گے میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک مطمئن نہ ہو جاؤں کہ روئے زمین پر امام حسینؓ کے قاتل اور جانی کا نام نشان باقی نہیں رہا۔ اے مہدی! جو آپ کا نظریہ اور رائے ہو مجھے تحریر کیجیے۔ آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت ہو۔

خدا یا مختار کو جائے خیر حمایت کر:

مختار کے دو بیٹے ہوئے آدمیوں نے عمر سعد اور اس کے بیٹے کے کٹے ہوئے سر محمد بن حنفیہ کے سامنے رکھے اس وقت آپ کے پاس کئی ایک شیعہ بھی موجود تھے۔ جب جناب محمد بن حنفیہؓ کا عمر سعد کے سر پر پڑی تو آپ بجدے میں گر گئے اور خداوند عالم کا شکر ادا کیا اور پھر اپنے دلوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کی: ”اللہم لا تنفس هذا اليوم للمختار واجزه عن اهل بیتہم محمد محمد عہد الجزاء فواللہ ما علی المختار بعد هذا من عتب“ یعنی خدا یا آج کا دن مختار کے لیے یاد رکھنا اور اسے خاندان پیغمبر سے بہترین جزا عطا کرنا۔ خدا یا مختار کی اس خدمت کے بعد اس پر کوئی عتاب نہیں ہے۔

گھروں کو خراب کر دو:

انتقام کے شعلے کوفہ میں بلند ہو رہے تھے۔ کوفہ کے شہر کو لرزادینے والے حالات آگ اور خون اور تلواروں نے گھیر رکھا تھا۔ امام حسینؓ کے قاتل مختار اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں ایک کے بعد دوسرا اپنی سزا پا رہا تھا۔ کوفہ کی فضا اور اس کے میدان اور گلی کو چپے دشمنان خدا کے خون سے رنگین ہو رہے تھے اس نے کوفہ کو ایک نیا رخ دے دیا تھا لیکن اسی

دورانِ ظالم اور امن کے کچھ حامی ہو کر بلا کے واقعہ میں دخل تھے چالاکی سے بھرہ کی طرف جو اس وقت ہانپوں کا صاحب بن زہیر کی حمایت میں گڑھ میں چکا تھا فرار کر گئے تھے بخار نے حکم دیا کہ ان تمام کے مکانات گرا کر زمین کے برابر کر دئے جائیں اور امن کا نشان تک باقی نہ رہے۔ ان فراریوں میں سے ایک عبداللہ بن جبرہ غنی قبیلہ سے تھا بخار نے حکم دیا کہ اس کا گھر خراب کر دیا جائے یہ شخص بنی ہاشم کے ایک جوان کا کر بلا میں داخل تھا۔ ایک اور آدمی جو کر بلا میں شریک تھا عبداللہ بن عمرو غنی قبیلہ سے تھا یہ بھی بھرہ بھاگ گیا تھا بخار نے حکم دیا کہ اس کا گھر بھی خاک سے برابر کر دیا جائے۔

تکوار بے اثر:

ایک اور آدمی کہ بخار جس کی سخت تلاش میں تھا وہ عمر بن مہج عبداللہ قبیلہ کا تھا۔ اس عمرو نے کہا تھا کہ میں کر بلا میں تھا لیکن میں نے کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ رات کے وقت جب سب لوگ سوئے ہوئے تھے اس عمرو کے گھر کا حاصرہ کر لیا گیا عمرو اپنے گھر کی چھت پر سوپا ہوا تھا اور اپنی تکوار اپنے سر کے نیچہ رکھی ہوئی تھی۔ جب اس نے اپنے آپ کو حاصرے میں دیکھا بھی وہ اپنی تکوار نہیں اٹھا پایا تھا کہ بخار کے ایک آدمی نے جلدی میں وہ تکوار اٹھالی وہ سخت ناراحت ہوا اور آواز دی اے تکوار خدا تم پر لعنت کرے کہ تو کتنی میرے نزدیک ہو کر دور ہوگی ہے عمرو کو گرفتار کر لیا گیا اور اسے بخار کے پاس لے آیا گیا۔ بخار نے حکم دیا کہ اسے قید کر دیا جائے جب صبح ہوگی تو اس کے بارے میں فیصلہ دیا جائے گا۔ دوسرے دن صبح جب بخار نے حمام دربار لگایا اور اس کے تمام دوست مجلس میں موجود تھے تو حکم دیا کہ عمرو کو لے آیا جائے عمرو کو ہاتھ بندھی حالت میں بخار کے سامنے لایا گیا۔ عمرو نے فریاد کی اے کافر اور بدکاروں کا گروہ اگر تکوار میرے ہاتھ میں ہوتی تو تم دیکھ لیجئے کہ میں کس طرح جنگ کرتا ہوں۔ اگر میرا مرنا قتل ہونے سے ہے تو میں پسند نہیں کرتا کہ تمہارے سوا مجھ کو قتل کرے کیونکہ تم خدا کی بدترین مخلوق ہو

لیکن ہمارا دل چاہتا تھا کہ میں بغیر اس کے تمہارا قیدی نہ بننا چاہتا تھا۔ تو اس سے تمہارا مقابلہ کرتا۔ اس غیبت اور ہتاک انسان نے عبداللہ بن کمال کو ایک چھڑا مارا لیکن کمال اس کی حماقت اور غلے پر ہنسا اور اس کا ہاتھ پکڑا اور مضبوطی سے گلاب میں رکھا پھر مخالف کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے امیر ایہ آدمی اوجھا کرتا ہے کہ اس نے گلاب میں کسی کو قتل نہیں کیا تھا صرف نیرے سے بعض کو زخمی کیا تھا اس کے بارے میں آپ کیا حکم صادر فرماتے ہیں مختار نے حکم دیا کہ نیرے لے آؤ نیرے والے حاضر ہو گئے۔ مختار نے حکم دیا کہ اس پر اتنے نیرے صادر کہ یہ مر جائے اور اس طرح کی ذلت کی موت سے جہنم داخل ہوا۔

ابی زرارہ کے گھر حملہ:

حکم بن ہشام نے کہا ہے کہ مختار کا ایک دستہ اپنی ماموریت کے دوران ابی زرارہ کے گھر کے سامنے گزر رہا تھا کہ اچانک ابی زرارہ کے گھر کی چھت سے ان پر تیر اندازی ہوئی۔ انہوں نے ابی زرارہ کے گھر پر حملہ کر دیا اور ابی زرارہ کے دو بیٹے بیٹا اور عبدالرحمن کو قتل کر دیا عبدالملک ابن ابی زرارہ سر کی طرف سے شدید زخمی ہو گیا لیکن ان کے ہاتھوں سے فرار ہو گیا اور فوراً اپنے آپ کو مختار کے پاس پہنچا دیا اور شکایت کی۔ مختار نے جب اس کے سر کو زخمی دیکھا تو اپنی بیوی ام ثناء سے جو سرہن جذب کی لڑکی تھی کہا کہ اس کے سر کو پٹی باندھ دو اور عبدالملک کی شکایت پر کہا کہ میں کیا کروں تم نے ان پر تیر اندازی کی ہے اور انہیں غصہ بنا کر کیا ہے میں نے کوئی تعمیر نہیں کی ہے۔

آتش لگاؤ:

ابی زرارہ یہ چنات کارا بھی تک اختلاہیوں کے محاصرے میں تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ محاصرے میں ہے تو اپنی تلوار کھینچی اور ان پر حملہ کر دیا۔ یہ آدمی بزدل نہ تھا۔ عبداللہ

شاہری کے آدمیوں نے اس کے گرد گھیر ڈالا دیا عبد اللہ شاہری نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ اسے نیزہ اور نثار نہ مارو بلکہ اسے تیر باران کر دو۔ عبد اللہ شاہری کے تمام دستوں نے اسے ہدف قرار دے کر تیر مارنے شروع کر دیے اور اس پر اتنے تیر مارے کہ وہ زمین پر گر گیا۔ عبد اللہ نے حکم دیا کہ اس کے جسم کو کہ جس میں ابھی تھوڑی سے جان باقی تھی اس کے گھر کے قریب لے جاؤ اور حکم دیا کہ اس کے جسم کو آگ سے جلا دو وہ اللہ تعالیٰ کے قہر اور غضب سے آگ میں جل کر جہنم داخل ہوا۔

محمد بن اشعث کی تلاش:

کربلا کے واقعہ میں ایک غبیث اور پلید چہرہ محمد بن اشعث جانی کا ہے۔ یہ ایک بزرگ خاندان سے متعلق انسان تھا اس کا باپ اشعث بن قیس کنہ قبیلہ کا سردار تھا یہ بادشاہوں کی طرح محل میں رہتا تھا اس کا قبیلہ بھی بہت طاقتور تھا۔ یہ اپنے آپ کو امیر المؤمنین کے اصحاب میں شمار کرتا تھا اور جنگ جمل اور صفین جیسی جنگوں میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا اس نے ابو موسیٰ اشعری کے حکیم کے فیصلہ کو حضرت امیر المؤمنین سے زبردستی منوایا۔ بیس ہزار فوج جو اکثر اس کے اپنے پیچھے سے تھی اس کی گمان منبھالتے ہوئے حضرت علیؑ کے سامنے نکال کر آ گیا تاکہ مالک اشتر کو معاویہ کے ساتھ جنگ بند کرنے پر مجبور کرے۔ اشعث کو عراق کے لوگوں میں سے کثیف مکار منافق ترین انسان شمار کیا جاتا تھا۔ اس نے حضرت علیؑ پر بہت زیادہ خیانتیں وارد کیں مگر حضرت علیؑ کی حکومت کے اوائل میں اسے اذربائیجان کا حاکم بنایا گیا تھا لیکن حکیم کے واقعہ میں اختلاف پیدا کرنے اور شکست دلانے میں اس نے مہم کر دار ادا کیا۔ اس واقعہ کے بعد اس کا خاندان اہل بیت کا دشمن ہو گیا اس کا بیٹا محمد کربلا کے واقعہ میں اہل بیت کے خون بہانے میں شریک ہوا۔ اسی اشعث کی جعدہ نامی بیٹی امام حسنؑ کی بیوی نے معاویہ سے مال اور وعدہ لے کر امام حسنؑ کو زہر دی تھی۔ اشعث کے

مرنے کے بعد اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا بنو امیہ کی حکومت کا سخت حامی اور مددگار تھا محمد اشعث
خلیفہ اول کا بھانجا تھا۔

محمد اشعث کا مکان گرایا گیا:

محمد اشعث قادیسیہ میں اس محل میں رہتا تھا جو اس کے باپ اشعث نے بنایا تھا کیونکہ
اس کا باپ یعنی اشعث طائفہ کندہ کا سردار اور بادشاہ شمار ہوتا تھا اس نے محل کو اشعث نامی
دیہات میں بنایا تھا۔ مختار نے اپنے ایک دوست حوشب کو سوادی مسلح دے کر محمد اشعث کی
طرف روانہ کیا۔ یہ اشعث کے دیہات میں گئے اور محمد اشعث کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ مختار نے
حوشب کو یوں کہا تھا کہ محمد بن اشعث کے محل کی طرف جاؤ اور اسے گرفتار کر لو اور تو دیکھے گا کہ یا تو
وہ اپنی مخصوص جگہ پر شکار کے لیے گیا ہوگا اور یا تھکا مائدہ ڈر پوک وحشت زدہ محل میں ہوگا اور محل
کے کسی گوشے میں چھپا ہوا ہوگا اور جب تو اس پر غلبہ پالے تو فوراً اس کا سر اس کے بدن سے جدا
کر دینا اور اسے میرے پاس لے آنا حوشب اپنے گروہ کے ساتھ قادیسیہ کی طرف اس کے
دیہات میں گیا اور محمد اشعث کے محل کو گھیرے میں لے لیا جب محمد نے بری حالت دیکھی تو محل
کے خفی دروازے سے نکل کر فرار کر گیا جب حوشب محل کے اندر گیا اور تمام جگہ کی تلاشی لی تو محمد
اشعث کو کہیں نہ پایا جب اس طرح کی خبر مختار کو ملی تو مختار نے حکم دیا کہ اس کے محل کو زمین کے
برابر کر دیا گیا اور اس کے اینٹوں وغیرہ سے حجر بن عدی کا مکان جو ابن زیاد نے خراب کر دیا تھا
تعمیر کیا گیا۔

اسامہ کا گھر ویران ہوا:

اسامہ بن خارجہ فزازی قبیلے میں سے وہ آدمی ہے کہ جس کا مسلم بن عقیل کے شہادت
میں ہاتھ تھا مختار اس کے بارے میں کہا کرتا تھا کہ اس خدا کی قسم جو زمین اور آسمان نور اور ظلمت

کا خالق ہے کہ ایک سرخ آگ آسمان سے آئے اور اس کے گھر کو راکھ کر دئے۔ جب اسامہ نے عمار کی اس بات کو سنا تو کہا کہ ابو اسحاق عمار نے بہت اچھی تائید بنی کی ہے۔ بخدا اب اس کے بعد کو ذرہ جانے کی جگہ نہیں ہے مگر یہ چھپ گیا اور بیابان کی طرف چلا گیا اور اپنے رشتہ داروں سے جاملے عمار نے حکم دیا کہ اس کو اور اس کے بیٹوں کو جنہوں نے اسے پناہ دے رکھی تھی اور اس کے ہم عقیدہ تھے گھروں کو خراب کر دیا جائے۔ عہد اللہ زیر اسدی نے اسامہ کے گھروں کے خراب کر دینے پر ایک مرثیہ کہا ہے۔ اور اس کا جواب عمار کے دوستوں میں ایوب بن جندبہ غنمی نے اشعار میں دیا ہے۔

عمار نے غنیمت کے دل کو شطرا کیا:

عمار کر بلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو براہِ قتل کر رہا تھا اور جو کوئی ان ظالموں میں سے فرار کر جاتا تھا ان کے گھروں کو خراب کر دیتا تھا اور ان کے اموال کو غارت کر لیتا تھا۔

غلام اور موالی اور مستضعف کہ جن کی جان میں جان آگئی تھی اور عمار کی بہت زیادہ مدد کر رہے تھے یہ خود اپنے مالکوں اور آقاؤں پر برا فروختہ اور غضبناک ہوتے تھے اور بہت سے آقاؤں اور مالکوں کو جو کر بلا کے واقعہ میں شریک ہوئے تھے قتل کر دیا کرتے تھے اور عمار کے پاس آ کر جب اس کی خبر دیتے تو عمار ان کو آزاد کر دیتا تھا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ غلام اپنے مالک سے کہتا تھا کہ مجھے اپنے کندھے پر سوار کرو ورنہ عمار کو جا کر خبر کرو ورنہ بد بخت بھی خوف کے مارے اپنے غلام کو اپنے کندھے پر سوار کیا کرتے تھے غلام اس حالت میں اپنے پاؤں ان کے پیٹ اور سینے پر مارنے لگتے تھے تاکہ اسے بہت زیادہ ذلیل اور خوار کریں۔ عمار کے انقلاب نے حالات کو بہت زیادہ تبدیل کر دیا تھا۔ سردار اور ظالم اور اشراف ذلیل اور خوار ہوئے محروم اور کمزور سردار اور آقا بن گئے۔ اس طرح عمار کی فتح نے شیعوں اور مومنین کے دلوں کو خوشحال کیا اور اہل بیت عظام کے غم اور اندوہ اور مصیبت کو دور کیا۔ ابن فرمانے عمار کی فضیلت میں یہ

اشعار کہے ہیں:

- (۱) بغیر علیہ السلام شہداء کے قاتلوں سے خون شہداء کا انتقام لینے سے خوشحال ہوئے۔
- (۲) ایک گروہ نے اہل بیت علیہم السلام کے بغض اور عداوت کے دودھ سے پرورش پائی ہے۔

- (۳) جب تمام عرب اور عم امام حسینؑ کی مدد کرنے سے کنارہ کش ہو گئے تھے اس وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت عمار کے شامل حال ہوئی اور وہ اس افتخار پر فائز ہوا ہمیشہ اس کی قبر پر رحمت برتی رہے۔

عمار کے خلاف ذہریہ پلو پیکٹ:

کوفہ کے سرداروں اور اشراف اور واقعہ کربلا میں شریک لوگوں کی عمار کے ہاتھوں شکست کے بعد عمار کے خلاف تہمتوں کا ایک سیلاب شروع ہو گیا اور جو لوگ عمار کے ہاتھ سے فرار ہو گئے تھے انہوں نے عمار کے خلاف بہت زیادہ پروپیگنڈا شروع کر دیا وہ جس شہر میں جاتے تھے لوگوں کو عمار کے خلاف ابھارتے تھے۔ کوئی کہتا کہ عمار نے نبوت کا ادعا کیا ہوا ہے دوسرا کہتا تھا کہ عمار کہتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور کیا گیا ہے اور عمار کہتا ہے کہ اس پر وحی ہوتی ہے کوئی اسے دجال کا لقب دیتا تھا خلاصہ اس اہل بیت علیہم السلام کے سخت دوست اور شہداء کربلا کے خون کے انتقام لینے والے پرکئی طرح کی تہمتیں لگائی جا رہی تھیں اور یہ واضح تھا کہ وہ جنگ میں عمار کا مقابلہ نہیں کر سکے تھے لہذا وہ اس کے خلاف تہمتیں لگانے لگے جتنا زہر پلا پروپیگنڈا عمار کے خلاف ہوا تاریخ شیعہ میں اتنا پروپیگنڈا کسی کے خلاف نہیں ہوا ایک طرف سے مصعب ابن زمیر کے عہد و کار عمار کو تہمتوں کا ہدف قرار دیئے ہوئے تھے تو دوسری طرف کوفہ سے فرار کر جانے والے اشراف اور سردار اور امام حسینؑ کے قاتل عمار کے خلاف جھوٹ پہ جھوٹ باندھ رہے تھے اور تیسری جانب بنو امیہ کی حکومت کے مرکز شام سے عمار کے خلاف

پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا ان سب کی ہمتیں اتنی زیادہ تھیں کہ انہیں اہل سنت کی کتابوں میں صراحت اور شدت سے روایت کے طور پر نقل کیا گیا ہے بلکہ ان سے شیعہ کتابیں بھی متاثر ہوئی ہیں اور انہوں نے اہل سنت کے غیر عادلانہ فیصلے اور تضادات کو قبول کر لیا ہے اور اس طرح سے ہونا بھی چاہیے کیونکہ عیار اور اس کے شیعوں نے اہل بیت عظام کے دشمنوں پر ایسی کاری ضرب لگائی ہے کہ جس کی آواز آج بھی ان کے کانوں میں گونج رہی ہے۔ رہنے دیجیے جو چاہتے ہیں کہتے رہیں۔

متوکل لیشی اپنے اشعار میں عیار کے خلاف یوں ہرزہ سرائی کرتا ہے۔ حسین کو خود قتل کیا ہے اور اب گری و بکا کر رہے ہیں۔ زمانہ عجیب واقعات کو لیے ہوئے ہے دجال کے پرچم کے نیچے اس سے زیادہ گمراہ کوئی نہیں جو عیار کے فریب میں آئے ہیں۔

اے بنی قسی! اپنے دجال کو بند کرو اور آزاد مرد بنو۔

اگر تمہارا بھائی علم غیب جانتا ہوتا تو راہب لوگ اس کی خبر دیتے۔

پہلے سے یہ مطلب واضح ہوتا تو اس کی خبر بھی دی جاتی۔

میں امید کرتا ہوں کہ تیری وحی جھوٹی ثابت ہوگی اور تیرے خلاف وہ لوگ آئیں

گے کہ جن کی تلواریں ان کے ہاتھ میں تم پر آگ برسا لیں گی۔



باروین فصل

انقلاب اور قیام کا دوسرا مرحلہ

پہلا حصہ

﴿شام کی حکومت سے جنگ﴾

کوفہ کے داخلی دشمنوں اور بغاوت کرنے والوں اور امام حسینؑ کے حاکموں اور کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو قتل کرنے کے بعد مختار نے اپنے قیام کے دوسرے مرحلے کی ابتداء کی جو اس کے قیام کی دوسری بنیادی غرض تھی اور وہ شام کی حکومت سے جنگ کہ جس کی فوج کا فرامندہ ابن زیاد تھا اور جس نے موصل میں اپنا پر اڈا والا ہوا تھا۔ مختار کی پوری کوشش اس کے مقابلے کے لیے اپنی فوج ابراہیم اشتر کی سپہ سالاری میں روانہ کرنا تھی۔ مختار نے اپنا پہلا مرحلہ جو امام حسینؑ کے خون کا انتقام لینا تھا کاسہابی سے طے کر لیا تھا اور وہ اس طرف سے مطمئن ہو گیا تھا اب جبکہ اس خیال سے مطمئن ہو گیا تو وہ شام کی حکومت جو فساد کی اصلی جڑ تھی اور جس نے یہ کربلا کا سانحہ انجام دیا تھا کہ سرگوں کرنے پر مل گیا گرچہ یزید کے لشکر کے اکفر سالار اور فوج عراق ہی سے تھی اور یہی امام حسینؑ کے قتل میں شریک تھی اور ان کے بڑے بڑے سردار اور اہم افراد اپنی جنایت کی سزا پا چکے تھے اور قتل کیے جا چکے تھے لیکن ابن زیاد جو یزید کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا اور کربلا کے واقعہ کا اصلی عامل تھا اور وہی یزید کے تسلط کو برقرار رکھنے میں اس کے قائد کے لیے کام کر رہا تھا وہ ابھی تک زندہ تھا اور شام کی تمام فوج کا عبدالملک بن مروان کی طرف سے جو خلافت پر یزید کے بعد متمکن ہو چکا تھا سالار تھا اور موصل میں مستقر ہو چکا تھا اور اس کی ذمہ داری تھی کہ وہ عراق اور کوفہ پر دوبارہ قبضہ کرے اور مختار کی فوج کو شکست دے۔ اس نے اپنی کمان میں اسی ہزار فوج کے ساتھ عراق کی شمال مغربی

سرحد پر اپنا تسلط جمایا ہوا تھا اور وہاں پر قبضہ کر چکا تھا عمار کا خیال مشرقی سرحد سے کہ جہاں مصعب بن زہیر نے اپنی حکومت قائم کر رکھی تھی بھی تشویشناک تھا اور کربلا کے واقعہ میں شریک بہت سے لوگ بھاگ کر مصعب بن زہیر سے بھرہ میں پناہ لے چکے تھے اور عمار کو ہر وقت مصعب کے کوفہ پر قبضے کر لینے کے لیے فوج کشی کا احتمال رہتا تھا لیکن اس کے باوجود عمار نے مصلحت اس میں دیکھی کہ سب سے پہلے شام کے لشکر سے جو امن زیادہ کی کمان میں موصول میں موجود تھا اس سے جنگ کرے۔

ابراہیم اشتر کو روانہ کرنا:

عمار نے اپنی فوج کو تیار کیا اور اس کی کمان انقلاب کے بہادر اور دلیر اپنے قدرمند بازو ابراہیم اشتر کے سپرد کی اور اپنے دوستوں اور انقلابی سالاروں میں سے ابراہیم اشتر جیسا کوئی بہادر، لائق اور تجربہ کار نہ تھا ابراہیم اکبر وہ انسان تھا جو شام کی بڑی فوج کا مقابلہ کر سکتا تھا اور ان کے مقابلے میں یہی ثابتاً کہ چہرہ استقامت کر سکتا تھا۔

طبری نے لکھا ہے کہ سنہ ۶۶ھ میں یابانکس ذی الحجہ کو عمار نے ابراہیم اشتر کو ایک قوی فوج کے ساتھ شام کی فوج سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

فہرست بن خدیج اور دوسرے آدمی کہ جو اس فوج کی روانگی کا مشاہدہ کر رہے تھے کہتے ہیں کہ جب عمار نے داخلی بغاوت اور شورش کو شکست دے کر کوفہ پر اپنا کامل تسلط جمایا تو شورشیوں کے قلعہ قمع کرنے کے دو دن بعد عمار نے ابراہیم اشتر کو شام کے لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ کر دیا اور یہ چوبیس ذی الحجہ سنہ ۶۶ھ میں ہوا۔

علامہ ابن نمائے لکھا ہے کہ عمار جب کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں کو ان کے اعمال کی سزا دے چکا اور ان کی طرف سے مطمئن ہو گیا تو عمار نے یوں کہا: ”لہ یبقی علی اعظم من عبد اللہ بن زیاد“ یعنی اب میری سب سے بڑی غرض عبید اللہ بن زیاد کا

حساب صاف کرتا ہے۔

فوج کی حرکت اور ان کی تعداد:

مخار نے ابراہیم اشتر کو اپنے پاس بلایا اور اسے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ایک مسلح فوج کے ساتھ ابن زیاد کی طرف حرکت کرے۔ مخار نے شیعوں میں سے ایک سرکردہ اور لائق ماہر گروہ کا انتخاب کیا اور فوج کے مختلف دستوں کی سربراہی ان کے سپرد کی اور تمام فوج کا سالار ابراہیم اشتر کو قرار دیا۔

(۱) ایک گروہ کو مدینہ والوں پر قیس بن طہمہندی کو معین کیا یہ مرد نامی جنگجو اور مخلص بہادر اور اہل بیت علیہم السلام کے حہداروں میں سے تھا۔

(۲) ایک گروہ کو مذبح اور اسد قبیلے سے بنایا جس پر عبداللہ بن حید اسدی کو معین کیا یہ مرد بھی جنگ کا بہت تجربہ رکھتا تھا اور لائق اور مدبر انسان تھا۔

(۳) ایک گروہ کندہ اور ربیعہ قبیلے سے بنایا جس پر اسود بن جراد کندی کو معین کیا یہ مرد عراق کا نامور مدبر اور بہادر انسان تھا۔

(۴) ایک گروہ ہمدان اور تمیم قبیلے سے بنایا جس پر حبیب بن مہدی ثوری حمداًنی کو معین کیا۔ انقلابی فوج کے یہ چار گروہ اور دسے ایک بہادر اور جنگ دیدہ اور تجربہ کار ابراہیم اشتر کی سربراہی اور کمان میں حرکت کرنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

شیخ طوسی نے لکھا ہے کہ ابراہیم سنہ ۶۷ھ ساتویں محرم میں اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا اور آپ کے لشکر کی تعداد میں ہزار نضر مذبح اور اسد قبیلے کے اور بیس ہزار ہمدان اور تمیم قبیلے کے ڈیڑھ ہزار نضر مدینہ کے قبائل کے ڈیڑھ ہزار کندہ اور ربیعہ قبیلے کے اور دو ہزار نضر ایرانی جنہیں حمراف فوج کہا جاتا تھا۔

بعض نے لکھا ہے کہ ابراہیم کی کمان میں ابن زیاد کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے

اس کی کل فوج بارہ ہزار جنگی مرد تھے کہ جن میں سے آٹھ ہزار ایرانی فوج حمراء کی تھی اور باقی چار ہزار عربوں کے مختلف قبائل سے تھے۔ بعض تاریخوں میں ابراہیم کی مسلح فوج کی تعداد بیس ہزار نفر کہ ان میں دس ہزار سواروں اور باقی زیادہ تھے بتلائی گئی ہے۔

دینوری نے لکھا ہے کہ مختار نے بیس ہزار کی فوج ابراہیم اشتر کے لیے منتخب کی کہ ان میں سے زیادہ ایرانی تھی کہ جنہیں سرخ فوج کہا جاتا تھا اور یزید بن انس کی ہلایا فوج بھی ابراہیم کی فوج سے ملحق ہو گئی اور ابراہیم کی تمام فوج تقریباً بیس ہزار تک ہو گئی تھی۔

ابراہیم اشتر کی پریشانی:

مختار اور کوفہ کے دوسرے اشراف تمام کے تمام ابراہیم کو خدا حافظی کرنے کے لیے شہر سے باہر نکلے ابراہیم اپنی فوج میں سے ایک آدمی جو عراق کے اشراف سے شمار ہوتا تھا بنام عبید اللہ بن حر کے بارے میں شکوک تھا کیونکہ یہ وہ شخص تھا کہ جسے امام حسینؑ نے اپنی مدد کے لیے بلایا تھا اور اس نے اسے قبول نہ کیا تھا یہ آدمی منافق کئی چہرے والا تھا۔ ابراہیم نے یہ بات مختار سے مخفی طور پر کی۔ ابراہیم نے کہا کہ اس آدمی سے تیری فوج میں جانے سے میں پریشان ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ یہ کہیں میرے ساتھ دھوکا نہ کرے اور عین جنگ کی حالت میں میرے لیے وہاں در دوسرے بن جائے مختار نے بہت نرم اور شہنشاہی دل سے ابراہیم سے کہا تم پریشان نہ ہو یہ آدمی دنیا پرست ہے اسے مال اور متاع سے اپنی طرف جلب کرتے رہتا اور اس سے گرجوئی کا اظہار کرتا تو پھر اس سے خطرہ آپ کو لاحق نہ ہوگا اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اسے فوج سے واپس لوٹا دوں تو یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہ کھڑا کر دے۔

فوج کو خدا حافظی:

مختار کی فوج پر ہچان نظم و ضبط کے ساتھ اسلحہ میں غرق کہ جن کی تعداد بیس ہزار سے کمتر تھی ان میں سے دس ہزار مسلح سوار اور دس ہزار مسلح پیادے تھے کوفہ سے روانہ ہوئی۔ مختار اور

اس کے یار و مددگار اور کوفہ کے شیعوں نے اس فوج کو دواع کے وقتے بلند آواز سے یہ دعا کی۔
 خدایا اس لڑنے والی فوج کو کامیاب قرار دینا اور کافروں اور عاصیوں اور قاجروں کو نابود کرنا۔
 طاقتور اور اقتدار کے طلبکاروں کو ذلیل کرنا اور جہنم داخل کرنا تاکہ ان کا نام و نشان تک باقی نہ
 رہے اور ان پر بہت بڑا عذاب نازل کرنا شیخ طوسی نے امامی میں لکھا ہے کہ عمار نے پیدل چل کر
 ابراہیم کی فوج کو دواع اور رخصت کیا ابراہیم نے عمار سے خواہش کی کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو
 جائیں لیکن عمار نے اسے قبول نہ کیا اور یوں کہا ”انسی انحببت اللاحمر فی عطلای معک
 و احب ان تغیر قدمای فی نحر آل محمد“ یعنی میں جو قدم بھی اس راستے میں رکھ رہا
 ہوں خداوند عالم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس کا مجھے اجر عنایت فرمائے اور میں پسند کرتا ہوں
 کہ میرے پاؤں آل محمد کی نصرت میں غبار آلودہ ہوں۔ اس کے بعد ابراہیم کو رخصت کیا اور
 خدا حافظی کی اس انتھابی فوج کے پیچھے عوام کا ایک سیلاب چل رہا تھا تاکہ اپنی جنگ جو فوج کو
 خدا حافظی کریں۔ عمار اور ابراہیم اشراف اور عوام اور فوجی سربراہوں اور قبائل کے سرداروں
 کے آگے آگے چل رہے تھے۔

مقدس کری:

تمام لوگ اس مقدس کری کے ارد گرد چل رہے تھے کہ جس کے متعلق ان کا عقیدہ تھا
 کہ یہ وہ کری ہے کہ جس پر امیر المومنینؑ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے تبرک کے عنوان سے اس پر بزر
 کپڑا ڈالا ہوا تھا اور اسے ایک سفید غمر پر رکھے ہوئے تھے کہ جس کی ذمہ داری جوشب برکی نے
 سنبھالی ہوئی تھی۔ یہ تمام لوگ شہر کے باہر بل تک پہنچ گئے جوشب نے اس حالت میں کہ اس کا
 ایک ہاتھ کری پر تھا اور دوسرے آسمان کی طرف بلند تھا یوں دعا کی۔ اے خدائے بزرگ ہمیں اپنی
 اطاعت میں حفاظت فرما اور ہمیں دشمنوں پر فتح عنایت کر خدایا ہمیں اپنی نظر رحمت سے دور نہ کرنا
 اور ہماری اپنی پناہ میں حفاظت فرما تمام لوگ جو اس کری کے ارد گرد تھے آمین کہتے جا رہے تھے

ابن نوف ہمدانی نے کہا ہے کہ میں نے عتار کو دیکھا کہ وہ ان اشعار کے ساتھ رجز پڑھ رہا تھا اس خدا کی قسم کہ جس نے رسولوں کے بعد رسول بھیجے ہم ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے بعد قتل کریں گے ہزار غلاموں کو دوسرے ہزار غلاموں کے بعد ابن نوف نے کہا ہے کہ جب عتار اور ابراہیم اشتر پل پر پہنچے تو تمام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اس سے تمام لوگوں میں ایک زبردست پیمانہ پیدا ہوا۔ عتار ان تمام لوگوں کے ساتھ راس الجالوت نامی پل جو کوفہ کے باہر دیر عبدالرحمن کے نزدیک تھی تک گئے اور عتار اور ابراہیم نے تمام فوج کی وہاں تک مشابعت کی۔

عتار کی سفارش:

عتار اور ابراہیم اکٹھے راس الجالوت اور عبدالرحمن نامی پل تک لوگوں کے ساتھ فوج کے ساتھ گئے وہاں جا کر فوج کو رخصت کیا۔ عتار نے ابراہیم کو اپنی بغل میں لیا اور خوب دیا یا اور اسے یہ کہا اے ابراہیم تم اب جب کہ راہ خدا میں جنگ کرنے کے لیے جا رہے ہو۔ سفر طے کرنے میں جلدی کرو اور جب دشمن کے رو برو ہونا تو انہیں مہلت نہ دینا اور بجلی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑنا اور اگر رات کو پہنچو تو ہو سکے تو حملہ کو صبح تک موخر نہ کرنا اور رات کو ہی حملہ کر دینا اور اگر وہاں صبح دن میں پہنچو تو رات ہونے کی انتظار نہ کرنا اور ان پر اللہ کا حکم جاری کر دینا۔ اس کے بعد عتار نے ابراہیم کے طاقت ور چہرے پر نگاہ ڈالی اور کہا کیا تم نے جو کچھ میں نے کہا ہے اچھی طرح سمجھ لیا ہے؟ ابراہیم نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس کے بعد پھر ابراہیم سے بغل گیر ہوا اور اس جملے کے ساتھ کہ خدا تیرے ہمراہ ہے اسے رخصت کر دیا۔

ایک عجیب منظر:

ایک بزرگ تجربہ کار انسان کہ جس نے زمانے کے تلخ و شیرین کو چکھا ہوا تھا اور امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کی عظیم ذمہ داری اپنے اوپر لی ہوئی ہو وہ اپنے ایک بہادر اور تجربہ کار سالار سے یوں بات کرتا ہے۔ وہ سالار اپنے حاکم اور امیر کے بشاش اور امید و ایمان

میں غرقِ چہرے کو دیکھتا ہے اور اس کی پریشانی کو جھٹکے جو شعلہ کی مانند دلوں کو گرم کر دیتی ہے اور جہاد اور شہادت کی آیات کی مثل جو دلوں کو تڑپا دیتیں ہیں منتا ہے۔ وہ امیر اور حاکم جو سفید ریش ہے اور پیشانی پر تل پڑے ہوئے ہیں اور یہ تل ان مصائب اور رنج اور تکالیف کے جو سالہا سال سے برداشت کر رہا ہو کو ظاہر کر رہے ہیں۔ مختار کی پروردگار آکھیں ہمیشہ گریہ کی حالت میں رہتی تھیں یہ گریہ اور گرم آنسو اس بے مثل انسان کے غم میں تھے جس کو کربلا میں شہید کر دیا گیا تھا اور کربلا کے شہیدوں کے سوگ میں جاری رہتے تھے مختار اپنے پر حرارت اور قوی ہاتھوں کو امیر ایم کے کندھے پر رکھے ہوئے تھا جو اس کے قوی ارادے اور خدا پر ایمان اور امیر المؤمنینؑ کی بشارت کی تعبیر تھے۔

مختار کے انتحاب کے اثر میں کوفہ کے لوگ آزادی، انصاف اور عزت نفس کو محسوس کرتے تھے یہ لوگ ایک سیلاب کی طرح اس الجالوت کی پل جو عبدالرحمن کے دیر کے قریب ہے اکٹھے ہو کر اپنی بہادر اور مسلح فوج کو خدا حافظی اور دواع کر رہے تھے کیونکہ اس فوج میں اب کے کوئی پلید اور کلثیف کوفہ کے اشراف کا وجود نہ تھا اور نہ ہی منافقوں اور کربلا کے واقعہ میں جنایت کاروں کا زیر لب تمسخر موجود تھا کیونکہ مختار نے ان تمام کو تہ تیغ کر دیا تھا اب وہ سب مومن ہیں اور خالص منافقوں کے آقا اور سردار یا قتل ہو چکے تھے اور اپنے اعمال کی سزا کو پہنچ گئے تھے اور یا فرار کر کے مختلف سوراخوں میں جا گھسے تھے اب کے تمام قبائل خواہ ہمدانی ہوں یا کندہ اور قیس وغیرہ ہو ایک دوسرے سے برادر اور ایک غرض اور ہدف پر جمع ہیں اب کے ان کی خونچکاں نکواریں سیاہ پرچم کیساتھ ایک نعرے یا نارات الحسین کے ساتھ خاندان پیغمبر کے مظلوموں کے لیے نکل ہوئی ہیں۔ کیا یہ عجیب منظر تھا کہ جس میں صفین کی جنگ کی یاد تازہ ہو رہی تھی کہ جس میں امیر المؤمنینؑ اپنی فوج کی صف بند کر رہے تھے اور ان کے لیے پرچم عنایت فرما رہے تھے۔ یاد دہنی یاد ہے۔ اگر یہی لوگ اس دن ایک اسی ہزار فوج کے ساتھ مالک اشتر کی

فرزند ہی میں کفر اور نفاق کے اس رئیس سے لڑنے کے لیے موجود تھے تو آج اس مالک اشتر کے فرزند ابراہیم اشتر مختار جیسے اہل بیت کے دفاع کرنے والے اور شہداء کربلا کے خون کے انتقام لینے والے کی رہبری میں شام کی فوج سے لڑنے جا رہے ہیں یہ کیسا فرزند ہے کہ جس نے اپنے باپ کا نام روشن کر دیا ہے کتنا عجیب اور دلنشین یہ منظر ہے کہ شاید اس کا آسمان سے شہداء کربلا کی ارواح نظارہ کر رہی ہوں گی کہ کیسے مددگار اور کیسے انتقام لینے والے یہ افراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نام سے فوج کے حرکت کرنے کی ہگل بجا دیا گیا اور انتہائی فوج نے غدار دشمن کی طرف حرکت شروع کر دی۔ فوج نے حرکت کی اور مختار اور دوسرے تمام لوگ جو رخصت کرنے آئے تھے کوفہ واپس لوٹ گئے لیکن مقدس کرسی کے اصحاب نے اسی طرح اس کے ارد گرد حلقہ باندھا ہوا ہے اور لشکر کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ ابراہیم نے آخری دفعہ ایک ٹیلے سے ایک نگاہ لوگوں پر ڈالی جو واپس جا رہے تھے اور ایک نگاہ ان مقدس کرسی والوں پر ڈالی اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور کہا خدایا ہمیں جاہلوں کے کام سے مواخذہ نہ کرنا یہ ان کا وہ کام ہے جو انسان گویا اسرائیل کی سنت پر جو وہ تابوت عہد کے ارد گرد گھومتے تھے یاد دلاتا ہے اس خدا کی قسم کہ جس کے ہاتھ میں ابراہیم اشتر کی جان ہے گویا میں بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی دیکھ رہا ہوں ممکن ہے کہ ابراہیم اشتر مقدس کرسی کے واقعہ سے باخبر تھے اور جانتے تھے کہ یہ کرسی وہ کرسی نہیں کہ جس پر حضرت علیؑ بیٹھا کرتے تھے بہر حال خدا حافظی کی تقریب اچھی طرح سے بحیثیل کو پہنچ چکی تھی اور اصحاب کرسی نے بھی ان لوگوں کے پیچھے کوفہ شہر کی طرف حرکت کرنی شروع کر دی۔

کرسی کا واقعہ اور اس کا ظہور:

طبری لکھتے ہیں کہ مقدس کرسی کا واقعہ یوں ہے کہ کوفہ کے ایک آدمی بنام طفیل بن جعدہ کہتے ہیں کہ فخر اور بھگت سی نے مجھ پر هجوم کیا ہوا تھا ایک دن میں ایک گھم فروش کی دوکان کی

طرف متوجہ ہوا کہ وہ ایک چرب اور کثیف کرسی پر بیٹھا ہوا ہے میرے ذہن میں آیا کہ میں اس کرسی کے ذریعے بالدار ہو سکتا ہوں کیونکہ میں اس کے ذریعے سے عمار سے کہ جو حضرت علیؓ کے بارے میں بہت زیادہ عقیدت رکھتا ہے فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔ میں نے اپنے کئی فروش مسائے سے خواہش کی کہ وہ یہ کرسی مجھے دے دے۔ اس نے وہ کرسی مجھے دے دی اور میں اسے اپنے گھر لے گیا۔

طفیل کہتا ہے کہ میں ایک دن عمار کی مجلس میں حاضر ہوا اور اس کے پہلو میں جا بیٹھا اور آہستہ سے ان سے کہا کہ اسے امیر امیرے پاس ایک راز ہے کہ جسے آج تک میں نے آپ سے چھپایا ہوا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کو بتا دوں۔ عمار نے پوچھا کہ وہ کونسا راز ہے۔ طفیل نے کہا کہ وہ کرسی کا جس پر میرا باپ جعدہ بن حصیر بیٹھا تھا اس کا عقیدہ تھا کہ اس میں امیر المؤمنینؑ کی کرامت موجود ہے۔ عمار نے کہا کہ بھان اللہ تم نے ابھی تک مجھے کیوں نہیں بتلایا جاؤ اور بہت جلدی سے اس کرسی کو میرے پاس لے آؤ۔ طفیل کہتا ہے کہ میں گھر گیا اور کرسی کو خوب دھویا اور اچھی طرح سے ملا اور وہ نئی کرسی کی شکل چمکی اور براق ہو گئی۔ میں نے اس پر چادر ڈالی اور چھ آدھیں کے ساتھ اسے اٹھا کر عمار کے پاس لے آیا۔ عمار نے حکم دیا کہ مجھے اس کے عوض بارہ ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ عمار نے اس کے بعد لوگوں کو مسجد میں بلایا۔ معبد بن خالد کہتا ہے کہ میں اور اسماعیل بن طلحہ اور شبث بن ربیع عمار کے ساتھ تھے عمار مسجد میں آیا اور لوگوں سے خطاب کیا اور کرسی کے بارے میں یوں کہا جو کچھ پہلی امتوں میں تھا اس کی نظیر اس امت میں بھی موجود ہے بنی اسرائیل میں ایک صندوق عہد تھا کہ جس میں موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کا باقی ماندہ ترکہ موجود تھا ہم میں بھی وہ صندوق باقی ہے۔ اس کے بعد اس کرسی سے کپڑا اٹھایا اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس کرسی پر پڑیں۔ عمار کے یاروں اور مسجد میں موجود لوگوں نے تین دفعہ بلند آواز سے تجسیر کہی۔ شبث بن ربیع اٹھا اور حاضرین سے کہا

کہاے معری قیلے کے لوگوں کا فرنہ۔ فوراً عمار کے آدمیوں نے اس کی بات کو کانٹا اور اسے
 اٹھا کر باہر لے گئے۔ اسحاق بن یحییٰ کہتے ہیں کہ حید بن علی نے بولنا چاہا کہ جسے لوگوں نے
 نہیں بولنے دیا گیا (لیکن ان کا کہنا درست نہیں ہے کہ فکر فکر کا کری کو مسجد میں لے جانا اس
 وقت صاحب حید بن علی شام کی طرف ہٹا گیا تھا وہ مکان ہے کہ حید نے یہ اس وقت کہا
 ہو کہ جب کری کا اٹھا کر کیا گیا تھا) نقل کہتے ہیں کہ میں نے ایک مدت کے بعد جب عمار نے
 ابراہیم کے سرگردی میں فوج شام کی فوج کے مقابلے کے لیے جو انہیں زیادتی کا ان میں تھی روانہ
 کی دیکھا کہ عمار کے اصحاب نے اس کری کو ایک سفید ٹھکر پر سوار کیا ہوا ہے اور اس پر چادر ڈالی
 ہوئی ہے سات آدمی اس کے دائیں اور سات آدمی اس کے بائیں کری کو پکڑے ہوئے تھے
 اور ابراہیم کے لشکر کی کامیابی کی دعا کر رہے تھے اور اتفاق سے ابراہیم کو اس جگہ میں فتح بھی
 نصیب ہوئی اور شام کے لشکر کا سربراہ انہیں زیادتی بھی ہو گیا لوگوں کا اس کری کے بارے میں
 عقیدہ متحکم ہو گیا کری ایک تختی کی صورت اختیار کر گئی کہ جس کے بارے میں لوگوں کا عقیدہ کفر
 تک پہنچ گیا نقل کہتا کہ میں نے جو کری کا واقعہ گڑھا تھا اور لوگوں کی گمراہی کا سبب بنا تھا میں
 اس پر سخت پریشان ہوا اور جو میرے دوست اس دعوے کی خبر رکھتے تھے مجھے زیادہ ملامت کیا
 کرتے تھے۔

ایک اور روایت:

کری کے بارے میں ایک روایت اور ہے کہ جسے طبری اور ابن اثیر نے نقل کیا
 ہے۔ طبری لکھتا ہے آل جعدہ کا خاندان حضرت علیؑ کی طرف منسوب تھا کچھ نکاح امیر المؤمنین
 کی بیٹی شہرام ہانی میرہ کی بیوی تھی اور یہ صحیرہ جعدہ کا باپ تھا اس لحاظ سے جعدہ حضرت علی
 کا بھائی تھا اور نقل جہاں جعدہ کا بیٹا ہے۔

ایک دین عمار نے انہیں پیغام دیا کہ وہ کری کہ جس پر حضرت علیؑ نے خطبہ دیا ہے

تھے اور فضاوت کیا کرتے تھے میرے پاس بھیج دو ہمیں کرسی کی کوئی خبر نہ تھی ہم نہیں سمجھتے تھے کہ کیا کریں لیکن مختار بہت زور دے رہا تھا کہ وہ کرسی اسے دی جائے جب ہم نے دیکھا کہ مختار ہمیں کسی طرح نہیں چھوڑتا مجبور ہو کر ہم نے ایک کرسی بنوائی اور مختار کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ وہ کرسی ہے جو آپ چاہتے ہیں۔ شام قبیلے کے لوگ جو حضرت علیؑ کے سخت محبت اور اہل بیتؑ کے دوست تھے وہ اور شا کر کے قبیلے کے لوگ جو مختار کے اصحاب خاص تھے اس کرسی کو بہت زیادہ محترم گردانتے تھے انہوں نے اس کرسی پر پریشی پر وہ ڈالا ہوا تھا۔ ابو موسیٰ اشعری کا فرزند موسیٰ اس زمانے میں مختار کے اطرافوں سے تھا اسے اس کرسی کا متولی قرار دے دیا گیا۔ لیکن اس کی ماں ام کلثوم نے جو فضل بن عباس کی بیٹی تھی اور مختار سے نفض رکھتی تھی اسے اس کے متولی ہونے پر سرزنش کی اور ڈانٹا لوگوں نے موسیٰ کی ماں کی مختار کے بارے میں بد کلامی کیا کرتی تھی مختار کی خبر موسیٰ کو کرسی کی تولیت سے ہٹا کر اس کی تولیت شیعوں میں سے ایک حوشب بری نامی شخص کے سپرد کر دی وہ اس کرسی کا مختار کی شہادت تک متولی رہا۔ یہ مضمون انسب الاشراف والے نے بھی نقل کیا ہے۔

شیعوں کے دشمنوں کا کرسی کے بہانے شیعوں کے خلاف اتہام:

اس کرسی کا واقعہ اور مختار کے اصحاب اور شیعوں کا اس کرسی کے بارے میں عقیدہ مختار کے دشمنوں اور مختار نے جن لوگوں سے انتقام کیا تھا ان کے ہاتھ ایک بہانہ آ گیا اور انہوں نے مختار کا ضعیف نقطہ ہاتھ لگنے سے مختار کے خلاف زہر پلا پروپیگنڈا شروع کر دیا کبھی اس پر نبوت کے ادعا کی تہمت لگاتے اور کبھی کہتے کہ مختار معتقد ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے اور کبھی کہتے تھے کہ مختار مدعی ہے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے کہ امام حسینؑ کے قاتلوں کو قتل کرے کبھی کہتے تھے کہ مختار امامت کا ادعا کرتا ہے کبھی اسے کیسانی اور کبھی اسے سہائی اور کبھی اسے حبشی کہتے ایک جہت نہ تھی بلکہ تہمتوں کا ایک سیلاب تھا جو کوفہ کے منافقین اور امام حسینؑ کے

شہید کیے جانے والوں میں سے بچے تھے اور حکومت شام اور عبداللہ بن زبیر جیسے اہل بیت عظام کے سخت دشمن کے ہوا خواہ تھے جو اسے مختار کے خلاف پروپیگنڈا کے طور پر استعمال کر رہے تھے۔ انہوں نے ہتھیں لگانے اور ان کا پرچار کرنے میں اتنا زور لگایا کہ جس کے بعد اہل سنت کے علماء اور اموی دربار کے راویوں نے مختار کو کذاب کا لقب دے دیا اور انہیں اپنی روایت اور علم رجال کی کتابوں میں نقل کر دیا۔ یہ کتابیں ان تہتوں سے بھری پڑی ہیں اور یہ معلوم تھا کہ ان کی مختار سے دشمنی کس بنا پر تھی؟ خلاصہ مختار کے خلاف ان تہتوں میں سے ایک یہی کرسی والی تہمت تھی جس کی وجہ سے شعراء نے مختار کی مذمت اور جموں میں اشعار لکھے اور کرسی کے بہانے اس کے خلاف پروپیگنڈا کیا۔

اشی ہمدانی کے اشعار:

عراق کے مشہور شاعر اشی ہمدانی نے اسی کرسی کو بہانہ بنا کر مختار اور انقلاب کی مخالفت اور مختار کی مذمت میں اشعار کہے ہیں کہ جن کا ترجمہ یوں ہے۔

- (۱) میں گواہی دیتا ہوں کہ تم سبائی ہو۔ اے شرک کے نگاہ بان میں تمہیں پہنچانا ہوں میں قسم اٹھاتا ہوں کہ تمہاری کرسی یکینہ موسیٰ بھی نہیں ہے گرچہ تم نے اسے پردے میں لپیٹا ہوا ہے۔
- (۲) یہ ہمارے درمیان اس کرسی کی طرح بھی نہیں ہے گرچہ شام، ہند، خائف قبیلے کے لوگوں نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

- (۳) میں بھی پیغمبر علیہ السلام کے خاندان کا دوست ہوں اور قرآن اور خدا کی وحی کا پیروکار ہوں۔

- (۴) جب بتقدیر نے خدا کے بندے کی بیرونی کی ہے تو میں نے بھی اس کی بیرونی کی ہے۔ ایک اور شاعر متوکل لیشی نے کہا ہے:

ابو اسحاق مختار سے کہہ دو کہ میں تیری کرسی کے بارے میں عقیدہ نہیں رکھتا۔ شبامی

قیلے کے لوگ اس کے ارد گرد گھومتے ہیں اور بتا کر اس کے لیے وحی کے قائل ہیں۔

ضمیمہ کی وضاحت:

اس کرسی کا احترام کہ جس پر حضرت علیؑ اٹھی جاں بحق بیٹھے رہے کوئی خلاف اسلام و شریعت کام نہیں ہے۔ جو چیزیں انبیاء اور اولیاء خدا کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان کو مقدس کہنے کے بارے میں شیعہ سنی کتب میں روایات وارد ہوئی ہیں۔ اور آج کی دنیا اپنے روبرو اور قوی ہیرہ کی خاص چیزوں کو جو اس سے مخصوص ہوں قائل احترام شمار کرتے ہیں اور انہیں عجائب مگر میں یا ان کے لیے خصوصی جگہ بنا کر عام لوگوں کے دیکھنے کے لیے رکھ دیتے ہیں جیسے پاکستان میں قائد اعظم کا مکان اور دوسری اشیاء کہ کہ خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اگر یہ فرض ان دور و رواجوں کو جو کرسی کے بارے میں وارد ہوئی ہیں صحیح ہوں اور شیعہ اس کرسی کو حضرت علیؑ کی کرسی سمجھ کر اس کا احترام کرتے ہوں تو اس میں کوئی خلاف اسلام و شریعت کام قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ان روایات کے رد سے فریب اور دھوکا طفیل بن جعدہ کی طرف سے تھا کہ اس نے ایک عام کرسی کو حضرت علیؑ کی کرسی ظاہر کر کے مختار کو دھوکا دیا اور آل جعدہ کے تمام خاندان نے کہا تھا کہ یہ کرسی حضرت علیؑ کی کرسی ہے۔ اسی لیے لوگوں نے اس کرسی کے بارے میں عقیدہ پیدا کر لیا اگر دھوکا اور فریب ہے تو وہ آل جعدہ کی طرف متوجہ ہے اس میں شیعوں اور مختار کا کیا قصور ہے۔ رہا ابراہیم اشتر کا اس کرسی کو سامری کے کو سالہ سے تشبیہ دینا تو شاید یہ اس لیے ہو کہ جناب ابراہیم اشتر کو علم تھا کہ یہ اصلی کرسی نہیں ہے اور لوگوں کو فریب دیا گیا ہے۔

ایک اور جواب جو اس کی بابت طبری نے ابی مخنف سے نقل کیا ہے یوں ہے کہ موسیٰ بن عامر نے کہا ہے کہ جس نے کرسی کو مشہور کیا تھا اس کا نام عبداللہ بن نوف تھا اور اس نے ادا کیا ہے کہ اس نے یہ کام مختار کے حکم سے ایسا کیا ہے لیکن خود مختار اس کے اس کام سے بیزاری کیا کرتا تھا۔

لہذا اس مطلب کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ کرسی کے واقعہ میں مختار کا کوئی دخل نہ تھا اور وہ خود اس سے رات کیا کرتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ مختار حضرت علیؓ کی کرسی کو مقدس گردانتا ہے اور اس پر دیباچ کا پردہ ڈالا ہوا ہے اور اسے سفید ٹمچ پر لادتا ہے اور لوگ اس کے ارد گرد گھومتے ہیں اور اس کرسی کے وسیلے سے خدا سے بارش طلب کرتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہیں تو عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ از قہیلے کے فوجی لوگ کہاں ہیں کہ جو اس ٹمچ کے پاؤں کاٹ ڈالیں۔

مقرر مرحوم کہتے ہیں:

کرسی اور پرندوں کے واقعہ کو جو لوگوں نے پروبال دیئے ہیں اور اس کے ذریعے مختار کو بدنام کرنا چاہا ہے یہ چیزیں مختار کے لیے کوئی نقص نہیں ہیں کیونکہ ہر عقلمند انسان سمجھتا ہے کہ کبھی اپنی غرض کی تکمیل کے لیے ہر انسان بعض چیزوں کو وسیلہ بناتا ہے اور یہ خلاف شرع و عقل نہیں ہوا کرتا۔

انقلابی فوج کی حرکت:

ابراہیم اشتر اپنی فوج کے ہمراہ شام کی فوج سے جو این زیاد کی کمان میں موصل میں مستقر تھی جنگ کرنے کے لیے بہت جلدی سے حرکت کرنے لگا۔ انقلابی فوج مدائن کے شہر میں پہنچی تو وہاں تین دن تک آرام کیا اور اپنی قوت کی تجدید کی پھر مدائن سے مکریت کی طرف گئی وہاں بھی تھوڑا سا آرام کیا ابراہیم اشتر نے مدائن کا خراج جمع کیا اور اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔

عبید اللہ بن حرکی خیانت:

پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ ابراہیم اشتر عبید اللہ بن حرکی بابت بدگمان تھا جو عراق کے اشراف سے تھا اور اپنے قبیلے کے ایک گروہ کے ساتھ ابراہیم کی فوج میں شامل ہو گیا تھا اور اس

کے غداری کر دینے کا احتمال تھا اور اس کا انہوں نے مختار سے بھی تذکرہ کیا تھا۔ ابراہیم اپنی فوج میں اس کے ہونے کو برداشت نہیں کرتا تھا لیکن مختار نے ابراہیم سے سفارش کی تھی کہ اس سے نرمی کے ساتھ پیش آئے اور اسے مال سے خرید لے اور اسے خیانت کرنے کا موقع نہ دے۔ مختار کی سفارش کی بنا پر ابراہیم نے جو حکمریت سے خراج جمع کیا تھا اسے پانچ ہزار درہم دیئے۔ عبداللہ اس مبلغ سے بہت ناراض ہوا اور اسے کم سمجھا اور ابراہیم سے رنجیدہ ہوا اور کہا کہ تو نے اپنے لیے تو دس ہزار درہم رکھے ہیں اور مجھے پانچ ہزار درہم دیتے ہو؟ اور خیال کرتے ہو کہ تیرے باپ مالک سے میرا باپ حرکت کر رہا ہے۔ ابراہیم عبید اللہ کی اس رفتار سے بہت ناراحت ہوا اور قسم اٹھائی کہ میں نے اپنے لیے بھی پانچ ہزار درہم سے زیادہ نہیں رکھے اور پھر حکم دیا کہ اس کے اپنے پانچ ہزار درہم بھی عبید اللہ کو دیے جائیں۔ لیکن عبید اللہ کی طبیعت نے اس پر قناعت نہ کی اور راضی نہ ہوا اسی وقت اپنے قبیلے کے ہمراہ ابراہیم سے جدا ہو گیا اور اس کی بیعت کو توڑ دیا اور راستے میں چند ایک دیہات پر اپنے قبیلے کے ساتھ حملہ کر دیا اور لوگوں کا مال غارت کر لیا اور مختار کے حاکموں کو جو ان دیہاتوں میں متعین تھے قتل کر دیا اور اپنے مال کے ساتھ جو اس نے غارت کیا تھا منافقین کے مرکز ہمرہ کی طرف مصعب بن زہیر کی حمایت میں چلا گیا۔ جب مختار کو اس کی ایسی شرارت اور اس کے کردار کی خبر ملی تو مختار نے اپنے مددگار عبداللہ بن کمال کو ایک گروہ کے ساتھ عبید اللہ کے محلے میں روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس کے گھر کو خراب کر دیا جائے اور اس کے اموال کو غارت کر لیا جائے اور اس کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے عبید اللہ کی بیوی سلمیٰ خالد بنی کی لڑکی تھی مختار نے اسے بھی قید کر دیا۔

مختار کا ابراہیم کو خط:

مختار نے ابراہیم کو خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ راستے میں دیر نہ کرے جتنا جلدی ہو سکے دشمن کے پاس پہنچ جائے۔ ابراہیم نے مختار کے حکم کے بعد اپنی فوج کی حرکت حرید تیز کر دیا اور

منازل اور مراحل کو چیزی سے ملے کرتے ہوئے نہر خاؤر پر موصل سے چار فرسخ کے فاصلہ پر شام کی فوج کے پاس پہنچ گیا۔ ابو سعید میل نے کہا ہے کہ ہماری فوج ابراہیم کی سربراہی میں جلدی سے آگے بڑھ رہی تھی اور ہمارا مقصد ابن زیاد تھا اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ وہ عراق میں داخل ہو جائے اور ہماری کوشش یہ تھی کہ ابن زیاد کے حرکت کرنے سے پہلے ہم اسے موصل میں ہی روک لیں۔ ہم موصل کے نزدیک دشمن کی فوج سے رو برو ہوئے کہ جس نے خاؤر نہر کے نزدیک پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ ہم نے دشمن کے نزدیک باریشاد دیہات میں پڑاؤ ڈالا وہاں سے موصل تک چار پانچ فرسخ کا فاصلہ تھا۔

تیاری کا حکم:

ابراہیم نے اپنی فوج کو ایک مناسب جگہ اتارا اور جنگ کا بلکل بجایا گیا کیونکہ دشمن وہاں سے نظر آ رہا تھا ابراہیم نے اپنے لشکر کو منظم کیا اور اپنی سوار فوج کی کمان طفیل بن قیس نخعی کے سپرد کی۔ یہ طفیل ایک تجربہ کار سخت محنتی اور بہادر انسان تھا۔ ابراہیم نے اس فوج کو اپنے آگے دشمن کی پہلی صف کے مقابل روانہ کیا اور جب یہ فوج دشمن کی فوج کے سامنے آئی تو ابراہیم نے ایک دستے کو حمید بن حریش کی کمان میں اس کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ طفیل کا دستہ آگے بڑھا اور ایک دیہات میں دشمن کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ابراہیم نے اپنی پوری ہمت سے اپنی فوج کو منظم کیا اور تمام پیادہ اور سوار فوج کو ایک اصلی محور میں کھڑا کیا اور پھر اسی نظم اور ترتیب سے آگے بڑھنے لگا۔ ابراہیم کی تمام فوج بمع آگے جانے والے دستے کے ساتھ بیس ہزار تھی ان میں کچھ سوار اور کچھ پیادہ تھے۔

دشمن کی فوج کی آمادگی:

ابن زیاد یہ بھیڑیا صفت انسان کہ جس نے کئی دفعہ ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ عراق میں مداخلت کی تھی اس دفعہ بھی مغرور اور مست ہو کر اس نے اپنی فوج کو منظم کیا۔ ابن

ابوہریرہؓ کی فوج کے اپنے نزدیک آ جانے سے صلح حدیبیہ زیاد نے حیران ہو کر اپنی فوج اپنے تمام لشکر میں فرق و تفریق کی اور ان کی فوج کے مقابلے کے لیے خلا نہ رکھ کر اسے پر آسنے لگا۔ لاکھ کھڑی کی۔

عمر بن خطابؓ کا ہمد:

اس لڑائی میں سب سے اچھی مثال یہ تھی کہ شام کی فوج کے ایک قبیلے کے سالار انصاری فوج کے ساتھ مل گئے اس قبیلے قیس کے رئیس اور سالار عمر بن خطابؓ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دشمن کی فوج میں تھے اور یہ شام کی فوج میں مشرکے کا طرف تھے۔ قیس قبیلہ انصاری کے نزدیک زندگی بسر کیا کرتا تھا اس قبیلے کا سردار عوامیہ اور آل مروان کے ساتھ بغض و کینہ رکھتا تھا اور اس کی وجہ تو انہیں کے ساتھ عوامیہ کی جنگ تھی۔ یہ ابراہیم اشعری فوج کے شام کی فوج سے نزدیک پہنچنے سے بہت خوش ہوا اور ابراہیم اشعری کو پیغام بھیجا کہ میں تیرے ساتھ ہوں ابراہیم اس کے پیغام سے خوش ہو گیا اور عمر کو پیغام بھیجا کہ وہ اس سے ملاقات کرے اور ابراہیم کا اس سے قصد یہ تھا کہ وہ اس بارے میں حیرت و حقیقت کرے کہ کہیں یہ دھوکا نہ ہو عمر پورے شوق سے غلط طریقے سے ابراہیم کی ملاقات کے لیے جلدی ہی آیا بات کے وقت اس نے ابراہیم سے اس کے خیال میں ملاقات کی۔ عمر نے اسی حالت میں عمر کی بیعت کر لی اور مدد کرنے کا وعدہ کیا اور وعدہ دیا کہ ہم اپنے قبیلے کے ساتھ بائیں جانب مستقر ہیں اور دشمن کی فوج کو شکست دینے کی راہ ہموار کریں گے اور ہم فرار ہو جائیں گے۔ ابراہیم نے اس کی نیت سے آگاہ ہونے کے لیے اس سے سوال کیا کہ ہم اس وقت شام کی ایک عظیم فوج کے سامنے ہیں آپ کی مائے میں ہم دشمن سے کس طرح لڑیں کیا ہم اپنے ارد گرد کوئی بھڑکے ہوئے اور دو دشمنوں بھڑکے سامنے مقابلہ کریں تاکہ دشمن کو شکست دیں اور ہمارے لئے شکست دیں؟ عمر ایک لمحہ کے بعد ہمارے ہمارے آگاہی تھا اس نے جواب دیا اے ابراہیم اس طرح کا کام نہ کرنا۔

ہم حق پر ہیں اور خدا کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ دشمن کی تو غواشی ہوگی کہ ہم اس طرح کریں اور وہ جنگ کو طوفانی کرے کیونکہ معلوم ہے کہ ان کی تعداد ہمارے کئی برابر ہے۔ طوفانی جنگ میں تھوڑی فوج ایک بہت بڑی فوج سے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتی اور یقیناً وہ کامیاب ہو جائیں گے لہذا بہتر ہے کہ تم بجلی کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑو اور اس طرح ان کے دلوں میں اپنا رعب اور دہد بپیدا کرو کہ اللہ کی مدد سے وہ شکست کھا جائیں گے اور بھاگ جائیں گے۔ غیر نے مزید کہا کہ جب دشمن سمجھ جائے کہ تم جنگ کو طوفانی دینا چاہتے ہو تو ایک دن تم حملہ کرو گے اور ایک دن وہ حملہ کریں گے تو وہ لڑائی سے مانوس ہو جائیں گے اور رعب اور دہد بپیکر وحشت ان میں جرات اور طاقت میں تبدیل ہو جائے گی اور ایسا کام بہت خطرناک ہوگا۔ ابراہیم نے کہا اے میرا تم نے خوب سمجھا ہے شاہاش میں اب سمجھ گیا کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور مدد کرنے میں سچے اور عہد کے پابند ہو اور پھر کہا کہ مجھے امیر عیار نے بھی چلتے وقت اسی کی سازش کی تھی اور کہا تھا کہ ایک ہی دفعہ دشمن پر حملہ کر دینا اور ان کو فرصت نہ لینے دینا۔ میرا اس کے سننے سے خوشحال دکھائی دے رہا تھا۔ ابراہیم سے کہا کہ اپنے امیر کی رائے اور مشورے کی پیروی کرو اس واسطے کہ وہ جنگ کرنے کا ماہر اور تجربہ کار ہے اور جنگ کی اونچی نیچی کو سمجھتا ہے اس کا فوج امور میں ہم سے زیادہ تجربہ ہے۔ بس کل صبح دشمن پر حملہ کر دو۔ میرا نے اسی رات اپنے قبیلے سمیت عیار کے ساتھ مل جانے کا وعدہ کر لیا اور ابراہیم سے رخصت ہو کر اپنے قبیلے کی طرف واپس لوٹ آیا تاکہ اپنے قبیلے کو عیار کی مدد کرنے کے لیے آمادہ کر سکے۔

دینوری نے اخبار الطوال میں عمیر کے ابراہیم سے ملنے کے واقعہ کو یوں تحریر کیا ہے:

عمیر بن حباب اور فرات بن سالم اور یزید بن حصین ابن زیاد کے ساتھ تھے۔ فرات نے عمیر سے کہا کہ تم نے مروان کے خاندان کی برائی اور بری نیت اپنے قبیلے کے حق میں دیکھی ہوئی ہے اگر عبدالملک کا مہاب ہو گیا تو ہمارے قبیلے قیس کو بے چارہ اور بد بخت کر دے گا۔ تم

میرے ساتھ آکر ابراہیم کے خلائے کو دیکھیں۔ جب رات ہوئی تو دونوں عمیر اور فرات اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر شامی فوج سے گزر کر چلے گئے۔ شام کی فوج اور ابراہیم کی فوج کا فاصلہ تقریباً چار فرسخ تھا جب شامی فوج کے ستری دستے کے سامنے ہوئے تو وہ ان سے پوچھتے کہ تم کون ہو؟ وہ جواب دیتے کہ ہم حصین بن نیر کے دستے کے آدمی ہیں جب وہ ابراہیم اشتر کی فوج کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے آگ جلائی ہوئی ہے اور ابراہیم جب کہ اس نے زرد حراتی کرتا اور پھولدار کپڑا اپنے جسم پر ڈالا ہوا تھا اور گوار اپنے کندھے پر لٹکائے کھڑا ہوا اپنی فوج کو مرتب کر رہا ہے۔ عمیر ابراہیم کے نزدیک گیا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا اچانک اسے پیچھے سے اپنی بغل میں لے لیا۔ ابراہیم نے اپنی جگہ سے نہ ہٹے ہوئے اپنے سر کو پیچھے موڑا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ عمیر نے کہا کہ عمیر بن حباب۔ ابراہیم نے کہا خوش آمدید بیٹھ جاؤ میں اپنا کام تمام کر لوں پھر تمہارے پاس آتا ہوں۔ عمیر اس سے فاصلہ کر کے فرات کے ہمراہ اپنے گھوڑوں کی لگام اپنے ہاتھ میں لیے کچھ دور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ عمیر نے فرات سے کہا کیا تم نے کوئی آدمی ابراہیم سے زیادہ بہادر اور مستقل حراج دیکھا ہے؟ باوجودیکہ میں نے اسے اچانک پیچھے سے بغل میں لیا اس نے معمولی حرکت بھی نہیں کی اور اس کی پرواہ نہیں کی۔ فرات نے کہا کہ میں نے اس سے بہادر کوئی نہیں دیکھا۔ جب ابراہیم اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو عمیر کے پاس آیا اور اس کے پہلو میں بیٹھ گیا دوستانہ لہجے میں عمیر سے کہا اے ابو مفلس۔ کیا چیز موجب غی ہے کہ تم اس موقع پر میرے پاس آئے ہو؟ عمیر نے کہا جب میں تمہاری فوج میں داخل ہوا بہت زیادہ حیران اور پریشان ہوا کیونکہ جب سے میں تمہارے پاس آ رہا تھا میں نے کسی کو تمہارے افراد میں سے عربی بولنے نہیں دیکھا تیرے ساتھ یہ عجم ایرانی ہیں جب کہ تیرے مقابلے کے لیے شام کے سرداروں میں سے چالیس ہزار کی فوج آئی ہے تم کس طرح اپنی اس طرح کی فوج سے شام کی فوج سے جنگ کرو گے؟ ابراہیم نے کہا بخدا اگر

میں سوائے چوہنٹوں کے اور کوئی بھی مگرنہ پاتا تب بھی میں ان شامیوں سے انہیں چوہنٹوں کی مدد سے جنگ کرنا چاہتا تھا۔ یہ لوگ جنگ کرنے کے ماہر اور با بصیرت لوگ ہیں۔ یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں یہ شہسواروں اور سرحدی محافظین کی اولاد ایرانی ہیں میں سواروں کو سواروں سے اور پیادوں کو پیادوں سے جنگ کروا کر فتح اور کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میر نے کہا جانتے ہو کہ قیس کا قبیلہ میرے ساتھ ہے اور ہم ابن زیاد کے لشکر کے میسرہ پر مستقر ہیں کل جب جنگ شروع ہوگی ہم پر حملہ نہ کرنا ہم خود جنگ سے بھاگ نکلیں گے تاکہ شام کی فوج کو شکست ہو مردان کے خاندان کی ہمارے ساتھ بدرقاری کے سبب ہم جنگ کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہ جنگ میں کامیاب ہوں ہم تیری کامیابی کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ابراہیم نے ان کی اس بات کو قبول کر لیا اور وہ دونوں اسی رات اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔

فوجی تنظیم:

ابراہیم اس رات صبح تک نہیں سویا اور تمام رات بیدار رہا اور رات کو پہرہ دینے والوں کو معین کیا ہوا تھا جب سحر ہوئی تو ابراہیم نے صبح کی نماز اپنی فوج کے ساتھ پڑھی جبکہ ابھی تک فضا پوری طرح روشن نہیں ہوئی تھی اور فوج کو آمادہ کیا ابراہیم نے اپنی فوج کا میسرہ سفیان بن یزید ازدی اور میسرہ کو علی بن مالک حسی کے سپرد کیا اور عبدالرحمن بن عبداللہ کو پیادہ فوج پر معین کیا اور فوج کا پرچم حرم بن مالک کے سپرد کیا سوار فوج کی تعداد پیادہ فوج سے کمتر تھی ان تمام کو اپنے نزدیک مستقر کیا اور اس کے دو حصے دائیں اور بائیں بنائے پھر فوج کی تمام صفوں کو منظم کیا اور ان کے سالار جو عراق کے چار عمدہ قبیلوں سے تھے اپنی اپنی جگہ معین کیے جب ابراہیم نے اپنی فوج کو سو فیصد منظم اور مرتب دیکھ لیا تو حکم دیا کہ حرکت کرو لیکن آرام اور آہستہ سے آگے بڑھو اور نیلے پر پہنچ گئے جو ان کے اور دشمن کے درمیان حائل تھا اور پوری طرح سے دشمن کے آگے سامنے ہو گئے دشمن کی فوج اپنی جگہ پر کھڑی رہی اور آگے نہ آئی۔

دشمن کے حالات کے بارے معلومات:

ابراہیم نے اپنے سواروں میں عبداللہ بن زبیر سلوی کو کہ جس کا گھوڑا الجھل رہا تھا حکم دیا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو کر دشمن کی فوج کے نزدیک جاؤ اور ان کے حالات میرے لیے معلوم کر کے لے آؤ۔ عبداللہ نے اپنا گھوڑا دشمن کی طرف دوڑایا اور ایک مدت کے بعد ابراہیم کے پاس واپس واپس لوٹ آیا اور اس طرح گزارش اور روپوٹ دی کہ دشمن کے فوج پوری طرح سے حیرت زدہ اور بالیں نظر آ رہے ہیں میری ان کے ایک افسر سے ملاقات ہو گئی اور اس نے سمجھ لیا کہ میں عراقی ہوں۔ اس نے مجھے ناسزا اور یوں گالیاں دیں اے ابو تراب کے شیعو! اے عسکر کذاب کے شیعو! میں نے اس شامی مرد کے جواب میں کہا کہ جو کچھ ہمارے اور تمہارے درمیان میں اختلاف اور فاصلہ ہے وہ ان گالیوں اور ناسزا سے بالاتر ہے۔ شامی آدمی نے مجھ سے کہا کہ اے خدا کے دشمنو! تم ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہو؟ تم بغیر امام اور رہبر کے ہو؟ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم تم سے فرزند پیغمبر امام حسینؑ کے خون کا انتقام کے لیے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد جو تمہارا سالار ہے یہ جو امان جنت حسین بن علی کا قاتل ہے۔ اسے ہمارے سپرد کر دو ہم اسے ایک آزاد کیے ہوئے غلام اور موالی کے مقابلے میں جو کر بلا میں شہید ہو گیا ہے قتل کر دیں گے کیونکہ اسے امام حسینؑ کا ہم پلہ تو ہم نہیں جانتے کہ اس سے امام علیہ السلام کا قصاص لیں اگر تم ایسا کر لو تو اس وقت ہو سکتا ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ واقع نہ ہو اس کے بعد اللہ کی کتاب کے مطابق حکم کے لیے دونوں طرف سے صالح افراد کو مہین کر دیں گے تاکہ ہم سب کی تکلیف کو مہین کر دیں۔ اس شامی آدمی نے کہا کہ ایک دفعہ تو تم نے حکمیت کا تجربہ کر لیا ہے اور تم نے اسے قبول نہیں کیا ہے اور خیانت کی ہے۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا کہ صفین کے واقعہ میں ہمارے اور تمہارے درمیان حکم بنایا گیا تھا لیکن تم نے اس کے حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔ میں نے اس سے کہا

کہ تم مشاہدہ کر رہے ہو اور ابھی طرح نہیں سمجھ سکے ہو۔ ہماری اور تمہاری حکمت میں صلح اس پر ہوئی تھی کہ دونوں آدمی جب ایک پر اتفاق کر لیں گے اس وقت اس کی اطاعت کی جائے گی لیکن ان دونوں نے کسی پر اتفاق نہیں کیا تھا اور خود ان کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا۔ اور وہ عالم نے انہیں تو فی حق ندی تھی اور کمرہ ہو گئے تھے۔ شای آدمی نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو تو میں نے اسے اپنے متعارف کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے گھوڑے کو دوڑا کر لے گیا۔ میں نے اسے دور سے آواز دی۔ اے بے انصاف یہ خیانت کی ابتداء ہے۔

میدان جنگ میں ابراہیم کی تقریر:

حق کا لشکر جنگ کرنے کے لیے آمادہ ہو چکا تھا انصاف ہو چکی تھی۔ ابراہیم نے اس میں فرق خدا کی اور امام حسین ؑ کے خون کا انتقام لینے والی فوج کا ساتھ کیا۔ ابراہیم ایک قوی وکیل گھوڑے پر سوار اپنی فوج کے دستوں کے سامنے گزرتے ہوئے قلب لشکر میں گھر گیا اپنی جوشیلی اور شطرنج و تقریر سے فوج کو بے رحمانہ لڑائی لڑانے کے لیے آمادہ کیا اور جوش دلایا اور یوں خطاب کیا اے دین و حق کے مددگار اور سرور کار و اے خدا کی فوج! افریزہ و خنجر و قاطعہ کا قاتل عبید اللہ بن مرجانہ تمہارے سامنے ہے یہ وہی عبید اللہ ہے کہ جس نے امام حسین ؑ کا حاصرہ کیا تھا یہ وہی ابن زیاد ہے کہ جس نے امام حسین ؑ اور اس کے اہل و عیال اور خاندان پر فحاشی کا پانی بھر کر دیا تھا۔ امام حسین ؑ آمادہ تھے کہ یازید کے ساتھ صلح کر لیں یا کسی وسیع سر زمین کی طرف چلے جائیں لیکن اس ابن زیاد نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اسی عبید اللہ نے امام حسین اور آپ کے جوانوں اور دوستوں کو ظلم کے ساتھ شہید کیا۔ بختر افرعون نے بنی اسرائیل پر اتنے ظلم نہیں کیے تھے کہ چنتے اس ابن زیاد نے اہل بیت ؑ پر کیے ہیں وہ اہل بیت کہ جن کو خداوند عالم نے ہر پلیدی سے دور رکھا ہے اور پاک اور پاکیزہ قرار دیا ہے۔ خداوند عالم تمہیں

اس سرزمین پر لے آیا ہے اور یہ دشمن خدا تمہارے سامنے ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس ناپاک اور پلید انسان کے قتل کر دینے سے خداوند عالم تمہارے دلوں کو خوشحال کر دے گا اور ذات الہی جانتی ہے کہ تم اس سرزمین پر سوائے امام حسینؑ کے خون کے انتقام لینے کے اور کسی مقصد کے لیے نہیں آئے ہو۔

اس کے بعد ابراہیم لشکر کے وسط میں کھڑا ہو گیا اور لشکر کے سینہ اور میسرہ کو اپنے دائیں اور بائیں قرار دیا اپنے جو شیلے خطاب سے فوج کو جہاد اور جنگ کے لیے جوش دلایا اس کے بعد آیا اور اپنے علمبردار کے ساتھ کھڑے ہو گیا۔ ابراہیم کا تمام لشکر مکمل تیاری سے حملہ کا منتظر تھا۔

دشمن کی فوج کا منظم کیا جاتا:

ابن زیاد جنایت کا راور خونخوار ظالم نے اپنی اسی ہزار فوج کو مرتب اور منظم کیا۔ حصین بن نمیر جو کہ بلاشبہ شام کی فوج کا سالار تھا اور امام حسینؑ کے قاتلوں میں سے تھا اسے ابن زیاد نے اپنی فوج کے سینہ پر معین کیا اور عمیر بن حباب کو کہ جس نے ایک دن پہلے بات کے وقت عمار سے بیعت کی تھی اسے ابن زیاد نے اپنی فوج کے میسرہ پر معین کیا۔ شریل ابن ذی کلاع کو جو عاصور کے واقعہ میں ایک جتایا تھا اسے ابن زیاد نے سوار فوج کا کمانڈر قرار دیا۔ یہ معلوم رہے کہ ابن زیاد کا عمیر بن حباب کو اپنی فوج کے سینہ پر معین کرنا ابراہیم اشتر کے لیے بہت اہمیت رکھتا تھا کیونکہ اس نے مخفیانہ طور سے ابراہیم کی فوج سے مل جانے کا ابراہیم سے وعدہ کیا ہوا تھا اور وہی ابراہیم کی فوج کا میسرہ پر غلبہ کا ذمہ دار تھا۔ خود عبید اللہ بن زیاد نے قلب لشکر میں پیادہ فوج کی کمان سنبالی۔ اس طرح حق اور باطل کے دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلے کے لیے تیار اور آمادہ ہو گئے۔

حملہ کا آغاز:

فوج کے حملہ کرنے کا ہنگامہ بجایا گیا دونوں فوجوں نے ایک دوسرے کی طرف حرکت کرنا شروع کر دی دشمن کی فوج کے میسرہ کا سالار حصین بن ابراہیم کی فوج کے میسرہ کے سالار علی بن مالک کے آنے سے سامنے ہوا اور ان کی جنگ شروع ہو گئی۔ شام کی فوج کو سامنے کی طرف سے حملہ کی توقع تھی کیونکہ اس کی فوج کا چوتھائی دوسری طرف تھا۔ ابتداء میں ان دونوں طرف کی فوج میں کھسار کی جنگ ہوئی علی بن مالک بہت سخت مقابلہ کر رہا تھا لیکن وہ اسی اثنا میں شہید ہو گیا۔ اس جنگ میں یہ پہلا سالار تھا جو شہید ہوا۔ اس کے بعد فوراً بلا قاصد اس کے بیٹے قرہ بن علی نے پرچم اپنے ہاتھ میں لے لیا اس نے بہت ہی زیادہ جنگ کی لیکن وہ بھی شہید ہو گیا۔ جو گردہ میسرہ میں تھا وہ سخت مقابلہ کر رہا تھا لیکن دشمن فوج کے سخت دباؤ کی وجہ سے وہ بھی شہید ہو گئے لہذا ابراہیم کو میسرہ کی طرف سے شکست کا سامنا کرنا پڑا اسی دوران عبداللہ بن ورقا نے جو بہادر شیعوں میں سے دلیر افسر تھا اپنے آپ کو لشکر کے میسرہ پر پہنچایا اور علی کے سرگلوں پرچم کو اٹھایا اور بلند آواز سے کہا اے خدائی فوج میری طرف آؤ اور جو لوگ وہاں سے بھاگ رہے تھے وہ دوبارہ اکٹھے ہو گئے اور فوراً انہیں منظم کر کے کہا کہ دیکھو تمہارا پہلا سالار ابراہیم بچے سر شیر کی طرح تلوار اٹھائے آواز دے رہا ہے اے خدائی لشکر میرے پاس آؤ کہ میں مالک اشتر کا بیٹا ہوں۔ تمہارے بھاگ جانے والے اچھے وہ ہیں کہ جو دوبارہ دشمن پر حملہ کر دیں۔ جو میدان جنگ میں آجائے وہ پشیمان نہیں ہوتا فوج نے ابراہیم کی مدد کے لیے اس کی طرف حرکت کرنی شروع کر دی۔

جنگی چال:

ابراہیم ایک تجربہ کار جنگ آزمودہ جوان اور بہت زیادہ مدبرانہ انسان تھا اس نے فوراً اپنے مہم کے لشکر کو جو سفیان بن زید کی کمان میں تھا حکم دیا دشمن کی فوج کے میسرہ پر جو عیس بن

جانب کی سربراہی میں ہے حملہ کر دے کیونکہ میر نے پہلے سے دوسرے رکھا تھا کہ وہ دشمن کی فوج کو شکست دلائے گا اب اس کے دوسرے کے امتحان کا وقت تھا کہ کیا اس نے سچ کہا تھا یا اس کی یہ چال اور دھوکا تھا۔ ابراہیم کے بیڑے کے لشکر نے دشمن کے گھروہ پر حملہ کر دیا لیکن جس جگہ کی انتظار تھی میر کے لشکر نے متبہ نشانی نہ کی اور سخت مقابلہ کیا اور بہت سخت ان میں جنگ ہوئی۔ ابراہیم نے جنگ کی چال کو بدلا اور اپنی فوج کا تمام دباؤ دشمن کے بیڑے پر ڈال دیا۔ جب ابراہیم نے دشمن کی فوج کی پائیداری اور مقاومت کو دیکھا تو اپنی فوج سے خطاب کیا کہ اس جنگ کے اس خطرے پر ڈرتے کر حملہ کر دو کیونکہ دشمن کی فوج یہاں زیادہ ہے اگر یہ نقطہ شکست کھا گیا تو خدا کی قسم یہ تمہارے سامنے پروردوں کی طرح وحشت زدہ ہو کر فرار کر جائیں گے اور شکست ان کے حصے میں آئے گی۔

مطمئن جنگ

دو قافلیں عازب نے کہا ہے ہم نے اپنی تھوڑی سی فوج کے ساتھ پونہ کی اور درست دشمن کے وسط میں چانچے پہلے نیزوں کی جنگ ہوئی اور کافی وقت تک نیزہ دار پوری طاقت سے ایک دوسرے سے جنگ کرتے رہے اس کے بعد تلواروں سے جنگ شروع ہو گئی اور اس کے بعد گرزدار میدان میں وارد ہو گئے اور ان کے درمیان سخت جنگ ہوئی۔ اس دن زیادہ وقت تک اسی طرح جنگ ہوتی رہی تلواروں کے چک چک اور گرزوں کی آواز نے فضا کو پر کر رکھا تھا اور سوائے اس آواز کے اور کوئی آواز فضا میں بلند نہ تھی دونوں طرف کی فوجیں اپنے پارے اسلحہ سے ایک دوسرے سے لڑ رہی تھیں کہ اسی دوران فتح کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ابراہیم اشتر کی تھوڑی سی فوج نے دشمن کو فوج کو پیچھے دھکیل دیا اور دشمن کی فوج کا شکست کھا جانا ظاہر ہو گیا۔ شہید دلیر ہو گئے اور پورے حملے سے شام کی فوج کو تھک کر دیا۔ اس دن کے آخر میں حق کی فوج اور کامیابی ظاہر ہو گئی اور دشمن نے بہت زیادہ نقصان برداشت کیا۔ دشمن نے

پچھے جانا شروع کیا اور ہم اسی طرح ان کا پیچھا کرتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے ابراہیم نے فوج کے پرچم ہمارے اور سالار رکھتا ہزدی کہ لپٹا علم آگے لے جاؤ اور دشمن کے عقب میں جا کر گھلاؤ دو۔ علم بردار نے کہا کہ قربان جاؤں آگے جانے کا راستہ نہیں ہے میں کس طرح آگے جاؤں۔ ابراہیم نے کہا کہ ہم ان شاء اللہ کامیاب ہو گئے۔ علم بردار بڑی دلیری سے پرچم کو دشمن کے لشکر کے وسط میں لے گیا۔ ابراہیم نے طوقان کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے عقب پر حملہ کر دیا ابراہیم اپنی تلوار کا ٹپا حلا حملہ کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جو اس کے سامنے آتے تھا اسے اس طرح گراتا کہ پھر اٹھ نہ سکتا تھا۔ ابراہیم اپنی یاد و فوج کو اپنے آگے اس طرح رکھے ہوئے جا رہا تھا جیسے چرواہا اپنی بھیڑوں کو ہانک رہا ہو اور پھر دشمن کے سواروں اور پیادوں پر حملہ کرتا تھا۔ شام کی عظیم فوج نے ذلت آمیز شکست اٹھائی۔

مشرقی کہتا ہے کہ اس دن عبید اللہ بن زیاد نے اپنی اسلحہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا کہ جس پر مارنا تھا اسے تاج کر دیتا تھا جب عبید اللہ بن زیاد نے دیکھا کہ اس کا لشکر شکست کھا رہا ہے تو عینہا سارے فرزند نے جو اس کا سالار تھا اپنی بہن کو جو عبید اللہ بن زیاد کی بیوی تھی سوار کر کے پیچھے کی طرف ہٹا جا رہا تھا اور جڑ پڑھ رہا تھا۔

دست بدست لڑائی:

دونوں فوجیں دوبارہ عظیم ہو کر ایک دوسرے کے مقابلے میں آکھڑی ہوئیں اور ان کے درمیان دست بدست لڑائی شروع ہو گئی شام کی فوج میں ایک بہادر آدمی بنام ابن مہجان کلی میدان کے وسط میں آیا اور فریاد کی اسے عمار کذاب کے شیعو اے ابن اشتر کراہ کے شیعو! ہے کوئی جو میرے مقابلے میں آگے بڑھے آئے وہ آدمی گرد و غبار کے درمیان کھڑا یہ جڑ پڑھ رہا تھا میں ابن مہجان بزرگوار ہوں اور عظیم خاندان سے ہوں کہ جو علیؑ کے دین سے حیرا ہیں اور بہت قدیم زمانے سے اس عقیدے پر قائم ہیں۔

اس وقت ابراہیم اشتر کے لشکر سے ایک آدمی اس کے مقابلے کے لیے باہر نکلا اور اس شامی غصیت آدمی کے سامنے جا کھڑا ہوا اس کا نام احوص بن شداد جو ہمدان قبیلے سے تھا اور عراق کے ظلم شیعوں میں سے تھا اس نے بلند آواز سے اس شامی ہتاک آدمی کی رجز کے جواب میں یہ رجز پڑھی اور یوں کہا میں شداد کا فرزند ہوں اور علیؑ کے دین پر ہوں اور عثمان اردی کے فرزند سے بیزار اور بری ہوں آج میں اس گروہ پر جو میرے سامنے آئے گا ایسی کاری ضرب لگاؤں گا جب تک جنگ کے شعلے ابھرتے رہیں گے۔ اس کے بعد ابن شداد نے اس شامی آدمی سے کہا کہ اپنے آپ کا تعارف کراؤ۔ شامی نے بڑے فرور اور تکبر میں کہا میرا نام بہادروں کو بچھاڑ دینے والا ہے۔ احوص نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا نام موت کو قریب کر دینے والا ہے۔ اور پھر ایک ایسا حملہ اس شامی آدمی پر کیا اور ایک ایسی تلوار اس کے اوپر چلائی کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا اور اسے جہنم میں پہنچایا اس کے بعد آواز دی ہے کوئی جو میرے مقابلے میں آئے۔ ایک اور بہادر شامی مرد بنام داود مشقی اس کے مقابلے کے لیے میدان میں آیا اور یہ رجز پڑھی۔ یعنی میں اس کا فرزند ہوں کہ جس نے صفین میں جنگ کی۔ ایک بہادرانہ جنگ کا نشانہ انداز میں۔ میں نے ہر اس آدمی سے جنگ کی جو جنگ کرنے کا تجربہ کار تھا۔ احوص نے اس کی رجز کے جواب میں یہ رجز پڑھی۔

اے اس کا فرزند کہ جس نے صفین میں جنگ لڑی اور ادعا کرتا تھا کہ وہ اپنے دین اور عقیدہ میں سست نہ تھا تو نے جھوٹ بولا ہے بلکہ وہ سست اور ضعیف تھا اور حق پر نہ تھا اور اپنے عقیدہ میں اس نے دھوکا کھایا ہوا تھا نہ تو پہنچاتا تھا اور نہ اسے یقین تھا۔ براہو اس کا کہ وہ ملعون مرا ہے پھر ان دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کر دیا اس دفعہ پھر احوص نے اس پر ایک کاری ضرب لگائی کہ اسے بھی قتل کر دیا اور کا نشانہ انداز میں اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا۔

حصین بن نمیر کا قتل اور اس کا ساچھہ کردار:

شام کی فوج کا ایک بہت بڑا مہم سالار کہ جس کو ابن زیاد نے مینہ کی کمان سپرد کی ہوئی تھی اور ایک معروف اور مشہور شخصیت تھی وہ حصین بن نمیر سکونی تھا۔ یہ غبیث انسان یزید کے حکام اور مددگاروں میں سے تھا۔ کئی دفعہ یزید کی طرف سے بڑے حساس منصب پر فائز کیا گیا اس نے شام کے لشکر کی کمان کرتے ہوئے کربلا کے واقعہ میں مہم کردار ادا کیا تھا مسلم بن حقیل کے واقعہ میں یہ ابن زیاد کی پولیس کا بڑا افسر تھا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ مسلم بن حقیل کی مدد کے لیے آنے والوں کا راستہ روکے تاکہ کوئی اس کی مدد نہ کر سکے۔ یہ وہ انسان ہے جسے ابن زیاد نے حکم دیا کہ وہ فوج کے ساتھ قادسیہ جائے اور امام حسین ؑ کو کربلا میں داخل ہونے سے روکے اس نے حرمین یزید کو ہزار سواروں کے پہلے روانہ کیا۔ اس نے عاشورا کے دن پانچ سو تیر اندازوں کے ساتھ امام حسین ؑ کو حیرانمیزی کی تھی۔ اس نے امام حسین ؑ کے بعض اصحاب کو شہید کیا تھا۔ اس نے عاشورا کے دن امام حسین ؑ پر حیرانمیزی کا جو امام حسین ؑ کے دشمن مبارک پر لگا تھا امام حسین ؑ نے اسے نظریں کی تھی عاشورا کے واقعہ کے بعد یہ یزید بن معاویہ کے دوستوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے حرہ کے واقعہ ۶۳ھ میں مدینہ کے لوگوں کا قتل عام کیا تھا اور ۶۳ھ میں مکہ پر حملہ کرنے اور خانہ کعبہ کو آگ لگانے والی فوج کا سالار تھا۔ اس نے یزید کی موت کے بعد آل مروان کی خلافت کے مضبوط کرنے میں مہم کردار ادا کیا تھا۔ تو ابین کی جنگ میں یہ ابن زیاد کے ساتھ اس کی فوج کا سالار تھا اس کا تو ابین کے خون بہانے میں ہاتھ تھا۔

یہ ایک فہرست اور خلاصہ ہے جو اس غبیث کے ساچھہ اعمال اور کردار کو ظاہر کرتے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ شام کے سرداروں میں یزید اور ابن زیاد کے بعد اس سے کوئی اور آدمی غبیث تر اور بد کردار اور کثیف تر نہ تھا۔ ایسے کثیف انسان کے ہلاک ہونے کا

واحد اس جنگ میں جو تمام شیعوں کی امید اور خواہش تھی۔ لیکن جب اپنے اہل میں فرق تھا میدان جنگ میں آیا اور آواز دینی شروع کی اور فریاد اور گھر سے یوں رجز پڑھنے لگا۔

اسے کوفہ کے بڑے انسانوں اور اسے لاکھوں اور اکثر کے سرداروں! آیا کوئی تم میں ہے جو حسب نسب اور قبیلہ میں بزرگ ہوتا کہ وہ میرے مقابلے کے لیے میدان میں آئے اور بغیر کسی شک اور تردید اور تزلزل کے میرے مقابلے میں ٹھہرا رہے۔ کوفہ والوں کے لیے اس کی غیبیہ اور سفاک اور تکلیف اور بے باک شخصیت پہلے سے معلوم تھی اس کی طرف سب کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور سخت غصے میں دانت پیسے ہوئے تھے۔ جی ہاں اب شام کی فوج کا دوسرا بڑا آدمی ہے۔ یہ وہی مرد ہے کہ جو امام حسین ؑ اور اس کے اصحاب کا قاتل ہے یہ ایک اہم انسان ہے جس سے انتقام لیا جانا چاہیے۔ اب اس کا وقت آ گیا ہے کون ہے جو اس کے سامنے جائے اور اس سے امام حسین ؑ کے خون اور دوسری جثایات کا انتقام لے۔ اس وقت کوفہ کا قلعہ اور فداکار اور دلیر شیعہ تمام شریک بن خزم جو عراق کی فوج کا پہلوان اور عالی مرتبہ سالار تھا صفوں کے درمیان سے لکھتا ہوا اس ناپاک انسان کے مقابلے کے لیے میدان میں آ گیا۔ اور اسی کی طرح آواز بلند کی۔ طبری نے لکھا کہ شریک اس مرد کو اچھی طرح نہیں جانتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اتنے زیادہ ہے۔ شریک معرکہ جنگ میں وارد ہوا اور اس غیبیہ کے مقابلے کھڑا ہوا اور اس کی رجز کے جواب میں یوں رجز پڑھی۔

اے کربلا میں نورانی بزرگ اور پیشوا کو قتل کرنے والا۔ یعنی حسین عظیم اور افتخار اور پاک و پاکیزہ خلیفہ علیہ السلام اور حضرت علی ؑ کے فرزند کا قاتل کو ایک ایسی ضربت جو ایک دلیر انسان سے جو رہتی اور معصی قہلے سے ہے۔ انتظار کر۔ اس کے بعد شریک نے ایک ضربت کو جو ایک دلیر انسان سے ہو جسین بن نمیر پامادی کہ جس نے اسے شدید زخمی کر دیا۔ اس نے بھی شریک پر نکو کا دیا کیا۔ شریک نے لکھا کہ ایک دوسرا اس پر وار کیا اور وہ اس طرح کا دی

تھا کہ اسے زمین پر گرادیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ یہاں تک کہ فوج کی بہت بڑی کامیابی تھی اور شام کی فوج کی بہت سخت شکست تھی۔ شام کے اس بڑے سالار اور اول نمبر کے مددگار کی ہلاکت نے شام کی فوج پر ایک وحشت اور رعب طاری کر دیا اور وہ عراق کی فوج سے بہت زیادہ وحشت زدہ اور سرخوب ہو گئے۔

جس شریک ابن جریر نے شام کی فوج کے اس جتنا بڑا سالار کو قتل کیا ہے حضرت امیر المومنین ؑ کے نزدیکی دوستوں میں سے تھا اور اپنی زندگی کے آخری لحظات تک آپ کے ساتھ رہا۔ صفین کی جنگ میں اس نے نمایاں کارنامے انجام دیئے تھے اور اس کی ایک آنکھ سی جنگ میں ضائع ہو گئی تھی۔ حضرت علی ؑ کی شہادت کے بعد یہ بیت المقدس چلا گیا تھا جب کہ بلا کی جنگ میں امام حسین ؑ کی مظلومانہ شہادت کی خبر سنی تو اس وقت اس نے یوں کہا کہ میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میں ایسے مددگار پیدا کر لوں جو امام حسین ؑ کے خون کا انتقام لینے کے لیے قیام کریں تم میں ابن مرہانہ ابن زیاد کو قتل کر دے گا یا اس کے مقابل قتل ہو جائے گا جب اس نے خدا کے قیام کی خبر سنی تو اپنے آپ کو غار کے ہاں پھانسیا اور اللہ کے ساتھ ہو گیا۔ غدار نے جب ابراہیم اشتر کی سربراہی میں فوج شام کے لشکر کے مقابلے کے لیے روانہ کی تو ربیعہ قبیلے کی فرامادی اسی شریک کے پردی۔ شریک نے اپنے تین سوا آدمیوں کے ساتھ یوں کہا کہ ہم نے خدا کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے اور ان تین سوا آدمیوں نے جو شہادت طلب کر وہ ہے شریک کے ساتھ مر جانے پر بیعت کی ہے۔ ابراہیم کے لشکر کا شام کی فوج پر حملہ کرنے میں شریک اور اس کے یاروں نے اس طرح مردانہ وارہ جنگ کی کہ دشمن کو شکست دے دی اور انہوں نے ابن زیاد کے خیمے تک پیش قدمی کی اور سوائے کلواردوں کی چک کی آوازیں اور بالادرات انہیں نے غرے کے شریک کے یاروں کے کانوں میں کوئی اور آواز نہیں جلائی تھی۔ شریک ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ زندگی میری نگاہ میں بے وقعت ہے سوائے اس کے کہ میں زمین پر

نیز مکھاڑوں اور اس کے سایہ میں سون یعنی شریطانہ عذی کو میدان جنگ میں ہوتی ہے۔
 فضیل بن خدیج نے کہا ہے کہ ابراہیم اشتر کی فوج نے ابن زیاد کی فوج پر بہت سخت
 حملہ کیا کہ جس کی وجہ سے شام کی فوج کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور ابراہیم کے بھی کافی آدمی
 شہید ہو گئے عمیر بن حباب جو ابن زیاد کی فوج کے سینہ پر متعین تھا اور قتل طریقے سے ابراہیم کو
 مدد کرنے کا وعدہ دیا ہوا تھا جب اسے معلوم ہوا کہ شام کی فوج شکست کھا رہی ہے تو ابراہیم اشتر
 کو پیغام بھجوایا کہ اگر آپ مناسب سمجھتے ہوں تو میں آپ کے ساتھ ملتی ہو جاؤ ابراہیم نے
 حباب دیا کہ میں تمنا کرتا ہوں کہ ابھی نہ آؤ ابھی اس کا وقت نہیں آیا کیونکہ اٹھابی فوج جوش
 اور جذبے کے آخری مراحل کو پہنچ گئی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ حقے قتل کر دیں۔ رہے دو جنگ
 کی آگ شعلہ ہو جائے اور اس وقت آجائے بعض نے لکھا ہے کہ عمیر بن حباب نے جب
 محسوس کیا کہ شام کی فوج شکست کھا رہی ہے تو اپنے سینہ کے لشکر کو شکست دلوائی اور اپنے
 وادے و جو خلی طور پر عمار سے کیا تھا پورا کیا اور چند شعر بھی کہے۔

جنگ اپنی ادوج پر پہنچی:

ابراہیم کی فوج کی طرف سے جب شام کی فوج پر نقصانات وارد ہوئے اور شامی
 حکومت کے کافی سالار قتل ہو چکے تو اٹھابی فوج کے ہر طرف سے حملہ کر دینے کے لیے زمین
 ہموار ہو گئی دشمن کی فوج پر خوف و ہراس چھا گیا تھا بس ایک زوردار حملے سے وہ شکست کھا
 جائیں گے۔ لہذا ابراہیم اشتر جیسے بہادر انسان نے مناسب دیکھا کہ عمومی حملے کا حکم صادر کر
 دے اور با آواز بلند کہا: ”الایہا شریطۃ اللہ الایہا انصار الدین قاتلو الملعون و اولاد
 البغاسطین لا تطلبوا اثر ابعد من ہذا عید اللہ بن زیاد قاتل الحسین علیہ
 السلام“ یعنی اے اللہ کی فوج!! دین الہی کے مددگارو! ان سے جنگ کرو جنہوں نے امام
 حسینؑ کا خون حلال قرار دیا یا فیوض کی اولاد سے لڑو یہ ختم ہو جائیں گے یہ سامنے ابن زیاد امام

حسینؑ کا قاتل کھڑا ہے۔ اس کے بعد فوراً عراق کی انتظامی فوج نے ایک بہت زیادہ ایمان سے سرشار اور شجاعانہ حیثیت سے شام کی مرحوب فوج پر بجلی کی طرح حملہ کر دیا اور ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک عظیم جنگ شروع کی۔ شام کی فوج پر اگندہ ہو گئی اور ایک ذلت آمیز شکست اٹھائی اور فرار کو قرار پر ترجیح دی۔ بہت زیادہ نقصانات اٹھانے کے علاوہ شام کی بہت زیادہ جمعیت خوف اور ہراس سے نہر میں کود پڑی اور بہت زیادہ لوگ اس میں غرق ہو گئے۔ خداوند عالم نے ایک طاقتور عسکر اور اس کے یار و انصار کے ہاتھوں سے امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لیا علامہ ابن نما نے لکھا ہے کہ عراق کی فوج نے شام کی فوج پر حملہ کر دیا اور دونوں لشکر آپس میں جنگ کرنے لگے جنگ کے شعلے پھڑک اٹھے اور دونوں فوجیں میمنہ اور میسرہ اور قلب سے ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے اور ان کی آپس میں اتنی شدید لڑائی ہوئی کہ ظہر اور عصر کی نماز کے لیے بھی فرصت نہ مل سکی اور انہوں نے نماز اپنے گھوڑوں پر اٹھا کر سے پڑھی یہ جنگ ان کے درمیان مغرب تک جاری رہی رات چھا گئی اور ستارے ظاہر ہو گئے عراق کی فوج جوش و خروش سے شام کی فوج کا قتل عام کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد کے وعدے کو دیکھ رہی تھی اور ایک پرامید دل اور شہادت طلب روح سے شیر کی مانند گوسفندوں کے ریوڑ پر حملہ کر رہی تھی اور اس طرح کا عذاب اور تباہ کر دینے والی آگ ان لوگوں پر گرا رہی تھی اور انہیں نکواریوں اور نيزوں کے ایسے حربے چکھائے کہ انہیں ان کے مقابلے کرنے کی طاقت نہ رہی۔ جنگ شدید جاری تھی اور نکواریں شامیوں کی فوجوں پر برس رہی تھیں اور شام کی فوج نے باوجود اس کثرت کے مورخ کی طرح بیابان میں بھاگنا اور فرار کرنا شروع کر دیا اور گویا کہ اس شیطانی لشکر پر شہاب ناقب ستارے بجلی گرا رہے ہوں اس جنگ میں شام کے اکثر بڑے بڑے آدمی اور سپہ سالار قتل ہو گئے۔

ابراہیم کی جنگ:

مؤرخین نے اس جنگ میں ابراہیم اشتر کے جنگ کرنے کے بارے میں لکھا ہے کہ واقعہ ابراہیم اشتر فرزند ناک اشتر نے باپ کی طرح جو اس نے زمین میں جنگ لڑی تھی دوبارہ لیلۃ الحمر پر کے قتلے کو زندہ کر دیا اور شام کی فوج کو ایک وحشت ناک شکست دی غضبناک شیر اور بکلی کی طرح دشمن کے قلب پر حملہ کرنا تھا اور دائیں بائیں لاشوں کے اہلکار لکھائیے تھے اور یہ رجز چھ رہا تھا۔ یعنی۔ ”فوج کا قبیلہ جانتا ہے کہ میں مرد میدان اور جنگ کا پہلو ہوں ہوں نہ میں ٹھکانا ہوں اور نہ ہی سست ہوتا ہوں میں دشمن کے صف اول پر لڑتا ہوں اور دشمن کو شکست دیتا ہوں اور موت کی حد تک دشمن پر حملہ کرتا ہوں اور پہلوؤں کے سر قتل سے جدا کرتا ہوں ایسا حملہ کرتا ہوں کہ اپنے مد مقابل کو گرو جاتا ہوں۔“

بڑی کامیابی یعنی ابن زیاد کا قتل ہو جانا:

نکارا اس جنگ میں سب سے ہم مقصد اور ہدف کر بلا کے سانحو کو واقع کرنے والوں کا قتل کرنا تھا اور اس کی اصل غرض ابن زیاد جیسے خطرناک حیوان کا قتل کرنا تھا جو کر بلا کے واقعہ کا دوسرا بڑا ذمہ دار تھا کیونکہ اگر ابن زیاد نے یزید کی طرف سے کوفہ کی گورنری کو قبول نہ کیا ہوتا تو کر بلا کا واقعہ اس طرح وجود میں نہ آتا۔ درحقیقت ابن زیاد ہی ابن قحطام مظالم اور جثایات کا ذمہ دار ہے جو کر بلا میں امام حسین ؑ اور آپ کے اہل بیت اور اصحاب پر وار د ہوئی ہیں خداوند عالم کی ذات نے اپنے وعدے کے مطابق کہ امام حسین ؑ کے خون کا انتقام خاندانوں سے لے گا ابن زیاد کو ابراہیم اشتر جیسے اسلام کے بزرگ قبر مان اور دلیر انسان کے ذریعے ذلت آخر حالت سے ہلاک کر دیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ابراہیم اس طرح دلیرانہ جنگ کر رہا تھا اور عرق کی فیم چاگ رہی کر رہا تھا کہ تھوڑی سی مدت میں شام کی فوج کے اسی ہزار زیادہ اور سواروں کو ایک بہت

بڑی شکست دے دی جب کہ ابراہیم کے پاس صرف بیس ہزار افراد ہوتے تھے کہ دشمن کے آدھے سوار تھے لیکن ان میں شہادتِ ملی کی روح اور ایمان تھا۔ ابراہیم کی یہ جگہ جو خاؤر نامی نہر سے مشہور ہے شیعوں کی جنگوں میں سے ایک روشن اور درخشاں جگہ قرار ہوتی ہے کہ جسے تاریخ نے بہت عظمت سے یاد کیا ہے۔ ابراہیم اور اس کے یاروں کی فداکاری اور قربانی شیعوں کے حق طلبانہ اور اعلیٰ بیتِ مقام کے فداکاروں کی جنگوں میں اسے تاریخ کے صفحات پر آبِ ذرین سے ثبت کیا گیا ہے شیعوں کی اس فداکاری اور قربانی کو کبھی فراموشی نہیں کیا جائے گا۔

ابن زیاد کے دو گھڑے:

ابراہیم اشتر کی اس جگہ کی اصلی فرض یہ تھی کہ ابن زیاد اس جگہ سے سالم فرار نہ کر جائے لہذا ابراہیم نے اپنے لشکر کو ابن زیاد کے خیمے پر جو اس کا مرکز تھا حملے کرنے کا حکم دیا اور ابراہیم برابر ابن زیاد کا چمچا کیے ہوئے تھا جنگ کے اوج میں خاؤر نہر کے کنارے اچانک اس کا ابن زیاد سے آمنا سامنا ہو گیا۔ شاید تاریخ میں دستِ بدست لڑائی کے اس منظر کو دیکھا ہو یا سنا ہو کہ مورخین نے لکھا ہے کہ ابراہیم اشتر نے ایک ایسی ضربت ابن زیاد کے جسم پر ماری جو اس کے بدن کے وسط پر لگی اور اسے دو گھڑے کر دیا اور اس کا اوپر والا آدھا حصہ مشرق کی طرف اور اس کا دوسرا حصہ دوسری طرف چاڑھا۔

طبری نے لکھا ہے کہ ابراہیم نے با آواز بلند کہا کہ میں نے ایک ایسے آدمی کو قتل کیا ہے کہ جس کے جسم سے منک کی خوشبو آ رہی ہے اور اس کے ہاتھ والا حصہ ایک طرف اور پاؤں والا حصہ دوسری طرف چاڑھا ہے اور پرچم بھی اس کے پہلو میں جا گرا ہے اس کے بعد ابراہیم نے کہا کہ میرا گمان ہے کہ وہ ابن زیاد ہے جاؤ تحقیق کرو۔ ابراہیم کے اصحاب آئے اور دیکھا کہ بدن کے دو گھڑے ہوئے ہیں آدھا حصہ مشرق کی طرف اور آدھا حصہ مغرب کی طرف پڑا

ہوا۔ وہاں ابن زیاد تھا۔

ابن زیاد کے سیاہ اعمال اور کردار:

عوامیہ کی حکومت کے سرداروں کے ظلم اور جتایات کی جڑ اور اصلی سرہ ابن زیاد کو شمار کیا جاسکتا ہے ابن زیاد ہی تمام مظالم کا ذمہ دار تھا یزید کا اس پر پورا اعتماد تھا اور اس سے عقیدت رکھتا تھا۔ امام حسین ؑ کے قتل کے بعد ابن زیاد یزید کے نزدیک مقرب ترین اور بہت زیادہ مقام اور تہرہ رکھنے والا انسان تھا۔

تاریخ میں آیا ہے کہ جب امام حسین ؑ اکابر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا مرتبہ یزید کے ہاں اور بلند ہو گیا اور یزید نے اسے بہت زیادہ انعام دیا اور اس کے اس کام پر خوشی کا اظہار کیا کر بلا کے واقعہ کے بعد ابن زیاد کہا کرتا تھا کہ امام حسین ؑ کا قتل یزید کے صاف کہنے اور قطعانہ حکم سے ہوا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں امام حسین ؑ کو قتل نہ کرتا تو یزید مجھے قتل کر دیتا کیونکہ یزید نے مجھے امام حسین ؑ یا میرے قتل ہو جانے کے بارے میں کہا تھا لہذا میں نے امام کے قتل کو اختیار کیا۔ جب حکم بن مروان نے یزید کے سامنے ابن زیاد کی مذمت میں شعر پڑھے تو یزید نے حکم بن مروان کے سینے پر مکارا اور کہا کہ چپ ہو جاؤ۔ وہ شعر یہ تھے:

(۱) وہ بزرگوار جو ظف (کر بلا) کی سر زمین پر شہید ہوا ہے ابن زیاد پست نسب کی نسبت اس کا حسب اور نسب ہم سے قریب تھا۔

(۲) سمیۃ (ابن زیاد کی ماں کا نام) کی اولاد اور نسل ہر جگہ موجود ہے لیکن پیغمبر علیہ السلام کی نسل کا نام و نشان نہیں ہے۔

دوسرا بڑا ظالم ابن زیاد:

کر بلا کے واقعہ میں یزید کے بعد کر بلا میں جتایات اور ظلم ڈھانے میں ابن زیاد دوسرے نمبر پر تھا۔ ابن زیاد یزید کی طرف سے کوفہ اور عراق کا گورنر تھا اس کے ظلم شمار سے باہر ہیں۔ ابن زیاد کے اتنے ظلم ہیں کہ یزید بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر ہم ابن زیاد کے ظلموں کو

لکھا چاہیں تو اس کے لیے مستقل کتاب لکھا پڑے کی ہم یہاں اس کے ظلموں کی تھوڑی سی فہرست دیتے ہیں:

(۱) ابن زیاد کو معاویہ نے لعنہ کا گورنر مقرر کیا تھا اور مکر یزید نے اسے اس منصب پر باقی رکھا اور یہ ۶۴ھ تک یزید کی موت تک وہاں کا گورنر رہا۔

اس نے مسلمانوں اور شیعوں کو قید میں ڈالا اور بعض کو سخت سزائیں دیں اور بہت سوں کو قتل کیا کہ جس سے ایک رجسٹر بن سکتا ہے اور جب یہ فرار ہوا تو کئی ملین مال بیت المال سے چرا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔

(ب) عراق کی گورنری میں اس نے:

(۱) مسلم بن عقیل اور اس کے اصحاب کو قتل کیا۔

(۲) خود مسلم بن عقیل اور حانی بن عروہ کو قتل کیا۔

(۳) امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے لیے عراقیوں اور کوفیوں پر مشتمل لشکر تھکیل دے کر کر بلا روانہ کیا اس نے حضرت مسلم بن عقیل اور حانی بن عروہ کے سر یزید کو بھیجے یزید نے خط میں اس کے اس اقدام کا شکریہ ادا کیا اور اسے لکھا کہ حسین علیہ السلام کے تمام حامیوں کو خشک و شہبہ کی بنا پر گرفتار کر لیتا اور قید کر دیتا اور انہیں نابود اور ختم کر دیتا اور سفارش کی کہ خشک اور گمان پر ہی انہیں قید کر دیتا۔

(۴) امام حسین علیہ السلام کو کوفہ آنے سے روکنا۔ جب ابن زیاد کو خبر ملی کہ امام حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف چل پڑے ہیں تو اس نے حصین بن نمیر کو جو پولیس کا ہیڈ افسر تھا۔ قادیسیہ روانہ کیا تاکہ امام حسین علیہ السلام کو کوفہ میں داخل ہونے سے روک دے۔

(۵) امام حسین علیہ السلام کے بھیجے ہوئے سفیر عبد اللہ بن مظہر کو قتل کیا۔ عبد اللہ بن مظہر امام حسین علیہ السلام کی طرف سے جناب مسلم بن عقیل اور شیعوں کے لیے پیغام لا رہے تھے کہ رہتے

میں حسینؑ نے اسے کھڑا کیا۔ عبداللہ بن مظہرؓ امام حسینؑ کے رضاعی بھائی تھے۔ حسین بن نمیر نے عبداللہ بن مظہر کے ہاتھ باندھ کر کوفہ میں بائین زیاد کے پاس بھیج دیا۔ لیکن زیاد نے عبداللہ سے کہا کہ منبر پر جاؤ اور حسینؑ پر لعنت کرو عبداللہ بن مظہرؓ بھڑا ہوا سے امام حسینؑ کے آنے کی کوفہ والوں کو خبر دی اور بائین زیاد اور اس کے باپ پر لعنت کی۔ لیکن زیاد نے حکم دیا کہ اسے قصر سے زمین پر گرادیا جائے اور وہ شہید ہو گئے۔

کر بلا کھانا اور بائین زیاد:

- (۱) امام حسینؑ کے کوفہ آنے سے دو کچے کے لیے بائین زیاد نے نظر کشی کی۔
- (۲) اس نے اپنی فوج کے سالار انہیں مہین کیا جو اہل بیتؑ کا مقام کے سخت دشمن تھے اور عالم اور خطرناک جتنا بتا رہے تھے جیسے شمر بن ذی الجوشن۔ محمد بن اصفہ، یحییٰ بن اصفہ، غولی، حسین بن نمیر وغیرہ۔

- (۳) امام حسینؑ کو قطیف طبر سے حکم دیا کہ بیعت کرو یا قتل ہو جاؤ۔
- (۴) اہل بیتؑ اور اصحاب پر کر بلا میں پانی بند کر دینے کا حکم دیا۔
- (۵) اہل بیتؑ کے تمام مرد و زن اور اہل عیال عورتوں اور بچوں اور اصحاب کے قتل کر دینے کا حکم دیا۔ بائین زیاد کے سپاہیوں کو دار کا خلاصہ ہے کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہ پلید اور کثیف انسان عسکری فوج کے ساتھ جنگ کرنے میں اہم اہم اشتر کے قوت بازو سے ہلاک ہو گیا۔ اس کے علاوہ شام کے اور بہت سرکردہ لوگ شیعوں کے ہاتھوں اس جنگ خفا زہر کے کنارے مارے گئے کہ جن کے ناموں کی فہرست بیان کی جائے گی۔ جنگ کے شعلے شام کی فوج کے شکست کھا جانے اور عسکری کے درگاہوں کی فتح کے بعد خاموش ہو گئے۔

شام کے سرکردہ لوگ قتل ہوئے:

علامہ ابن نما نے لکھا ہے کہ جب شام کی فوج نے اس جنگ میں شکست اٹھائی اور

شام کے اکثر سالار اور سرکردہ لوگ ابراہیم اور اس کے مددگاروں اور شہادت طلب شیعوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور شام کی فوج نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا اور جنگ ختم ہو گئی تو دشمن کے عالی مرتبہ سالار جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے وہ یہ ہیں:

(۱) حصین بن نمیر

(۲) شریل بن ذی الکلاع حمیری، یہ یزید بن معاویہ اور مردان بن حکم کے دربار کا اعلیٰ مرتبہ

انسان تھا۔ یہ تو این کی جنگ میں ابن زیاد کی فوج کا سربراہ تھا اور اس کا تو این کے خون میں ہاتھ تھا اور یہ ابراہیم اشتر کی اس جنگ میں شام کی سوار فوج کا سالار تھا۔

(۳) ابن حوشب شام کی فوج کا سربراہ تھا۔

(۴) غالب باعلی شام کی فوج کا سربراہ تھا۔

(۵) ابی اشرس شام کی فوج کا سربراہ تھا۔

ابراہیم اشتر کی شجاعت:

ابن نما اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس جنگ کی فتح کا بہت بڑا فخر مالک اشتر کے فرزند جو بہادروں کے بہادر اور انقلاب کا قوی باز تھا ابراہیم اشتر کے حصے میں آیا۔ یہ بڑی فتح اس زمانے میں ابراہیم کے نام میں ثبت اور ضبط ہو گئی اس مرد کی بہادری اور شجاعت کے کارنامے زمانے کی تختی پر اس طرح سے لکھے جا چکے ہیں کہ اس پر زمانے کے گزرنے کے باوجود کوئی گرد اور غبار اسے تاریخ سے نہیں مٹا سکے گی۔

عبداللہ بن زبیر کے ابراہیم کی شجاعت میں اشعار:

(۱) اے ابراہیم خداوند عالم نے تجھے رعب اور تقویٰ عنایت کیا ہے اور تیرے خاندان کو بہت

سے خاندانوں پر برتری اور فضیلت عنایت کی ہے۔

(۲) جنگ خاذر میں تیری فتح نے تیری آنکھوں کو خفا کر دیا۔ اس دن کی جنگ میں گھوڑے

ٹوٹے ہوئے نیزوں پر جھلان کر رہے تھے۔

(۳) خالوں کے دن ختم ہو گئے اور ان کے جسم حیوانوں اور پرندوں کا لقمہ بنے۔

(۴) وہ خالم کتنے جسور تھے۔ خدا انہیں قیامت کے دن ان کے اعمال کی سزا دے گا بعض نے

کہا ہے کہ یہ اشعار عبید اللہ بن عمرو ساعدی کے ہیں۔

ابن زیاد کے جسم کو جلایا گیا:

خازر کے جنگ کے معنی گواہوں نے ابراہیم کی بہادری کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ خازر نہر کے میدان میں ہم نے ابراہیم کو دیکھا ہے کہ صفوں کو الٹ پلٹ رہا تھا اور دشمن کو پیچھے دھکیل رہا تھا اور ابراہیم کے باوجود ساتھ دشمنوں پر حملہ کر رہے تھے۔ انہوں نے اس جنگ میں اس طرح سے استقامت اور پائیداری ظاہر کی کہ انہوں نے رات کی تاریکی تک اپنے پے در پے حلوں کو قطع نہ کیا اور جو گروہ ان کے مقابلے میں استقامت کر رہا ہوتا تھا وہ اسے خاک و خون میں غلطان کر رہے تھے خازر نہر کے کنارے ان خالوں کے خون سے رنگین ہو چکے تھے کہ گویا ایک سرخ کپڑا نہر کے کنارے پر بچھایا گیا ہے۔ انتھابی شیر دل انسانوں کی شجاعت اور جنگ کی وجہ سے تمام میدان پر ایک وحشت اور خوف طاری ہو چکا تھا۔ ان خالوں کے جسموں سے پورا میدان جنگ اٹا پڑا تھا اور جنگی حیوان ان کے جسموں کو اپنا لقمہ بنانے کے لیے آمادہ کھڑے تھے اور اپنے پیٹ کو بھرنے کے لیے دور دور سے دوڑے آ رہے تھے۔ صحرائی جانور اور بھوکے بھیڑیے اس رات اس بیابان میں غول در غول آ رہے تھے۔ ابراہیم کے یاروں اور مجاہدین نے اس رات مردہ جسموں اور خون کے درمیان فتح کا ناقابل فراموش جشن منایا اور انہوں نے حلقہ دار اس میدان میں خوشی اور مسرت کا سماں باندھ دیا۔

اس ابن زیاد پلید انسان کے جسم کو آگ لگا دی اور دوسرے بھی بہت سے جسموں کو آگ لگائی گئی اور اپنے دل کے آگ کو شام کی فوج کے سرداروں کے جسموں کو آگ لگا کر خندا

کیا۔ اس دفعہ تاریخ صرف مظلوموں اور حق پرستوں کے قتل کی گواہی تھی بلکہ حکومت ہوا سب کے ہزاروں جٹا بٹکاروں کے لاشوں کو خاؤں نہر کے کنارے پر پراگندہ دیکھ رہی تھی۔

خدا کا شکر:

ابراہیم اشتر کی اپنی زبان سے ابن زیاد کے قتل کرنے کا واقعہ سنئے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ جنگ کی گرما گرمی اور سیاہیوں میں اچانک ایک سرخ رو باہمت مرد نے صفوں کو چیرا اور ایک مست گھوڑے کی طرح ہمارے لشکر کی طرف آیا۔ جو بہادر انسان اس کے سامنے آتا اسے وہ ڈھیر کر دیتا اور اس پر سخت ضربات وارد کرتا یہاں تک کہ وہ میرے نزدیک آ پہنچا میں نے اسے مہلت نہ دی اور اس طرح اس کی کمر پر تلوار ماری کہ وہ نہر کے کنارے گر گیا۔ میں نے اس کے اوپر والے دھڑ کو مغرب کی طرف اور نچلے دھڑ کو مشرق کی طرف دو نیم کر کے گرا دیا۔ اس سے اس طرح ٹھک کی خوشبو بلند ہو رہی تھی کہ اس نے تمام میدان کو معطر کر دیا ہوا تھا (ابن زیاد ہمیشہ ٹھک کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر رکھا کرتا تھا) ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ابراہیم نے اس پر ایسی کاری ضربت لگائی کہ وہ اپنے گھوڑے کے پاؤں کے سامنے اس گائے کی طرح کہ جس کا سر کاٹ دیا گیا ہو خون میں لٹھ پتھ پڑا آوازیں بلند کر رہا تھا ابراہیم نے کہا ہے کہ ایک آدمی آیا اور اس نے اس کے موزے اس کے پاؤں سے اتار لیے۔ میں یہ زیادہ احتمال دے رہا تھا کہ جسے میں نے قتل کیا ہے وہ ابن زیاد ہے۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی کہا کہ یہ ابن زیاد ہے لیکن میں مطمئن نہ ہوا میں نے چند ایک آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ اس کی شناخت کرو ان تمام نے اس کی شناخت کی اور سب نے کہا کہ یہ ابن زیاد ہے اس کے بعد ابراہیم نے حکم دیا کہ اس کا منہ سرتن سے جدا کر لو اور چند ایک آدمی معین کر دیئے کہ اس رات اس کے پلید جسم کی حفاظت کریں۔ صبح کے وقت ابن زیاد کا غلام مہران نامی آیا اور اس نے تصدیق کی کہ یہ جسم میرے مالک ابن زیاد کا ہے جب ابراہیم نے کہا الحمد للہ الذی اجری قتله علی یدی۔

یعنی اس خدا کی حمد اور ثناء ہے کہ اس نے اس کو میرے ہاتھ سے قتل کرایا ہے۔
عجیب اتفاق:

خاڈر کی جنگ اور اس میں ابراہیم اشتر کی فتح کی تاریخ عاشور کے دن ۶۷ھ تھی۔ علامہ ابن نما نے شععی سے نقل کیا ہے۔ ابن زیاد کا ابراہیم اشتر کے ہاتھوں قتل ہونے کا دن ۶۷ھ عاشور کا دن تھا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے اس دن ابن زیاد کی عمر اسی سال تھی یہ ایک معمولی اتفاق نہ تھا بلکہ خداوند عالم نے چاہا ہے کہ اسی دن کہ جس دن امام حسینؑ ابن زیاد کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہوئے ہیں ابن زیاد سے اس مظلوم کے خون کا انتقام لے۔ اور یہ ایک عبرت ہے ان کے لیے جو عبرت حاصل کرنا چاہیں۔ ابراہیم نے حکم دیا کہ ابن زیاد کا لباس اور اس کی زرہ اس کے نجس جسم سے اتار لی جائے کیونکہ مقتول کا مال قاتل کے لیے ہوا کرتا ہے۔
عبدالملک کا ابن زیاد کے قتل سے ناراحت ہونا:

ابن زیاد کا غلام میدان جنگ سے سالم بھاگ کر دمشق چلا گیا اور اس وقت کے خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا۔ عبدالملک اپنی فوج کے ٹکست کھا جانے کا حال سن کر کامل طور سے پریشان تھا اور ابن زیاد جیسے سالار کے قتل ہو جانے سے زیادہ متاثر ہو چکا تھا۔ جب غلام اس کے پاس گیا تو اس سے پوچھا کہ تیرا مولیٰ اور مالک کس طرح قتل ہوا اور اس سے تیری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟ اس غلام نے جواب دیا کہ جنگ اپنی اوج پر تھی ابن زیاد تیار ہو کر میدان میں جانے لگا تو مجھ سے کہا کہ میرے لیے پانی لے آؤ میں نے پانی کا ایک کوزہ اسے دیا وہ گھوڑے پر سوار تھا اسی حالت میں اس نے پانی پیا اور پھر باقی پانی اپنی زرہ اور سر اور صورت پر ڈالا اور کچھ پانی گھوڑے کے سر اور گردن پر ڈالا اور حملہ کر دیا پھر میں نہیں جانتا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا یہ میری اس سے آخری ملاقات تھی۔

فتح کا دن:

اللہ کے راستے کے مجاہدوں یا ابراہیم کے بقول شرط اللہ یعنی اللہ کے پولیس کی وہ رات جو کبھی فراموش نہ ہوگی اور جب کہ اس رات تمام میدان اور نہر کے اطراف میں شامی فوج کے لاشے پڑے ہوئے تھے جو کبھی فراموش نہ ہوگی اور لاشے پڑے ہوئے تھے ختم ہوئی اور صبح نمودار ہوئی لیکن اس دفعہ سورج اس حالت میں طلوع کر رہا تھا کہ جب مردان حق فتح پا چکے تھے اور دشمن اپنے اعمال کے سزا کو پہنچ چکے تھے اور اللہ کا وعدہ ایک دفعہ اور پورا ہو گیا تھا کہ ہم ظالموں سے انتقام لیں گے۔ اس دن کا سورج کتنا خوبصورت اور زیبا تھا۔ مردان حق نے خوش اور پر امید دلوں سے بہت زیادہ مال غنیمت جمع کیا۔ ابوالسفاح زبیدی خوش بیان شاعر نے کتنے عمدہ اور خوبصورت پریمجان اور شجاعت آمیز شعر کہے ہیں کہ جس میں مختار کی مدح اور ابن زیاد کے مذمت بیان کی ہے۔

(۱) ابن زیاد شام کی شریف فوج سے مختار کے مقابلے کے لیے آیا اور وہ ایسی فوج تھی جو تھوڑی سی حد درجہ پر حاضر ہو جانے والی تھی۔

(۲) دونوں فوجیں میدان میں ایک دوسرے کے آگے آگے سامنے ہوئیں جس میں ان کو موت اور فرار کا فیصلہ ہوا۔

(۳) ابن زیاد کے بیٹے قونے ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے اپنی بیوی ہند سے وداع کیا اس کی مصیبت تیری سوگواروں میں کم نہ تھی۔

(۴) بہت اچھا ہوتا کہ ہند قید کر لی جاتی اور یہ مختار کے لیے ایک بہت بڑا راز ہوتا۔

(۵) عبید اللہ کی فوج نے ڈر کے مارے فرار کیا اور نیزے اور چھکتی تلواروں کے خوف سے شکست اٹھائی۔

(۶) خداوند ادین کے مددگاروں کو جزائے خیر عنایت فرما اور ابن زیاد کے قتل سے مصیبت اور داغدار دلوں کو خوشحال کر۔

ابراہیم شمال غرب عراق کا گورنر ہو گیا:

ابراہیم نے اس جنگ میں کامیاب ہو جانے کے بعد عراق کے شمال اور غرب پر پورا قبضہ کر کے قسطنطنیہ حاصل کر لیا اور موصل شہر کو اپنا مرکز اور گورنر ہاؤس قرار دے دیا اور وہیں ٹھہر گیا کیونکہ بغداد نے اسے اسی منصب پر متعین کر دیا تھا۔ ابراہیم نے اپنے علاقے میں اپنے طرف سے جزیہ پر جو حاکم مقرر کیے ان کے نام یہ ہیں:

- (۱) اسماعیل بن زکریا قیسا پر حاکم بنایا۔
 - (۲) حاتم بن نعمان باغلی کو ہران اور رہا اور سمیسا پر حاکم بنایا۔
 - (۳) عمیر بن حباب سلمیٰ کو ککرتو ٹا پر حاکم بنایا۔
 - (۴) مسلم بن ربیعہ کو آمد پر حاکم بنایا۔
 - (۵) سفاح بن کردوس کو سنجار پر حاکم بنایا۔
 - (۶) عبداللہ بن مسلم کو میا قارقین پر حاکم بنایا اور خود نصیبین شہر میں گیا اور وہیں رہنے لگا ابن زیاد کی بیوی ہند جو اسماء بن خاریجہ کی بیٹی تھی وہ اپنے شوہر ابن زیاد کے قتل ہو جانے کے بعد ابراہیم کے پاس آئی اور کہا کہ ہمارا مال و متاع آپ کی فوج نے غارت کر لیا ہے۔
- ابراہیم نے اس سے پوچھا کہ تمہارا کتنا مال تھا جو غارت کر لیا گیا ہے۔ اس نے کہا کہ پچاس ہزار درہم ابراہیم نے حکم دیا اسے ایک لاکھ درہم دے دیئے جائیں اور اسے سواروں کی حفاظت میں اس کے باپ کے پاس بھر بھیج دیا۔ یہ ابراہیم کی مردانگی اور بزرگواری کا ایک اور نمونہ ہے کہ اس بہادر مرد و دلیر شیعہ نے ابن زیاد کی بیوی کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔ لیکن کوفہ اور شام کے ظالم اور جتنا کاروں نے امام حسینؑ کے اہل بیت اور خاندان کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا؟

ابن زیاد کی مذمت میں ابن مفرغ کے اشعار:

افغانی نے ابن مفرغ کے حالات میں لکھا ہے کہ ابن زیاد کے ابراہیم اشتر کے

ہاتھوں قتل ہونے کے بعد ابن مفرغ معروف شاعر نے ابن زیاد کی مذمت میں اشعار لکھے ہیں کہ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس جانی غیبت ہے اصل و نسب کو اس کے اعمال کی سزا دے دی ہے اور اس کے قتل پر تمام لوگ خوش ہوئے ہیں اور ظالموں کو سزا اسی طرح سے ہوا کرتی ہے۔

ستر ہزار مقتول:

ابو عمر بزار نامی آدمی نے کہا ہے کہ خاذر کی جنگ میں، میں ابراہیم کے ساتھ کھڑا تھا میں نے اپنی آنکھوں سے ابن زیاد کا قتل کیا جانا دیکھا تھا۔ اس دن شام کی فوج میں عظیم کشتار اور قتل و قتال ہوا۔ ابراہیم کے لشکر سے اس کی فوج کے اتنے لوگ قتل ہوئے تھے کہ جن کا شمار کرنا ممکن نہیں تھا تمام میدان میں ابن ظالموں کے لاشے پڑے ہوئے تھے۔ ہم قتل ہونے والوں اور غرق ہونے والوں کو شمار کر رہے تھے کہ جن کی تعداد ستر ہزار تک پہنچی تھی۔

فصیح محدث نے لکھا ہے کہ شام کی فوج سے صفین کی جنگ کے بعد اس جنگ خاذر کے قتل اور کوئی جنگ نہ تھی۔

عراقیوں کو خاذر کی جنگ میں فتح عاشر کے دن سنہ ۶۵ھ میں ہوئی اور دشمن کی بہت سی فوج نہر خاذر میں غرق ہو گئی اور ہلاک ہو گئی۔ بعض نے لکھا ہے کہ غرق ہونے والے میدان میں قتل کیے جانے والوں سے زیادہ تھے۔

مختار کو جنگ میں فتح کی خوشخبری:

مختار ابراہیم اشتر کے جنگ کرنے سے باقاعدہ اطلاع پا رہا تھا اور اس کی خبر بہت وقت سے معلوم کر رہا تھا۔ فصیح نے لکھا ہے کہ مختار ایک دن انقلاب کے سربراہوں اور کوفہ کے لوگوں کے ساتھ کوفہ سے باہر گیا اور اپنے مددگاروں میں سے ایک سایب بن مالک نامی کو اپنا

جا شین بنایا اور خود مدائن شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ مدائن کے راستے میں ساباط نامی شہر میں وارد ہوا اور تھوڑے سے وقت کے لیے وہاں ٹھہر گیا اور لوگوں کو یہ بشارت اور خوشخبری دی کہ اسے لوگو! اللہ تعالیٰ کی فوج نے نصیحتیں میں کیا ہیں کے نزدیک علاقے میں فتح حاصل کر لی ہے اور دشمن کی فوج کو تہہ تیغ کر دیا ہے۔ صبح سے لے کر شام تک دشمن کی فوج کے قلع قمع کرنے میں لگے رہے ہیں اور دشمن کی زیادہ فوج ہماری فوج کے محاصرے میں آ چکی ہے۔ فصعی نے کہا کہ میں اور میرا باپ مختار کے ہم سفر تھے ہم ساباط سے جب گزرے اور مدائن میں پہنچے تو لوگ مختار کے مستقبل کے لیے باہر آئے اور ہم نے مسجد میں قیام کیا۔

مختار کی مدائن میں تقریر:

مختار مدائن میں منبر پر گیا اور حمد اور ثناء الہی کے بعد مختار نے لوگوں کو ابراہیم کی فوج کی مدد کرنے کے لیے ترغیب دلائی اور لوگوں کو انقلاب کے اغراض کی تکمیل اور اس کے لیے کوشش اور استقامت کرنے اور اہل بیعت کے خون کے انتقام لینے کی سفارش کی۔ وہاں جنگ کی خبریں متصل آ رہی تھیں مختار منبر پر تھے کہ اسے خبر دی گئی کہ شام کی عظیم فوج پوری طرح سے شکست کھا چکی ہے اور اس کے نوے فیصد لوگ قتل کیے جا چکے ہیں اور ان کے سالار بھی قتل ہو چکے ہیں مختار کو ملین ڈیو کے قتل کیے جانے کی خوشخبری دی گئی۔ فصعی نے کہا کہ جب مختار کو یہ خبر دی گئی تو مختار پر جوش اور خوشی کی شدت کی وجہ سے پرواز کرنا چاہتا تھا۔ مختار اور تمام لوگ خوش اور شاد ہوئے اور وہ مجلس ایک انقلابی جشن میں تبدیل ہو گئی۔ مختار نے لوگوں کے ہوجان اور جوش کے تھمنے کے بعد یہ کہا: لوگو! کیا خدائی فوج کی فتح کی خبر میں نے تمہیں اس سے پہلے نہیں دی تھی تمام لوگوں نے کہا کیوں نہیں۔ آپ نے اس فتح کی خوشخبری پہلے سے ہم کو سنائی تھی۔ فصعی نے کہا کہ مختار کے دوستوں اور عقیدہ مندوں میں سے ایک ہمدان قبیلے کا آدمی جو میرے نزدیک بیٹھا ہوا تھا مجھ سے کہا اے فصعی اب تم ایمان لے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں کس پر

ایمان لے آؤں؟ اس نے کہا کہ مختار علم غیب جانتا ہے؟ میں نے کہا کہ میں ان چیزوں پر عقیدہ نہیں رکھتا ہوں کیا مختار نے سباط میں نہیں کہا تھا کہ ابراہیم کی فوج نے نصیبن یا اس کے نزدیک کامیابی اور فتح حاصل کر لی ہے جب کہ اس کی یہ بات خلاف ثابت ہوئی ہے کیونکہ ابراہیم کی فوج نے شام کی فوج کو خاثر نہر پر جو موصل کے قریب ہے شکست دی ہے۔ وہ آدمی میری اس گفتگو سے ناراحت ہوا اور مجھ سے کہا اے شعی تیرا ایمان کمزور ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ آخرت میں عذاب میں مبتلا نہ ہو جائے۔ راوی نے شعی سے پوچھا کہ وہ ہمدانی آدمی جس نے تجھ سے یہ گفتگو کی تھی کون تھا؟ شعی نے کہا کہ مجھے میری جان کی قسم کہ وہ آدمی بہت دلیر تھا اور بصرہ کی جنگ میں مختار کے ساتھ تھا اور قتل ہو گیا اور اس کا نام سلیمان بن حمیر تھا جو ہمدانی قبیلے سے تھا۔

اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ مختار علم غیب اور امامت و نبوت کا دعویٰ نہیں کیا کرتا تھا مختار جو کچھ بھی کہتا تھا یا بواسطہ یا بلا واسطہ آنحضرت علیہم السلام سے اور بالخصوص حضرت علیؓ سے سنا ہوا تھا اور مختار بطور کامل حضرت علیؓ کی بشارت دینے پر پورا اعتقاد رکھتا تھا اور اسے لوگوں سے بیان کیا کرتا تھا۔

کے سر:

شام کی فوج کے قتل ہونے کے بعد ابراہیم نے حکم کے مطابق شہداء کربلا کے سروں کے برابر ستر سر شام کے سر کردہ اور سالاروں کے جدا کیے گئے اور ان کے نام ایک رقعہ میں لکھا گیا اور ان کے کانوں کے ساتھ لٹکایا گیا تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ کس کا سر ہے اور ان تمام کو بہترین ہدیہ کے طور پر لشکر کے ہمراہ کوفہ میں مختار کے لیے بھیجا گیا۔

ابن زیاد کا سر مختار کے پاؤں کے نیچے:

علامہ ابن نمانہ لکھا ہے کہ جب شام کے سر کردہ افراد اور ابن زیاد کے سر مختار کے پاس بھیجے گئے تو اس وقت مختار دسترخوان پر بیٹھا غذا کھا رہا تھا جب مختار کی آنکھ ابن زیاد کے

منحوس سر پر پڑی تو مختار نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء کی اور اللہ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ جب امام حسینؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا تھا تو اس وقت یہ پلید دسترخوان پر بیٹھے غذا کھا رہا تھا اور اب جب کہ اس ملعون کا سر میرے سامنے لایا گیا ہے میں بھی دسترخوان پر بیٹھے غذا کھا رہا ہوں۔

جب مختار نے کھانا کھا لیا تو اٹھا اور اپنا پادری اس کے چہرے پر رکھا اور اس کے بعد اپنا جوتا اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ اسے پاک کر لاؤ کیونکہ میں نے ایک کافر کی صورت پر اسے رکھا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی عدالت کا تقاضا ہے اور وعدہ الہی کا پورا ہونا ہے کیا کوئی احتمال دیتا تھا کہ اس مغرور اور سفاک انسان کو یہ ذلت اور خواری دیکھنی پڑے گی اور اس کا کٹا ہوا سر مختار کے جوتوں میں روندنا جائے گا جی ہاں! ظلم کا انجام یوں ہی ہوتا ہے: ”سيعلم الذہن ظلمواہی مغلطہ یسئلون“ یعنی ظالم، لوگ بہت جلد جان جائیں گے کہ کس طرح زیور ذلیل ہو جائیں گے۔

ابو طفیل کنانی نے کہا ہے کہ ابن زیاد اور دوسرے سرکردہ لوگوں کے سروں کو کوفہ کی دیوار کے ساتھ لٹکایا گیا ان کے اور پر سفید کپڑا ڈالا ہوا تھا۔ میں نے کپڑا ہٹایا تاکہ سروں کا تماشا کروں میں نے دیکھا کہ ایک سانپ ابن زیاد کی ناک سے نکلا اور سر کے سوراخ میں داخل ہو جاتا اور باہر نکل آتا تھا۔ میں نے خود دیکھا کہ وہ سانپ اس کے سر کے سوراخوں میں حرکت کر رہا تھا۔

ابن عماد نے لکھا ہے سنہ ۶۷ھ میں جب امیر ایہم کی انک زیا دی فوج کے ساتھ ایک بڑی عظیم جنگ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کو بلا کے خون کا انتقام ظالموں سے لیا۔ مختار نے حکم دیا کہ شامیوں کے ستر کٹے ہوئے سروں کو دارالامارہ کی اسی جگہ لٹکایا جائے کہ جہاں امام حسینؑ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان کٹے ہوئے سروں کو اہل بیتؑ بخیر کے پاس مدینہ

بیچ دیا گیا۔ یہ مذکورہ اور تیس ان سروں کا تماشہ دیکھتے تھے اور ان پر لعنت کرتے تھے۔

عقار کا محمد بن الحنفیہ کو بشارت کا خط:

عقار نے حکم دیا کہ ابن زیاد اور دوسرے سروں کو چپے حصن بن نمیر اور شریل بن زید کلاخ جو شام کی فوج کے سربراہ تھے اور ان کا کربلا کے واقعہ میں بہت زیادہ عمل دخل تھا جازلے چلایا جائے۔ عقار نے ایک گروہ عبدالرحمن بن ابی عمیر ثقفی اور عبدالرحمن بن شداد جہمی اور انس بن مالک اشعری یا سائب بن مالک کی رہبری میں تیس ہزار دینار دے کر کہہ روا نہ کیا تا کہ وہ ان سروں اور مال کو بغضوان بہترین ہدیہ اہل بیتؑ وغیرہ اور بالخصوص امام زین العابدینؑ اور محمد بن الحنفیہ کے پاس لے جائیں اور ایک خط بھی محمد بن الحنفیہ کے نام اس مضمون کا لکھا کہ میں نے آپ کے یارو انصار اور یارو کاروں کو تمہارے دشمنوں کے مقابلے کے لیے بھیجا اور وہ آپ کے مظلوم بھائی کے خون کا انتقام لینے کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کام کو وہ خدا کے لیے انجام دے رہے تھے اور مظلوم شہداء کی شہادت سے سخت متاثر اور متاسف تھے انہوں نے آپ کے دشمنوں سے جنگ کی اور خدا کا شکر ہے کہ انہوں نے آپ کے خون کا انتقام لے لیا ہے اور آپ کے دشمنوں کو کوہِ عیالان میں ہر جگہ ہلاک کر دیا یا ان کو نہر کی موجوں کے سپرد کر دیا اور وہ غرق ہو گئے ہیں۔ خداوند عالم نے مومنوں کے دلوں کو اس فتح اور کامیابی سے خوش کر دیا ہے۔

محمد بن حنفیہ کی دعا:

جب عقار کا بھیجا ہوا گروہ مکہ وارد ہوا اور محمد بن الحنفیہ کی زیارت کے لیے ان کے پاس گئے اور درحقیقت محمد بن حنفیہ کو امام سجادؑ نے انقلابِ عسکری کی تمام ذمہ داری سپرد کی ہوئی تھی۔ عقار کی اس فتح اور کامیابی سے جناب محمد بن حنفیہ بہت زیادہ خوشحال ہوئے اور جب محمد بن حنفیہ کی نگاہ ابن زیاد کے سر پر پڑی تو آپ بکدہ میں گر گئے اور عقار کو دعادی اور یہ جملے بیان

فرمائے: ”جو اللہ عہد الجزاء عند الموت ثلثا ووجہ حقہ علی کل ولد عبدالمطلب بن ہاشم“ یعنی خداوند عالم عتار کو جزائے خیر عنایت فرمائے اس نے ہمارا انتقام لے لیا ہے اور اس کا تمام اولاد عبدالمطلب پر حق ضروری اور واجب ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ابراہیم اشتر کو جو درحقیقت ابن زیاد کا قاتل وہی تھا اور عتار کی فوج کا فاتح بھی وہی تھا یوں دعا دی۔ خدایا ابراہیم کی حفاظت فرما اور اسے جس کو تو دوست رکھتا ہے اور تیرا مورد رضا ہے اس کی توفیق عنایت فرما اور اسے دنیا اور آخرت میں اپنی مغفرت کا مورد قرار دے۔

محمد بن حنفیہ نے اس مال کو جو عتار نے بیچا تھا۔ اہل بیت پیغمبر اور شیعوں مہاجر اور انصار اور ان کی اولاد میں مکہ اور مدینہ میں تقسیم کر دیا اور ابن زیاد کا منوسہ سر امام زین العابدین کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب عتار کا گردہ سروں کو پے کر مدینہ امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام بھی دسترخوان پر بیٹھے غذا تناول فرما رہے تھے۔

ابن زیاد کا سر امام زین العابدینؑ کی خدمت میں:

امام زین العابدینؑ ابن زیاد کے سر دیکھنے سے بہت خوشحال ہوئے اور جودہ شکر ادا کیا اور یہ جملے فرمائے ”الحمد لله الذی احدث لی ثاری من عدوی و جزا الله المعثر غیرا“ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمارے دشمن سے ہمارے خون کا انتقام لے لیا ہے خداوند عالم عتار کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔ اس وقت امام علیہ السلام حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

”ادخلت علی عہد اللہ بن زیاد و هو یبغضی و اس ابی بن یدجہ فقلت اللهم لا تمنی حتی تری راس ابن زیاد“۔ یعنی جب مجھے ابن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو وہ ملعون دسترخوان پر بیٹھا غذا کھا رہا تھا اور میرے باپ کا سر اس کے سامنے پڑا ہوا تھا میں نے اس شخص یوں بددعا کی تھی کہ خدایا مجھے نہ مارنا یہاں تک کہ ابن زیاد کا سر مجھے دکھانا۔ امام

علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اس امام علیہ السلام کی اس دعا سے مختار کا مقام اور مرتبہ معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ امام زین العابدینؑ اس کے لیے بھی دعا فرما رہے ہیں۔

اہل بیت عظام کی خوشی:

اہل بیت عظام اور آئمہ علیہم السلام مختار کے کاموں کو ہمیشہ سراہتے رہے اور اس کے کاموں کو عظمت سے یاد کرتے رہے۔ مختار کی اس بڑی خدمت کو جو اس نے شہداء کربلا کے قاتلوں کو نیست و نابود کرنے سے اور بالخصوص ابن زیاد اور عمر بن سعد کے قتل کرنے سے انجام دی ہے کبھی فراموش نہیں کرتے تھے جس دن ابن زیاد کا سر مکہ اور مدینہ لایا گیا تھا تو انہوں نے اس دن کو اہل بیت کی خوشی کا دن قرار دیا ہے اس دن جشن منایا۔ اس بارے میں امام جعفر صادق سے یوں روایت نقل کی گئی ہے کہ کربلا کے غم اندوہ واقعہ کے بعد بنی ہاشم کی کسی عورت نے آرائش اور زینت نہیں کی تھی اور ہم اہل بیت ہمیشہ ماتم اور عزاداری میں رہے جب تک مختار نے قیام نہیں کیا اور ابن زیاد قتل نہیں ہوا امام حسینؑ کی شہادت کے بعد پانچ سال تک بنی ہاشم کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا (یعنی انہوں نے گرم غذا نہیں پکائی)

امیر المؤمنینؑ کی ایک لڑکی فاطمہ (علیہا السلام) نے فرمایا ہے کہ بنی ہاشم کی کسی عورت نے کربلا کے واقعہ کے بعد زینت نہیں کی یہاں تک کہ مختار نے عید اللہ کا سر کاٹ کر ہمارے پاس بھیجا۔

مختار کے تحائف:

مختار نے ہمیشہ اپنے روابط مدینہ کے ساتھ برقرار رکھے اور اس کا اہل بیت عظام سے کبھی رابطہ قطع نہیں ہوا۔ آپ ہمیشہ اپنے کاموں سے محمد بن الحنفیہ اور امام زین العابدینؑ علیہم السلام کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اصل قیام کے مخفی رہبر امام زین العابدینؑ تھے اور انہوں

نے جناب محمد بن الحنفیہ کو اس کی رہبری کرنے میں اپنا نمائندہ بنایا ہوا تھا۔ لہذا مختار امام علیہ السلام کو اپنے کاموں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اور جب مختار کو کوئی زیادہ مال مل جاتا یا کوئی قیمتی تحفہ انھیں دیا جاتا تو اسے وہ مخلصانہ نیت سے امام زین العابدینؑ اور اہل بیتؑ اور خاندان پیغمبر علیہ السلام کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مختار نے ایک کنیز امام سجادؑ کی خدمت میں بھیجی جو بعد میں زید شہید کی ماں بنی۔ مختار کے اس طرح کے ہدایا اور مال بھیجنے سے بنی ہاشم اور شیعوں نے فخر اور تکدستی سے نجات حاصل کی اور انھوں نے اپنے گمروں کو کہ جنھیں بنو امیہ کی حکومت نے خراب کر دیے تھے دوبارہ تعمیر کیا۔ مختار جو کچھ مدینہ بھیجا کرتا تھا اسے اہل بیتؑ کے مادی اور معنوی امور پر خرچ کیا جاتا تھا۔ (اس کے بارے پہلے کئی روایات نقل ہو چکی ہیں) بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مختار حجاز کے سرداروں کو اپنی طرف جذب کرنے کے لیے ان کے پاس بھی تحائف بھیجا کرتا تھا۔ مختار ابن عباس جو مدینہ کی اہم شخصیت تھی اور عبد اللہ بن عمر جو مختار کا بہنوئی تھا ان کو بھی اپنے تحائف سے بے بہرہ اور محروم نہیں کیا کرتا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عمر تمام لوگوں کے تحفے قبول کر لیتا تھا لیکن مختار کے تحفے کو جو اس نے ایک لاکھ درہم اسے بھیجے تھے قبول نہیں کیا تھا۔



تیسرے دوین فصل

مختار اور عبداللہ بن زبیر کی جنگ

پہلا حصہ

﴿ مختار کی چال ﴾

مختار کی اصلی غرض جہان اسلام میں فساد کی جڑ بنو امیہ کی حکومت کو ختم بن سے ختم کر دینا تھا۔ مختار نے امام حسین ؑ کے قاتلوں اور واقعہ کربلا میں شریک افراد کے قتل عام کے بعد شام کی حکومت کی طرف توجہ کی تاکہ امام حسین ؑ دوسرے قاتلوں کو جو شام کے لشکر سے تھے اور شریک افراد کو ان کے اعمال کی سزا دے سکے لیکن یہ کام کی انتہاء تھی کیونکہ عبدالملک بن مروان کی حکومت شام میں مستقر تھی اور وہ اس پر حاکم تھا مگر چہ ابن زیاد جیسے ظالم نمبر ایک اور شام کے دوسرے سپہ سالار جو کربلا کے واقعہ میں ابن زیاد کے پرچم کے نیچے داخل تھے یہ سب شام میں بنو امیہ کی حکومت کے فرمانبردار تھے اور اپنے اپنے اعمال کی سزا کو پہنچ چکے تھے لیکن اتنا ہی کافی نہ تھا بلکہ اصل بنو امیہ کی قاصب حکومت کی بنیاد کو ختم کرنا تھا اس کے سامنے سب سے زیادہ مانع عبداللہ بن زبیر کا خطرہ تھا کیونکہ عبداللہ بن زبیر اس زمانے میں خلافت کا مدعی تھا اس نے مکہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا ہوا تھا اور ایک وسیع منطقہ حجاز اور عراق اور یمن پر حکمرانی کر رہا تھا۔ اس کا خطرہ مختار کی تاک میں تھا کیونکہ عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بعصرہ کا گورنر بنایا ہوا تھا اور مصعب مختار کے بارے بہت سخت کینہ اور دشمنی رکھتا تھا اور کوفہ سے تمام اشراف اور سردار جو کربلا کے واقعہ میں شریک تھے فرار ہو کر مصعب کی پناہ میں جا چکے تھے اور ان کی تعداد بھی کم نہ تھی۔ مختار کی پریشانی درست تھی کیونکہ مختار احتمال دیتا تھا کہ اگر اس نے اپنی فوج بنو امیہ کی حکومت سے جنگ کرنے شام کی طرف روانہ کر دی تو ہو سکتا ہے کہ کوفہ کے فراری مصعب

کو برا بھلا کر کے ایک عظیم فوج لے کر کوفہ پر چڑھائی نہ کر دیں عتار بالکل ٹھیک دو قدموں
دائیں بائیں کی دو طاقتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا اور سخت دباؤ میں تھا۔

(۱) حکومت شام اور بنو امیہ کی فوج کہ جس کے حلق ہر لحاظ عراق پر حملہ کر دینے کا احتمال تھا۔

(۲) ابن زبیر کی فوج جو مصعب بن زبیر کی کمان میں ہمرہ میں موجود تھی۔

عتار کی اہل بیت کے دشمنوں سے چال اور سیاست یوں تھی کہ پہلے شام کی حکومت
سے جنگ کرے اور اصلی خطرے کو برطرف کرے تاکہ اپنی اصلی غرض جو شہداء کربلا کے خون کا
انتقام لینا تھا کامل طور پر حاصل کر لے اور بنو امیہ کی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دے اس
کے بعد زبیر کے ساتھ جنگ شروع کرے لیکن عتار جانتا تھا کہ ایک وقت میں وہ دو قوی حکومتوں
سے جنگ نہیں کر سکتا۔ لہذا عتار کے لیے ضروری تھا کہ وہ ایک طرف سے اسودہ خاطر ہوتا کہ
دوسری طرف کو سرکوب کر سکے۔ اسی سیاست کی بنا پر عتار نے ارادہ کر لیا کہ ابن زبیر کے ساتھ
گھرا اور فریب کر کے مذاکرات کرے اور اسے ظاہر کرے کہ میں ابن زبیر کا طرفدار ہوں میری
تو دشمنی صرف بنو امیہ کی حکومت اور کربلا کے واقعہ میں شریک لوگوں سے ہے ابھر شام میں
مروان بن الحکم کی موت کے بعد عبدالملک سنہ ۶۶ھ میں حکومت قائم کر چکا تھا اور اسی زمانے
میں دوہم فوجیں اپنے دشمنوں کی طرف روانہ کر دی تھیں اگرچہ شام کی فوج نے ابراہیم کے
ساتھ جنگ میں شکست کھائی تھی لیکن یہ ان کی آخری شکست نہ تھی بلکہ شام کی حکومت کو بنو امیہ
کے وجود سے پاک کرنا ہوگا۔ شام کی حکومت نے ایک فوج ابن زیاد کی کمان میں عراق کی
طرف عتار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے روانہ کی تھی کہ جس نے شکست اٹھائی اور دوسری فوج
عبدالملک بن حارث کی کمان میں ابن زبیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے حجاز کی طرف روانہ
کی تھی یہ فوج مکہ اور مدینہ کے درمیان وادی القری میں جا کر مستقر ہو گئی۔

عزیز بن زہیر کو خط:

ذکر ہو چکا ہے کہ عمار نے ابراہیم اشتر اور شیعوں کی مدد سے ابن زہیر کے گورنر ابن مطیع سے جگہ کر کے کوفہ کو اس کے تسلط سے آزاد کر لیا تھا اور ابن مطیع ہماک کر شرم یا ڈر کے مارے مکہ نہیں گیا تھا بلکہ مصر و مصعب بن زہیر کے پاس چلا گیا تھا اور وہیں رہنے لگا اور حالات کا مشورہ ہا کہ عمار کی سرگزشت کہاں تک پہنچتی ہے۔

عمار نے اپنی سوچی سمجھی ہوئی سیاست کے تحت ایک محبت امیر خط عبداللہ بن زہیر کو

پہن لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم آپ میری سابقہ زندگی کو دوسروں سے بہتر جانتے ہیں کہ میں آپ کا خیر خواہ اور مددگار ہوں اور آپ کے دشمنوں کا دشمن ہوں میں آپ کا وقار دار تھا آپ نے میرے ساتھ وفائیں کی اور اپنے وعدے اور عہد پر جو آپ نے مجھ سے کیا تھا عمل نہیں کیا اور میرے خلاف ایسے اقدام کیے کہ جن کی مصلحت نہیں تھی اور میری مدد کرنے میں سستی اور دریغ کیا لیکن آپ نے دیکھا کہ میں کس طرح ثابت ہوا ہوں میرے دشمن خواہمیر کے ساتھ میں نے کیا کیا ہے اگر اب بھی آپ قائدہ اٹھانا چاہیں تو اس کے لیے مناسب وقت آ پہنچا ہے اور کوئی دیر نہیں ہوئی اگر آپ میرے ساتھ مدد کرنے اور حمایت کا وعدہ کریں تو میں اب بھی تیرا وہی سابقہ وقار دار دوست ہوں اور تیری مصلحت کے لیے کام انجام دوں گا۔ (طبری نے کہا کہ عمار کا سارا یہ مضمون فریب اور مکر پر مبنی تھا) عمار کا قصہ یہ تھا کہ عبداللہ بن زہیر کو نرم کرے اور اس کے شر سے محفوظ ہو جائے تاکہ اپنی طاقت اور فوج کو ایک محاذ خواہمیری حکومت کے خلاف استعمال کر سکے اور یہ عمار کی ایک سیاست اور چال تھی۔ عمار نے ابن زہیر کے ساتھ اپنا راجہ بخیرہ طور پر انجام دیا تھا اور اس کی کسی کو خبر نہیں دی تھی اور اپنے اصحاب اور شیعوں کو اس طرح ظاہر کرتا رہا کہ وہ ابن زہیر کا مخالف ہے اور اس سے اس کا کسی طرح کا رابطہ نہیں ہے۔

ابن زہیر کی چال:

مکار کا محل ابن زہیر کو ملا ابن زہیر دھوکے میں نہ آیا لیکن یہ احتمال دیتا تھا کہ مکار کے ساتھ شاید ساز باز کر سکے اسی بنا پر کہ دیکھے کہ مکار نے واقعا صداقت کی بنا پر یہ اظہار کیا ہے یا اس کی کوئی چال اور سیاست ہے اس کا امتحان کرنا چاہا۔ ایک خاص دوست عمر بن عبدالرحمن غزوئی کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم عریق جاؤ میں تجھے کوثر کا گور زمین کرتا ہوں۔ عمر نے کہا کہ واقعا آپ اس طرح کرنا چاہتے ہیں؟ کوثر تو مکار کے قبضے میں ہے۔ ابن زہیر نے کہا کہ یہ میں جانتا ہوں لیکن مکار نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کا فرما میرا دار اور مطلع ہوں۔ عمر بن عبدالرحمن نے تمہیں یا چالیس ہزار درہم اور ستر کی دوسری ضروریات اور لوازم کوٹے کر کوثر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مکار کے جاسوس نے اطلاع دی کہ ابن زہیر نے عمر بن عبدالرحمن کو کوثر کا گور زبج چالیس ہزار درہم بنا کر کوثر کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ مکار نے فوراً زاید بن قدامہ کو بلایا اور اس سے کہا کہ ابن زہیر نے ایک آدمی کو تمہیں چالیس ہزار درہم دے کر ہماری طرف روانہ کیا ہے تاکہ یہاں آ کر وہ کوثر کا گور نہ ہو۔ جلدی کرو جو ابن زہیر نے اسے مال دیا ہے تم اس دو گنا مال لے جا کر اس کے استقبال کے لیے جاؤ اور اپنے ساتھ پانچ سو جنگی آدمی مسافر بن سعید کی کمان میں لے جاؤ اور انہیں واپس چلے جائیگا حکم دو۔

پہلے تم خود اس سے ملنا اور اپنے مسلح افراد کو پیچھے ہٹا کر رکنا۔ مال اسے دینا اور اس سے کہنا کہ جہاں سے آئے ہو وہاں چلے جاؤ اور اس سے کہنا کہ مکار کو ظم ہو گیا ہے کہ ابن زہیر نے تمہیں اتنا مال دے کر روانہ کیا ہے اور یہ مال تو بہت تھوڑا ہے۔ مکار نے تیرے لیے اس کے دو برابر مال بھیجا ہے اسے لے لو اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اگر اس نے مال لینے سے انکار کر دیا اور کوثر آئے کا اصرار کیا تو اس وقت اپنے اس مسلح گروہ کو دور سے اسے دکھا دو اور اس سے کہو کہ یہ سارا گروہ تیرے خلاف آمادہ کڑا ہے۔ زائدہ اس گروہ کے سپہ سالار کی حیثیت سے انہیں

لے کر جہاں کا حکم دیا تھا روانہ ہو گیا اس کی بیابان میں ابن زبیر کے پیچھے ہوئے عمر سے ملاقات ہو گئی۔

زائدہ نے اس سے گرجوٹی کا اظہار کیا اور اس سے آنے کے بارے میں سوال کیا اور اسے عمار کے حکم کے مطابق واپس چلے جانے کا کہا لیکن اس نے قبول نہ کیا اور کہا کہ امیر المؤمنین عبداللہ بن زبیر نے مجھے کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا ہے میں مجبور ہوں کہ اس کے حکم پر عمل کروں میں کس طرح واپس لوٹ سکتا ہوں؟ زائدہ نے اپنے منصوبہ بندی کے مطابق اس مسلح گروہ کو جو وہاں دور بیٹھایا ہوا تھا انہیں اپنے نزدیک بلایا اور انہیں عمر کو دکھلایا۔ عمر دیکھتے ہی حیران ہو گیا اور فوراً اپنے ارادے سے منحرف ہو گیا وار کہا کہ اب میرے واپس چلے جانے میں مشغول نہ ہو گیا ہے جلدی کر دو وہ مال مجھے دو۔ عمر نے وہ مال لے کر اپنا بصرہ کی طرف راستہ بدل دیا اور بصرہ چلا گیا اور مطیع کے پاس جو بھاگ کر بصرہ میں چھپا ہوا بیٹھا تھا رہنے لگا۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا جب حارث بن عبداللہ بصرہ کا حاکم نہیں بنا تھا اور غوثی بن عمر بہ عہدی کے قیام کرنے سے بھی پہلے کا تھا۔

تاریخ کے مطالعہ سے اس واقعہ سے جو چیز معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عمار نے معلوم کر لیا تھا کہ ابن زبیر سوائے عمار کے ابن زبیر کے سامنے تسلیم ہو جانے کے اور عراق کو ابن زبیر کے تسلط میں دے دینے کے اور کسی چیز پر راضی نہیں ہے لہذا عمار نے بہت زیادہ مابہر از طریقے سے ایک اور نقشہ بنایا اور وہ یہ کہ ایک فوج پہلے مدینہ میں جا کر مدینہ پر قبضہ کر لے اور اس کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہو جائے کہ جہاں ابن زبیر کا مرکز ہے اور ابن زبیر کا محاصرہ کر لے اور اسے ہر طرف کر دے اس طرح سے ابن زبیر کا خطرہ ختم جائے گا لہذا اس سوچ اور پلاننگ کی بنا پر ایک اور خط عبداللہ بن زبیر کو لکھا کہ جس کا مضمون یوں ہے۔

دوسرا خط ابن زبیر کے نام:

اسامیل صیم نے کہا ہے کہ عمار دو خطوں سے بہت زیادہ ڈرایا جا رہا تھا ایک شام کی حکومت اور دوسرا بصرہ کی طرف سے۔ عمار ان دھڑوں سے ایک وقت میں غلطی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا لہذا اس نے سوچا کہ ابن زبیر سے وقتی طور سے سازش کر لے تاکہ شام کی حکومت کا خاتمہ کر لے عمار نے سن رکھا تھا کہ عبدالملک بن مروان نے ایک فوج ابن زبیر کو سرکوب کرنے کے لیے روانہ کر دی ہے کہ جس نے وادی القریٰ میں اپنا پڑا ہوا لٹا ہوا ہے۔ عمار نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک خط ابن زبیر کو اس مضمون کا لکھا لیا بعد اچھے بتلایا گیا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے ایک فوج تیرے ساتھ لانے کے لیے روانہ کر دی ہے اگر تم چاہو تو میں تیری مدد کے لیے فوج روانہ کر دوں۔ والسلام۔

ابن زبیر کا جواب:

ابن زبیر نے عمار کو یوں جواب دیا کہ تم میری اطاعت میں آباد تو پھر آپ کا فوج کو بھیج دینا میرے لیے اچھا ہے۔ جو لوگ تیری اطاعت میں ہیں ان سے میرے لیے بیعت لو اگر تم نے یہ کام کر لیا تو پھر حیرتی مدد اور صداقت اور دوستی کو قبول کر لو گے اور کبھی تم سے عرض نہ ہوگا۔ فوج کے روانہ کرنے میں جلدی نہ کرنا اور تم اپنی فوج کو شام کی فوج کے مقابلے کے لیے جو وادی القریٰ میں مستقر ہے اور ان کا ارادہ مکہ کی طرف پیٹھ دی کرنا ہے روانہ کر دینا کہ ان سے جنگ کریں۔ والسلام۔ ابن زبیر کے اس طرح کے جواب دینے سے عمار کا منصوبہ مشکل میں پڑ گیا اور ابن زبیر عمار کے کمال تسلیم ہوئے بغیر کوفہ پر ابن زبیر کے تسلط کے بغیر عمار سے کسی اور چیز پر راضی نہیں ہو رہا تھا لہذا مجبوراً عمار نے ابن زبیر سے نزدیک ہونے کے امدادے کو ترک کر دیا اور عمار پر مدد دینی قبضہ کرنے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

جہاز پر قبضہ کا منصوبہ:

عقار نے اپنی آخری تجویز پر عمل کرنا شروع کر دیا اور وہ یوں کہ فوج کو بعنوان این زہر کی مدد کے جہاز روانہ کرے اور جب یہ فوج جہاز پہنچے تو سب سے پہلے فرماندار پر قبضہ کر لے اور اس کے بعد کہ وہ اپنے جہاز سے اترے اور اس کی ذمہ داری کا خاتمہ کر دے۔

عقار نے اپنے ایک سپر سلاؤ شرنکل بنی ہوئی کچھ جہازیں قبیلے سے حقائق ہزار فوج کو کہ جن کے اکثر کام اور موافق اور ایسی تھے کہ جن میں سے صرف سات سو عرب تھے جہاز کی طرف روانہ کر دیا عقار نے اس صوبہ عقار کو یہ کہا کہ تم جہاز روانہ ہو جاؤ اور جب مدینہ پہنچو گے اطلاع دینا کہ میں آگے کا تجھے پتہ لگا رہا ہوں۔

اسامیل بن ضیم نے کہا کہ عقار چاہتا تھا کہ جب اس کی فوج مدینہ میں داخل ہو جائے تو وہاں ایک گورنر مین کر دے اور پھر این درس کو حکم دے کہ مکہ پر حملہ کرے اور اس کے زہر کا محاصرہ کر لے یا اس کے ساتھ جنگ کرے۔ این درس اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ روانہ ہو گیا لیکن این زہر عقار کے لشکر کی اس نقل اور انتقال سے بہت وحشت زدہ ہو گیا اور احتمال دیتا تھا کہ عقار نے کوئی اور پلاننگ کی ہے لہذا اس نے مہاس بن سعد کو دو ہزار جنگی آدمی دے کر کہ سے مدینہ روانہ کر دیا اور اسے حکم دیا کہ عقار کے لشکر کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکے اور اگر وہ اسرار کرے تو ان سے جنگ کرے لیکن زہر نے ٹھیک سمجھا تھا لیکن پھر بھی اسے شک تھا لہذا مہاس بن سعد کو سفارش کی کہ پہلے عقار کے لشکر کی آزمائش کرے اگر تجھے معلوم ہو کہ وہ واقعا میری اطاعت میں ہیں تو ان سے جنگ نہ کرنا ورنہ ان سے جنگ کرنا۔

دووں لشکر کی ملاقات:

عقار کے لشکر کی کہ جن کی تعداد تین ہزار تھی این درس کی کمان میں جہاز میں رقم نامی

جس پر ابن زہر کے لشکر کے ساتھ جو عباس بن کل کی کھانہ میں تھا ملاقات ہوئی۔

ابن دوس نے اپنے لشکر کو پانی کے ایک کنارے پر اتار دیا اور پہلی طرح فوجی تیاری میں تھے اس کے دائیں جانب سلیمان بن حمیر ہر لہن قبیلے کے اور اس کے بائیں طرف کچھ سالار عباس بن حمیرہ تھے اور خود ابن دوس پیادہ فوج کے آگے تھے۔

عباس بن کل ابن زہر کی فوج کے سپہ سالار ابن دوس کی ملاقات کے لیے لہن کے پاس گئے جب کہ اس کی فوج تنگی مادی اور کوئی فوجی تیاری اور ترتیب نہیں رکھتے تھے۔ عباس نے ابن دوس سے خواہش کی کہ تم ایک خیمے میں بیٹھ کر مذاکرہ کریں۔ ابن دوس نے اسے قبول کر لیا اور دونوں نے تجاویز اکرات شروع کر دیئے۔ عباس نے ابن دوس سے کہا خدا تم پر رحمت نازل کرے کیا تم ابن زہر کی اطاعت میں نہیں ہو؟ ابن دوس نے کہا کہ ہاں یوں ہی ہے۔ عباس نے کہا کہ ابن زہر کا حکم یہ ہے کہ تم وادی القریٰ جاؤ اور شام کی دشمن فوج سے جو وہاں موجود ہے مقابلہ کرو اور پھر تمہاری غرض بھی تو یہی ہے۔

ابن دوس نے کہا کہ مجھے آپ کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مدینہ چلاؤں اور وہاں جا کر ٹھہر جاؤں تاکہ مجھے مختار کا دوسرا حکم ملے۔ عباس نے کہا کہ اگر تم واقعی ابن زہر کی اطاعت میں ہو تو اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وادی القریٰ کی طرف لے جاؤں۔

ابن دوس نے کہا کہ مجھے اس طرح کا حکم نہیں دیا گیا ہے اور میں اس میں تیری اطاعت نہیں کروں گا میں مختار کے حکم کے تحت مدینہ کی طرف جاؤں گا وہاں پہنچ کر مختار کو کھڑا کر دوں گا جو وہ حکم دے گا اس پر عمل کروں گا۔ عباس بن کل نے جب سمجھ لیا کہ ابن دوس کسی صورت میں بھی میری بات ماننے کو تیار نہیں اور مصر ہے کہ وہ مدینہ کی طرف جائے تو سمجھ گیا کہ اس میں کوئی ٹکراؤ اور جھگڑا ہے لیکن اس کے سامنے یوں ظاہر کیا کہ میں تمہیں مدینہ جانے سے نہیں روک سکتا ہوں ابن

درس سے کہا کہ تیری سوچ درست ہے۔ تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کر لیکن میں تو وادی
القریٰ ہی جاؤں گا۔

عباس بن کل کی پلاننگ:

عباس نے ایک پلان تیار کیا کہ ابن دوس کو فریب دے اور اس طرح ظاہر کرنے کہ
ان کے درمیان کوئی خاص نزاع نہیں ہے اس نے چاہا تھا کہ جب ابن دوس کا اہتمام سے حاصل
ہو جائے اسے ایک مناسب فرصت میں غافل گیر کر دے۔ عباس بن کل اپنی فوج کی طرف
واپس لوٹ آیا اور کچھ تعداد کو سفیدوں کی انگوٹھیں دے کے ابن دوس اور اس کی فوج کے لیے بھیج
دیے۔ کہا جاتا ہے کہ ابن دوس کے ہر دس آدمیوں کے لیے ایک گوسفند بھیجا۔

ابن دوس اور اس کی فوج بہت زیادہ بھوکے تھے انہوں نے ابن کو سفیدوں کو ذبح کیا اور
کباب وغیرہ کھا کر شرواع کر دیا یہ دونوں فوجیں پانی کے کنارے اتری ہوئی تھیں۔ ابن
دوس کی فوج نے اپنے اسلحہ زمین پر رکھا ہوا تھا اور آرام کر رہے تھے۔
عباس کا غافل گیرانہ حملہ:

ابن دوس اور اس کی فوج بے فکر پانی کے کنارے آرام کر رہے تھے کہ اچانک ہزار
جنگی آدمیوں نے عباس کے حکم سے ان کا محاصرہ کر لیا۔ ابن دوس عباس کے مکر و فریب کی
طرف متوجہ ہوا لیکن بہت دیر ہو چکی تھی کیونکہ حملہ غافلگیرانہ واقع ہو چکا تھا۔ ابن دوس کی اکثر
فوج وحشت زدہ ہو کر فرار کر کے چھپ گئی ابن دوس نے اپنی فوج کو آواز دی اے خدائی لشکر
میری طرف آؤ شیطان کے ساتھیوں اور مجرموں سے جنگ کو۔ تم حق اور ہدایت پر ہو انہوں
نے ہم سے خیانت اور کرا اور فریب کیا ہے۔ لیکن ابن دوس کے ڈرپوک اور پست انسانوں نے
اس کی مدد نہ کی اور سارے بھاگ گئے سوائے ایک سو آدمی کے کہ جو ابن دوس کے ساتھ باقی رہے

گئے اور انہوں نے دفاع اور جنگ کرنا شروع کر دی لیکن حملہ آوروں کی تعداد زیادہ تھی کہ جس کی وجہ سے تھوڑی مدت میں اہلن دوس کے ساتھ بھی شہید ہو گئے اور اہلن دوس خود بھی اس خاکانہ معرکہ میں اہلن زبیر کے لشکر کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

ابن یوسف جو عباس بن اہل کی فوج میں تھا وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے اہلن دوس کے آدمیوں پر حملہ کر دیا اور مختصر جنگ کی اور اہلن دوس کے ستر کے قریب یاں اور اس کے محافظ قتل کر دیئے عباس بن اہل نے اپنا علم بلند کیا اور آواز دی کہ جو شخص اس پر چم کے نیچے آ جائے اور اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دے وہ اہلن میں ہوگا۔ اہلن دوس کے کچھ آدمی اس پر چم کے نیچے چلے گئے اور تقریباً تین سو کے قریب آدمی سلیمان بن جیسر ہمانی اور عیاش بن جسرہ جدلی کے ساتھ عراق کی طرف بھاگ گئے ابن سہیل نے ان کا پیچھا کیا اور ان تک چاہا پتا اور ان میں سے سو آدمیوں کو قتل کر دیا اور دو سو آدمیوں کو چھوڑ دیا وہ ٹھکے ماندے بھوکے پیاسے عراق کی طرف پلٹ گئے لیکن ان میں سے بہت زیادہ بھوک اور پیاس سے راستے میں ہلاک ہو گئے۔

اس جنایت کی عتاب کو اطلاع:

اہلن زبیر کے سپہ سالار عباس بن اہل کا اہلن دوس کی فوج کے قتل عام کی خبر عتاب کے لیے سخت حیران کن اور غیر متوقع تھی۔ یہ خبر وہ افراد لے آئے جو اس معرکہ سے بھاگ کر صحیح سالم کو ذبح گئے تھے عتاب نے لوگوں کو جمع کیا اور اس جنایت اور خیانت کی انہیں خبر دی اور کہا کہ جان لو کہ بد کردار لوگوں نے نیک اور صالح انسانوں کو شہید کر دیا ہے اور یہ مقدر اور خدا کی مرضی تھی۔

عتاب کا محمد بن حنفیہ کو خط:

عتاب نے اس واقعہ کے بعد ایک خط اس مضمون کا محمد بن حنفیہ کو دیا:

اے محمد! میں نے ایک فوج آپ کی مدد کے لیے بھیجی تھی تاکہ تمہارے دشمنوں کو تباہ کر

ے اور مجاز کو آپ کے تصرف میں دے دے انہوں نے آپ کی طرف حرکت کی لیکن اس

پہلے کہ وہ یہ بتائیں اس بعد میں اس مذہب کی فوج سے مدد ہوئے انہوں نے خدا کے نام پر جان سے انہیں دھمکا دیا اور محمد و جان محمدی کی کواڑ اور جب انہیں مطمئن کر دیا اچانک ان پر تار مار نہ حملہ کر دیا اور ان کا قتل عام کیا اگر آپ مصلحت دیکھیں تو میں ایک بہت بڑی فوج مدید روانہ کروں اور آپ اس فوج کی نمائندگی کرنے والے افراد میں کریں تاکہ مدید کے لوگ جان جائیں کہ میں آپ کی اطاعت میں ہوں اور یہ فوج آپ کے اختیار اور زیر فرمان ہے اور اگر آپ اس طرح کر لیں تو آپ دیکھ لینگے کہ مدید کے مطلب لوگ آپ اہل بیت کا حق بہتر جان جائیں گے اور وہ محبت اور طاق جو آپ کے خاندان سے رکھتے ہیں آپ کے ساتھ قیام جو جائیں گے اور یہ تو معلوم ہے کہ میں زہر کا خاندان معمولی سی حیثیت لوگوں میں نہیں رکھتا کیونکہ یہ خاندان کالم اور بزدلین ہے۔ والسلام۔

محمد بن حنفیہ کا جواب:

چونکہ محمد بن حنفیہ کو امام سجاد کی طرف سے صرف عمار کی اتنی تائید کرنی تھی کہ جس سے وہ شہداء کو بلا کے خون کا انتقام لے سکے اس سے زیادہ محمد بن حنفیہ کسی قسم کی حکومت کی تشکیل کرنے اور عمومی انقلاب کرنے کی فکر میں نہ تھے اسی بنا پر محمد بن حنفیہ نے عمار کی اس پیشکش کو رد کر دیا اور اس کے خط کے جواب میں یوں لکھا: اما بعد احرار اعطاط ہے میں نے اس کا وقت سے مطالعہ کیا ہے اور سمجھ گیا کہ تو میرا حق بہت بڑا چاہتا ہے اور ہماری خوشنودی کو چاہتا ہے لیکن میرے نزدیک سب سے محبوب کام یہ ہے اور اسی میں خدا کی اطاعت ہے کہ تم ہر شرط ہر وقت ظاہر و باطن میں اللہ کی اطاعت کرو اور یہ جان لو کہ اگر میں چاہتا ہوتا اور میرا ارادہ انقلاب لانے کا ہوتا تو لوگ میرے ارد گرد بہت جلدی اکٹھے ہو جاتے اور میرے ارد گرد بہت دوست جمع ہو جاتے لیکن میں نے اپنے آپ کو اس دواوی سے طعہہ کر لیا ہے اور صبر کو اپنا شعار منتخب کر لیا ہے تاکہ دیکھا جائے کہ خداوند عالم کیا چاہتا ہے اور وہی بہترین حکم کہ اللہ تعالیٰ

محمد بن حنفیہ کے معتقدین میں سے ایک عام صانع بنی سعود محمد بن حنفیہ کی زیارت کے لیے ان کے پاس گیا محمد بن حنفیہ نے خط سے دیا اور زبانی بلا سے کہا کہ غدار کو میری طرف سے کہا کہ خدا سے ڈرنا اور غور و خیز سے اعتبار کرنا۔ صانع نے کہا ہے کہ میں نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ کیا آپ نے یہ مطلب خط میں نہیں لکھا ہے۔ محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ میں نے اس خط میں اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہر نیکی اور خوبی موجود ہے اور برائیوں سے دوری ہے۔ جب محمد بن حنفیہ کا خط غدار کو ملا۔ غدار نے یہ خط لوگوں کو نہیں سنایا اور اجمالی طور سے اپنے دوستوں سے کہا کہ محمد بن حنفیہ نے مجھے ایسا حکم دیا ہے کہ جس میں خیر اور برکت ہے اور کفر اور خیانت سے مایوس ہے۔

غدار موجودہ حالات اور محمد بن حنفیہ کے خط کے بعد حجاز پر قبضہ کرنے سے قوی طور سے منحرف ہو گیا اور مناسب حالات اور شرائط کا انتظار کرنے لگا لیکن اہل بیت اور حجاز کے شیعوں کی مدد اور حمایت کرنے کے پروپیگنڈے کرنے پر زور دینا اور دھمکی دینا کا طریقہ اختیار کیا۔



دوسرا حصہ

محمد بن حنفیہ اور قنقنہ ابن زبیر

ہواشم عبداللہ بن زبیر کو خلیفہ اور حاکم کی حیثیت سے نہیں مانتے تھے اور اس کے خلیفہ ہونے کو کبھی تسلیم نہیں کرتے تھے۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے قیام کو قنقنہ سے تعبیر کیا

کرتے تھے۔ خاص کر محمد بن حنفیہ نے جو حضرت علیؓ کے بڑے فرزند تھے آپ عبد اللہ بن زہیر کی روحی حالت اور مقام ملی اور حسب دیاست کو خوب پہچانتے تھے کبھی بھی اسے خلیفہ اور مسلمانوں کا حاکم تسلیم نہیں کیا تھا اور اسے عبد اللہ بن زہیر خاندان کا خلیفہ طبعیہ السلام سے دشمنی اور عداوت رکھتا تھا اور ان کے مقابلے میں کھڑا ہوا تھا جناب محمد بن حنفیہ نے کبھی بھی عبد اللہ بن زہیر سے روابط نہیں رکھے تھے اور اس کی بیعت نہیں کی تھی عبد اللہ بن زہیر اہل بیتؑ کا خلیفہ طبعیہ السلام کے ساتھ بغض اور کینہ رکھتا تھا بنو ہاشم بہت زیادہ اس سے نفرت کرتے تھے باوجودیکہ وہ ان پر سختی کیا کرتا تھا اور جہد یہ کیا کرتا تھا بنو ہاشم حاضر نہیں ہوئے کہ وہ اس کی بیعت کریں۔

بلاذری نے کہا ہے کہ جب عبد اللہ بن زہیر محمد بن حنفیہ اور بنو ہاشم کے بیعت کرنے سے مایوس ہو گیا اور اور اور کوفہ میں عمار کا انتخاب کامیاب ہو چکا تھا اور اس عقیدت اور محبت سے جو عمار کو خاندان کا خلیفہ سے بالعموم اور اس کی اطاعت اور پیروی محمد بن حنفیہ اور امام زین العابدینؑ سے بالخصوص تھی موجب ہوئی کہ ابن زہیر ان سے سخت و دشت زدہ ہو گیا تھا اور کوفہ شہر کا ابن زہیر کی حکومت سے آزاد کرالینا اور اس کے گورنر اور اس کے گورنر کو وہاں سے نکال دینے اور عمار کے محمد بن حنفیہ سے زیادہ روابط یہ تمام کے تمام ابن زہیر پر گران اور خطرناک نظر آ رہے تھے لہذا ابن زہیر نے ارادہ کر لیا کہ جس طرح بھی ہو وہ محمد بن حنفیہ اور اس کے بھوؤں پر سختی کرے اور اگر پھر بھی وہ اس کی بیعت نہ کریں تو ان کو قتل کر دے ابن زہیر اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر عمار زیادہ طاقت ور ہو گیا تو محمد بن حنفیہ کی حیثیت اور مقام مضبوط ہو جائے گا اور اس سورت میں مکہ شہر اس کے تسلط اور حکومت سے نکل جائے گا لہذا عبد اللہ بن زہیر نے محمد بن حنفیہ اور بنو ہاشم اور ان کے شیعوں کو زہم کی غار میں قید کر دیا اور بہت سختی سے ان سے پیش آنے لگا عبد اللہ بن زہیر نے ان کے لیے ایک مدت معین کر دی اور انہیں پیغام دیا کہ اگر اس مدت میں انہوں نے اس کی بیعت نہ کی اور اس کی حکومت کو تسلیم نہ کیا تو وہ انہیں اسی غار میں

لکڑیاں ڈال کر تمام کو زندہ جلادے گا۔ ابن زبیر کا پیغام اس کے پہنچے عمر بن مروہ بن زبیر کے ذریعے محمد حنفیہ تک پہنچایا گیا۔ محمد بن حنفیہ نے بہت سختی سے ابن زبیر کے اہلی سے کہا کہ اپنے بچا کو میری طرف سے کہہ دو کہ تم بہت مشرور ہو گئے ہو اور اس طرح سے ہماری توہین اور قتل پر آمادہ ہو گئے ہو؟ اس نے محمد بن حنفیہ کا پیغام ابن زبیر کو پہنچا دیا۔

بنو ہاشم موت کے دھانے:

ابن ابی الحدید نے نج البلاغ کی شرح میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن زبیر نے محمد بن الحنفیہ اور عبد اللہ بن عباس کو سترہ بنو ہاشم کہ جن میں حسن مثنیٰ امام حسن علیہ السلام کے پوتے تھے شعب عامر ثانی عمار میں قید کر دیا اور عمار کے سامنے لکڑیوں کا ڈیر لگا دیا اس کا ارادہ تھا کہ اگر یہ اس کی بیعت نہیں کریں گے تو ان تمام کو اسی عمار میں زندہ جلادے گا۔ محمد بن حنفیہ نے غصہ طرے سے عمار کو پیغام بھیج دیا کہ ہمیں نجات دلواؤ۔ عمار نے اپنی فوج کا ایک گروہ روانہ کیا انہوں نے شب خون مار کر ان کو ہلاکت سے نجات دلوائی۔

عمار سے مدد کا طلب کرنا:

بنو ہاشم اور دوسرے چند لوگ جو محمد بن الحنفیہ کے ساتھ عمار میں قید تھے انہوں نے محمد بن حنفیہ سے کہا کہ بہتر ہے کہ آپ ایک پیغام عمار کو بھیجیں تاکہ وہ ہماری نجات کے لیے کوئی اقدام کرے محمد بن حنفیہ نے ان کی اس پیشکش کو قبول کر لیا اور جب عمار کے محافظ سو گئے تو عمار نے عراق کے شیعوں میں سے تین آدمیوں سے ارتباط پیدا کر لیا اور انہیں جلدی سے عمار کے پاس روانہ کر دیا اور خط میں اپنی حالت اور سرگزشت کا ذکر کیا اور اسے لکھا کہ اگر تم نے ہماری نجات کا کوئی راستہ نہ نکالا تو ہم سب کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ جس طرح میرے بھائی امام حسین کو کوفہ کے لوگوں نے تباہ چھوڑ دیا تھا اور اس کی مدد نہ کی تھی اسی طرح آپ میرے ساتھ نہ

کریں۔ ان آدمیوں نے محمد بن حنفیہ کا عطا کردہ کھانا کھا کر اس حالت سے سخت مضطرب ہوا۔ لوگوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے یہ خط پڑھا اور پھر کہا کہ یہ خط آپ کے بھائی کا خط ہے اور آپ اہل بیت کی اہل غصیت ہیں، انہوں نے انہیں پیکر ہوں کی طرح قید کیا ہوا ہے اور ان کے قتل اور چٹائے جانے کا خطرہ ہے اور ہر شخص ان کو صحت چھوڑ کر رہا ہے۔ میرا نام عمار بن یاسر ہے اگر میں ان کی مدد نہ کروں اور فوج در فوج ان کی مدد کے لیے روانہ نہ کروں اور کاہلیہ کے غزوہ (بین زہر) کی زد کی کو سیاہ اور چٹا کر کے نہ رکھ دوں۔

عمار کا جو ہاشم کی نجات کے لیے فوج کا روانہ کرنا:

ابن زہر کا جو ہاشم کو گرفتار کرنا اور ان کو صحت کی چھوڑ کرنا عراقی کے شیعوں کے لیے پریشانی کا باعث ہوا اور ان میں ایک خاص جوش و خروش پیدا کر دیا۔ عمار نے فوراً ایک کمانڈر کا دستہ تشکیل دیا کہ جن کی تعداد ساڑھے سات سو آدمی پر مشتمل تھی کہ جن کی ترتیب یوں بنائی۔

(۱) ستر آدمی ابو عبد اللہ جدی کی کمان میں۔

(۲) چار سو آدمی علی بن ابی طالب بن عثمان غنی کی کمان میں۔

(۳) سو آدمی ابی اسحاق کی کمان میں۔

(۴) سو آدمی جعفر بن قیس کی کمان میں۔

(۵) چالیس آدمی یونس بن عمران کی کمان میں۔

ان کا مجموعہ سات سو چالیس جنگی افراد بننا تھا۔ ان تمام کو مکہ پر حملے کرنے اور محمد بن حنفیہ اور عمو ہاشم کو آزاد کرانے کا حکم دیا۔ عمار نے ایک مختصر خط ان دو پہ سالاروں طفیل بن عامر اور محمد بن قیس کے ذریعے جناب محمد بن حنفیہ کو لکھا اور ظاہر کیا کہ آپ کے آزاد کرانے کے لیے چند دستے روانہ کر دیے ہیں ان کی مدد کے لیے چند گروہ دوسرے بھی روانہ کر دوں گا جو ان سے ملے ہو جائیں گے۔ پہلے گروہ ستر آدمیوں پر مشتمل ابو عبد اللہ جدی کی سرکردگی میں بہت تیزی

الحرام میں داخل ہو گیا جب کہ وہ نذراتِ حسین کا نعرہ لگا رہے تھے اور سیدھے زحرم کی غار کے طرف گئے۔

عبداللہ بن زبیر نے غار کے سامنے لکڑیاں اکٹھی کر رکھی تھیں کہ اگر بنی ہاشم نے اس کی بیعت نہ کی تو غار میں قید بنی ہاشم کو زندہ جلادے ابھی ابن زبیر کی مصیبتِ شہادت سے دو دن باقی تھے کہ غار کے کماطرہ زدہاں پہنچ گئے اس کو وہ نے پہلے غار کی حفاظت کرنے والوں کو دور ہٹایا اور ان لکڑیوں کو وہاں سے ہٹا کر دور بھینک دیا اور غار کے اندر داخل ہو گئے اور محمد بن حنفیہ اور بنی ہاشم اور دوسرے تمام زعمانیوں کو ایک دفعہ غار سے باہر نکال لائے۔ اس کو وہ نے پہلے طے شدہ منصوبہ کے مطابق اپنی کارکردگی کو مکمل کیا اور محمد بن حنفیہ کو احترام اور عزت کے ساتھ ایک اس کی جگہ پر بٹھل کر دیا اور محمد بن حنفیہ سے اجازت چاہی کہ عبداللہ بن زبیر اور اس کے کارندوں کا حساب صاف کر دیں لیکن جناب محمد بن حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا اور ان کے جواب میں کہا کہ تم ایسا نہ کرو میں حرمِ جو امن کی جگہ ہے خون بہانے کو حلال نہیں سمجھتا۔

شیعوں کی ابن زبیر سے ملاقات:

کہہ عبداللہ بن زبیر کا پایہ تخت تھا اور وہ اسے اپنی خلافت کا مرکز سمجھتا تھا۔ غار کے پیچھے ہوئے آدی کو وہ درگاہِ خاصِ ہیبت سے مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور اپنے ہمراہوں کے ساتھ حج اور عمرہ بجالائے اور ان کا امیر حج ابو عبداللہ جدلی تھی۔ غار کے اس گروہ کا زحرم غار پر اچانک حملہ اور زعمانیوں کو آزاد کرا لینے نے عبداللہ بن زبیر کو سخت مضطرب اور پریشان کر دیا تھا۔ غار کے پیچھے پہ سالاروں اور ابو عبداللہ جدلی کے ساتھ عبداللہ بن زبیر سے ملاقات کو گئے۔ ابن زبیر اس غیر متوقع واقعہ سے ناراحت اور پریشان تھا ان سے خطاب کرتے ہوئے فریاد کی اور کہا کہ تم خیال کرتے ہو کہ میں محمد بن حنفیہ اور دوسرے بنی ہاشم کو آزاد کروں گا بخدا جب تک وہ میری بیعت نہیں کریں گے میں ان سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ ابو عبداللہ نے حتیٰ

اور باقد رت اور اسے سے اس کا یہاں جواب دیا جی ہاں! کہہ اور کن اور مقام کی قسم اور اس خدا کی قسم جو طلال اور حرام کرتا ہے اگر تم نے معمولی سی بھی اس بارے میں مزامت کی تو میں تمہیں اس طرح ٹھیک کر دوں گا کہ جس کو تم کبھی فراموش نہیں کرو گے ابن زبیر اس حالت میں بہت ڈر چکا تھا لیکن اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا بڑے آرام سے اللہ کا جواب دیا کہ تم تو کوئی چیز نہیں صرف ایک آدمی کی مادر ہو۔ بخدا اگر میں اپنے آدمیوں کو اجازت دے دوں تو ایک ساعت سے کمتر تمہاری نکال دیتی کہ میں نے اس وقت ایک اور پہ سالار قیس بن مالک نے ابن زبیر کو دے ان ممکن جواب دیا اور کہا بخدا اگر تم اس طرح کا ارادہ کرو گے تو اس سے پہلے کہ تم ہمیں کوئی ضرر پہنچاؤ میں ایسی مصیبت اور بلا تیرے اوپر لاؤں گا کہ تم پریشان ہو جاؤ گے۔ محمد بن حنفیہ کے حامیوں کی کہ جنہیں آپ ساکت رہنے کا حکم دے چکے تھے ابن زبیر کے ساتھ بہت زیادہ جرح و بحث ہوئی لیکن محمد بن حنفیہ کے ساکت رہ جانے کے حکم دینے سے ختم ہو گئی۔ محمد بن حنفیہ نے اپنے حامیوں سے باصرار تقاضا کیا کہ جنگ کرنے کا اقدام نہ کریں اور مسجد الحرام میں فتنہ پانہ کریں اور ابن زبیر سے حرض نہ ہوں۔

مخار کے انقلاب کی کامیابی:

دوسرے گروہ کہ جنہیں مخار نے روانہ کیا تھا وہ بھی مکہ میں داخل ہوئے اور مسجد الحرام اور یا ثارات الحسین کا نعرہ لگا رہے تھے اور امام حسین علیہ السلام کے خون کا انتقام لیے جانے کی خانہ خدا کے زائروں اور ابن زبیر کو خبر دے رہے تھے۔ ابن زبیر اس گروہ کے هجوم سے سخت خوف زدہ ہو گیا اور ان سے کوئی تعرض نہ کیا۔ محمد بن حنفیہ اور اس کے شیعہ مکہ سے باہر نکل کر شعب علی والی جگہ چلے گئے اور وہاں رہنے لگے اور یہ تقریباً چار ہزار آدمی تھے۔ مخار کے پیچھے ہوئے شیعہ ابن زبیر کے خلاف نعرہ لگا رہے تھے اور اصرار کے ساتھ محمد بن حنفیہ سے تقاضا کرتے تھے کہ وہ اجازت دیں تاکہ ابن زبیر کا حساب پاک کر دیں لیکن محمد بن حنفیہ انہیں اجازت نہیں دیتے

تھے۔ محمد بن حنفیہ نے اس مال اور درہم اور دینار کو جو بہت کافی مقدار میں عمار نے بیچا تھا شعب علی والی میں رہنے والے بنی ہاشم اور شیعوں میں تقسیم کر دیا۔ عمار کی زندگی کا یہ روشن اور درخشان کارنامہ ہے جو عمار کے خلوص اور دلیری اور ہمدردی اور فداکار اور ہامی اہل بیت ہونے کو ظاہر کرتا ہے، ہمیشہ کے لیے شان و ستار ہے گا۔



چودھویں فصل

پایان کار

﴿مصعب ابن زید اور مختار کی جنگ﴾

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ کوفہ کے اشراف اور عراق کے سردار جن کا کربلا کے واقعہ میں دخل تھا سب کوفہ سے بھاگ کر مصر میں مصعب بن زید سے اسی سال اس کے بھائی عبداللہ بن زید کی طرف سے مصر کا گورنر بنایا گیا تھا پناہ لے چکے تھے ان فراریوں کو طم تھا کہ اگر کوفہ واپس گئے تو ان سے انتقام لیا جائے گا اور ان کی موت قطعی ہوگی یہ لوگ دن رات مصعب کو اہماتے رہتے تھے کہ مختار سے جنگ کرے اور کوفہ کو اہل بیت کے طرفداروں اور شیعوں سے آزاد کرائے۔ محمد بن اصف ان لوگوں میں سے تھا جو مصعب کو مختار سے جنگ کرنے پر ابھارتا رہتا تھا محمد بن اصف کوفہ میں منافقوں کا رئیس شمار ہوتا تھا اور اس کا کربلا کے واقعہ میں بہت بڑا کارنامہ تھا۔ مختار اس کی تلاش میں تھا اور اس کے گل کو جو کوفہ سے باہر اصف نامی دیہات میں تھا خراب کر دیا تھا۔ اسی طرح کوفہ کے منافقین کا سرخندہ عیث بن ربیع تھا جو غوامیہ کا بہت بڑا دست راست تھا اور کربلا کے واقعہ میں شام کی فوج کا سالار اور کربلا کے واقعہ میں جنت کا رہتا تھا اور دوسرے مختار کے اہلاب کے مخالف اور خدا ربھی مصعب بن زید کو مختار سے جنگ کرنے کی تحریک کیا کرتے تھے ان سب نے مصعب کو مختار کے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا اور خود مصعب بھی مصر کے لوگوں کو مختار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے تیار کرنے کا مددگار بن گیا تھا۔

دختری نے کہا ہے کہ کوفہ سے لیا گیا کرہ اور آنے والوں کی تعداد میں ہزار کے قریب تھی اور وہی پتے جو مصعب کوئی رکھا تھا جنگ کرنے پر آمادہ کر رہے تھے۔
انقلاب کے خلاف تحریک:

حبيب بن بدیل نے کہا ہے کہ عیث بن ذکوان کے ساتھ جنگ میں فراز کر کے ہزار آگیا اور ہزار میں داخل ہونے کی عیثی حالت میں ایک عجمی کی دم اور کانوں کو کاٹ کر جب کہ اس سے خون بہہ رہا تھا پٹی بٹا کو پھاڑ کر ہزار و ہزار فراز کر کے اور آگیا۔ ہزار مصعب بن زبیر کو اطلاع دی گئی کہ ایک آدمی اس حالت میں ہزار داخل ہوا ہے اور مدد و طلب کر رہا ہے اور اس کی قیادہ پٹی ہوئی اور ہلال اس کی حالت ہے۔

مصعب نے اسے فوراً پہچان لیا اور کہا کہ ہاں وہ سوائے عیث بن ذکوان کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ کام وہی انجام دے سکتا ہے اسے اندر لے آؤ عیث بن ذکوان سے جو عیثی دلائے والی تھی مصعب بن زبیر کے ہاں وارد ہوا اور کوفہ کے فراری اشراف کو جب اس کے مصعب بن زبیر کے ہاں آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی مصعب کے پاس آ گئے اور تمام انقلاب کے مخالفین کا وہاں پہنچا کر رکھا اور انہوں نے دلائے فرار کرنا شروع کیا مگر مصعب سے کہا کہ کوفہ کے لوگ عمار کے قلم سے لگے آچکے ہیں اور تمام غرض اور ناغرض ہیں۔ عمار نے غلاموں اور بے دلوں اور ایرانی غلاموں کو کوفہ کے اشراف کی گرتوں پر ہزار رکھا ہے اور ان کے ذریعے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے کچھ کو قتل اور کچھ کو قید کر دیا ہے اور امرار کرتے ہوئے مصعب سے تقاضا کیا کہ وہ ایک بہت بڑا حملہ عمار پر کرے اور انہیں نے وعدہ کیا کہ کوفہ کا پانچویں ستون (مخالفین) بھی اس کا ساتھ دے گا مصعب کو عمار کے ساتھ جنگ کرنے کا ہوا بڑا محرک محمد بن عیث تھا اور وہ بھی وہاں موجود تھا محمد بن عیث کے بلا کے قلعہ میں چارے کاروں کے ساتھ سے ایک تھا اور مصعب بن زبیر اس کے بڑے سحرام کا قائل تھا اور جب سے ہزار و ہزار

تھا اسے اپنے پہلو میں بٹھاتا تھا اور اس کی بات پر ترحیب اثر دیتا تھا۔ محمد بن اصفہ کا بہت زیادہ اصرار تھا کہ مصعب عمار کے ساتھ جگ کرنے کا اعلان کرے۔ مصعب نے محمد بن اصفہ سے کہا کہ ٹھیک ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن جب تک مہلب بن ابی صفر میرے پاس نہ آجائے میں عمار کے ساتھ جگ شروع نہیں کروں گا مہلب بصرہ کا مشہور نامور بہادور تھا اور اس وقت مصعب کی طرف سے فارس کا گورنر معین کیا جا چکا تھا یہ شخص جنگی امور کا ناہر اور فعال اور بڑا سیاسی آدمی تھا۔ مصعب نے مہلب کو خط لکھا کہ جتنا جلدی ہو سکے وہ بصرہ واپس آجائے اور خط میں اسے کوفہ پر قبضے کرنے کا اشارہ بھی دیا۔ مہلب نائل نہ تھا کہ وہ اس جگ میں شریک ہو اس نے مصعب کو اس بہانے سے جواب دیا کہ میں فارس کے فرائض کی جمع آوری میں مشغول ہوں اور ابھی بصرہ واپس نہیں آسکتا ہوں۔

ابن اصفہ کی ماموریت:

کوفہ کے فرازی اشرف کا اصرار کہ مصعب عمار کے ساتھ جگ کرنے کا اعلان کرے تو مصعب بھی ان کے اصرار پر اس کے لیے حاضر ہو گیا بالخصوص محمد بن اصفہ جو جگ کرنے کا بہت زیادہ اصرار کر رہا تھا اور زور دے رہا تھا وہ حاضر ہو گیا کہ یہ خود فارس جائے اور مہلب کو بصرہ لے آئے۔ (محمد بن اصفہ اپنے آپ کو عراق کے بزرگوں میں شمار کرتا تھا اس کی یہ شان تھی کہ مصعب کا اچھی بن کر فارس جائے لیکن اس کا جگ کرنے کا اصرار اور مصعب کی اس کے لیے یہ شرط کہ جب تک مہلب اس کے پاس نہیں آئے گا وہ جگ نہیں کرے گا یہی سبب ہوا کہ محمد بن اصفہ نے مہلب کو بصرہ لے آنے کا ذمہ لے لیا لہذا ابن اصفہ مصعب کی طرف سے پیغام رسان کی حیثیت سے فارس مہلب کے پاس گیا اور مہلب سے کہا کہ میں مصعب کی طرف سے تیرے لیے ایک مہم پیغام لایا ہوں اور وہ یہ ہے کہ جتنا جلدی ہو سکے تو اپنی فوج کے ساتھ واپس لوٹ جائے۔) مہلب نے مصعب کا خط لیا اور ایک

تجب انگیز نگاہ محمد بن اشعث پر ڈالی اور کہا تجھ جیسی شخصیت سے ایک ایچی کا کام لیا گیا ہے کیا مصعب کے پاس اور کوئی آدمی نہ تھا کہ اسے اس کام کے لیے روانہ کرے محمد بن اشعث نے کہا کہ بخدا میں نے آج تک کسی کے ایچی ہونے کا کام انجام نہیں دیا ہے اور اب بھی میں اس عنوان سے نہیں آیا ہوں لیکن بد بختی کے حالات اور واقعات سبب ہوئے ہیں کہ میں تیرے پاس آؤں۔ ہمارے غلام اور مردے ہم پر مسلط ہو چکے ہیں اور بے سرو پا آدمی ہماری عورتوں اور بچوں پر ظلم کر رہے ہیں اور ہمارے اموال کو غارت کر رہے ہیں اب نوبت آخری دم تک پہنچ چکی ہے۔ محمد بن اشعث کی چرب زبانی موجب ہوئی کہ مہلب بصرہ کی طرف واپس آنے کے لیے حاضر ہو گیا۔

مہلب کا بصرہ واپس آ جانا:

مہلب بن ابی صفر جو ابن زبیر کی طرف سے فارس پر گورنر تھا محمد بن اشعث کے اصرار پر بہت زیادہ مال اور اپنی فوج لے کر بصرہ واپس آ گیا اور بصرہ میں داخل ہوتے وقت اموال اور فوجیوں کا مظاہرہ اور نمائش کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوا اس وقت تک بصرہ والوں نے کسی کو اس جیسا با عظمت اور شان و شوکت والا انسان نہیں دیکھا ہوا تھا۔ مہلب کچھ آرام کرنے کے بعد مصعب بن زبیر کی ملاقات کے لیے قصر کے دروازے پر آیا۔ مصعب نے اذن عام دے دیا تھا کہ جو چاہے اس کے پاس آ جائے۔ قصر کا دربان مہلب کو نہیں پہچانتا تھا مہلب کے سامنے آیا اور کہا کہ اجازت لے کر اندر جاؤ۔ مہلب بہت زیادہ غصے میں آیا اور ایک مکار دربان کو مارا کہ جس سے اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ دربان جب کہ اس کے ناک سے خون بہہ رہا تھا پریشانی کی حالت میں مصعب کے پاس آیا مصعب نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو نہ راحت ہو کر آواز دی کیا ماجرا ہے ایسا کیوں ہوا ہے دربان نے کہا کہ ایک آدمی کہ جسے میں نہیں پہچانتا اس نے مجھے مکارا رہا ہے۔ اسی دوران مہلب مصعب کے پاس آ گیا جب دربان کی نگاہ مہلب

پر لڑنے سے کہا کہ اس نے مجھے مارا ہے چنگھ صاحب طلب کا بہت زیادہ احترام
کے ساتھ ہیں سے بہت کمال سے کہا جاتا ہے اس سے کمال ہوا ہوا ہوا کام کرو۔
جنگ کا نتیجہ:

صاحب بن زبیر اپنے مہمانی عبداللہ بن زبیر کی طرف سے تازہ مصرہ اور خوب عراق
کا گوند لایا تھا جس نے کوفہ پر قبضہ کرنے اور عراق کے قسبوں کو سخت دباؤ کرنے کے لیے
مصرہ کے لشکروں کی لاکھ بندی کی اور اپنے لشکر کو جنگ کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ کوفہ کے تمام
فراری اور عمار کے انقلاب کے خلاف اشراف اور سردار عمار کے انتقام لیے جانے کے خوف
سے مصرہ میں ہٹانے چکے تھے یہ تمام ابن زبیر کے ساتھ اپنے وسائل کے ساتھ عمار کے ساتھ
جنگ کرنے میں شریک ہو گئے اور ابن کی اکثریت کر بلا کے ساتھ میں شریک تھی اس وقت عمار
کی فوج سے مصرہ کی حمایت میں نہیں بلکہ ابن زبیر کے ساتھ مل کر جنگ کرنے میں شریک
ہو گئے ہیں صاحب بن زبیر نے جنگ کرنے کے مقدمات فراہم کر لیے تھے طلب اور اس کی
فوج کے آ جانے سے حرکت کرنے کے لیے آمادہ ہو چکا۔ صاحب نے مصرہ سے باہر ہذا کبر
کے نزدیک ایک علاقہ کو اپنی فوج کی چھاونی بنائی اور اس دستوں کو وہاں جا کر بے شکم دیا۔
پانچویں روکن سے شروع ہوا:

صاحب نے عمار کی حکومت کے مرکز کوفہ کے بڑے شہر میں انتشار پھیلانے اور ضد
انقلاب اور عمار سے ناراض لوگوں کو جو مجبور وہاں رہ رہے تھے اپنے ساتھ ملانے کی غرض سے
عبدالرحمن بن نوفل جو فراریوں کا سردار تھا اپنے پاس بلا کر حکم دیا کہ وہ قتل طور سے کوفہ میں داخل
ہو جائے اور ناراض لوگوں کو معلوم کر کے انہیں صاحب کے ساتھ مل جانے کی ترغیب دلائے اور
اسے مدد کی کہ تمام سے ہو سکتا ہے ان لوگوں کو جو عمار سے ناراض ہیں اپنی طرف مائل

کرے اور تاکیدی کہ ان سے غلطی مٹنے سے اس کی بیعت لے۔ جی ہاں! ایک دلدہ بھارتیخ
 تکرار کر رہی ہے اور اس دلدہ بھارتیخ کے لوگوں نے بہت بڑی خیانت انجام دی ہے۔
 کوفہ کے لوگوں کی خیانت:

طبری نے لکھا ہے کہ بہت سے عمار کے اطرافوں نے عمار سے کنارہ کشی کر لی اور
 اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور چھپ گئے۔ عمار کی ایک سال تک جنگ اور امام حسین ؑ کے خون
 کے انتقام لینے جیسا بڑا کارنامہ بجالانے کے بعد پھر سے کوفہ والے اس سے منہ کانہ طریقے
 سے روگرد ہو گئے لیکن غلام اور موالی اور ایرانی مسخفت جو یہی عمار کا سرمایہ تھے آخری وقت اور
 آخری آدمی تک عمار کے انتقام کی حمایت کرتے رہے اور سے کوفہ کے اشراف اور بزرگ
 اور وہ لوگ جن کی توقعات مادی تھیں اور عمار سے خاوی اور قبائلی تعصب کی توقع رکھتے اور عمار
 ان کے پیچھے پر پورا نہ اترے اور ان کی خواہشات نفسانی کی امیدوں کو پورا نہ کیا تو انہوں نے عمار
 کی مدد سے ہاتھ اٹھالیا اور شکر رہے کہ ہوا کا رخ کدھر ہوتا ہے تاکہ اس طرف طغیوں اور چڑھتے
 سورج کو سلام کریں اور چونکہ عمار نے بنو امیہ اور ان کی قبائلی تعصب اور عربوں کو بغیر عرب
 پر برتری کی سیاست کو غلط اور لغو قرار دیا تھا اور تمام مسلمانوں کو ایک ٹکڑے سے دیکھتے تھے اور ان
 میں بدل اور انصاف کا رویہ اختیار کر رکھا تھا دیا پرست اور طغیوں کوفہ والے کہ جنہوں نے
 ساہا سال سے قبائلی تعصب اور بے صداقتی کے ذریعے اپنے لیے ایک مقام اور شرافت پیدا کر
 رکھی تھی عمار کی علوانہ سیاست سے روگردان ہو گئے اور کوفہ کے بہت زیادہ لوگ کہ جن کے
 رشتہ داروں سے عمار نے امام حسین ؑ کا انتقام لیا تھا اور ان کے قبیلے کے افراد اور بزرگ
 مارے جا چکے تھے ان تمام افراد نے عمار کی مدد سے کنارہ کشی کر لی۔ عمار نے پھر سے انہیں
 غلام اور موالی اور ایرانیوں اور حضرت علی ؑ کے ظلم شیعہ اور اہل بیت ؑ کے پیچھے کے سخت
 داروں کی جنہوں نے اپنے تمام وجود سے دفاع کیا اور عمار کی فوج کے پیچھے سے انہیں نکال دیا۔

سے جی اسناد کی اور اپنی فوج ترتیب دی۔ مصعب نے تمام وسائل فراہم کر کے مختار سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اور مصعب کو فوج کے انقلاب کے مخالف جو بھروسہ میں تھے اور کوفہ کے داخلی منافقین کی مدد سے مختار سے جنگ کرنے کے لیے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

مصعب کی فوج:

مصعب نے اپنی فوج کو کوفہ کی طرف حرکت کرنے کے لیے آمادہ کیا پہلے ایک دستہ مقدمہ انجوش کے طور پر عباد بن حصین کی کمان میں جو بنی تمیم کے قبیلے سے تھے روانہ کر دیا۔ مصعب نے اپنے لشکر کے مینہ پر عمر بن عبید اللہ کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مقرر کیا۔ اور مالک بن مسیح کو بکر بن وائل قبیلے پر سالار قرار دیا اور یہ بہت بڑا قبیلہ تھا اور میسرہ کے پانچوں طرف رہا کرتا تھا۔ اور مالک بن منذر کو عبد القیس قبیلے پر سالار بنادیا اور اخف بن قیس کو جمہ قبیلے پر منصوب کیا اور زیادہ بن عمرو اذی کو اذہ قبیلے کی کمان دی اور قیس بن یشم کو میسرہ کے باہر قبائل کا سالار بنادیا۔

مختار کا رد عمل اور تقریر:

مختار کو مصعب کے جنگ کرنے اور فوج کو کوفہ کی طرف روانہ کرنے اور مخالفین انقلاب کا ان سے مل جانے کی جب خبر ملی تو فرصت کے فوت ہونے سے پہلے مختار نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور انہیں دفاع کرنے کے لیے تیار کیا اور ان کے سامنے سحرانی کی آپ نے حمد اور ثناء باری تعالیٰ کے بعد فرمایا اے کوفہ والو! اے حق کے پیروکارو! اے حق کے حامیو! اے غریبوں کے مددگارو! اے خاندانِ پیغمبر اور اہل بیت کے شیعو! تمہارے فراریوں نے تم سے خیانت کی ہے اور اپنے ہم مذہب اور ہم نگر والے فاسق اور بے دین سے مل گئے ہیں اور ان کو گمراہ کیا ہے اور دھوکا دیا ہے تاکہ حق سے جنگ کریں اور حق کو نابود کر دیں اور باطل کو زندہ

کریں اور اللہ کے دوستوں کو قتل کریں بخدا اگر تم شتم ہو گئے تو دوبارہ مکر زندہ ہو جائے گا اور اللہ کی اس زمین پر افتراء اور جھوٹ کا بول بالا ہو جائے گا اور خاندانِ مطہر کو دوبارہ ظمن اور سب کریں گے۔ تم آخر بنِ حمیڈ کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور دشمن کو روکو اگر تم اس سے جنگ کرو گے تو اللہ اللہ امیر ہے کہ وہ عا د اور ارم کی قوم کی طرح نابود ہو جائیں گے۔

مخاریکی فوج کا سالار:

مخاری نے لوگوں کو جنگ کرنے کے لیے آمادہ کر لیا اور ساتھ ہزار کا لشکر امیر بنِ حمیڈ کی فرماندگی میں جو مخاری کا موردا تھا اور شجاع اور قلع اور اہل بیتِ عظام کا سخت حامی اور محبت کرنے والوں میں شمار ہوتا تھا اور لوگ بھی اس سے محبت کرتے تھے تشکیل دے دیا اور تمام دودستے جو پہلے سے ابراہیم اشتر کی کمان میں تھے اسی نظم اور ترتیب کے ساتھ اسی دھندہ ابنِ حمیڈ کی کمان میں قرار دے دیے۔ کچھ لوگ ابنِ حمیڈ کو جنگ کرنے میں ابراہیم سے بہتر قرار دیتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ ابراہیم اور انہیں جس طرح کا ہونا چاہیے تھا وہ مخاری سے دیا نہیں کیا کرتا تھا اور سستی کرتا تھا اگرچہ یہ مطلب بے اساس اور بے خود تھا کیونکہ ابراہیم نے اہم مواقع میں اپنا امتحان دے دیا تھا ابراہیم نے انقلاب کی ابتداء سے انہیں زیادہ کے ساتھ اہم جنگ تک انقلاب کے مقدس ہدف کی مدد کی تھی لیکن اس جنگ میں ابراہیم کیوں حاضر نہ تھا شاید یہ اس وجہ سے ہو کہ اس وقت ابراہیم کوفہ میں نہ تھا اور مخاری نے اسے شام کی فوج کی سرکوبی کے لیے موصل میں مہین کر رکھا تھا اور مخاری نے اسے حکم دے رکھا تھا کہ شام کی فوج کو شکست دینے کے بعد اسی علاقے میں رہے اور وہیں حکومت کرتا رہے۔ اور وہ خط جو محمد بنِ حنفیہ نے ابتداء میں ابراہیم اشتر کو لکھا تھا اس میں آپ نے لکھا تھا کہ جو علاقہ بنی امیہ کی حکومت سے آزاد کر لیا جائے اس پر ابراہیم اشتر کو حاکم بنایا جائے اسی وجہ سے اس اہم اور سرِ لاشٹ جنگ میں ابراہیم اشتر موجود نہ تھا۔ لیکن کیا یہ عقیدہ تھا کہ اس نے اس جنگ میں ابراہیم اشتر سے یہ مطلب نہیں کی تھا کہ اسے

ضرورت کی بنا کہ جلد ہی میں ابراہیم اشتر کو یہ حکم پہنچے اور اسے مختار سے آگاہ کرنے اور اسے
 مصعب بن زہر کے ساتھ جگ کرنے کا حکم دے اسوں کے مختار نے ایمان نہ کیا اور مختار نے اس
 بہادر اور قوی ابراہیم سے استفادہ نہیں کیا۔ نتیجہً آخر میں مصعب اپنی جگہ ایک اہم شخصیت ہیں اور وہ
 تجربہ کار فدا کار مختار سالار بھی تھے لیکن ان تمام خصوصیات کے باوجود ابراہیم اشتر سے اس کا
 قیاس نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی احتمال دیا جاسکتا ہے کہ مختار شام اور عراق کی سرحد کی حفاظت
 کرنے کو اہم سمجھتے ہوں اور عبدالملک کے دعوے اور خطے سے مطمئن نہ ہوں اس لیے مختار نے
 ضرورتی سمجھا کہ ابراہیم اشتر موصل میں رہ کر شام کی فوج کو روکے رکھے کہ کہیں وہ دوبارہ عراق
 پر حملہ نہ کر دے اسی واسطے مختار اور اس کے بارہ اور اصحاب نے مصعب کیساتھ جگ کرنے کو
 اپنے ذمہ لے لیا تھا اور ابراہیم اشتر کو طلب نہیں کیا گیا تھا۔

اختیار فوج کی عظیم:

ابن عساکر نے اپنی فوج کو کوفہ کے باہر حمام الصین کی جگہ پر اکٹھا کیا اور فوج کے مسلح
 دستے وہاں آنے شروع ہوئے۔ ابن عساکر نے اپنی فوج کو عظیم کیا فوج کے مقدمہ انجوش پر
 عبداللہ بن کمال کو مقرر کیا اور پھر اسے فوج کے میمنہ پر تعین کیا اور فوج کا میسرہ عبداللہ بن
 وہب جسی کے سپرد کیا سوارہ فوج کی کمان رزین بن عبد سلول کے ذمہ لگائی اور پیادہ فوج کی
 کمان یحییٰ بن اسماعیل کندی کو دی موالی اور ایرانی دستوں کی کمان کیسان ابو عمروہ کو جو پولیس کا بڑا
 افسر تھا دے دی۔ تمام سالاروں اور افسروں نے اپنی فوج کو عظیم اور مرتب کیا اور تمام فوج کمال
 طور سے مسلح ہو گئی۔

فوجوں کی ملاقات:

مختار کی فوج روانہ ہوئی اور جب حرار نامی جگہ پر پہنچی تو دشمن کی فوج نے مصعب بن
 زہیر کی کمان میں وہاں پہنچاؤ والا ہوا تھا۔ عبداللہ وہب جو فوج کے میمنہ کا سالار تھا ابن عساکر

کل فوج کا سالار تھا اور فوج کے درمیان مل رہا تھا اس کے پاس گیا اور اس کے سامنے یہ پیشکش کی موائیوں اور غلاموں ایرانیوں کی تعداد فوج میں بہت زیادہ ہے میں ان کی استطاعت اور ڈٹے رہنے سے مطمئن نہیں ہوں مجھے ڈر ہے کہ جب جنگ شروع ہو اور ان پر غزے اور تلواروں کے وار شروع ہوں تو وہ کہیں اپنے گھوڑوں کے ساتھ طرار نہ کر جائیں اور تجھے پیادہ فوج کے درمیان تھما نہ چھوڑ دیں لہذا ابھر ہے کہ ان کو پیادہ فوج عادیں اور قھوڑے سے سوار رہیں اگر یہ پیادہ ہو کٹر ہیں تو پھر یہ استطاعت کریں گے اور ڈٹے رہیں گے۔ عہد اللہ کی یہ پیشکش خلوص پشٹی نہ تھی کہ کھدہ خود حرب تھا اور ایرانیوں اور غلاموں سے خوش نہ تھا اور کوفہ میں بھی ان سے اچھا سلوک نہیں کیا کرتا تھا اس کا قصہ یہ تھا کہ اکبرؑ کے جانے والے ایرانی اور غلام ہوں اور انہیں مصیبت میں مبتلا کرے چونکہ ابن حمید عہد اللہ پر احماد کیا کرتا تھا اس نے اس کی اس پیشکش کو اھسانہ سمجھا اور اس کی بات پر عمل کیا اور آواز دی اے آبرو شدگان تم پیادہ ہو جاؤ اور میرے ساتھ مل کر جنگ کرو انہوں نے بھی اپنے سالار کی اطاعت کی اور پیادہ ہو کر پیادہ فوج سے ملے ہوئے ابن حمید کے پرچم کے نیچے آ گئے۔

جنگ کا آغاز:

انقلابی فوج ابن حمید کی سالاری اور دشمن کی فوج مصعب بن زہیر کی سالاری میں سو فیصدی جنگ کرنے کے لیے غدار نامی جگہ میں ایک دوسرے کے آئے سامنے پر ہوئیں حملہ کرنے کے اعلان سے پہلے مصعب بن زہیر نے اپنے ایک معاون کو جو عہاد بن حصین تھا اور سوار فوج کا سالار تھا علیؑ کی فوج کی طرف بھیجا اور انہیں یہ پیغام دیا کہ ہم تمہیں کتاب اور سنت وغیرہ اور امیر المؤمنین عہد اللہؑ کی زیہرؑ کی بیعت کی دعوت دیتے ہیں اگر تم اسے قبول کر لو تو ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے ابن حمید نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ہم بھی تمہیں کتاب اور سنت وغیرہ اور رسولؐ کی اطاعت اور امیر علیؑ کی بیعت کی دعوت دیتے ہیں اگر تم قبول کر لو تو ہم خلافت

کے مسئلہ کو خاندانِ شہید کی شوری پر چھوڑ دیتے ہیں اگر تم ہماری شکایت کو قبول کر لو تو کتنا بہتر ہوگا اور ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے اور اگر تم نے اسے قبول نہ کیا تو ہم تم سے بیزار اور تمہارے ساتھ جہاد کریں گے۔ عہاد یہ پیغام پہنچا کر واپس مصعب بن نفیہ کے پاس آیا اور ابنِ حمید کا مصعب بن زہیر کو پیغام پہنچایا۔ جب مصعب نے عمار کے اصحاب کا ایسا ہند عقیدہ دیکھا تو پھر تاخیر کرنے کو جائز نہ سمجھا اور حملہ کر دینے کا حکم دے دیا اور اپنے سالار عہاد کو یہ حکم دیا کہ جلدی اپنی فوج کی طرف جاؤ اور حملہ کر دو۔ عہاد نے حملہ کا آغاز کر دیا لیکن حمید اور اس کی فوج نے اس کے حملے کو ناکام بنادیا اور عہاد سے کوئی پوشیدی نہ ہو سکی اور اپنے مرکز کی طرف پلٹ آیا۔ اس وقت مصعب بن زہیر کے بھادر سالار مہلب بن ابی صغیر نے جو فوج کے میسرہ کا ذمہ دار تھا لیکن حمید کے سینہ فوج پر جو عبداللہ بن کمال کی کمان میں تھا حملہ کر دیا ان میں بہت سخت جنگ ہوئی عبداللہ پیادہ ہو گیا اور بہت سختی سے دشمن کے حملے کو ناکام بنادیا اور دونوں طرف کی کافی تلفیات ہوئیں مہلب بھی کوئی پوشیدی نہ کر سکا اور اپنے مرکز پر واپس لوٹ آیا۔ اس کے بعد مہلب نے اپنی کمان میں فوج کو فریاد کی کہ مردانہ حملہ کرو اس قوم نے تمہاری جان لینے کی تہذیب کر رکھی ہے پھر سے مہلب کی فوج پر ایک گاری ضرب لگی اور اس کے کافی لوگ فرار کر گئے لیکن عبداللہ مردانہ وارڈار ہا اور ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا اور ہمدان قبیلہ بھی اس کے ساتھ مردانہ وارڈار ہا۔ عبداللہ کمال شاکری اس دلیر اور جوانمرد سالار نے شجاعت کے جوہر دکھلائے اور یہ بجز پڑھ رہا تھا۔

میں شاکری جوان ہوا اور میں شامی قبیلے سے ہوں میں انقلابی جوان ہوں۔

مصعب بن زہیر کا سالار عمر بن عبید اللہ تھوڑے زمانے تک عبداللہ بن انس شاکری سے لڑتا رہا اور بالآخر اپنے لشکر کے مرکز کی طرف پلٹ گیا۔

سالار کی شہادت:

مصعب بن زہیر کی فوج نے ابنِ حمید کی فوج پر حملہ کر دیا۔ ابنِ حمید اور اس کے اکثر

فوجی پیادہ تھے ان کا مقابلہ ابن زبیر کے سوار فوج سے ہو گیا ابن حمیط کے بہت سے پیادہ شہید ہو گئے اور ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور فرار ہو گئے لیکن ابن حمیط آخری وقت تک ان کے مقابلے میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔

جی ہاں! احمر بن حمیط بہادر قوی اور سر سخت اہل بیت کا دوست اور دفاع کرنے والا تھا اس کا سارا وجود خاندان رسالت کے عشق میں غرق تھا وہ اپنے امتحان میں کامیاب ہو گیا وہ عمار کے انقلاب کے آغاز سے عمار کا بہترین وفادار دوست تھا محمد بن حنفیہ اس کا خاص احترام کرتے تھے بلکہ بعض نے کہا کہ یہ ابن حمیط ہی تھا کہ جس نے عمار کو انقلاب میں وارد کیا اور دشمنان خدا سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی۔ ابن حمیط تھا کہ جس نے محمد بن حنفیہ سے امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے جنگ کرنے کی اجازت لی تھی ابن حمیط تمام جنگوں اور لڑائیوں میں عمار کے ساتھ شریک رہا اور کربلا کے سانحہ میں قاتلوں اور شریک لوگوں کے نیست و نابود کرنے میں بہت زیادہ کردار ادا کیا اور آخر میں اپنے مقدس ہدف میں مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (اللہ تعالیٰ اس کی پاک روح پر اور اس کے ساتھی جنگجوؤں کے ارواح پر درود اور رحمت ہو)

عمار کے اس سالار کے قتل ہو جانے کے بعد مصعب کی فوج میں زیادہ جرات آ گئی اور وہ گردہ جو ابھی تک جنگ کر رہے تھے اور ڈٹے ہوئے تھے انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ ان کے ساتھی فرار کر گئے ہیں تو انہوں نے آواز دی اے بھیلہ اور خشم والو! مقابلہ کرو اور ڈٹے رہو۔ ادھر سے مہلب مصعب بن زبیر کا سالار کہہ رہا تھا کہ فرار کر جاؤ اسی میں تمہاری نجات ہے کیونکہ تم اپنے آپ کے ان دو غلاموں ابن حمیط اور ابن کامل کے لیے قتل ہوتے ہو۔ خدا تمہاری کوشش کو ناکام کرے مہلب اور اس کی فوج تھوڑی سی مقدار پیچھے ہٹ گئی اور میدان جنگ میں لڑنے کی اس نے اپنی فوج کو دیکھا اور کہا کہ آج ہم پر کافی نقصان وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد

اپنے سواروں سے کہا کہ ان شہید کے ہاتھ پادہ فوج پر حملہ کرو ان شہید کی ہاتھ پادہ فوج
تخریق ہوئی اسیان میں سے بہت سے شہید ہو گئے اور جو کچھ ہاتھ رو گئے تھے یہاں اور صحرا
میں فرار کر گئے۔ معصوب نے اپنے ایک سالار عبداللہ حصین سے کہا کہ اپنے سواروں کے ساتھ
بیادہ بھاگنے والوں کا پیچھا کرو اور حکم دیا کہ جسے پکڑو اس کی گردن اڑا دو (یہ بھی معصوب کی
جائیات کی خصوصیات سے ہے۔)

محمد ابن اصف کو فوج کے سرداروں میں سے ایک فراری تھا کہ جس نے معصوب کے
ہاں جا کر پناہ لی تھی اور یہی کر بلا میں یزید کے لشکر کا سالار تھا اور اہل بیت خلیفہ اور شہیدان علی علیہ السلام
کے سخت دشمنوں میں سے تھا۔ معصوب نے اس خبیث انسان کو فراری مخالف انقلاب کا جرمہ
میں پناہ لے چکے تھے سالار بنا دیا تھا اور ابن اصف سے کہا تھا کہ اب تم جانو اور کو فوج کے انقلاب
کے مخالف تمہارے خونی رشتہ والے۔ اس جنگ میں انہوں نے بہت زیادہ قساوت قلبی کا بھرہ
کے لوگوں کی نسبت مظاہرہ کیا۔ یہ عمار کی فوج کے جب رو برو ہوتے اور کسی کو قیدی بناتے تو فوراً
اسے قتل کر دیتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ایک قیدی کو بھی نہ بخشا۔ طبری نے لکھا ہے کہ عمار
کی بیادہ فوج جو زیادہ تعداد میں تھی اغلب قتل ہو گئی اور جو قیدی بنائے گئے انہیں بھی قتل کر دیا گیا
ان میں سے تھوڑے سے سوارہ فوج کو کو فوج عمار کے پاس جا پہنچے۔

دشمن کی قساوت:

معصوب کی فوج نے قساوت قلبی سے انتہائی حملہ کیا۔ اس دفعہ عمار کی فوج نے بہت
زیادہ نقصان اٹھایا معصوب کی فوج کا ایک آدمی بنام معاویہ بن قرہ اپنے وحشیانہ حملہ جو اس نے
شیعوں کے خلاف کیا تھا یوں بیان کرتا ہے کہ میں نے ایک شیعہ کی آنکھوں میں نیزہ مارا اور
اسے حرکت دیتا تھا یہاں تک کہ وہ مر گیا ایک شخص نے مجھے کہا ایسا کیوں کر رہے ہو میں نے کہا
کہ ہمارے نزدیک ان کا خون بہانا کافروں اور ترک اور دہلیس سے زیادہ حلال ہے۔ معاویہ بن

قریب قسب القلب مرد مصر کے ہونے کوں میں سے تھا اور یہ مصعب بن زید کی طرف سے مصر میں تاجی تھا۔

ایشی ہدانی نے اس جنگ کے بارے میں شعر کہے ہیں کہ جن سے انکا زید کے شیعوں کے خلاف جانیات ظلم ظاہر ہوتے ہیں:

- (۱) کیا تم نے سنا ہے کہ بھلے کے قبیلے پر زید کے مقام پر کیا وارد ہوا۔
- (۲) ان پر تمام ان نیر سے اور کو ابد کی مار اس طرح پر رقی قوی جیسے بھلا ان پر گدی ہو۔
- (۳) اگر خیراگز کو فہ سے ہو تو عمار سے کہ سنا کہ تیرے بارہوں پر کیا گزری۔
- (۴) بھلا ان اور صحرا میں فرار کرنے والوں اور مارے جانے والوں سے میرا دل شک ہوا۔
- (۵) میری قوم کا چلاک ہو چکا مگر چودہ خود آئے تھے میرے لیے خوشگوار نہ تھا لیکن وہ جار اور نیک اور ذلت جو عمار پر وارد ہوئی ہے اس سے میں خوشحال ہوا ہوں۔

یہ ایشی ہدانی بنو امیہ کے زمانے کا مشہور شاعر تھا وہ گرجا اپنے آپ کو خاندان بنو نضر کا محبت جانتا تھا لیکن عمار اور شیعوں کے کوفہ میں انقلاب کرنے سے ناواقف تھا اور اسے پسند نہیں کرتا تھا اس نے کچھ اشعار عمار کے خلاف بھی لکھے ہیں کہ جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ کوفہ کے سرداروں حجاج کے خلاف جنگ کرنے میں ان کے ہمراہ تھا اور کچھ اشعار عبدالرحمن اعصف بن قیس کی مدح میں لکھے ہیں کہ جس نے حجاج کے خلاف قیام کیا تھا ان اشعار میں عمار اور حجاج دونوں کو ٹھنڈے قبیلے کے دو کذاب کہا ہے۔ یہ ایشی خوارج کا حامی اور دوست نہ تھا اور عبدالرحمن بن اعصف کیساتھ ہو گیا تھا۔

دشمن کی کوفہ کی طرف پیش قدمی:

مصعب نے اپنی فوج کو واسطہ کے زار سے عبور دیا تاکہ کوفہ کی طرف پیش قدمی کرے اس زمانے میں ابھی واسطہ شہر نہیں بنایا گیا تھا۔ مصعب کسکسے گزرا اور خوشاد نہر جو

فرات سے ٹکڑی تھی وہاں پہلا۔ مصعب نے گھبرا کر بڑھ کر اور زخمی اور جن کا ہمارا سا مان اور
کروڑ انسان ہیں رہ جائیں۔ سوار فوج کشتیاں پر سوار ہو کر نہر عبور کر کے دوسرے نہر قوسان
تک جا پہنچی اور اس نہر کو عبور کر کے فرات نہر تک جا پہنچی۔ فضیل بن خدیج کہتے ہیں بہرہ کے
یہ لوگ کشتی پر سوار ہو کر دوسری طرف جاتے تھے اور اپنی کشتیاں کو بہت رحمت سے کھینچ کر
کنارے پر لگاتے تھے اور یہ شعر پڑھتے تھے: ”مصعب نے ہمیں کھینچنے کی مادہ بھی دے دی
ہے“ مصعب کی فوج نے پانی کے رستے عبور کر لیے اور فوج کے غریب کنارے جا پہنچے وہاں
سے تمام فوج کو نکال کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے بہت سے لوگوں کی کشتیاں گارے میں
پنس گئیں تھیں۔ فرات کا پانی صاف چھوٹی نہروں میں تقسیم ہو گیا ہوا تھا اور پانی اچھی طرح کم
ہو چکا تھا وہ کشتیاں چھوڑ کر یاد وہاں سے گزرتے ہوئے ٹھک جاتے تھے۔ مصعب کی سوار
فوج بھی نہر کے کنارے سے گزرتی ہوئی وہاں پہنچی جہاں فوج نے اپنا مرکز قرار دیا ہوا تھا
مصعب نے اپنی فوج کو یہاں پر دوبارہ منظم کیا تاکہ کوفہ کی طرف نکلے سے جنگ کرنے اور کوفہ
پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ ہو جائیں۔

ناگوار خبر:

ابن حمید کی فوج کے شکست کھا جانے کے بعد جو لوگ بچ گئے تھے وہ جلدی میں کوفہ
پہنچے اور اپنی فوج کی شکست کی ناگوار خبر عمار کو دی اور بتلایا کہ فوج کا سالار احمد بن حمید اور
عبد اللہ کامل شہید ہو گئے ہیں۔ ہم یہ جان کر چکے ہیں کہ عمار کے زیادہ فوجی ایرانی تھے جو قاری
میں بات کرتے تھے۔

طبری نے لکھا ہے کہ جو لوگ واپس آئے تھے راستے میں قاری بولتے تھے اور انہوں
نے کہا کہ اس دفعہ اس نے جھوٹ بولا ہے (ابن دفعہ دروغ گفت) یہی صحیح جملہ طبری نے نقل
کیا ہے کہ جسے اس نے ابی محف سے نقل کیا ہے مگر اس قاری جیلے کا عربی میں ترجمہ کر کے لکھا

ہے۔ یہ واضح ہو کہ جب عمار نے اپنی فرج امین حمید کی سلامتی میں مصعب کی فرج سے لڑنے کے لیے روانہ کی تھی تو عمار نے کہا تھا کہ جاؤ کہ انشاء اللہ فرج یاب ہو گے اور وہ قلم ماحولہ اسلام کی طرح نابود ہو جائیں گے اسی جملے کی تائید ملتے جلتے میں وہ کہہ رہے تھے کہ عمار نے اس دوسرے جھوٹ بولا ہے۔ لیکن جھوٹ کی عمار کی طرف نسبت عمار کے مقام اور منزلت کے لحاظ سے دینا چھینا درست نہ تھا۔ ان کی اس طرح کا کہنا بھی اس پر وہ بیگانہ کا خیر اور اثر تھا جو دشمن ماکٹر اور مر جب عمار کو کذاب کہا کرتے تھے جس نے دوستوں میں بھی اثر دکھلادیا ہے۔ عمار نے فرج کے جذبے کو ابھارنے اور بلند کرنے کی غرض سے یوں انشاء اللہ کے جملے سے کہا تھا اب جبکہ وہ کامیاب نہیں ہو سکے تو کسی طرح نہیں کہا جاسکتا ہے کہ عمار نے جھوٹ بولا تھا۔

عمار کی عمر فرج جو امیرانوں پر مشتمل تھی اس کا قتل ہو جانا اور فرج کے سالار کا شہید ہو جانا اس خبر نے عمار اور اس کے اصحاب کو بہت سخت ناگوار اور مصیبت زدہ کر دیا عمار نے ارادہ کر لیا کہ وہ خود جنگ میں وارد ہو جائے۔

دو پارہ فرج روانہ کرتا:

عبدالرحمن ثقفی نے کہا ہے کہ میں عمار کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ امین حمید کی شکست کی خبر عمار کو ملی عمار سخت ناراحت ہوا اور میری طرف توجہ کی اور بولیں کہا کہ بخدا ان غلاموں اور موالیوں کا بہت زیادہ قتل عام ہوا ہے کہ جس کی میں نے ایسی کوئی مثال نہیں دیکھی۔ پھر کہا کہ امین حمید اور امین کامل بھی قتل ہو گئے ہیں اور پھر سالاروں اور جو تعداد وہاں قتل ہوئی تھی اس کا نام لیا پھر جبکہ بہت زیادہ متاثر تھا بولیں کہا کہ جو لوگ اس جنگ میں قتل ہوئے ہیں ان کی ایک قبیلے سے اندیش زیادہ تھی۔ عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ ہاں درست ہے اور یہ بہت سخت جان کن مصیبت ہے لیکن عمار نے بہت آرام سے یہ جملہ کہا کہ موت سے چارہ نہیں ہے موت میرے نزدیک امین حمید کی موت سے محبوب تر نہیں ہے اس کی تھی شرافت و تعداد موت

جہنم میں لے گیا کہ میں نے ہمارے اس بھائی کو لے کر اپنے اہل و عیال کو لے کر گروہ
 فتح ہندوستان اور فتح ہندوستان کے بعد اس کو کتاب کیا اور جنگ کر کے لے گیا اس کو قتل ہو جائے۔
 اس کو لے گیا کہ معصوب کی فوج پانی اور جنگ کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 ہمارے اپنی فوج کو لے کر آیا اور معصوب کے مقابلے کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 کے طور پر لے گیا کہ ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 شدہ کو کوئی طرف لے گیا کہ ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 دینے کے لئے ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 جس کے نام یوں لے گیا کہ ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 کا پانی کم ہو چکا تھا معصوب کی فوج کھیتوں کے ذریعے ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے
 پہنچ چکی تھیں اور کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے۔

ہمارے اپنی فوج کو حوروں کی جگہ پر مستقر کیا تاکہ معصوب کی فوج اور کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے اور ہندوستان کے لئے کوئی طرف ہندوستان کا راجہ دیتی ہے۔
 درمیان دکانوں اور مال ہو۔

دونوں فوجوں کی عظیم:

ہمارے اپنی فوج کو عظیم کیا۔ مہینہ پر سلیم بن یزید کندی کو اور میرہ پر سعید بن محمد
 ہمدانی کو مہینہ پر سعید بن یزید کندی کو اور میرہ پر سعید بن محمد
 کو قرار دیا اور یہاں فوج کو مالک بن عمر ہمدانی کی کمان میں دیا اور ہمارے خود تمام فوج کی کمان
 سنبھالی۔

معصوب بن زہیر نے بھی اپنی فوج کو عظیم کیا اس نے اپنی فوج کے مہینہ پر مہلب بن
 ابی ہفرو کو اور میرہ پر سعید بن یزید کندی کو اور میرہ پر سعید بن محمد
 فوج پر مہلب بن یزید کندی کو اور میرہ پر سعید بن محمد نے خود تمام فوج کی کمان سنبھالی۔

غبار کی فوج کی استقامت اور پائیداری کہ کھاتواپنی فوج کے بعد سالار مہلب کو پیچھا دیا کہ تم حملہ کیوں نہیں کرتے ہو؟ مہلب نے کہا کہ تم بھلا جب تک مناسب موقع اور فرصت میرے سامنے نہ ہوگا میں حملہ نہیں کروں گا میں اپنے کسی کامیابی کی صحت کے اردو اور نیم فیلڈ کوکل نہیں کروں گا مہلب جنگی امور میں بوجہ زیادہ تجربہ کار اور مستمر انسان تھا غبار نے اپنے ایک اور دستے کو جو جہاں بن جہد کی کمان میں تھا حکم دیا کہ غبار کے قبائل پر حملہ کرے اس نے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں پیچھے دیکھتے پر کامیاب ہو گیا اور ان پر کافی سخت حملے کیے اور وہ پیچھے مصعب کے پیچھے چلے گئے اس وقت تک جنگ غبار کی فوج کے نفع میں تمام ہو رہی تھی اور وہ کامیاب ہو رہے تھے اور فرصت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ مصعب خود غبار کی فوج کے سامنے آیا اور دواؤں زمین پر نہ کر کے اور الٹی شروع کر دی اور مصعب فرار ہونے والوں میں شمار نہیں ہوتا تھا۔

مصعب غبار سے لڑ سوس کر رہا تھا اور مضطرب تھا وہ دیکھتا رہتا تھا کہ سالار مہلب کو پیچھا دیا کہ پہلے پورا حملہ کیوں نہیں کرتے ہو؟ کس چیز کا انتظار کر رہے ہو مہلب نے کہا کہ ابھی حملہ کرنے کا وقت نہیں آیا اور مصعب کے حکم کی پیمائش کی اور خود اسی طرح اپنی فوج کو لیے دونوں طرف جنگ کو دیکھتا رہا لیکن حملہ کرنے کے لیے پوری طرح آمادہ تھا اچانک مہلب نے جب دونوں طرف کی فوجیں آپس میں لڑ رہی تھیں اپنی فوج کو حملہ کر دینے کا حکم دے دیا۔

جگ اپنے آخری نقطہ تک:

مہلب نے اپنی فوج کو آواز دی کہ تم جب سے جنگ شروع ہوئی ہے آرام سے کھڑے ہو اور حملہ نہیں کیا تمہارے بھائی بہت اچھی جنگ لڑ رہے ہیں اب تمہاری باری ہے حملہ کرو اور غبار سے مدد طلب کرو اور قدم بھاؤ۔ مہلب کی فوج کا زور دوم مطالب کی طرح غبار کی فوج پر ٹوٹ پڑی جنگ کے شعلے بلند ہوئے اور جنگ اپنے اوج تک پہنچی غبار کی فوج نے اس کے مقابلے میں بھی مردانہ وار جنگ کی لیکن غبار کی فوج تھک چکی تھی اور دشمن کی فوج بہت زیادہ

تھی دشمن کی فوج نے غدار کی فوج کو دو ہم برہم کر دیا بہت مقابلے کے باوجود دشمن کو ہار دہم فوج کے مطالبے میں نہ شہر کے مجبور بہت نقصان اٹھانے کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور جنگ کا پلازمہ کی فوج کے حق میں برابری ہو گیا۔

عبداللہ بن عمر زہدی غدار کے بہادر سالاروں میں سے تھا صفین کی جنگ میں امیر ابوہشیم کا ساتھ دے کر معاویہ کی فوج سے لڑ چکا تھا وہ اس جنگ میں یوں کہ رہا طلبے میرے خدا میں جمہرات کی صفین کی جنگ میں جس عقیدے پر قیام بھی اسی عقیدہ پر ہوں۔ خدایا میں اس سے بڑا نہیں کہ جو پشت کر کے فرار کر گئے ہیں اور مصعب کی فوج سے بھی بڑا ہوں۔

سالار کی شہادت:

عبداللہ بن عمر زہدی بہادر اور شہان سالار نے اپنی کھلا دیام سے نکالی اور دشمن کے لشکر کے عقب پر حملہ کر دیا اور اتنی جنگ کی کہ وہ شہید ہو گیا۔ غدار کا بھڑکنا اور فوج کا سالار اتنے زہر کی فوج سے شہادت پا گیا۔ غدار کی فوج کو شش کر دی تھی کہ فرار کرنے والوں کو نہ کہیں اور خوب لڑ رہے تھے لیکن غدار کی فوج کے بہت زیادہ اتحاد کے فرار کر جانے سے غدار کی فوج کا بہت زیادہ جانی نقصان ہو گیا اور جو جو انفرادی سے لڑ رہے تھے وہ سب شہید ہو گئے۔

غدار کی فوج کے ایک اور سالار مالک بن عمر زہدی جو یہاں فوج کی نکلان کر رہے تھے جب اس نے دیکھا کہ غدار کی فوج فرار کر رہی ہے تو وہ بہت زیادہ ناراحت ہوا اور مردانہ وار جنگ کرنی شروع کر دی۔ اس کے بعض دوستوں نے دیکھا کہ اس کی جان خطرہ میں ہے تو اس کے سامنے کھڑا اے آیا اور کہا کہ آپ بھی فرار کر جائیں۔ اس بہادر اور شہان انسان نے اسے قبول نہ کیا اور ان سے یوں کہا کہ مجھے جیل ہونے سے کیا فائدہ ہوگا پھر اگر میں جنگ کر دوں اور قتل ہو جاؤں میرے لیے اس سے بڑا ہے کہ مجھے کھر میں قتل کر دیا جائے۔ وہ دلاور صریح بھری آواز دی کہ اسے فتح مند و کہاں ہوا اتحادت کرنے والوں کو کیا ہلا ہے۔

میں نے اس کی پوجا کی۔

[illegible]

مالک بن عمرو کہنے لگا یہاں ہی ہو دلیر کا کی وجہ سے ابو بکر بن کلاب چلا جاتا تھا اس نے محمد بن احمد کو بھیج دیا اور سوچا کہ تمہارے اس دشمن کو ہلاک کر دے۔ اس کا ہلاک ہو جانا کوفہ کے شہروں کے لیے بہت زیادہ خوشی کی خبر تھی لیکن مصعب اور ہمرہ کی فوج کے لیے یہی خبر اس کی انتہائی تکلیف تھی۔ اس نے لکھا کہ کوفہ اور اس کے خواتین میں احمد کو قتل کیا ہے لیکن ابن احمد کا قتل کیا ہے۔ مستقر تھا کہ ابن احمد کا چال عبدالملک انشاء اللہ کوئی تھا۔ محمد بن احمد کے قتل ہو جانے سے عمار کے اصحاب میں ایک تلوار جوش پیدا ہوا اور وہی رانے آواز دی اسے میرے دوست اور اہل ایمان صلے کو پر حملہ کرو۔ انہوں نے ابن کوفہ پر جو انکلاب کے مخالف ہیں اور عمار کے مخالف ہیں اور وہ جسے بھی قتل کیا۔ ابو بکر بن ان کے مراد نہ اور جنگ کی اور شہید ہو گیا۔ ان بہادر سالاران نے اسلام کا ترش ادا کر دیا اور اپنی زندگی کے آخری لمحات تک پیغمبر علیہ السلام کے خاندان سے صلہ رکھا اور اسی راستے میں اپنی آرزو یعنی شہادت کو حاصل کر لیا۔ محمد بن احمد کے قتل پر ہمرام نے بہت دلدادہ شدہ کہہ دیں۔ اشی ہمدانی نے ایک مفصل قصیدہ جو تین بیسٹر مشتمل ہے کہا ہے۔

خطرناک رات

میں میں رواج تھا کہ صبح کے وقت جنگ شروع کرا دیتے تھے اور رات ہوتے ہی جنگ چڑھ کر دینچے تھے اور آرام کرتے تھے اور اپنے دشمنوں کو اٹھاتے تھے اور ان کا علاج کیا کرتے تھے اس عادت کے برخلاف عمار کے ساتھ اس جنگ میں صبح سے لے کر رات بھر جنگ ہوتی رہی اور ایک لمحہ کے لیے بھی اسلحہ زمین پر نہ دکھایا گیا۔

جب صبح کی فوج نے عمار کی فوج کو فرار کرتے ہوئے دیکھا تو جنگ کو باقی رکھے نہ بے عمار اپنے چچا ایک گروہ کے ساتھ جو عمار کے ارد گرد پروانہ دار قربان ہوا ہے تھے جنگ کرتا رہا۔

سعید بن عمار کی طرف سے سالار تھا اپنے ستر ساتھیوں کے ساتھ جو حمزوی سے جنگ لڑتا رہا اور خود اس کے سب ساتھی شہید ہو گئے۔

سلیم بن جریہ کھڑی جو عمار کی طرف سے سالار تھا اس کے اکثر ساتھی یا مارے گئے تھے یا فرار کر گئے تھے اپنے قبیلے کے بچاؤ اس آدھوں کے ساتھ جنگ کرتا رہا اور سب شہید ہو گئے۔

عمار صوں کر چکا تھا کہ اس کی فوج مقابلے کی طاقت نہیں رکھتی اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرار کر چکے ہیں لیکن خود وہ شہید ہو جانے کے قصد سے اپنے قہوڑے سے آدھوں کے ساتھ میدان میں ڈھارہا۔ اور اپنے قہوڑے سے آدھوں کے ساتھ آخر رات تک جنگ کرتا رہا۔ آخر شب جب عمار کے بعض دوستوں نے حالت بہت زیادہ خطرناک دیکھی اور سالاروں کے قتل ہو جانے اور عمار کے خاص دوستوں کے مارے جانے سے جیسے عاصم بن عبداللہ الادی اور عیاش ابن خازم بھائی احمد بن حمید وغیرہ سے اپنی کمزوری کے احساس سے بچے بہت جانے کا قصد کر لیا تھا لیکن اہلانی قبیلے کا ایک گروہ بہت سخت مقابلہ کر رہا تھا اور آواز بلند کر رہا تھا کہ ان کو کھاروں سے قتل کرو اور مر دانا وار جنگ کرو۔ لیکن ان کی حمزوی

تعداد سے کوئی اہم کام انجام نہیں پارہا تھا اور جتنی راست و صلیقہ جاری تھی عیار کے مطابق کہتے
کتر ہوتے جا رہے تھے کیونکہ بکھراؤ کر چکے تھے اور جو حالات کنہ سے تھے وہ شدید ہو گئے
عیار کے بعض دوست اس کے پاس آئے اور پیش کی اسے اصرار طلبی فروغ پر اگندہ ہو چکی یہ
اور بہت زیادہ لوگ فرار کر گئے ہیں پھر یہ ہے کہ آپ بھی کوفہ پٹ جانیں اور پھر اٹھانہ میں جا
رہیں تاکہ شہر میں دشمن سے جنگ کر سکیں۔

عیار کا کوفہ لوٹ جانے کا پیرگز ارادہ نہ تھا اپنے اطراف میں نگاہ کی اور حالات کا
چاندہ لیا اس وقت اس غرض نہاد کرنے والوں کو یوں حجاب دیا جب میں یہاں آیا تھا تو میرا
واپس جانے کا ارادہ نہ تھا اب جبکہ ہمارے آدمی چلے گئے ہیں اللہ کا نام لے کر سوار ہو چکا اور
کوفہ کی طرف روانہ ہو چکا۔

شہر کی طرف واپس لوٹ آنا:

عیار اپنے معمولی سے ساتھیوں کے ساتھ اس امید پر کہ کوفہ کی مرکزی حکومت کو محفوظ
کر سکے کوفہ کی طرف واپس لوٹ آیا تاکہ دوبارہ جنگ سے خود کو محفوظ اور مرتب کر کے کوفہ کا
دفاع کر سکے عیار اور مصعب کی یہ جنگ فرات کے غریبی کنارے بے ارمانی ملاتہ میں واقع
ہوئی۔ مورخین نے اس جنگ کو یوم المذکرہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

دشمن کی فوج کی حالت:

مصعب المذکرہ اور اس کے معاون مہلب بن ابی صفرہ اور محمد بن اشعث اور صرہ کی
فوج کی غرض عیار کو قتل کرنا تھا انہوں نے اس جنگ میں عیار کا بہت زیادہ جانی نقصان کیا اور
اس کے حمہ سالاروں کو قتل کر دیا کہ چان کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے اور سالار محمد بن
کوفہ قتل ہو گئے لیکن اس کے متاثرے میں عیار کا جانی نقصان زیادہ ہو گیا اور عیار کی فوج کی

حکمت کی حمد و مدح عوام کی فوج کا فرزند کر جانا اور کوفہ پہنچا تھا۔ مصعب نے اپنی فوج سے فوج کو کوفہ کو فتح کرنے کی غرض سے کوفہ کی طرف روانگی کا حکم دیا۔ مصعب کی بصرہ کی فوج نے مغرورانہ انداز سے اپنے وسائل کے ساتھ کوفہ کی طرف حرکت شروع کی۔ راستے میں مہلب نے مصعب کی طرف متوجہ ہو کر مغرورانہ انداز میں کہا اے امیر! یہ کتنی عمدہ فتح اور کتنی بہترین کامیابی! اگر محمد بن اصفہ قتل نہ ہوتا تو مصعب نے کہا یہ بدست ہے خدا عمر پر رحمت نازل کرے۔ تھوڑا سا آگے بڑھے تو پھر مصعب نے مہلب سے کہا تمہیں معلوم ہے کہ عید اللہ بن علی ابن ابی طالب بھی قتل ہو گیا ہے مہلب نے کہا کہ لانا اللہ وانا الیہ راجعون مصعب نے کہا کہ اس کا دل بہت چاہتا تھا کہ عید اللہ کی فتح کو دیکھے۔ اس کا عیاری گردن پر بہت زیادہ حق ہے۔ جانتے ہو کہ اس کا قاتل کون ہے؟

مہلب نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ مصعب نے کہا کہ اس کے قتل کرنے والا وہ تھا کہ جو خیال کرتا ہے وہ اس کا شیعہ ہے اس کے باوجود کہ اسے بچا جاتا تھا اسے قتل کر دیا۔

یہ وضاحت کر دینی ضروری ہے کہ عید اللہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے اس کے ہاں فرزند تھے۔ وہ عید اللہ کے کامیاب ہو جانے کے بعد کوفہ آیا تھا اور عید اللہ سے بہت زیادہ توقع رکھتا تھا لیکن عید اللہ نے اسے زیادہ اہمیت نہ دی تھی۔ وہ دوسرے کوفہ کے لوگوں کی طرح کوفہ سے بصرہ چلا آیا اور مصعب بن زبیر کے ہاں پناہ لے لی مصعب بظاہر اس کا بہت زیادہ احترام کیا کرتا تھا لیکن دل میں اس سے خطرہ محسوس کرتا تھا۔ مصعب اسے عید اللہ کے ساتھ جنگ میں اپنے ساتھ لے آیا تھا اور اس کی زیادہ شہوری کیا کرتا تھا کہ عید اللہ اور کوفہ کے شیعہ جو اہل بیت کی حمایت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں کہ عید اللہؓ کا فرزند ہمارے ساتھ ہے مصعب اسے جنگ میں کھینچ لایا اور بطور ملوک وہ رات میں قتل ہو گیا چونکہ یہ واقعہ مؤرخین کے درمیان اشتباہ کا موجب ہوا ہے لہذا ہم اس کے بارے میں حقیقت اور تحقیق کرنے میں تا کیامل آج

دانش و علم کے لئے جو کچھ ضروری ہے اس کو حاصل کر کے تاکہ حقیقت روشن اور واضح ہو جائے۔



دوسرا حصہ

مشکوٰۃ قل

تاریخ میں ہر اہل حق سے جان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابی طالبؑ کے ساتھ مطلقہ کر دیا اور مصعب کے ساتھ مل کر عمار کے ساتھ جنگ میں شریک رہا۔ رات کے حملے میں عمار کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ عمار کے دشمنوں نے علیؑ کے لئے عمار کے لاش کے ساتھ وہ ہاتھ سے عمار کے خلاف فوج بھیج دی۔ یہ سب کچھ سن کر عمار نے اس واقعہ میں جو کہا ہے اس کا غلط فہمی ہے:

(۱) بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابی طالبؑ کے لشکر میں تھا اور عمار کے لشکر کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ عبداللہ کی ماں اہل بیت مسعودی کے عمار کے اصحاب نے اسے لڑائی کی جنگ میں قتل کر دیا وہ پہلے عمار کے ساتھ تھا اس نے عمار سے حکومت طلب کی تھی اور کہا تھا کہ لوگوں کو اس کی بیعت کی دعوت دے۔ عمار نے اس کی اس بات کو نہ مانا تو وہ عمار سے ہٹا ہو گیا اور مصعب بن زبیر کے ساتھ چلا گیا۔ مصعب کی عمار کی جنگ میں دونوں لشکر کے حملے میں قتل ہو گیا۔ مصعب کے پاس اسے اپنی عمارت میں لے گیا۔

ان سب نے طبقات میں لکھا ہے کہ عید اللہ تبارک سے عزائم آپ اور کوفہ میں عمار کے پاس وارد ہوا اور اس سے کئی ایک مطالبے کیے کہ جنہیں عمار نے قبول نہ کیا عمار نے اس سے سوال کیا کہ کیا تم مہدی محمد بن حنفیہ سے کوئی خط لے آئے ہو۔ عید اللہ نے جواب دیا کہ نہیں عمار نے کئی ایک دن اسے قید کر دیا اور اس کے بعد اسے چھوڑ دیا اور اس سے کہا کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے ساتھ کربلا کا گھمسان لایا گیا اور مصعب بن زبیر سے قتل کیا۔

انساب الاشراف میں بلاذری نے مزاحمت سے لکھا ہے کہ عید اللہ بن علیؑ کو عمار نے یوں اہل ذریعہ کی جگہ میں قتل کر دیا۔ کمال بن اشیر نے بھی طبری کی طرح اس کے واقعہ کو یوں ہی نقل کیا ہے۔

کیا واقعی اسے عمار سے قتل کیا:

علامہ محمد باقر محمودی نے اس مسئلے کے ذیل میں لکھا ہے جو انساب الاشراف سے نقل کیا ہے کہ کیا واقعہ یوں ہے جو انساب الاشراف میں لکھا گیا۔ علامہ نے اصل واقعہ کی حقیقت کو واضح اور روشن کیا ہے کہ جسے ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ آپ نے لکھا ہے کہ انساب الاشراف کی عبارت میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے مگر یہ ہے کہ عید اللہ بن علیؑ مصعب کی فوج میں تھا اور یوم اہل ذریعہ کی جگہ میں قتل ہو گیا کیا وہ عمار کے ہاتھوں قتل ہوا تھا یہ کسی طرح سے ثابت نہیں ہوا بلکہ قرآن سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کو حضرت علیؑ اور اس کی اولاد کے سخت دشمنوں نے جو خارجی اور ناموسی تھے اور عمار سے بھاگ کر کربلا میں پہنچے تھے اور وہ سب مصعب کی فوج میں تھے جیسے محمد بن اصف اور شعیب بن ربنی کہ جو خاندان مخمیر کے سخت دشمن تھے اور امام حسینؑ کے قاتلوں میں شمار ہوتے تھے انہوں نے عید اللہ کو قتل کیا ہے۔ اس مطلب کی دلیل حضرت علیؑ کا وہ فرمان ہے جو اشاعت المصیۃ میں نقل ہوا ہے اس کتاب میں جو روایات ہیں۔

حضرت علیؓ اپنے والد کو وصیت کر رہے تھے اور آپ نے انہیں فرمایا کہ میں تمہیں حضرت حسن اور حسینؓ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں تم ان کی باتوں کو ماننا اور ان کے حکم کی اطاعت کرنا۔ جب حضرت علیؓ کی بات یہاں تک پہنچی تو حیدر اللہ باپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا اے امیر المومنینؓ آپ نے محمد بن حنفیہ کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے میری ذمہ داری میں میرے ساتھ اس طرح کی جرات کی ہے؟ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا جسم ہر سے جہا تیرے خیمہ پر چڑھا ہے۔

محدث راوندی نے بھی خراج میں ساتھ لہی روایت نقل کی ہے اور اس جملے کا بھی اضافہ کیا ہے کہ گویا کہ میں تیرے سر کو کٹا ہوا دیکھ رہا ہوں اور مطمئن ہوں گا کہ تیرا قاتل کون ہے؟ یوں کہا جاسکتا ہے کہ خود مصعب بن زہیر کا حیدر اللہ کے مشکوک قتل میں ہاتھ ہو کیونکہ طبقات ابن سعد میں حیدر اللہ کے حالات میں ایک مطلب نقل کیا کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حیدر اللہ کو فہ آیا اور عمار کے پاس وارد ہوا عمار سے وہ کئی ایک توقعات رکھتا تھا کہ جسے عمار نے پورا نہیں کیا اور عمار اسے راضی نہ کر سکا۔ (گویا عمار سے زیادہ دولت چاہتا تھا) حیدر اللہ نے عمار سے روگردانی کر لی اور مصعب بن زہیر کی ملاقات کے لیے ہمدردی مانہ ہو گیا۔ حیدر اللہ ہمدردی میں اپنے ماموں فہیم بن مسعود حبشی کے ہاں گیا۔ جب مصعب کو حیدر اللہ کی ہمدردی میں آنے کی اطلاع ہوئی تو مصعب نے اسے اپنے ساتھ ملانے کے لیے ایک لاکھ درہم بھیج دیئے۔ اسی زمانے میں مصعب عمار کے ساتھ جنگ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

مصعب جب عمار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کوثر روانہ ہوا تو حیدر اللہ مصعب کے ساتھ نہیں گیا تھا حالانکہ اس کا ماموں فہیم بن مسعود مصعب کی فوج میں ساتھ جا رہا تھا۔ حیدر اللہ ہمدردی میں رہ گیا، اس کے ماموں کے بعض رشتہ دار جو سعد بن زید کا قبیلہ تھا وہ حیدر اللہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے پاس آئیں ہم آپ کو دوست رکھتے ہیں۔ آپ

ہمیں ہر فراز اور شرف فرمائیں۔

عید اللہ نے اپنے اہل ارشد و اہل کی دعوت کو قبول کر لیا، اور ان کے ساتھ ان کے قیلے میں چلا گیا۔ سحر کے قیلے نے ان کا بہت زیادہ احترام کیا، بعد اس کی بیخوابی امیر اور رئیس بیت کر لی۔ عید اللہ اس پر راضی نہ تھا۔ لیکن نہ چاہتے ہوئے پھر اسے قبول کر لیا۔ معصوب کے پاسوں نے اس واقعہ کی اس وقت جبکہ وہ اپنی فوج کے ساتھ باہر تھا خبر دی۔ معصوب نے ایک سخت خط اپنے بھروسے کے جانشین کو لکھا اور اسے عید اللہ کے واقعہ سے بے توجہی پڑا۔ انکس اس کے بعد معصوب نے عید اللہ کے پاسوں فیم بن مسعود کو جو فوج میں موجود تھا بلا لیا، اور اسے سختی سے کہا کہ تم اپنے بھانجے کے بارے میں کیا اور اور کہتے ہو؟ فیم نے قسم اٹھائی کہ مجھ اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں ہے۔ معصوب نے تھوڑا آرام کیا اور فیم کے جواب کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد فیم نے کہا اے امیر آپ کوئی فکر نہ کریں اور کوئی اقدام نہ کریں۔ میں خود اپنے طریقے سے اسے لے آ کر خیرے پر دو کروں گا۔ فیم اسی غرض سے بھروسہ واپس آ گیا۔ اور اپنے قیلے کے کئی ایک لوگوں کی حلقہ اور بنی قسیم سے کہ جو عید اللہ کے اقدام سے دشت زدہ ہو چکے تھے اپنے ساتھ لیا اور یہ سب سحر بن زید کے قیلے کے پاس گئے کہ جنہوں نے عید اللہ کی بیعت کر لی تھی فیم ان سے سخت ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے کیا کیا ہے۔ بخدا تم اس طرح کرنے سے پھرے قیلے بنی قسیم کو نابود کر دو گے۔ فوراً میرے بھانجے کو مجھ دو۔ وہ پہلے تو اس کی بات ماننے پر تیار نہ تھے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ فیم بن مسعود جو قیلہ کا سردار ہے اور بہت زیادہ اصرار کر رہا ہے، اور اس کے ساتھ ایک گروہ بھی ہے تو مصلحت اسی میں دیکھی کہ عید اللہ کو اس کے ساتھ بھیج دیں اور اس کی تحویل میں دے دیں۔ فیم عید اللہ کو لے کر معصوب بن زید کی فوج میں لے آیا۔ جب معصوب کی نگاہ عید اللہ پر پڑی تو نرمی کی حالت میں غصہ سے کہا کہ بھائی آپ کی اس اقدام سے کیا غرض تھی اور ایسا کیوں کیا؟ عید اللہ نے قسم اٹھائی کہ میں اس

قیلے میں اس غرض سے نہیں کیا تھا یہ ان کا اپنا قصہ تھا اور زبردستی سے مجھے اس کام پر مجبور کیا۔
 معصوب آراہم بھی آگیا اور بظاہر اس کا یہ طہر قہولی کر لیا۔ اس کے بعد معصوب نے اپنی فوج کو
 روانہ ہو جانے کا حکم دے دیا تاکہ عمار کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کوثر روانہ ہو جائے۔ لیکن
 زہیر کی فوج روانہ ہوئی جو عبید اللہ بن علیؓ بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گئے، یہاں تک کہ فوج
 مذاکرہ تک پہنچ گئی۔ عمار کی فوج نے بھی معصوب کی فوج سے لڑائی کے لیے دیو ہیں پر پڑاؤ لگایا ہوا
 تھا۔ معصوب کی فوج نے عمار کی فوج پر اسی رات شیخون مارا اور عمار کی فوج کو کافی نقصان
 پہنچایا۔ عبید اللہ بن علیؓ بن ابی طالب اسی رات قتل ہو گیا۔ جیسے کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں
 عبید اللہ کا قتل ہونا کامل طور پر مشکوک ہے۔ اس واقعہ واقعہ سے اور بالخصوص معصوب بن زہیر اور
 اس کے بھائی عبید اللہ بن زہیر کی اور ولاد علیؓ سے دشمنی تھی، قوی احتمال دیا جاسکتا ہے کہ
 عبید اللہ بن علیؓ معصوب کے اشارے سے قتل کیا گیا ہو۔ اگرچہ ضعیف احتمال اس کا بھی موجود
 ہے کہ رات کی جنگ میں بہت سے افراد کہ جن کی شناخت نہیں ہو سکتی تھی عبید اللہ بھی عمار کی
 فوج سے جب کہ اسے نہ پہچانتے ہوں قتل ہوا ہو۔ ان مقدمات کی بنا پر جو ذکر ہوئے ہیں اور
 امیر المومنینؑ کی پیش گوئی جو آپؑ نے عبید اللہ کو دی تھی کہ تو خیمہ میں دفن ہو جائے گا اور تیرا
 قاتل معلوم نہ ہوگا۔ یہ قتل ایک ساداش کے ماتحت ہوا ہے، نہ کہ وہ جنگ میں مارا گیا تھا۔

پھر عبید اللہ عمار کے ساتھ کوئی خاص دشمنی بھی نہیں رکھتا تھا، بلکہ ہو سکتا ہے کہ عبید اللہ
 اس لحاظ سے کہ عمار نے اس کے بھائی امام حسینؑ کے قاتلوں سے انتقام لیا تھا۔ اس سے
 ممنون بھی ہو، عبید اللہ عمار سے صرف باوی امور کی وجہ سے دور ہو گیا تھا۔ وہ عمار سے جنگ
 کرنے پر مائل نہ تھا۔ اسی واسطے بھرہ سے معصوب کے ساتھ نہیں آیا تھا، اور اسے معصوب کے
 پاس مجبور کر کے لایا گیا تھا۔ پس ان مدارک اور اسناد اور مستدلال کی بنا پر عمار کو یہ تہمت دینا کہ
 وہ امیر المومنینؑ کے فرزند کا قاتل تھا، بے اساس اور فاضل ہے۔ البتہ خواہمے کے طرفداروں

اور انہی زہیر کے دوستوں نے اپنے متابع اور مرضی کی محفل اور اپنے موقف کو حق ثابت کرنے کے لیے عقائد کو ہٹام کرنے میں خوب تلخ کی اور اسے انہی طرح اچھا ملا۔ یہ بھی ایک عقائد کے خلاف عمدہ ٹکڑ تھا کہ جسے دشمنوں نے استعمال کیا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ عبید اللہ بن علیؑ عمار کے ساتھ قتل ہو گئے۔ علاؤ اللہ اس کے برخلاف ہے۔ اور سب سے زیادہ اہم مطلب یہ ہے کہ معتز روایات میں امیر المومنینؑ کی ولادت کے چلان میں آیا ہے کہ عبید اللہ بن علیؑ کر بلا کے واقعہ میں اپنے بھائی امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہو گیا تھا۔ شیخ مفید نے ارشاد میں اور دوسرے شیعہ مؤرخین نے اسی قول کو نقل کیا ہے اور اسے ہی معتز قرار دیا ہے۔ اگر یہ سچ ہو تو پھر عبید اللہ کا واقعہ عمار اور مصعب کے زمانے میں ایک افسانہ ہو گا جسے گمراہ کیا ہے۔ اس کی کوئی واقعیت اور حقیقت نہ ہوگی۔ اگرچہ محفاتی نے اپنی علم رجال کی کتاب میں امیر المومنینؑ کے دو فرزند عام عبید اللہ تحریر کیے ہیں۔ ان میں سے ایک کر بلا میں شہید ہوئے اور ایک مصعب کی جنگ میں مارے گئے۔ آپ کی عبارت یوں ہے: عبید اللہ اس کا باپ امیر المومنینؑ اور اس کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن قیس کے قبیلے سے تھی۔ یہ امام حسینؑ کے ہمراہ کر بلا میں شہید ہو گئے کہ جسے تمام ہجرت اور محافل کے کتابوں میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے شرف اور جلالت قدر کے لیے یہی کافی ہے جبکہ اس کے علاوہ کبھی شرافت بھی اسے حاصل تھی اور امام علیہ السلام نے زیارت رجبہ میں اسے سلام دینے سے بھی شرف کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ ابن ادریس نے کتاب السرائر کے زیارت کے باب میں ایک عجیب استہزاء کیا ہے کیونکہ انہوں نے شیخ مفید کی ارشاد کی بنا پر عبید اللہ فرزند لیلیٰ تھیلے کو کر بلا میں شہید ہو گئے ہیں لکھا ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ جس عبید اللہ کی ماں تھیلے قبیلے سے تھی وہ مصعب بن زہیر کی فوج میں تھا۔ وہ عمار کے اصحاب کے ذریعے ہزار کی جنگ میں قتل ہو گیا تھا اور اس کی قبر اب بھی اسی علاقے میں موجود ہے اور زیارت گاہ ہے۔ یہ خبر متواتر ہے۔ ہماری نظر میں جو عبید اللہ کر بلا

میں عید ہوا ہے اس کی منی بخت مسعودی جو بنی تمیم کے قبیلے سے تھی۔ یہ وہ عبید اللہ نہیں ہے کہ جس کی ماں بھٹل قبیلے سے تھی۔ یہ کسی اور کی عورت تھی۔ مگر یہ حسانی کی اس تحقیق اور دوسری مستبر ہارینوں اور بعض روایات کی بنا پر یہ محال بہت زیادہ قوی ہے کہ جو کہ بلا میں شہید ہوا ہے عبید اللہ یا عبید اللہ فرزند لیلی بخت مسعودی تھا۔ جس کی ماں بنی تمیم قبیلے سے تھی اور وہ جو مصعب اور عتار کی جنگ میں قتل ہوا ہے اس کی ماں بھٹل قبیلے سے تھی۔ اگرچہ بھٹل قبیلہ بھی بنی تمیم قبیلے کی ایک شاخ ہے۔ ہماری نگاہ میں بھی یہی تحقیق درست ہے اور عبید اللہ فرزند امیر المؤمنین مصعب کی سلاش سے رات میں چیلے گری سے قتل ہوا تھا۔

طبری نے کہا کہ وادی جو ایک بہت بڑے مورخ ہیں انہوں نے مصعب اور عتار کی جنگ کو یوں لکھا ہے کہ جب مصعب کو فوج پر حملے کرنے کے لیے گیا تو عتار نے امر بن حمید کو اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا اور اسے کہا کہ مصعب کی فوج سے مدار نامی علاقہ میں جنگ کرنا کہ مدار میں فتح ہوگی۔ عتار نے یہ بات اس لیے کہی کہ اس نے سنا ہوا تھا کہ روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی مدار میں بہت بڑی فتح حاصل کرے گا اور اس نے خیال کیا ہوا تھا کہ وہ مردودہ خود ہوگا۔ لیکن اس نے استعمال کیا تھا کیونکہ وہ ثقفی حاج بن یوسف تھا کہ جس نے عبدالرحمن اصف کے ساتھ جنگ میں بڑی فتح حاصل کی تھی۔ اس نے لکھا ہے کہ مصعب نے لشکر کے مقدمہ کے سالار عباد جلی کو حکم دیا کہ وہ عتار کے لشکر کے لیے جائے اور عبید اللہ بن علیؓ کو اپنے ہمراہ لے جائے اور خود مصعب ہمراہیں نہر کے کنارے فرات کے ساحل پر ٹھہرا رہا۔ اس نہر کو فرات سے نکالا گیا تھا کہ جسے ہمراہیں نہر نام دیا گیا تھا۔ وادی نے کہا ہے کہ عتار میں ہزار جنگی فوج کو منظم کر کے جنگ کے لیے کامل طور سے آمادہ ہو گیا، اور کہا کہ حملہ کرنے کی مہیا ہو چکی ہوگا۔ جب تم اس لفظ کو سنو تو دشمن پر حملہ کر دینا اور تاکید کی کہ تمام فوج اپنی جگہ کھڑی رہے اور کوئی ادھر ادھر نہ جائے یہاں تک کہ یہ کلمہ یا مہیا سنے اور جب یہ سنو تو حملہ کر دینا۔

عقار کے افراد میں سے ایک نے کہا کہ بھلا عقار خدا پر جھوٹ باءِ حق ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصعب سے جاملے۔ عقار نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ چاند نکل آیا۔ اپنے سالاروں میں سے ایک کو کہا کہ رجر کا اعلان کر دیا جائے۔ محمد کی آواز بلند ہوئی۔ عقار کے لشکر نے مصعب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ابتدائی حملے میں حقوتی ہو گیا، اور مصعب کی فوج پیچھے ہٹ گئی۔ اور بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ عقار نے اسے اپنے لشکر کے مرکز تک پیچھے دھکیل دیا۔ عقار ساری رات صبح تک جگ کرتا رہا۔ عقار نے صبح اپنے لشکر کی کارکردگی دیکھی تو دیکھا کہ سارا لشکر جگ کر رہا ہے اور کچھ لوگ قتل ہو چکے ہیں اور کچھ چھپ گئے ہیں۔ عقار کو فہم کے قصد سے واپس لوٹ گیا۔ جب عقار کے یاروں نے دیکھا کہ عقار نہیں ہے تو انھوں نے کہا کہ یقیناً عقار قتل ہو گیا ہے۔ باقی ماندہ لشکر کہ جن کی تعداد تھوڑی تھی فرار کر گئی اور کوٹہ لوٹ آئی اور اپنے گھروں میں چھپ گئے اور تقریباً آٹھ ہزار آدمی قصر کی طرف گئے کہ جن کا کوئی سالار نہ تھا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ عقار قصر میں موجود ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ اس رات عقار کے لشکر سے مصعب کی فوج کے بہت زیادہ آدمی قتل کیے گئے تھے اور بھریوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچایا تھا، اور ان میں سے قتل کیے جانے والوں میں سے (کوٹہ کے منافقین کا درمیان) محمد مصعب تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا ہے کہ مصعب کی فوج نے عقار کی فوج کا پیچھا کرتے ہوئے کوٹہ میں داخل ہو گئی اور دارالامارہ کا کامل طور سے محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چار مہینے تک رہا۔ عقار ہر روز اپنے بعض دوستوں کے ساتھ قصر سے باہر نکلتا اور دشمن پر حملہ کر دیتا اور اکثر کوٹہ کے بازار میں ان کی جنگ ہوتی اور چونکہ عقار کے آدمیوں کی تعداد کم ہوا کرتی تھی دوبارہ قصر میں لوٹ آتے۔ یہ کام جاری رہا، یہاں تک کہ محاصرہ کا حلقہ تنگ ہو گیا۔

کوٹہ شہر کا محاصرہ:

عقار اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ راتوں رات کوٹہ لوٹ آیا اور دارالامارہ میں چلا

سالاروں میں سے ایک نے کہا کہ بھلا عقار خدا پر جھوٹ باءِ حق ہے۔ اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصعب سے جاملے۔ عقار نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ چاند نکل آیا۔ اپنے سالاروں میں سے ایک کو کہا کہ رجر کا اعلان کر دیا جائے۔ محمد کی آواز بلند ہوئی۔ عقار کے لشکر نے مصعب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ابتدائی حملے میں حقوتی ہو گیا، اور مصعب کی فوج پیچھے ہٹ گئی۔ اور بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ عقار نے اسے اپنے لشکر کے مرکز تک پیچھے دھکیل دیا۔ عقار ساری رات صبح تک جگ کرتا رہا۔ عقار نے صبح اپنے لشکر کی کارکردگی دیکھی تو دیکھا کہ سارا لشکر جگ کر رہا ہے اور کچھ لوگ قتل ہو چکے ہیں اور کچھ چھپ گئے ہیں۔ عقار کو فہم کے قصد سے واپس لوٹ گیا۔ جب عقار کے یاروں نے دیکھا کہ عقار نہیں ہے تو انھوں نے کہا کہ یقیناً عقار قتل ہو گیا ہے۔ باقی ماندہ لشکر کہ جن کی تعداد تھوڑی تھی فرار کر گئی اور کوٹہ لوٹ آئی اور اپنے گھروں میں چھپ گئے اور تقریباً آٹھ ہزار آدمی قصر کی طرف گئے کہ جن کا کوئی سالار نہ تھا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ عقار قصر میں موجود ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ اس رات عقار کے لشکر سے مصعب کی فوج کے بہت زیادہ آدمی قتل کیے گئے تھے اور بھریوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچایا تھا، اور ان میں سے قتل کیے جانے والوں میں سے (کوٹہ کے منافقین کا درمیان) محمد مصعب تھا۔ اس کے بعد انھوں نے کہا ہے کہ مصعب کی فوج نے عقار کی فوج کا پیچھا کرتے ہوئے کوٹہ میں داخل ہو گئی اور دارالامارہ کا کامل طور سے محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چار مہینے تک رہا۔ عقار ہر روز اپنے بعض دوستوں کے ساتھ قصر سے باہر نکلتا اور دشمن پر حملہ کر دیتا اور اکثر کوٹہ کے بازار میں ان کی جنگ ہوتی اور چونکہ عقار کے آدمیوں کی تعداد کم ہوا کرتی تھی دوبارہ قصر میں لوٹ آتے۔ یہ کام جاری رہا، یہاں تک کہ محاصرہ کا حلقہ تنگ ہو گیا۔

کیا۔ معصوم اپنی فرج کے ساتھ کوفی طرف سے روانہ ہو گا اور سہ ماہی جگہ جو کوفہ شہر کے باہر تھی اپنی فرج کی چھائی کے اٹال سے اپنی فرج کو لے کر ایک گروہ میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک گروہ کوفہ کے ایک ایک طرف روانہ کر دیا تاکہ دارالامارہ کو پہنچی طرح کا مصروفیت نہ لے۔ مگر انھوں نے

محاصرہ کا حلقہ تنگ ہو گیا:

ابن زبیر کے لشکر نے کوفہ کا کابل طور سے محاصرہ کیا ہوا تھا اور روز بروز حالت بدتر ہو رہی تھی۔ چھ ہزار کے قریب آدمی جس جگہ تھے اس کی طرف تمام راستے بند کیے جا چکے تھے اور نہایت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ بعض ناشکی جو پانی دارالامارہ تک پہنچا دیتے تھے ہر ایک تنگ کے لیے دو دیار لیا کرتے تھے اور اگر دیوار زیادہ ہو جاتا تھا تو مختار اور اس کے اصحاب دارالامارہ سے باہر نکلے اور دشمن سے لڑنے لگتے۔ لیکن ابن زبیر ہر طرف سے حملہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ چھوٹوں سے ابن زبیر اور گنداپانی اور کثافت ڈالی جاتی تھی۔ لوگوں نے بہت زیادہ جرات پیدا کر لی ہوئی تھی۔ محاصرے میں موجود لوگوں کو خوراک اور پانی عورتوں کے ذریعے پہنچتا تھا۔ عورت گھر سے باہر نکلتی اور چادر کے نیچے خوراک اور دوسری چیزیں اپنے شوہر یا رشتہ داروں کے لیے لے آتی اور باہر نکلتے وقت یہ ظاہر کرتی کہ وہ جامع مسجد نماز پڑھنے کے لیے جا رہی ہے یا کسی دوسرے محلے جانا چاہتی ہے اور جب دارالامارہ کے دروازہ پر آتی تو دروازے کا کچھ حصہ کھل جاتا تھا اور جو چیزیں وہ ساتھ لائی ہوئی ہوتی اندر ڈال دیتی۔ یہ واقعہ معصوم بن زبیر کو بتایا گیا تو مہلب نے ابن زبیر کو مشورہ دیا کہ محافظین کے گروہ زیادہ کیے جائیں اور تمام راستوں پر محافظ مہین کر دیے جائیں اور اجازت بندیں کہ عورتیں دارالامارہ کے نزدیک جا سکیں اور معصوم سے کہا کہ اگر تم ایسا کر لو تو محاصرے میں موجود لوگ بھوک سے مر جائیں گے۔ حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ محاصرے میں موجود لوگ مدد کیے جانے سے مایوس ہو گئے تھے۔ انھوں نے دارالامارہ کے وسط ایک کنواں کھودا اور اس کے پانی سے ایک مدت تک زندہ رہے۔ مختار نے حکم دیا کہ اس شہد سے کہ جو وہاں ذخیرہ کی گئی تھی پانی ہے ملا کر پیئیں تاکہ کچھ نہ کچھ غذا ہو جائے۔ معصوم نے حکم دیا کہ دارالامارہ کو انجھتری نگین کی طرح محاصرہ میں لے لیں اور چھوٹوں پر محافظ مہین کر دیے تھے۔ مسجد اور دارالامارہ کے دروازے کے سامنے کو

عقار کے افراد میں سے ایک نے کہا کہ بھلا عقار خدا پر جھوٹ باور دیتا ہے۔ یہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصعب سے جا ملا ہے۔ عقار نے صبر کیا۔ یہاں تک کہ چاند نکل آیا۔ اپنے سالاروں میں سے ایک کو کہا کہ رجر کا اعلان کر دیا جائے۔ حجر کی آواز بلند ہوئی۔ عقار کے لشکر نے مصعب کی فوج پر حملہ کر دیا۔ دشمن اس ابتدائی حملے میں حیرت ہو گیا، اور مصعب کی فوج پیچھے ہٹ گئی۔ اور بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ عقار نے اسے اپنے لشکر کے مرکز تک پیچھے دھکیل دیا۔ عقار ساری رات صبح تک جگ کرتا رہا۔ عقار نے صبح اپنے لشکر کی کارکردگی دیکھی تو دیکھا کہ سارا لشکر جگ کر رہا ہے اور کچھ لوگ قتل ہو چکے ہیں اور کچھ چھپ گئے ہیں۔ عقار کوفہ کے قصد سے واپس لوٹ گیا۔ جب عقار کے یاروں نے دیکھا کہ عقار نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ یقیناً عقار قتل ہو گیا ہے۔ باقی ماندہ لشکر کہ جن کی تعداد تھوڑی تھی فرار کر گئی اور کوفہ لوٹ آئی اور اپنے گھروں میں چھپ گئے اور تقریباً آٹھ ہزار آدمی قصر کی طرف گئے کہ جن کا کوئی سالار نہ تھا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ عقار قصر میں موجود ہے۔ واقعہ یہی کہ اس رات عقار کے لشکر سے مصعب کی فوج کے بہت زیادہ آدمی قتل کیے گئے تھے اور بھریوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہنچایا تھا، اور ان میں سے قتل کیے جانے والوں میں سے (کوفہ کے منافقین کا رئیس) عمر اشعث تھا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ مصعب کی فوج نے عقار کی فوج کا پیچھا کرتے ہوئے کوفہ میں داخل ہو گئی اور دارالامارہ کا کامل طور سے محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ چار مہینے تک رہا۔ عقار ہر روز اپنے بعض دوستوں کے ساتھ قصر سے باہر نکلتا اور دشمن پر حملہ کر دیتا اور اکثر کوفہ کے بازار میں ان کی جنگ ہوتی اور چونکہ عقار کے آدمیوں کی تعداد کم ہوا کرتی تھی دوبارہ قصر میں لوٹ آتے۔ یہ کام جاری رہا، یہاں تک کہ محاصرہ کا حلقہ تنگ ہو گیا۔

کوفہ شہر کا محاصرہ:

عقار اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ راتوں رات کوفہ لوٹ آیا اور دارالامارہ میں چلا

کیا۔ منصب اہل فوج کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہو گا اور سب کو اپنی جگہ پر کوفہ شہر کے باہر بھی
 اہل فوج کی چھوٹی ملاقاتیں اہل فوج کو اپنی جگہ پر کوفہ شہر کے باہر بھی
 ایک ایک طرف روانہ کر دیا تاکہ ملاقاتیں ہر طرف کا صوبہ میں لے لے۔ ملاقاتیں
 کے لیے طلب جو سات دروازے اپنی پختہ تھے انہوں نے ملاقاتیں ہر طرف کے اور کوفہ شہر
 بڑی کرتی تھی اور ہر طرف کی فوج کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے پہلی طرح آمادہ تھے۔ منصب
 نے عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک گروہ کے ساتھ کنارے کے روانہ کیا اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ
 کے لیے کی طرف بھیجا اور حرمین قیس کو علاقہ مراد اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو کوساندین علاقہ اور عبدالرحمن بن
 احنف کو کوفہ شہر کی طرف روانہ کیا اور عبدالرحمن کو حکم دیا کہ کوفہ کے جو علاقہ کے مخالف ہیں انہیں
 معلوم کرے اور انہیں منصب کی فوج کے ساتھ مل جانے کا کہے اور اسے اس کام کے انجام
 دینے کے حلقہ نکالتے دے رکھی تھی۔ اس سے پہلے اسے قحطی طوفان سے اسی کام کے لیے کوفہ بھیجا
 جا چکا تھا۔ منصب نے عبدالرحمن سے پوچھا تھا کہ تم نے کیا کام انجام دیا ہے اور کوفہ شہر کی
 حالت کیسی ہے اور کوفہ کے لوگ کس کے ساتھ ہیں۔ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ کوفہ کے ملک
 دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ ہمارے ساتھ ہے اور دوسرا گروہ عمار کے ساتھ ہے۔ لیکن جو گروہ
 ہمارے ساتھ تھا وہ سب کوفہ سے باہر چلا گیا تھا جناب سب حیرے لشکر میں موجود ہیں۔ لیکن
 جو گروہ عمار کے ساتھ ہے وہ اسی کے پاس موجود ہے اور وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا۔ اور کوئی
 بھی انہیں عمار سے جدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ میں نے یہ سارے معلومات کوفہ کے لوگوں
 سے حاصل کیے ہیں اور میں نے اس کے لیے کوئی دقت ضائع نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میں گھر
 بھی واپس نہیں کیا، اور سیدہ حاتیرے پاس آیا ہوں تاکہ مجھے اصل واقعہ سے آگاہ کروں۔
 منصب نے اپنا سر ہٹا دیا اور کہا بہت اچھا ہونے لگا تحقیق کی ہے۔ جن لوگوں نے کوفہ کا حاصرہ کیا
 ہوا تھا اصل کوفہ کے رہنے والے تھے اور کربلا کے واقعہ میں شریک تھے اور عمار کے ہاتھ سے غرار

کر کے صوبہ کے ہاں چلے گئے تھے اور ان کے جو شہداد اور اطراف کے باشندے تھے وہ
 قلعہ کے ہاتھوں قتل ہو گئے تھے۔ لہذا یہ لوگ قلعہ کے ساتھ ایک خاص دشمنی اور عداوت
 رکھتے تھے اور چونکہ یہ سب کوڈ کے دروازے تھے اور کوڈ کے قلعہ اور گلی کو یہیں کو انہی طرح
 جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان سے لوگ قلعہ کے خلاف ہیں۔ صوبہ نے ان لوگوں
 سے اور دوسرے اصحاب کے ساتھ ان سے جو کوئی تھا انہی طرح قائمہ اطراف کوڈ پسلی طرح
 صوبہ کی فوج کے سامنے بھی قلعہ اور تمام قلعے اور راستے جو دارالامان تک پہنچتے تھے ان
 دشمنوں کے ہاتھوں میں تھے۔ قلعہ اور اس کے اصحاب پسلی طرح سامنے بھی تھے اور ان پر انہوں
 نے خوراک اور پانی وغیرہ نہ کر دیا تھا۔

جنگ اور شہر میں بھاگ جانا:

قلعہ اور اس کے قلعہ سے اصحاب نے شہر کے مرکز میں جو چھوٹی کی ہوئی تھی۔
 اپنے چار سو لوگوں کے ساتھ کبھی نہ کبھی صوبہ کے لشکر پر حملہ کرتے تھے اور سامنے کے بعض
 قلعہ کوڈ اڑھتے تھے اور کچھ خوراک اور پانی میا کر لیتے تھے اور پھر اپنے مرکز دارالامان میں
 واپس لوٹ آتے تھے لیکن ایسی جنگ اور دھمکی آتا تھا کہ قلعہ کے لیے بھی قوی کا موجب نہ ہوتی
 تھی۔ فضیل بن خدیج نے کہا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سادات کا ایک گروہ جو عبید اللہ بن حری
 سادات میں تھا قلعہ کے اس طرح گروہ پر حملہ کرتا تھا اور قلعہ کا گروہ انہیں پیچھے دھکیل دیتا تھا اور
 وہ اپنے مرکز سادات میں قلعہ میں واپس لوٹ جاتے تھے اس طرح کی زد و خود کوئی دقت انجام
 پائی گئی تھی اور اس لیے تھا کہ کوڈ کے ساتھ اور خوراک جیا کرنے والے لوگ قلعہ کے لیے پانی
 اور خوراک لے جاتے ہوئے تو ان حری کے ساتھ افراد انہیں گرفتار کر لیتے تھے اور انہیں مارتے
 تھے اور جو کچھ ساتھ لے جا رہے ہوتے تھے وہ بھی ان سے لوٹ لیتے تھے۔

محاصرہ کا حلقہ تنگ ہو گیا:

ابن زبیر کے لشکر نے کوفہ کا کمال طور سے محاصرہ کیا ہوا تھا اور روز بروز حالت بدتر ہو رہی تھی۔ چھ ہزار کے قریب آدمی جس جگہ تھے اس کی طرف تمام راستے بند کیے جا چکے تھے اور بہت سی لاشیں تک پہنچ گئی تھیں کہ بعض مہلکی ہو پانی دارالامارہ تک پہنچا دیتے تھے ہر ایک مہلک کے لیے دو دیار لیا کرتے تھے اور اگر وہاں زیادہ ہو جاتا تھا تو بھٹکار اور اس کے اصحاب دارالامارہ سے باہر نکلتے اور دشمن سے لڑنے لگتے۔ لیکن ابن ہر طرف سے حملہ ہوا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ چھٹوں سے ابن ہر چتر اور گندہ پانی اور کثافت ڈالی جاتی تھی۔ لوگوں نے بہت زیادہ جرات پیدا کر لی ہوئی تھی۔ محاصرے میں موجود لوگوں کو خوراک اور پانی عورتوں کے ذریعے پہنچاتا تھا۔ عورت گھر سے باہر نکلتی اور چادر کے نیچے خوراک اور دوسری چیزیں اپنے شوہر یا رشتہ داروں کے لیے لے آتی اور باہر نکلتے وقت یہ ظاہر کرتی کہ وہ جامع مسجد نماز پڑھنے کے لیے جا رہی ہے یا کسی دوسرے محلے جانا چاہتی ہے اور جب دارالامارہ کے دروازہ پر آتی تو دروازے کا کچھ حصہ کھل جاتا تھا اور جو چیزیں وہ ساتھ لائی ہوئی ہوتی اندر ڈال دیتی۔ یہ واقعہ معصوب بن زبیر کو بتلایا گیا تو مہلب نے ابن زبیر کو مشورہ دیا کہ محافظین کے گردہ زیادہ کیے جائیں اور تمام راستوں پر محافظ مہین کر دیے جائیں اور اجازت نہ دیں کہ عورتیں دارالامارہ کے نزدیک جائیں اور معصوب سے کہا کہ اگر تم ایسا کر لو تو غاصرے میں موجود لوگ بھوک سے مر جائیں گے۔ حالت روز بروز بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ محاصرے میں موجود لوگ مدد کیے جانے سے مایوس ہو گئے تھے۔ انھوں نے دارالامارہ کے وسط ایک کنواں کھودا اور اس کے پانی سے ایک مدت تک زندہ رہے۔ بھٹکار نے حکم دیا کہ اس شہد سے کہ جو وہاں ذخیرہ کی گئی تھی پانی ہے ملا کر پیئیں تاکہ کچھ نہ کچھ غذا ہو جائے۔ معصوب نے حکم دیا کہ دارالامارہ کو آبشار کی نگین کی طرح محاصرہ میں لے لیں اور چھتوں پر محافظ مہین کر دیے تھے۔ مسجد اور دارالامارہ کے دروازے کے سامنے کو۔

عباد بن حصین کی پرورد کردیا۔ وہ مجیدہ قبیلے کے ساتھ مسجد کے سامنے مستقر ہو گیا۔ اور کبھی بنی مخزوم کی مسجد تک مراجعت اور حفاظت کرتا تھا۔ اور جن لوگوں کو بچوں پر معین کیا ہوا تھا وہ جب دارالامارہ سے کوئی اس کی صحبت پر جاتا تو اس پر حیرانمندی کیا کرتے تھے اور جو عورت بھی گلی سے دارالامارہ کی طرف سے گزرتا چاہتی تھی اس کی تلاش لیتے تھے اور اس سے سوال جواب کیا کرتے تھے تاکہ مطمئن ہوں کہ محاصرین کے لیے کوئی چیز اپنے ہمراہ نہیں لے جا رہی۔ فضیل بن خدیج نے کہا ہے کہ معصب کے سپاہیوں نے ایک دن شام اور شاہ کی تین عورتوں کو پکڑا جو اپنے شوہروں اور رشتہ داروں کے لیے خداک لے جا رہی تھیں۔ معصب نے حکم دیا کہ عورتوں کو آزاد کر دیا جائے لیکن اس کے بعد حکم دیا کہ بہت زیادہ حلقی امور بجالائے جائیں۔ معصب نے حرمین قیس کو ایک گروہ کے ساتھ لوہاروں کے محلے میں بھیجا اور عبید اللہ بن حر کو بلال کے گھر کے سامنے معین کیا۔ اور عمر بن عبدالرحمن اشعث کو اس کے چچا عمر اشعث کے گھر کے سامنے بھیجا اور حوشب بن یزید کو بصرین کے کوچے پر جو بنی حذیفہ کے کوچے کی ابتداء میں تھا معین کیا۔ مطلب اپنی فوج کے ساتھ تھیں نامی بازار میں مستقر ہوا اور عبدالرحمن بن مہنف نے ایک گروہ کے ساتھ دارالاسقاہ کی طرف حرکت کی اور دارالامارہ کے سامنے مستقر ہو گئے۔ فضیل نے کہا ہے کہ کوفہ اور بصرہ کے جوان بچے قصر کے سامنے نعرے لگاتے تھے اور کہتے تھے اے دومہ کے فرزند اے دومہ کے فرزند۔ دومہ عتار کی والدہ کا نام تھا۔ عتار نے ان کی آواز سنی اور دارالامارہ کے اوپر آیا اور دارالامارہ کے اطراف میں نگاہ کی اور کہا کہ اگر مکہ اور طائف کے بزرگ ہوتے تو میرا میری ماں دومہ کی طرف نسبت کو عیب شمار نہ کرتے کیونکہ دومہ ایک بہت بڑی با عظمت عورت تھی۔

عتار کا حمل:

عتار نے دارالامارہ کے اوپر سے دشمن کی فوج کو دیکھا اور اعزازہ لگایا کہ جس طرف

یہ ایک مشق تھی جس میں ہر ملک کیا ہائے تو کاسہلی ہو سکتی ہے۔ ہمارے اپنے دو سو جان
گاہوں کو لکھا گیا تھا کہ ہر سال ہمارے ہمارے ان کے ساتھ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
صوبہ کے گروہ ہر ملک کر دیا اور تقریباً دو سو کئی کئی کئی کئی کئی کئی کئی کئی
ہت کہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
جہ کے قلعے سے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
ہمارے کہ جب ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
تھے۔ بہت زیادہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
سے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
کے سر پرگی ایک ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
کھڑے تھے کہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

صوبہ کی فوج نے جب ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
دیکھی تو ان کا ہر طرف سے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
انہوں نے احساس کر لیا کہ دشمن کے آ دی بہت زیادہ ہیں تو وہ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
آئے اور انہوں نے چلے گئے۔

بھرا حلیم نہیں ہوں گا۔

حاضر بہت تنگ ہو گیا اور ہمارے آ دی بغیر خوراک کے بہت زیادہ ضعیف ہو رہے
تھے۔ ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے
ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے

پیش کش بہت مانتا تھا اور شرافت خداوندی کی انہوں کو محاصرین نے جو چہ جزا کے قریب تھے تمہاری اس پیش کش کو اہمیت نہ دی اور زور نہ دے کر اسے کسی اسیر میں پس کی عمر اسی تھی۔ اس واقعہ بھی کو لوگوں کی بے دہائی ظاہر ہوئی۔ تمہارے جب محاصرین کی روحانی حالت کو بے حال اور مستعد نہ دیکھا تو پھر یہی کہا۔ پھر اسے کہ میں حلیم ہو جانے والا آؤں گی انہوں اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔ عبد اللہ بن جحش نے جو تمہارے پاس تھا، جب اس نے دیکھا کہ تمہارے حلیم ہو جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تو وہ ایک دسی کے ذریعے دارالامارہ سے پہنچ آیا اور اپنے قبیلے سے چلا آیا۔ یہ قحطی محاصرین واسطے جو سختی کا ایک معمولی اور بڑا محاسن آؤں گی تھا وہ بھی محاصرین میں سے ایک تھا۔ وہ بھی محاصرہ کی سختی کو برداشت نہ کر سکا اس نے اپنے آپ کو دارالامارہ سے گرایا اور خود بھی گیا اور فرار کر گیا۔ اور اپنی نجات کے بارے میں شعر بھی کہا۔

قیام کی ترکیب:

تمہارے بہت زیادہ کوشش کی کہ محاصرہ والوں کو دشمن سے جنگ کرنے پر آمادہ کریں اور انہیں مختلف طریقوں سے سکھایا کہ اگر اسی حالت میں رہو گے تو ذلت کی موت مرد کے اور قتل کر دینے کا اور اگر خروج کرو گے تو نجات پا جانے کا امکان دیا جاسکتا ہے اور یا شرافت خداوندی کی موت کا انتخاب کر دے۔ تمہارے آخری بار ان سے خطاب کیا اور کہا کہ میں نے اپنی فکر کر لی ہے اور یہ کہ میں کبھی اپنے آپ کو ان کے سپرد نہیں کروں گا۔ میں قصر سے باہر نکلوں گا اور ان سے جنگ کروں گا، یہاں تک کہ قتل ہو جاؤں۔ جب میں مارا جاؤں گا تمہاری ذلت اور خواری زیادہ ہوگی۔ اگر تم ان کے حکم کو تسلیم کرو گے تو تمہارے دشمن ہیں کیوں کہ تم نے ان کا خون بہلایا ہوا ہے۔ وہ تم سے انتقام لیں گے اور وہ تمہارے ہر ایک کے بارے میں چیزیں اور الزام مائد کریں گے۔ ان کا ایک کہہ گا کہ فلاں نے میرا لٹاں قتل کیا ہے۔ لہذا اس طرح تمہارا ہر ایک دوسرے کے بعد دوسرا بالترتیب قتل کیا جائے گا اور تمہارا ہر ایک اپنے دوستوں کے

خلاف قتل کیے جانے کی کوہی دے گا۔ تمہیں اس وقت میری بات یاد آئے گی اور پشیمان ہو گے اور اپنے آپ سے کہو گے اے کاش کہ ہم نے عمار کی بات مان لی ہوتی اور اس کے کہنے پر عمل کیا ہوتا۔ اگر تم اب بھی میرے ساتھ آؤ تو دو حال سے خالی نہ ہوگا۔ یا ہم کامیاب ہو جائیں گے اور ان کے محاصرے کو توڑ ڈالیں گے اور محترمہ نجات پا کر ہر ایک اپنے قبیلے کے پاس چلا جائے گا یا شہید ہو جائیں گے۔ اور یہ موت شرافت مندانہ ہوگی اور میں تاکید کرتا ہوں کہ اگر تم میرے ساتھ نہ آئے تو کل تم اسی وقت سب لوگوں سے اس روئے زمین پر ذلیل اور خوار ہو گے۔ (راوی نے کہا کہ واقعہ ایسا ہی ہوا، جسے عمار نے ان سے کہا تھا)۔

عمار کی آخری جنگ:

عمار اپنے لوگوں سے جو محاصرے میں تھے باہر ہو چکے تھے اور ان کی بے وفائی دوبارہ ظاہر ہو گئی تھی۔ عمار نے جان لیا کہ یہ جنگ کرنے والے انسان نہیں ہیں اور ذلت اور خواری کو قبول کریں گے۔ عمار نے کسی کو اپنی بیوی ام ثابت دختر سرہ بن جندب کے پاس جو دارالامارہ میں تھی بھیجا اور اس سے خطر طلب کیا۔ عمار کے پاس خطر لے آئے۔ عمار نے حمل کیا اور حنوط ملا اور اپنے آپ کو معطر کیا۔ اپنے سر اور داڑھی کو خوشبو لگائی۔ اپنے اصحاب سے پھر کہا کہ دشمن پر حملہ کرو اور محاصرہ کو توڑو۔ لیکن عمار کے کہنے پر صرف انہیں آدمیوں کے علاوہ اور کوئی اس کے ساتھ نہ نکلا کہ جن میں سالیب بن مالک عمار کا معاون تھا۔ عمار جب کوفہ سے باہر جایا کرتا تھا اسی سالیب کو اپنا کوفہ میں نائب بنایا کرتا تھا۔ ان انہیں آدمیوں نے شہادت ظلی کے عنوان سے موت کا انتخاب کیا، اور شرافت مندانہ موت کے ارادے سے قصر سے باہر نکلے۔ عمار نے سالیب کی طرف توجہ کی اور کہا کہ تیرا کیا نظریہ ہے؟

سالیب نے کہا کہ میرا نظریہ وہی ہے جو تیرا نظریہ ہے۔

عمار نے کہا کہ میرا نظریہ خدا کی رضا۔

سایب نے کہا کہ خدا کی رضا۔

مخار نے کہا اے احمق! کھانے کا وقت ہے۔ میں ٹیکہ کھینچ رہا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ابن زبیر نے حجاز پر قبضہ کر لیا ہے اور نجد اور یمن کو بھی اپنے تسلط میں لے لیا ہے، مروان نے شام پر قبضہ کر لیا۔ میں ان سے کتر نہ تھا۔ میں نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ میں بھی ان کی طرح ہو گیا۔ صرف میں نے اپنی غرض شہداء کو بلا اور اہل بیت عظام کے خون کے انتقام کو قرار دیا۔ جب کہ یہ دوسرے عرب اس سے غافل تھے۔ جن لوگوں کے ہاتھ آل عمر کے خون میں رنگین تھے۔ میں نے ان کو قتل کیا اور اس وقت اسی غرض اور ہدف پر ہوں۔ اب اگر تو اس طرح کی ہمت نہیں رکھتا تو کم از کم اپنے وقار اور عزت کے لیے جنگ کر اور ذلت اور خواری کے ذریعہ بار نہ جا۔ سایب مخار کی اس گفتگو سے تعجب کر رہا تھا۔ اور کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون

میں کیا ہوں کہ اپنے وقار کے لیے جنگ کروں۔ (یعنی میں تو سوائے خدا کے اور کسی غرض کے لیے جنگ نہیں کروں گا)۔

یہاں اس چیز کا تذکرہ کرنا ضروری ہے کہ بعض مؤرخین نے مخار کے ان کلمات اور سایب کے ساتھ مخار کے مذاکرہ کو اس طرح کا ذکر نقل کیا ہے کہ گویا مخار کا مطلب یہ کہنا تھا کہ میں نے تو امام حسینؑ کے خون کے انتقام کو نہانا بتایا تھا، ورنہ میری غرض تو صرف اقدار کی جنگ تھی۔

مخار کی ذات اور اس کا وہ عمل جو خدا کو پسندیدہ تھا گواہ ہیں کہ مخار کی غرض اور ہدف سوائے شہدائے کربلا کے خون کے انتقام لینے اور رضاء الہی کے اور کچھ نہ تھا۔

مخار کے خاندان کی شہادت:

مخار کے قصر کے محاصرے کے زمانے میں چھوٹی موٹی جہز ہیں جاری تھیں۔ مخار کا خاندان بھی ان محاصرہ شدہ لوگوں سے تھا اور انھوں نے آخری زندگی تک اس جنگ میں شرکت کی۔ تاریخ میں آیا ہے کہ مخار کے رشتہ داروں میں سے پچاس آدمی اس جنگ میں ہوئے ہیں۔

تیسرا حصہ

﴿عقائد کی شہادت﴾

کسی انسان کے لیے اس سے بڑا کوئی مقام نہیں ہے کہ وہ گواہی کے لیے اللہ کے سامنے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے بلکہ پائے اور بزرگوار انسان یہ ہند نہیں کرتے کہ وہ بستر پر زنت کی موت میں بلکہ وہ اپنے لیے بہترین موت کو اختیار کرتے ہیں (یعنی سرخ موت) انکارِ جود لیر اور فدا کا نشانہ اس نے ایک سال کی قتلِ بدت میں شہداء کر دیا۔
 کے خون کا انتقام لیا اور اپنی نظیر حکومت میں جگ کرنے میں مشغول رہا کبھی امام حسینؑ کے قاتلوں سے جگ اور کبھی شام کی فوج سے اور کبھی انقلاب کے قاتلوں کے ساتھ اور آخر کار صعب بن زبیر کے ساتھ جگ کی۔ عام طور پر ان لوگوں کے جو صحابی انقلاب یا اُلٹی انقلاب پر پا کرتے ہیں بہت زیادہ دشمن ہوا کرتے ہیں۔ جن لوگوں کے خلاف خطرے میں جاتے ہیں وہ اپنی پوری کوشش انقلاب کو ختم کرنے میں صرف کرتے ہیں تاہم گواہ ہے کہ اسلامی انقلاب اور وہ انقلاب کہ جن میں اُلٹی رنگ ہوتا ہے اور جو مظلوموں کے حقوق کے دفاع کے لیے برپا کیا جاتا ہے اسے لوگ ابتداء میں ہی نابود کر دیتے ہیں یا ان سے اتنی جگ اور حراست کرتے ہیں کہ وہ خود ہی ناکام ہو جاتا ہے۔

عقائد کسی ایک فرد اور گروہ سے نہیں بلکہ انفرادی یا اجتماعی عقائد سے جگ کر دیا جاتا ہے اور یہ عقائد اور گروہی اہل بیت عظام کے عقائد سے نہیں بلکہ انفرادی یا اجتماعی عقائد سے جگ کر دیا جاتا ہے۔
 چھوڑنا کہ جو عقائد کے گواہوں میں گواہوں کے عقائد کی اپنی زندگی کے لیے جگ کر دیا جاتا ہے۔

اسرائیل اور ہاتھ اور کئی کئی کے مخالفین میں غلبہ ہوا۔

عزرا نے جب دیکھ لیا کہ اس کے باوجود دگر شراف متعاندہ اور پر آشکار مرنے کے لیے حاضر نہیں ہیں اور وہ خدا کے راستے میں شہید ہونے پر ذلت اور غماری اور تسلیم ہو جانے کو ترجیح دے رہے ہیں تو اس نے حسی امداد کر لیا اور اپنے یاروں پر حجت تمام کر دینے کے بعد صرف انہیں غلص اور سچے افراد نے کہ جن میں اس کا وعاہدین صاحب بن مالک تھا دارالامارہ کا صوفیہ کھول دیا اور دشمن سے جنگ کرنے لگا۔ عیار بہت بڑا انقلاب لانے والا کہ جس کا مقصد اہل بیت علیہم السلام کا دفاع اور شہداء کو بھلا کے خون کا انتقام لینا تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے اور اپنی آرزو اور امید کو بخفی کیا ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی اور امید اور تمنا نہ تھی۔ عیار کامل طور پر محاصرہ میں ہے اور اس کے مددگار اسے چھوڑ چکے ہیں اس نے باعزت اور پر افتخار موت کا انتخاب کیا۔ اس کے انہیں ساتھی مردانہ وارد جنگ کرتے رہے اور آخری آدمی تک اور آخری سانس تک خوب لڑے۔ کبھی دشمن کو پیچھے دھکیلتے اور کبھی خود پیچھے ہٹ جاتے کچھ وقت تک جنگ کرتے رہے۔ دشمن کو احساس ہو گیا کہ وہ شہادت طلبی کے ساتھ ایمان پر جنگ کر رہے ہیں۔ اپنے دستوں کو جمع کیا اور ان کی اصلی فرض عیار کی ذات تھی۔ دشمن نے مختلف اطراف سے اپنے دستوں کو جمع کیا اور ان کی اصلی فرض عیار کی ذات تھی۔ دشمن کے لیے یہ مناسب موقع ہاتھ آیا۔ عیار کے مختصر کردہ نے ابن زبیر کے دستوں سے مدد فرموشوں کے محلے تک جنگ کی۔ عیار شیر اور طوفان کی طرح اپنے اطراف میں دشمن پر حملہ کر رہا تھا۔ اس کے اکثر ساتھی شہید ہو چکے تھے عیار نے شہید ہو جانے پر اپنا دل بجا لیا تھا۔ عیار پوری طرح سے محاصرہ میں آچکا تھا اس پر ہر ایک طرف سے یہاں تک چھتوں سے حملہ ہو رہا تھا اسی اثناء میں بنی حنیفہ قبیلے کے دو آدمی بنام طرفہ اور طریف فرزند ابن عبد اللہ بن دجاہ نے غلی طور پر عیار پر تلواریں سے حملہ کر دیا اور اس پر کافی کاری ضرب لگائی اس وقت انقلاب کا بانی اور کربلا کے واقعہ کے بڑا

انعام علیہ السلام کو کھڑا کر کے زمین پر گر گیا ان دونوں بھائیوں نے عمار کا سر جدا کر کے انعام لینے کی غرض سے مصعب بن زبیر کے پاس لے گئے۔ مصعب نے تمہیں ہزار درہم ان دو خبیث کافکوں کو بطور انعام دیے۔ مصعب نے عمار کا کٹا ہوا سر اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو مکہ روانہ کر دیا جب وہ عمار کے سر کو عبداللہ بن زبیر کے پاس لے گئے اور اس سے انعام کا مطالبہ کیا تو عبداللہ بن زبیر نے کہا یہ سر لے جاؤ کبھی تیرا انعام ہے۔

عمار شہید ہو کر مقام شہادت پر پہنچا وہ کوفہ جو اس ولیر اور اہل بیت کے مددگار اور حمایت کرنے والے کا گواہ تھا اب اس کا سر خ خون کو نہ کی سر زمین پر ایک نقش اور تاریخ چھوڑ گیا ہے۔ عمار کی عمر ساٹھ سال اکثر جہاد اور مبارزہ اور افتخار میں بسر ہوئی۔ اس کی حکومت ایک سال ساڑھے سات مہینے اپنے مقدس ہدف میں صرف ہوئی عمار اپنی جان خالق جہان کے سپرد کر گیا اور شہداء کے گروہ میں اس کا شمار ہو گیا (خدا اور پیغمبر اور اولیاء پاک کی رحمت اس نہاد و مجاہد اور شہید راہ اہل بیت پر نازل ہو)

عمار کی شہادت کی تاریخ:

طبری نے لکھا ہے عمار کی شہادت سولہ ماہ رمضان سنہ ۶۷ھ میں ہوئی۔ عمار کی شہادت کے وقت اس کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ باقی معتبر تاریخوں میں عمار کی عمر شہادت کے وقت ستر سٹھ سال بتائی گئی ہے کیونکہ عمار اول سال ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ بعض تاریخوں میں عمار کی شہادت چودہ رمضان سنہ ۶۷ھ ذکر ہوئی ہے۔

حجر بن عدی کے فرزندوں کی شہادت:

ان انیس افراد میں سے جو عمار کے ساتھ شہید ہوئے تھے حجر بن عدی کے دو فرزند بھی تھے۔ حجر بن عدی یہ بلند مرتبہ شہید امیر المؤمنین عظیم کے وفادار اصحاب میں سے تھا۔

تاریخ میں لکھا ہے کہ حجر بن عدی کے دو فرزند پیام اللہ اور عبدالرحمن عتار کے ساتھ مصعب بن زبیر کے غلبہ کے بعد شہید ہو گئے تھے۔

شہادت کے بعد:

وہ کوئی جو عتار کے انقلاب کے مخالف تھے انہوں نے اپنے انتقام عتار سے لے لیا تھا مصعب ابن زبیر کے آدی نے عتار کا سر جدا کر کے مصعب کے سامنے لے آئے۔ مصعب نے حکم دیا کہ عتار کے دونوں ہاتھوں کو بھی جدا کر دیا جائے اور انہیں مسجد اعظم کوفہ کی دیوار پر صبح کاڑ کر کے لٹکایا جائے۔ عتار کے دونوں ہاتھ اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کوفہ پر عبدالملک بن مروان کی طرف سے مسلط ہوا۔ حجاج نے جب ان دونوں ہاتھوں کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ دیوار کے ساتھ کیا لگا ہوا ہے اسے بتلایا گیا کہ یہ عتار کے دو ہاتھ ہیں۔

اس نے حکم دیا کہ انہیں وہاں سے اتارا جائے اور دفن کر دیا جائے عتار کے شہید ہو جانے کے بعد قصر میں موجود محاصرے والے لوگوں پر بہت زیادہ سخت وقت آن پڑا تھا۔ اور خود ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا اب ان کو عتار کی یاد آئی اور کہتے تھے کہ کاش ہم عتار کے ساتھ جاتے لیکن اب ہمارا امیر قتل ہو چکا ہے اب وہ اپنے انجام کی فکر میں ہوئے کہ ابن زبیر ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ تقریباً سات ہزار آدمی محاصرہ میں تھے کہ ان میں سے سات سو عرب اور باقی سب غلام اور موالی اور ایرانی تھے محاصرے میں موجود لوگوں میں عتار کی شہادت موجب تاسف اور بہت زیادہ غم انگیز ہوئی۔ عتار کے یاروں میں سے ایک بحیر بن عبد اللہ نے محاصرے میں موجود لوگوں سے کہا۔ اے قوم! کل تمہارے امیر نے تمہیں درست رائے دی تھی اور تمہیں کہا تھا کہ دشمن سے جنگ کرو اور اپنا سے دفاع کرو لیکن تم نے ایسا نہ کیا اور اب پشیمان ہو اے کاش امیر کی ہم اطاعت کرتے اب اگر تم تسلیم ہو جاؤ تو دشمن تمہارے سر کو سفروں کی طرح کاٹیں گے۔ اس پر بھی حاضر ہو جاؤ اور ہمت کرو ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے اپنی کوتاہیوں کے ساتھ قمر

سے باہر نکلا اور دشمن پر حملہ کر دیا اور جنگ کر دیا کہ شرافت مند از مردان انہوں نے مجھ کی بات کو بھی اہمیت نہ دی اور ذلت کے ساتھ زندہ رہنے کی امید میں مجھ کا ساتھ نہ دیا اور مجھ سے کہا کہ ہم نے اس کی کہ جس کی ہم تم سے زیادہ اطلاع کرتے تھے صحیح قبول نہ کی کہ جس نے یہی کہا تھا ہم کہہ رہے ہو تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ میری بات مان کر میری اطاعت کریں گے؟

خواری اور ذلت کی تسلیم:

حاصرے میں موجود لوگوں کو بھوک اور پیاس اور سخت مصائب نے شکست خوردہ کر رکھا تھا غار کی شہادت کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو تسلیم کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے مصعب کو پیغام دیا کہ ہم تسلیم ہو جانے پر آمادہ ہیں۔ مصعب نے اپنے ایک خاص آدمی عام عباد بن حصین بن الن کے پاس بھیجا اس نے ان سب کو ایک ایک کر کے ان کا اسلحہ لے لیا اور گوسفندوں کی طرح ان کے ہاتھ باندھ کر ان کو قصر سے باہر نکالا۔ عبداللہ بن شداد جو غار کا قریبی یار تھا اور توابعین کے قیام میں بھی سلیمان بن عمرو کے ساتھ مل کر جنگ کی تھی حاصرہ شدہ لوگوں میں سے ایک تھا اس نے عباد بن حصین سے وصیت کی۔ غار کا ایک اور یار عبداللہ بن فرات کو اس نے غار سے ڈھیمان ہو چکا تھا کسی لڑے چلا کر نکلی کی چیز کو تلاش کر رہا تھا تا کہ اس سے جنگ کرے اور ذلت آمیز تسلیم نہ ہو لیکن اسے کوئی چیز نہ ملی کیونکہ اس سے اسلحہ لے لیا گیا تھا اور اس کے ہاتھ کو باندھا ہوا تھا۔ جب عبدالرحمن بن عمر و مصعب کی اس پر نگاہ پڑی تو اس نے کہا کہ عبداللہ بن فرات کو مجھے دے دو تا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ اس کے باپ عمر و مصعب کو اس نے قتل کیا ہے۔ عبداللہ نے باوجودیکہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے پوری دلیری سے عبدالرحمن و مصعب سے کہا کہ کیا میں تیرے دادے کے دین پر جاؤں کہ جو ایمان لایا اور بعد میں کافر ہو گیا جھوٹا ہو گا کہ میں نے تیرے باپ کو تلواری ماری اور وہ مر گیا۔ عبدالرحمن گھوڑے اتر اور کہا کہ عبداللہ کو میرے خواب لے کر دیا اور جب وہ اسے دیا گیا تو اس نے اسے مہلت نہ دی

اور تلواریں اس کی گردن پر ماری اور قتل کر دیا۔ عباد مصعب کا نما سجدہ اس کے اس کام سے ناراحت ہوا اور عبدالرحمن سے کہا کہ تو نے اسے قتل کیا ہے؟ حالانکہ تجھے اس کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔ پھر اس بد فطرت عبدالرحمن کی نگاہ عبداللہ بن شداد پر جو بلند قامت اور عراق کے بزرگ شیعوں میں سے تھا پڑی تو عباد سے کہا کہ اسے یہاں ٹھہرے رہنے دو تا کہ میں اس کے بارے میں مصعب سے گفتگو کروں۔ اس کے بعد وہ مصعب کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں خواہش کرتا ہوں کہ عبداللہ بن شداد مجھے دے دو تا کہ میں اسے قتل کر دوں مصعب نے اس کی موافقت کی اور عبداللہ کو عبدالرحمن کے حوالے کر دیا گیا اور اس نے فوراً اس کی گردن ازادی عباد نے عبدالرحمن سے کہا بخدا اگر مجھے علم ہوتا کہ تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے تو میں اسے کسی دوسرے کے حوالے کر دیتا میں نے خیال کیا کہ تو امیر سے اس کی آزادی کے لیے بات کرنے جا رہا ہے۔ عبداللہ بن شداد کا نوجوان بیٹا تھا اسے بھی قتل کرنا چاہتے تھے جب کہ وہ بالغ تھا لیکن موئے ظہار اس کے نہیں نکلے تھے بعض نے کہا کہ یہ بچہ ہے اور نابالغ ہے اسے قتل نہ کرو۔ تلاشی اور تفتیش کے بعد معلوم ہوا کہ وہ نابالغ ہے تو اسے آزاد کر دیا گیا۔ محاصرے میں موجود لوگوں میں سے ایک قیس بن سعید تھے اس کا بھائی مصعب کے پاس گیا اور اس کے لیے امان حاصل کی اس کے بھائی کا نام اسود تھا۔ اسود قیس کے پاس آیا کہ تسلیم ہو جاؤ میں نے تمہارے لیے امان لے لی ہے اس نے مردانہ قوت سے جواب دیا۔ میں ان کے حکم پر تسلیم نہیں ہوں گا۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ مر جاؤں بہتر ہے کہ تمہارے ساتھ زندگی کروں اسے سامنے لے آئے اور اس کی گردن ازادی مگنی۔

قتل عام کا حکم:

ہجیر بن عبداللہ جو بزرگوں میں سے تھے اسے بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اس کے ہاتھ باندھ کر مصعب کے سامنے پیش کیا گیا اس نے مصعب سے خطاب کیا اور کہا کہ خدا کا شکر اور حمد

ہے کہ جس نے ہمیں تمہارا قیدی بنایا ہے اور تجھے عطا اور درگزر کے مقام پر قرار دیا ہے وہ مقام ہیں کہ ایک میں اللہ کی رضا ہے اور دوسرے میں اللہ کا غضب ہے۔ جو کسی کو بخش دے اللہ اسے بھی بخش دیتا ہے اور اس کی عزت زیادہ کرتا ہے اور جو سزا دے تو وہ قصاص سے امان میں نہ ہوگا۔ اے زبیر کے فرزند ہم مسلمان ہیں اور اہل قبلہ ہیں اور تمہاری ملت سے ہیں نہ ترکی ہیں اور نہ دلیلی۔ اگر ہمارے شہر والے بھائیوں نے ہماری مخالفت کی ہے تو یا تم حق پر تھے یا وہ حق پر تھے۔ جیسے شام کے لوگوں نے آپس میں جنگ کی اور اس میں اختلاف رکھتے تھے لیکن بعد میں سب بھائی بھائی ہو گئے اور جیسے بصرہ کے لوگوں نے آپس میں جنگ کی اور بعد میں صلح کر لی اور دوست ہو گئے۔ آپ اس وقت ایک فتح مند حاکم ہو اور ہم پر مسلط ہو ہم پر احسان کرو اور چشم پوشی سے کام لو۔ اس نے اس طرح کی گفتگو کی کہ جس سے مصعب اور اس کے اطرافنی کافی متاثر ہوئے اور مصعب نے چاہا تھا کہ ان قیدیوں کو آزاد کر دے کہ اچانک بد فطرت اور غیبت انسان عبدالرحمن اشعث سامنے آ کھڑا ہوا اور اعتراض کیا اور مصعب سے کہا کہ اے امیر اگر تم ان کو آزاد کرنا چاہتے ہو تو یا ان کو اپنے پاس رکھو یا ہمیں؟ اس کے بعد محمد بن عبدالرحمن ہمدانی اٹھا اور کہا کہ میرا باپ پانچ سو آدمیوں کے ساتھ جو ہمدان قبیلے کا سردار اور بزرگ تھا ان کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے تم ان کو کہ جن کی گردن پر ہمارے خون ہیں اور ہمارا خون ان کے شکم میں موج زن ہے چھوڑ دینا چاہتے ہو یا ہمیں اپنے پاس رکھو یا ان کو اسی طرح کی کوفہ کے اشراف اور سرداروں نے جو انقلاب کے مخالف تھے اور اس کے اصحاب سے بغض اور دشمنی رکھتے گفتگو کی جب مصعب نے ان کا بہت زیادہ اصرار دیکھا تو حکم دیا کہ محاصرے میں موجود تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے قیدیوں کی فریاد اور آواز بلند ہوئی اور وہ فریاد کرتے تھے کہ اے ابن زبیر ہمیں قتل نہ کرو کل کو ہم تیری فوج کے مقدمہ الجیش ہو گئے اور ہماری تمہیں ضرورت پڑے گی اگر ہم تیرے دشمنوں سے جنگ کرتے ہوئے مارے گئے تو تیرے دشمنوں کو کمزور کر کے جائیں گے

اور اگر ہم کامیاب ہوئے تو فتح تیری اور تیرے دوستوں کی ہوگی لیکن مصعب نے قسوت ظہنی کی وجہ سے ان کی اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور کوفہ کے سرداروں کی بات کو مان لیا۔

بھیر کی خواہش:

جب محاصرے میں موجود لوگوں کو یقین ہو گیا کہ سب قتل کر دیئے جائیں گے تو بھیر مسلمی نے مصعب سے کہا میری تم سے خواہش ہے کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ قتل نہ کرنا کیونکہ میں نے ان سے پہلے کہا تھا کہ تسلیم نہ ہوتا اور تلواریوں کے ساتھ قصر سے باہر نکلنا اور اپنا دفاع کرو انہوں نے اپنی ذلت اور خواری کو قبول کیا اور میری اطاعت نہیں کی میرا دل نہیں چاہتا کہ میرا خون ان کے خون سے مخلوط ہو۔ مصعب نے حکم دیا کہ بھیر کو دو در ایک گوشہ میں لے جا کر قتل کر دو۔ ابو زورق نے کہا ہے کہ مسافر بن سعید مختار کے دوستوں سے تھا اور قیدیوں میں سے تھا اس نے مصعب سے کہا اے ابن زبیر تو جب خدا کے سامنے جائے گا تو خدا کو کیا جواب دے گا کہ تو نے ایک جماعت کو جو تیرے حکم پر تسلیم ہو گئے تھے اور تیرے حکم کو قبول کر لیا تھا ان کی گردن اڑا رہے ہو جب کہ خدا کا ان کے بارے میں یہ حکم تھا کہ انہیں سوائے قصاص کے قتل نہیں کیا جاسکتا اگر ہم نے تیرے کسی آدمی کو قتل کیا ہے اس کا حساب کر لے اور انہیں قتل کر دے اور باقیوں کو آزاد کر دے۔ ہمارے درمیان ایسے آدمی بہت زیادہ ہیں کہ جنہوں نے ایک دن بھی تمہارے ساتھ جنگ نہیں کی وہ پہاڑوں اور میدانوں میں تھے اور یہاں آ کر گرفتار ہو گئے ہیں وہ اس سے پہلے خراج وغیرہ جمع کیا کرتے تھے یا سرحدوں کی حفاظت کرتے تھے کم از کم انہیں تو چھوڑ دے لیکن مصعب بن زبیر نے اس بات کی کوئی پرواہ نہ کی اور سب کو قتل کر دیا۔ مسافر نے اس کے بعد کہا خدا اس گروہ پر لعنت کرے کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ رات کے وقت نکلنا اور گلی کو چوں سے محافظین کو ہٹاتے ہوئے فرار کر جاؤ اور اپنے قبیلے کے ساتھ مل جاؤ لیکن انہوں نے میری اطاعت نہ کی اور مجھے مجبور کیا کہ میں اس ذلت اور خواری اور پستی سے غلاموں کی طرح قتل کر دیا جاؤں۔

میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ میرا خون ان کے خون سے غلواد کرے اور مجھے علی بن ابی طالب کے لئے
جائے۔ مصعب نے اس کا یہ فیصلہ قبول کر لیا اور اسے ایک دوسرے گوشہ میں قتل کر دیا گیا۔
کوفہ میں خون کی ندی:

مصعب نے چاہا تھا کہ صرف غلاموں اور ایرانیوں کو قتل کرے اور عربوں کو جو
تھوڑے تھے چھوڑ دے لیکن اس کے مشیروں نے اس سے کہا کہ یہ کونسا ایمان ہے کہ تم مجبوس کو
قتل کر دینا چاہتے ہو اور عربوں کو چھوڑنا چاہتے ہو جب کہ ان سب کا ایک عقیدہ ہے (اور یہ
سب علی رضی اللہ عنہ کے شیعہ ہیں) تم کس طرح کامیابی کی امید رکھتے ہو بالآخر مصعب نے حکم دیا کہ
ان تمام کو جو سات ہزار آدمی تھے قتل کر دیں۔ دارالامارہ کے اطراف میں خون کی ندی کوفہ شہر
میں جاری ہو گئی۔ اس دفعہ پھر کوفہ کی تاریخ نے اس ہولناک واقعہ کا جو غالموں اور جٹا بٹکاروں
نے مظلوموں اور کمزور انسانوں کا خون بہایا ہے مشاہدہ کیا ہے۔ طبری نے لکھا ہے کہ علی بن محمد کی
روایت کے مطابق جب مختار قتل ہو گیا تو محاصرے میں موجود سب لوگ تسلیم ہو گئے مصعب نے
اپنے مشیروں اور دوستوں سے ان کے بارے میں مشورہ کیا عبدالرحمن بن محمد اصف اور عمر بن
عبدالرحمن اور ان لوگوں نے کہ جن کے رشتہ دار مختار کے ہاتھوں قتل ہو چکے تھے ان سب نے کہا
کہ ان سب کو قتل کر دو۔

ابن حرکی کا پیکش:

عبید اللہ بن حرجو مصعب کے بزرگ افراد سے شمار ہوتا تھا اس نے مصعب سے کہا
کہ اے امیر! ان قیدیوں میں سے ہر ایک کو ان کے قبیلے کے سپرد کر دے تاکہ تو اس طرح ان پر
احسان کرے گا اگر انہوں نے ہمارے آدمی قتل کیے ہیں تو ہم نے بھی تو ان کے آدمی قتل کیے
ہیں۔ ہمیں سرحدوں کی حفاظت کے لیے ان کی ضرورت ہے۔ غلاموں اور موالی کو ان کے

ہاتھوں کے سپرد کر دے تاکہ وہ ان سے کام لیں کیونکہ یہ غلام اکثر عورتوں اور قیدیوں اور کمزوروں کے غلام ہیں ہاں ان امیرانوں میں سے جو آزادوں کے جانچنے ہیں انہیں قتل کر دے کیونکہ ان کا کفر ظاہر ہو چکا ہے اور ان کا تکبر بہت ہو چکا تھا اور یہ ناشکرے ہو گئے تھے مصعبؓ انہیں جڑی اس سنگ کو کن کر فیس پڑا اور اخف بن قیس کو جو قبیلہ کا سردار اور بزرگ اور قابل احترام تھا اس سے مصعبؓ نے کہا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ زیاد نے مجھے بلایا تو میں اس کے حکم کا تابع نہ تھا اخف کا یوں کہنا مصعب کے لیے کناہ اور اشارہ تھا۔ اس کے علاوہ اخف نے اور کئی بات نہ کی۔ اس کے بعد مصعبؓ نے حکم دیا کہ تمام قیدیوں کو جو چھ یا سات ہزار تھے قتل کر دیا جائے۔ اس زمانے کے مشہور شاعر اسدی نے اس وحشیانہ قتل عام کے بارے میں اشعار لکھے ہیں کہ جن کا ذکر کر دینا مناسب ہے۔ اور اسے ایک تاریخی حیثیت حاصل ہے۔ ترجمہ یوں ہے:

(۱) امان اور بیان اور عہد کے باوجود چھ ہزار آدمی قتل کر دیئے گئے۔

(۲) عہد خطی کے عہد کو پہلے بتایا کہ جس نے گزرنے والوں کے لیے بتایا تھا صبح کے وقت انہیں بلایا اور انہیں دھوکا دیا وہ پہلے خانہ نہ تھے کہ جن کو میں نے کہا تھا کہ وہ گلی کوچوں میں جگ کریں لیکن انہوں نے میری اطاعت نہ کی تھی۔

محمد بن یوسفؓ نے کہا ہے کہ ایک دن مصعبؓ نے عبد اللہ بن عمر کے ساتھ ملاقات کی اور اس پر سلام کیا اور عبد اللہؓ سے کہا کہ چچا میں تیرا بھتیجا مصعب ہوں۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ہاں تو اہل قبلہ کے سات ہزار آدمیوں کا ایک دن میں قاتل ہے۔ مصعبؓ نے کہا کہ وہ سارے کافر اور جادوگر تھے عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا بخدا اگر اتنی تعداد کو سفندوں کو جو تاپنے باپ سے ارث میں لیتا قتل کر دیتا تو پھر بھی یہ کام اسراف اور حرام ہوتا چہ جائیکہ تو نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔

سعد بن عبدالرحمن نے بھی اس ظالم قتل عام کے بارے میں اشعار لکھے ہیں کہ جنہیں طبری نے نقل کیا ہے چونکہ وہ اشعار زیادہ طولانی تھے انہیں ہم نے یہاں نقل نہیں کیا ہے۔ دیوری نے کہا ہے کہ ان لوگوں کی تعداد کہ جن کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور جنہیں ابن زبیر کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا چھ ہزار تھی ان میں عرب صرف دو ہزار تھے اور باقی چار ہزار ایرانی تھے۔ عراق اس زمانے میں ایران کی حکومت کا ایک حصہ تھا کہ جہاں آہستہ آہستہ اسلام کے غالب آنے کے بعد وہاں عرب آباد ہو گئے تھے اور اس کی زبان عربی ہو گئی اور ایران سے علیحدہ شمار ہونے لگا۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی کے اوائل تک کوفہ کے لوگ جو عراق کا مرکز تھا فارس زبان میں کلام کیا کرتے تھے۔

مختار کی زوجہ کی شہادت:

ابو علقمہ نامی ایک مؤرخ نے کہا ہے کہ مصعب نے کوفہ پر مسلط ہو جانے کے بعد اور مختار اور اس کے اصحاب کو قتل کر دینے کے بعد مختار کی دو بیویوں کو کہ ایک ام ثابت تھی جو سرہدن جذب کی بیٹی تھی اور دوسری عمرہ جو نعمان بن بشیر انصاری کی دختر تھی ان دونوں کو قید کر لیا اور ان کا فیصلہ خود اس نے کیا۔ مصعب نے ان سے پوچھا کہ تم مختار کے بارے میں کیا کہتی ہو تو ام ثابت نے جواب دیا کہ جو تم اس کے بارے میں کہتے ہو میں بھی وہی کہتی ہو اور میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ مصعب نے اس سے کہا کہ جاؤ تم آزاد ہو اس کے بعد مصعب نے عمرہ سے کہا کہ تم مختار کے بارے میں کیا کہتی ہو تو اس نے جواب دیا خدا مختار پر رحمت نازل کرے وہ اللہ کے صالح اور نیک بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ مصعب نے جب اس کا صریح اور صاف سہرا جواب سنا تو غصہ میں آ گیا اور کہا کہ اسے قید کر دو۔ مصعب نے اس کے بارے میں اپنے بھائی خلیفہ عبداللہ بن زبیر کو لکھا اور جھوٹ لکھا کہ مختار کی بیوی کا عقیدہ ہے کہ مختار بنیہ تھا میں اس کے بارے میں کیا کروں؟ عبداللہ بن زبیر نے جواب میں لکھا کہ اسے پھانسی پر چڑھا دو اور قتل کر

دو۔ اس کے بعد مصعب نے حکم دیا کہ اسے قید خانے سے باہر لایا جائے اور کوفہ سے باہر حیرہ مقام پر مطر نامی آدمی سے قتل کرا دیا۔ یہ مطر تیم اللہ کے خاندان سے تھا۔ اس نے عتار کی اس زوجہ کو تین ضربتوں سے شہید کیا اس عورت نے قتل ہونے سے پہلے داد اور فریاد کی اور کہا اے بابا۔ اے بابا۔ اے میرے رشتہ دارو! اے میرے قبیلے کے لوگو! لیکن کسی نے اس کی دادی نہ کی۔ اس عورت کا بھائی ابان بن لقمان اس کے گرفتار کرے میں داخل تھا۔ یہ مطر کے پاس پہنچا ایک زبردست تھپڑ اسے مارا اور اسے کہا کہ اے حرا حرا۔ تو نے اسے قتل کر دیا ہے؟ خدا حیرے ہاتھ کو شل کرے بالآخر یہ محترمہ دلیر خاتون مطر کے ہاتھوں شہید ہو گئی۔ مطر نے اس کے بھائی ابان کو پکڑا اور رہانہ کیا اور مصعب کے پاس لے آیا اور کہا کہ اس نے میری ماں کو گالی دی ہے۔ مصعب نے کہا کہ اسے چھوڑ دو اس کے سامنے بہن کا وحشت ناک قتل ہوا ہے۔ عتار کی اس بیوی کے قتل نے کوفہ میں بہت برا اثر چھوڑا اور بہت سے شعراء نے اسے اشعار میں بیان کیا۔

ابن ربیعہ کے اشعار:

(۱) ایک بہترین عورت کا قتل کتنا عجب خیر ہے کہ جو شہید کر دی گئی کہ جس کا کوئی گناہ نہ تھا خدا جانتا ہے کہ نیک کو قتل کیا گیا ہے۔

(۲) قتل ہونا اور قتل کرنا مردوں کا کام ہے اور عورتوں کا کام پردے اور چادر میں رہنا ہے۔

عتار کی ماں کی گفتگو:

عتار کی ماں بھی محاصرہ میں موجود تھی جس کا نام دومہ الحساء تھا آپ اس وقت بہت بوڑھی تھیں۔ ابو عیینہ نے کہا کہ جب عتار کے قریبی رشتہ دار اور اصحاب جو قصر میں موجود تھے قتل ہو گئے اور ان لوگوں نے شکست کھالی تھی میں نے عتار کی والدہ سے کہا کہ آپ آئیں میں آپ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر یہاں سے باہر لے جاؤں اور نجات دلاؤں اس نے پوری دلیری سے کہا کھڑا میں اگر گرفتار ہو جاؤں اور قیدی بنائی جاؤں میرے لیے یہ بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے

کندھے پر اٹھا کا اور نجات دلاؤ۔

امین زہیر کا کوفہ پر تسلط:

عقار اور اس کے اصحاب کے قتل ہو جانے کے بعد کوفہ پر ایک رعب اور وحشت طاری ہو چکی تھی وہ لوگ جو کربلا کے واقعہ میں شریک تھے اور امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں میں شمار ہوتے تھے اور انقلاب کے مخالف تھے مصعب امین زہیر کی حمایت سے دوبارہ کوفہ پر مسلط ہو چکے تھے اور یہ لوگ اچھے اچھے مہمدوں پر فائز ہو گئے تھے عقار کے دوست بالخصوص غلام اور مصعب اور ایرانی نیست و نابود ہو چکے تھے۔ مصعب وہیں کوفہ میں رہ گیا اور عراق کے علاقہ پر گورنر اور حاکم معین کر دیے۔ مصعب اپنے آپ کو بلا شراکت حاکم جانتا تھا کیونکہ عراق کے دو مہم مرکز کوفہ اور بصرہ اس کے قبضے میں تھے۔

مصعب کا ابراہیم اشتر کو خط:

ابراہیم اپنی بڑی کامیابی جو اسے شام اور عراق میں حاصل ہوئی تھی اور امین زیادہ اور شام کے لشکر کو ختم کرنے کے بعد عقار کے حکم سے عراق کے شمال مغربی علاقہ پر گورنر معین کیا گیا تھا اور اس نے اس علاقے میں اپنے گورنر اور حاکم معین کر لیے تھے عقار کی مصعب سے جنگ میں وہ اسی علاقہ میں رہا اور اس جنگ میں موجود نہ تھا۔ مصعب کو معلوم تھا کہ ابراہیم پر قدرت اور صاحب نفوذ اور مدبرانہ انسان ہے مصعب نے اس کو اپنے ساتھ ملانے اور لالچ کیا اور اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ امین زہیر کی حکومت کو قبول کر لے تو شمال پر وہی اس کی طرف سے گورنر باقی رہے گا اسی غرض کے تحت مصعب نے ابراہیم کو ایک خط لکھا۔

اصل خط:

امام بعد از مختار جو دروغ کو اور اس کے پیروکار کہ جن کا دین کفر تھا اور وہ اس کے جادو میں گرویہ ہو چکے تھے ختم ہو چکا ہے میں تمہیں کتاب اور سنت و نبی علیہ السلام اور عبد اللہ بن

زیر امیر المومنین کی بیعت کی دعوت دیتا ہوں اگر تم اسے قبول کر لو تو میرے پاس آ جاؤ اور جب تک میں زندہ اور خاندان ابن زبیر کی حکومت ہے میں تم سے حتیٰ عہد اور بیان کرتا ہوں اور تا کیدی قسم اٹھاتا ہوں اور ایسا محکم تر عہد اور بیان کہ جو خدا نے اپنے پیغمبروں سے لیا ہے کہ جزیرہ مانی انہرین اور شمال عراق اور عراق کے مغرب کی تمام سرزمین پر تم کو رہنے دو گے اور وہ تیرے اختیار میں ہوگا۔ والسلام۔

مصعب کا خط ابراہیم کو ملا اور اسی زمانے میں اسی طرح کا ایک اور خط عبدالملک بن مروان خلیفہ کا جو اس نے شام سے لکھا تھا ابراہیم کو ملا کہ جس کی عبارت یوں تھی:

اما بعد! ابن زبیر کے خاندان نے ہدایت کے دربیروں کے خلاف بغاوت کی ہے اور اہل خلاف سے نزاع کی ہے اور حرم خدا جو اس کی جگہ ہے اس میں الحاد اور کفر انجام دیا ہے۔ خدا نے انہیں مہلت دے رکھی ہے لیکن اس کا انجام برا ہوگا۔ میں تمہیں خدا اور پیغمبر علیہ السلام کی سنت کی پیروی کی دعوت دیتا ہوں اگر تو نے اسے قبول کر لیا اور مان گئے جب تک تم ہو اور میں زندہ ہوں عراق کی حکومت تیری ہوگی میں آپ سے یہ تاکید بیان اور عہد اور خدا کی قسم کے ساتھ جو میری گردن پر ہے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس بیان اور معاہدہ پر عمل کرتا ہوں۔

ابراہیم پریشان ہو گیا کہ ان دونوں سے تو وہ جنگ نہیں کر سکتا اور لامحالہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا تاکہ دوسرے سے جنگ کر سکے۔ ابراہیم نے اپنے دوستوں اور مشیروں کو بلایا اور ان کے سامنے یہ دونوں خطر کھے اور واقعہ سے انہیں آگاہ کیا اور ان سے اس کا حل طلب کیا۔

ان میں سے بعض نے کہا کہ عبدالملک بن مروان کی اطاعت کرے اور بعض نے کہا کہ ابن زبیر کا مطیع ہو جا۔ ابراہیم اشر نے کہا کہ اگر میں نے شام کے لوگوں اور عبید اللہ بن زیاد کو قتل نہ کیا ہوتا تو اس وقت میں عبدالملک بن مروان کے ہاں جاتا اور اس کی اطاعت کر لیتا اور

پھر مجھے یہ پسند نہیں کہ دوسرے علاقے کے لوگوں کو اپنے علاقے پر اور دوسرے قبیلے کو اپنے قبیلے پر مسلط کروں۔ ان کے سوال اور جواب کو سوچنے کے بعد ابراہیم نے ارادہ کر لیا کہ مصعب بن زہیر سے مل جائے اور اسے خط لکھا۔ مصعب نے ابراہیم کو جواب میں لکھا کہ جتنا جلدی ہو سکتا ہے تو میرے پاس آ جا۔ ابراہیم نے موصل یا نصیبین کے ایک گروہ کے ساتھ کوفہ کی طرف حرکت کی اور کوفہ آ کر مصعب بن زہیر سے ملاقات کی۔ جب ابراہیم اشتر مصعب کے ساتھ مل گیا تو مصعب کو اپنے طاقتور ہو جانے کا احساس ہو گیا اور اپنے آپ کو مہلب سے بے نیاز سمجھنے لگا۔ مہلب کو جزیرہ اور موصل اور آذربائیجان ارمنستان کا حاکم بنا کر روانہ کر دیا اور عراق کے شمال کی حکومت بھی اسے دے دی۔

لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ تقریباً پانچ سال کے بعد عبدالملک بن مروان نے ایک بہت بڑا لشکر عراق کو فتح کرنے کے لیے مصعب سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عراق کی فوج کو اس سے شکست ہوئی اور ابراہیم اشتر چالیس سال کی عمر میں اس جنگ میں مارا گیا اور اس کی شہادت تیرہ جمادی الاول ۷۲ھ میں واقع ہوئی اور مصعب بن زہیر بھی پچھتیس سال کی عمر میں اسی جنگ میں قتل ہو گیا۔ مصعب کے قتل ہونے کے دن جمعرات پندرہ جمادی الاول ۷۲ھ تھا۔ مصعب بن زہیر مختار کے چچا زاد زندہ بن قدام کے ہاتھوں قتل ہوا اور عبدالملک بن مروان کوفہ میں داخل ہو گیا۔

چار کٹے ہوئے سر:

۷۲ھ میں عبدالملک بن مروان ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ عراق پر قبضہ کرنے کی غرض سے مصعب بن زہیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے کوفہ کی طرف آیا اور دجلہ کے نزدیک کوفہ اور شام کی فوجوں میں بہت سخت لڑائی ہوئی۔ اس جنگ میں مصعب اور ابراہیم اشتر دونوں قتل ہو گئے۔ عبدالملک بن مروان عراق پر قابض ہو گیا اور کوفہ میں داخل ہو گیا۔

اور دارالامارہ قمر میں جا بیٹھا اور مصعب بن زہر کا کٹا ہوا سر اس کے سامنے رکھا گیا۔

انسان کے لیے تاریخ ایک عبرت اور نصیحت ہوا کرتی ہے۔ جب لوگوں نے اس حالت کو دیکھا تو ان کے ذہنوں میں اسی جگہ دوسرے گزرے ہوئے واقعات یاد آئے ایک عرب ابی مسلم نخعی کھڑا ہو گیا اور عبدالملک بن مروان سے جو فتح کے فرور میں غرق تھا خطاب کیا اور یوں کہا اے امیر! میں اسی جگہ کوفہ میں تھا اور دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہوا سر ابن زیاد کے سامنے پڑا ہوا تھا اور کئی دن کے بعد ابن زیاد کا کٹا ہوا سر اسی جگہ بخار کے سامنے پڑا ہوا تھا اور اب مصعب کا کٹا ہوا سر تیرے سامنے پڑا ہوا ہے اس کے بعد اس مرد نے کہا اے امیر! خدا عبدالملک کو اس نگرار سے محفوظ رکھے عبدالملک اس کی کلام سے بہت خوفناک اور وحشت زدہ ہو گیا اور اس جگہ کہ جہاں اس قصر کا مخصوص ہال تھا اٹھ کھڑا ہوا اور حکم دیا کہ اس ہال اور قبو کو خراب کر دیا جائے۔

عقار کا مقبرہ:

بہت قدیم زمانے سے عقار کی قبر شیعوں کے نزدیک ایک تہرک قبر شمار ہوتی رہی ہے اس کی قبر پر ایک قہ اور گنبد تھی جیسے کہ ابن بطوطہ سیاح نے اپنے سفر نامہ میں ساتویں صدی میں لکھا ہے اور کہا ہے کہ کوفہ میں جبابہ کے مشرقی طرف میں عقار کا ایک گنبد اور بارگاہ ہے اس بزرگوار کا مرقہ مطہر بہت دیر سے ایک خرابہ اور مترد کہ ماحول میں رہا ہے۔ اس کی سابقہ عمارت پرانی ہو کر مٹ گئی تھی اور شاید بے تو جہی اس پر غلط اتہامات اور جھوٹی روایات کی بنا تھی جو اس انقلابی قہرمان کے بارے میں طویل تاریخ میں لگائے جاتے رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود خداوند عالم نے بعض اولیاء کے دل میں اس کی حزار شریف کی طرف توجہ مبذول کرا دی اور اسے بزرگوں کے لیے مورد عنایت قرار دے دیا یہی توجہ اور عنایت سبب بنی کہ عقار کے بارے میں تحقیق کی جائے اور ان امور کی صحت اور نسبتوں کی صحت اور سقم بارے میں اقدام کیا جائے۔

اس کی سندس قبر کی تحقیق اور جستجو میں خداوند عالم نے اپنے اتوار کے لطف سے اس کے چند مبارک اور قبر مبارک کو محسن اور شخص کر دیا۔ کئی سالوں سے یہ خبر مشہور اور متواتر تھی کہ اہل علم میں سے ایک بزرگ عالم نے عتار کی قبر کے بارے میں خاص توجہ و عنایت فرمائی ہے۔ شیخ عبدالحسین طبرانی بزرگ علامہ اس زمانے میں قبات عالیہ کی زیارت کے لیے عراق گئے اور عتار کی قبر کی حاش اور اسے تعمیر کرنے میں کمر بستہ ہو گئے۔ عتار کی قبر کی نشانی حضرت مسلم بن قحطیل کے محسن مبارک جامع مسجد کوفہ سے متصل ہانی بن عروہ کی قبر مبارک کے سامنے ایک بلوہ تھوڑے پر واقع ہے۔ اس عالم بزرگوار کے حکم سے اس جگہ کو کھودا گیا ایک دیرین عمارت کے آثار پیدا ہوئے کہ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ پہلے یہاں ایک حمام تھا۔ اسی عمارت کی بنا پر کھودائی اور حریہ تحقیق کی گئی کھودائی کے وقت مرحوم علامہ سید رضا بحر العلوم نے اشارہ کیا کہ میرے والد علامہ سید مہدی بحر العلوم فرمایا کرتے تھے کہ عتار کی قبر مبارک مسجد کوفہ کی قدیمی دیوار کے کونے میں واقع ہے (جو آج بھی اسی جگہ اس کی قبر ہے) بحر العلوم کھودائی کے وقت موجود ہے۔ موجود لوگوں اور کھودنے والوں کو تاکید کرتے تھے کہ عتار کے لیے قاجح پرہیز۔ بحر العلوم اور شیخ عبدالحسین طبرانی کی نگرانی میں کھودائی کی گئی تو ایک تختی نکلی کہ جس پر یہ نقش تھا۔ (حضرت اقبال بن عبیدہ الثقفی) اس طرح سے عتار کی قبر مبارک پیدا ہو گئی اور اس پر ایک عمدہ عمارت بنائی گئی اور اس کے اندر جانے کے دروازے پر یہ لکھا گیا:

قد امر السيد مہدی بحر العلوم والشیخ جعفر کاشف الغطاء بان یسجدوا

طریحا للمعطر و عینا هذا الموضع قبر الہ

یعنی علامہ بحر العلوم اور شیخ جعفر کاشف الغطاء کے حکم سے یہ عمارت بنائی گئی ہے اور

یہاں عتار کی قبر کو محسن کیا گیا ہے۔

علامہ جعفر بن نما نے ذوب القوار کتاب میں عتار کے حالات میں لکھا ہے کہ انسان

اس مطلب سے بہت فائدہ اٹھا رہا تھا کہ اس نے کہا کہ میں غلام اور بزرگانِ مختار کی قبر مبارک کی زیارت کو نہیں جاتے اور اس کی زیارت کو بہت زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔

پھر آپ لکھتے ہیں کہ کافی عرصہ سے بزرگان اور علماء شیعہ مختار کی زیارت سے کنارہ کشی کئے ہوئے ہیں اور اس کے فضائل اور مناقب کے بیان کرنے میں زبانیں بند کی ہوئی ہیں اور اس سے دوری کی ہوئی ہیں اور اس کے فضائل بیان کرنے سے ایسے بھاگتے ہیں جیسے سوسار پانی سے فرار کرتا ہے اور مختار کو متہمم کرتے ہیں کہ وہ محمد بن حنفیہ کی امامت کا عقیدہ رکھتا تھا اور اس کی قبر سے بے توقیفی کرتے ہیں اور اس کی قبر سے دوری کو اللہ کا تقرب جانتے ہیں حالانکہ مختار کی قبر نزدیک اور اس کی زیارت کرنی بہت آسان ہے اور اس کا مقبرہ اور بارگاہ حضرت مسلم بن عقیل کے قبرہ اور بارگاہ کے پہلو میں ستارے کی طرح چمک رہا ہے اور افسوس ہے کہ اس دوری اور بے توقیفی میں علم اور تحقیق پر عمل نہیں کرتے گزرے ہوئے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں اور گویا کہ انہوں نے یہ فراموش کر دیا ہے کہ مختار نے اہل بیت اور امام حسین علیہ السلام کے دشمنوں سے کیا کیا انتقام لیا ہے اور انہیں یا انہیں رہا کر مختار نے اللہ کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر دیا ہے اور امام زین العابدین کی رضاعت کے لیے معنوی درجات کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوا ہے وہ تمام مناقب اور فضائل جو اس کے باقی رہ چکے ہیں اور اس کی سعادت کے چشمے جو ظاہر ہوئے ہیں ان سب کو فراموش کر دیا ہے۔

مختار کا زیارت نامہ:

علامہ ابنی نے مختار کے زیارت نامہ کے بارے میں لکھا ہے کہ مختار عظمت اور بزرگی کے ایسے مرتبے تک پہنچ چکا ہے کہ جس کے لیے شیعوں کے عالی قدر عالم شہید اول نے اپنی کتاب مزار میں اس کے لیے ایک خاص زیارت نقل کی ہے اور شیعہ اسی زیارت کو پڑھتے ہیں۔ اس زیارت میں مختار کی نجات اور پاکدہی اور اہل بیت عظام کی ولایت کے اعتقاد اور

اس کی اللہ تعالیٰ کی انتقام اور نام دین العابدین (ع) کی محبت کی گواہی دی گئی ہے اور اس میں رسول خدا ﷺ اور امیر المومنین عظیم کے خوشنود ہونے کی صراحت بھی موجود ہے اور یہ جملے بھی ہیں ”انہ ہذل فی رضا الائمة و نصرة و العترة الطاهرة و الاعداء بشارہم“ یعنی مختار نے اپنی جان آئند علیہم السلام کی رضا اور خوشنودی اور پاک عترت کی مدد اور ان کے خون کے انتقام لینے کے لیے قربان کر دی۔

زیارت نامہ کے نقل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم ایام سے مختار کی قبر مبارک شیعوں کی زیارت گاہ تھی اور شیعوں کے نزدیک قبر مشاہدہ حبر کہ میں شمار ہوتی تھی اور اس کی قبر پر گنبد اور روضہ تھا جیسے کہ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں اشارہ کیا ہے۔

پڑھنے والوں سے تقاضا:

یہ انصاف نہیں کہ مختار جیسے بزرگوار انسان کی قبر سے بے توجہی اور بے اعتنائی کی جائے بہت افسوس ہے کہنا پڑتا ہے کہ مختار جیسے بزرگ شیعہ کی زندگی کے حالات کی تحقیق کیے بغیر دشمنان اہل بیت کے زہریلے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر مختار کی قبر کی زیارت سے روگردانی کی جائے کیا حق ناشناسی اور حق کشی اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ جس انسان نے پورے خلوص سے اہل بیت عظام کے مقدس نظریے کا جان بھٹیلی پر رکھ کر دفاع کیا ہو اور شہداء کربلا کے مظلوموں کے خون کے انتقام اور ظلم کو ختم کرنے کے لیے انقلاب برپا کیا ہو اس کے بارے میں اس طرح کا فیصلہ کیا جائے۔

اس کتاب کے مؤلف نے بہت زیادہ مدت مختار کی شخصیت کے بارے میں تحقیق کرنے میں صرف کی ہے اور کوشش کی ہے کہ اس کے نورانی چہرے سے بے علمی اور تعصب کے غبار کو کہ جس نے دشمنوں سے جہاد کر کے عادلانہ انتقام لیا ہے دور کر دے۔ روایات اور اقوال علماء اور واضح دلیلوں سے مختار کے پاکیزہ عقیدہ اور صحیح کام اور اس کے بلند مقام کو ثابت کیا ہے۔

لہذا سب سے پہلے تو علماء اور بزرگوار اور محققین اور لکھنے والوں اور اس کے بعد جموں غیور مسلمانوں سے بالخصوص امام حسینؑ کے سرخ انقلاب کے پیروں کا رونا اور شہداء کو بلا کے نقش قدم پر چلنے والوں اور ان سب سے جو حق کے برپا کرنے اور شہیدوں کے خون کے انتقام کے طلبگار اور مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ ان تمام سے خواہش ہے اور مطالبہ کرتے ہیں اور امید ہے کہ وہ اس مطالبہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور شاید ان غلط فیصلوں کو جو حقار کے حق میں کیے گئے ہیں جبران اور تلافی بھی ہو جائے اور اس بزرگ انسان اور اس کے یار باوقا کی قربانیوں کا شکریہ قرار پائے خواہش ہے کہ جیسے حقار نے اپنے کام سے اہل بیتؑ پیغمبر کے دلوں کو خوشنود اور خوشحال کیا ہے ہم بھی ان تذکرات پر جو ہم درج ذیل کر رہے ہیں اسلام کے اس بزرگ انسان کے بلند اور بالا مقام کی حق شناسی کے لیے عمل کرنے کا اعلان کریں حقار اور اس کے باوقایاروں نے جو بے بہا خدمات اہل بیتؑ عظام کی ذات اور مکہ حق کی بلندی اور سرفرازی کے لیے انجام دیئے ہیں ان کا شکریہ ادا کریں۔ ہمارا تقاضا اور خواہش یہ ہے کہ:

(۱) بغیر تحقیق کیے حقار کی شخصیت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہ کریں۔

(۲) کوشش کی جائے کہ حقار کا نام زندہ رہے اور اپنی اولاد اور مکانات اور بازاروں روڈوں

ہسپتالوں اور دوسرے عمومی مراکز کے نام اس پر افتخار شخص حقار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے نام پر رکھے جائیں۔ اور اس میں کیا اشکال ہے کہ فوج کے کسی دستے اور رجسٹ کا نام بھی اسی کے نام پر رکھا جائے بلکہ بہت ہی مناسب ہوگا کہ اسی نام سے انہیں موسوم کیا جائے جیسے کہ دوسرے پر افتخار ناموں سے جیسے مالک اشتر اور میثم اور سلمان اور ابو ذر اور مقداد اور دوسرے بزرگوں کے نام ان چیزوں کے لیے رکھے جا چکے ہیں۔

(۳) زیارات عتبات مقدسہ کو بلا و نجف جانے والوں کو اس شہید انتقام لینے والے اسلام کے

بزرگ سردار حقار کی زیارت بھی کرنی چاہیے۔

اہل منبر اور لکھنے والوں اور خطیبوں سے تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ صحیح دلیلوں اور مدارک اور

بزرگان دین جیسے علامہ علی اور دوسرے بزرگوں کے اقوال کے ذریعے ان اتہامات اور شبہات کو جو غبار کے بارے میں ایجاد کیے گئے دور کریں بخاری کی مقدس ذات کا دفاع کریں۔ آپ کی امید کرتا ہوں کہ ان کے کلام کو جو میں نے ذکر کیا ہے جس حیرت زدہ بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں بھی رعایت کی جائے اور اس کی ذات کے بارے میں جو شبہات اور اعتراض کیے جاتے ہیں انہیں بھی صحیح مدارک سے جواب دیا جائے۔ خداوند عالم کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ اس ذات نے اس بندہ ناچیز کو توفیق دی ہے کہ غبار کے حالات اور اس کے انقلاب اور انعام کے بارے میں مفصل کتاب لکھوں میری یہ کتاب دو سال کی تحقیق اور جمع کے بعد جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۸ھ میں اتمام کو پہنچی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والحمد للہ علی ما یصلی علی الصالحین وعلیکم وعلی

اعواننا المسلمین ورحمہ اللہ و برکتہ الحمد للہ رب العالمین

مؤلف سید ابوقاضی رضوی اردکانی

بندہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کا ترجمہ رعایتِ نقلی کا خیال کرتے ہوئے نقلِ بالہی اور مرادی کیا ہے اور کوشش کی کہ ترجمہ سلیس اور عام فہم ہو میری یہ کوشش کہاں تک کامیاب ہوئی ہے یہ تو پڑھنے والے ہی بتا سکتے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین۔

لاحترام اس محنتی کھالی بلوچ

ترجمہ 30-12-1996 کو ختم ہوا

لاہور